يانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ (سورۃ آل عمران)

لوگوں کو بتانا اور راہ دکھانا اور پرہیزگاروں کو نصیحت ہے (ترجمہ کنزالایمان)

زُبدۃُ المِحَن مَقالاَت وخُطباتِ حَسَن

المعروف اٹھارہ تقریریں



تالیف

الحافظ القاری مولانا غلام حسن قادری

مفتی دار العلوم حزب الاحناف لاہور

لاہور

هٰذَا بَیَانٌ لِّلنَّاسِ وَھُدًی وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِیْنَ (سورۂ آل عمران)

یہ لوگوں کو بتاتا اور راہ دکھاتا اور پرہیزگاروں کو نصیحت ہے (ترجمہ کنز الایمان)

زُبْدَۃُ الْمِحَنْ مقالات و خُطباتِ حسن

المعروف

اٹھارہ تقریریں

تالیف

الحافظ القاری مولانا غلام حسن قادری

مفتی دار العلوم حزب الاحناف لاہور

ناشر

اکبر بک سیلرز

زبیدہ سنٹر ۴۰ اردو بازار لاہور۔ فون: 042-7352022

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ
وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہ

نام کتاب	——	اٹھارہ تقریریں
مصنف	——	مفتی غلام حسن قادری
بفرمائش	——	مولانا الحاج اصغر علی نورانی
پروف ریڈنگ	——	محمد رضاء الحسن قادری
کمپوزنگ	——	عبدالسلام/قمرالزمان رائل پارک لاہور
پیشکش	——	انوارِ باھو لائبریری' لاہور
ناشر	——	محمد اکبر قادری
تاریخ اشاعت	——	مئی ۲۰۰۶ء/ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ
تعداد	——	۱۱۰۰
صفحات	——	۶۴۰
قیمت	——	-/300 روپے

ناشر
اکبر بک سیلرز
زبیدہ سنٹر
اردو بازار
لاہور

اِنتساب

گنج بخش فیضِ عالم مظہرِ نورِ خدا
ناقصاں را پیرِ کامل کاملاں را راہنما

قُدوۃ السالکین، زبدۃ الکاملین، امام العارفین، عُمدۃ الکاملین، سراج العاشقین بُرہان الواصلین
سیدالاصفیاء، مخدوم الاولیاء، سندالاتقیاء،

حضرت سیدنا علی بن عثمان ہجویری

المعروف

داتا گنج بخش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کے نام

جن کے قدوم میمنت لزوم سے خطۂ پنجاب میں اسلام کی شمع روشن ہوئی اور شہر لاہور قطب البلاد اور مرکزِ اولیاء بن گیا۔ جن کے مُبارک قدموں کے سایۂ رحمت میں یہ نقیر حقیر پُرتقصیر عرصۂ تین سال سے پڑا دامن طلب پھیلا کر ان کی نگاہِ فیض کی بھیک کے لیے ملتمس ہے۔ اور یہ انہی کے فیض نگاہ کا صدقہ ہے کہ تب سے اب تک کچھ نہ کچھ دینی خدمات کا موقع نصیب ہو رہا ہے اور اب انہی خدمات میں سے ایک حقیر سی خدمت کا نذرانہ داتا کے دیوانوں اور اولیاء اللہ کے ماننے والوں کے لیے درفیض عالم سے منسوب کر کے پیش کرنے کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔ اللہ تعالےٰ آپ کی نگاہِ کرم کا بھکاری بن کر زندگی کے باقی ایام بھی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین ثم آمین بجاہِ طٰہٰ و یٰسٓ
علیہ وآلہ واصحابہ افضل الصلوٰۃ واکمل التسلیم یاارحم الراحمین

سیدِ ہجویر مخدومِ اُمم
مرقدِ او پیرِ سنجر را حرم (اقبال)

۱۹ صفر المظفر ۱۴۲۷ھ بروز پیر
برموقع سالانہ عُرس سراپا قدس
حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمہ

خاکپائے زائرین
درِ داتا گنج بخش
غلام حسن قادری

ترتیب

تعارفِ مصنف

رب ذوالجلال والاکرام کا کروڑ ہا شکر ہے کہ جس نے کائنات کی تخلیق فرمائی اور انسان کو اشرف المخلوقات وافضل الکائنات بنایا۔ کرم بالائے کرم کہ انسان کی ہدایت کیلئے بے شمار انبیائے کرام ورسل عظام مبعوث فرمائے جو اپنے اپنے وقت پر ایک مخصوص علاقے میں توحید ورسالت کا پرچار فرما کر لوگوں کو دعوت اسلام دے کر ضلالت و گمراہی سے نکال کر ایمان کی دولت سے سرفراز فرماتے رہے۔ انبیاء ورسل کا یہ عظیم سلسلہ حضرت سیدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے شروع ہو کر حضور آقائے نامدار، مدنی تاجدار، حبیب کردگار، نبی مختار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ختم ہو جاتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی و رسول ہیں اور تمام جہانوں کیلئے رحمت ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نبی یا رسول نہیں آسکتا۔ خواہ وہ ظلی ہو یا بروزی۔ جیسا کہ قرآن وحدیث سے اس کا واضح ثبوت ملتا ہے۔ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ۔ اور اَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ اس پر شاہد عادل ہیں۔ معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم آخری نبی ہیں، آپ کے بعد کوئی نبی اور رسول نہیں آسکتا کہ جس کی اطاعت و فرمانبرداری کی جائے لیکن جب سورۂ رعد (آیت:۷) کے ان جملوں پر نظر پڑتی ہے کہ "لِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ" یعنی ہر قوم کیلئے ایک ہادی ہوتا ہے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں اور نبوت ورسالت کا سلسلہ بند ہو چکا ہے تو اللہ تعالیٰ کا یہ کہنا کہ ہر قوم کیلئے ایک ہادی (ہدایت کرنے والا) ہوتا ہے اس کا کیا مطلب تو اس کے جواب ہیں اور وہ یہ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی قیامت تک بنی نوع انسان کیلئے ہادی

بن کر تشریف لائے ہیں اور دوسرا دو جواب یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالی شان ہے کہ العلماء ورثۃ الانبیاء[1] یعنی علمائے کرام ہی انبیاء کے وارث ہوتے ہیں۔

یہ بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہی فیضان اور آپ کی عطاء ہے۔ فی الحقیقت علماء ہی انبیائے کرام کے وارث ہیں اگر ان کے کارہائے نمایاں کا بنظر غور مطالعہ کیا جائے تو خدا کی قسم ان کی خدمات کو آبِ زر سے لکھنے کو جی چاہتا ہے کہ اس قدر محنت شاقہ کے بعد رب کائنات ان کو اس مقام پر فائز فرماتا ہے کہ لوگ ان سے ہدایت و رہنمائی حاصل کرتے ہیں۔

انہی نفوس قدسیہ میں مصنفِ کتابِ ہذا عمدۃ العلماء زبدۃ الفضلاء حضرت علامہ مولانا مفتی غلام حسن قادری صاحب دامت برکاتہ العالیہ کا شمار ہوتا ہے۔ آپ کی حیات مقدسہ کے چیدہ چیدہ احوال قارئینِ کرام کی خدمتِ عالیہ میں پیش کیے جاتے ہیں۔

ولادت باسعادت

آپ 3 اکتوبر 1962ء کو میاں محمد حسین ابن میاں علی احمد بھٹی رحمہما اللہ کے ہاں چک کھرل ضلع حافظ آباد میں پیدا ہوئے۔ بچپن ہی سے آپ کے چہرے پر سعادت مندی وخوش بختی کے آثار نمایاں تھے۔

ابتدائی تعلیم:

آپ کی والدہ ماجدہ چونکہ عرصہ 50 برس سے اپنے گاؤں چک کھرل کے ساتھ ساتھ قریبی دیہات کے طلباء وطالبات کو قرآن کریم کی تعلیم سے آراستہ و پیراستہ کرنے کی خدمت سرانجام فرما رہی تھیں اس لئے ناظرہ قرآن کریم ختم کرنے کی سعادت اپنی والدہ سے ہی حاصل کی۔ والدہ صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا کا انتقالِ پُرملال 5 جولائی 2004ء بروز پیر چک کھرل میں ہوا۔ اللہ کریم ان کی بخشش و مغفرت فرمائے اور انہیں جنت

---

[1] صحیح بخاری: کتاب العلم 16/1، جامع ترمذی: ابواب العلم 97/2، سنن ابی داؤد: کتاب العلم 157/2، سنن ابن ماجہ: باب فضل العلماء ص 20، مشکوٰۃ المصابیح: کتاب العلم ص 34، ریاض الصالحین: کتاب العلم صفحہ 386 حدیث: 1388، مسند احمد بن حنبل 196/5 حدیث: 20723، سنن دارمی 83/1، 376:2، شعب الایمان 262/2

الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ اٰمین ثم اٰمین

پھر پرائمری تک تعلیم چک کھرل کے ہمسایہ گاؤں دوہٹہ شریف (آستانہ عالیہ پیر سید عارف شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ) کے پرائمری سکول سے حاصل کی جبکہ چھٹی کلاس میں داخلے کیلئے ہیڈ قادر آباد کے قریب قصبہ سوئیاں والا کے ہائی سکول کی طرف رجوع کیا۔ چھٹی اور ساتویں تک اسی سکول میں تعلیم حاصل کرتے رہے۔ سکول چونکہ گھر سے بہت دور تھا اور پھر سفر بھی سائیکل پر کرنا پڑتا تو موسم کی شدت وحدت کے سبب آپ کو بخار کا عارضہ لاحق ہوگیا جس کے باعث آپ کو سلسلۂ تعلیم منقطع کرنا پڑا۔ صحت یابی کے بعد کچھ عرصہ اپنے والد گرامی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 7 رمضان المبارک 1424ھ /2 نومبر 2003ء) کے ساتھ دکان داری کرتے رہے۔ پھر سلسلہ تعلیم شروع کر دیا۔

حفظ القرآن:

قرآن کریم حفظ کرنے کا شوق بھی مچل رہا تھا' اپنے گاؤں چک کھرل میں ہی حفظِ قرآن شروع کر دیا ابھی آپ نے ڈیڑھ پارہ ہی حفظ کیا کہ ایک مخلص عزیز کے مشورہ پر یکم رمضان المبارک 1977ء کو تحریکِ نظامِ مصطفیٰ کے دوران جامعہ حنفیہ رضویہ غلّہ منڈی شیخوپورہ میں داخل ہو گئے۔ اس قدر ذوق وشوق کا مظاہرہ فرمایا کہ ڈیڑھ سال میں قرآنِ کریم حفظ کرنے کی سعادت حاصل کرلی۔ پھر اسی سال نماز تراویح میں مکمل قرآن کریم سنا دیا۔ الحمد للہ! آج تک آپ نماز تراویح چوبیس (24) مرتبہ قرآن کریم سنانے کی سعادت حاصل کر چکے ہیں۔ فقیر راقم الحروف کو متعدد بار نماز تراویح میں آپ سے قرآن کریم کی سماعت کرنے کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔ ماشاء اللہ! انتہائی عمدہ انداز میں تلاوت کلام اللہ فرماتے ہیں۔

جامعہ حنفیہ رضویہ غلّہ منڈی شیخوپورہ اور چک کھرل کے جن اساتذہ سے آپ نے قرآن کریم کی دولت حاصل کی ہے ان کے اسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہیں:

۱- حافظ بشیر احمد صاحب

۲- قاری امانت علی صاحب

۳- قاری محمد بنیامین صاحب

۴- حافظ سعید الرحمٰن صاحب

۵- حافظ فتح محمد صاحب مرحوم

۶- حافظ محمد اکرم صاحب

جب کہ جامعہ حنیفہ رضویہ کے مہتمم اور ناظم حضرت مولانا غلام رسول قادری سروری المعروف فقیر سلطانی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ **فجز اھم اللّٰہ خیر الجزاء آمین۔**

درس نظامی

جس دن حضرت قبلہ سید ابوالبرکات سید احمد شاہ قادری رحمۃ اللہ علیہ مفتیِ اعظم پاکستان کا پہلا سالانہ عرسِ مبارک تھا اسی دن حضرت فقیر سلطانی رحمۃ اللہ علیہ نے مہربانی فرماتے ہوئے بذات خود ساتھ آ کر مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف لاہور میں علامہ سید محمود احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کیا اور آپ نے استاد الاساتذہ حضرت مولانا عبدالغفور صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کلاس میں بیٹھنے کا حکم دیا۔ سات سال میں درسِ نظامی کا مکمل کورس دارالعلوم حزب الاحناف میں ہی کیا اور سندِ فراغت حاصل کی۔ جن اساتذۂ کرام سے آپ نے درس نظامی کی تکمیل کی ان کے اسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہیں۔

۱- حضرت مولانا مہر دین صاحب رحمۃ اللہ علیہ' شیخ الحدیث دارالعلوم حزب الاحناف' لاہور

2- حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی مدظلہ العالی سابق شیخ الحدیث حزب الاحناف' لاہور وحالیہ شیخ الحدیث ومفتی اعظم منہاج القرآن' لاہور

3- حضرت مولانا حافظ محمد یعقوب نقشبندی

4- حضرت مفتی احمد دین توگیری

علوم وفنون کی جو کتب رہ گئیں وہ بعد نماز ظہر جامعہ جماعتیہ پاپڑ منڈی میں حضرت مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی صاحب سے پڑھیں۔

عملی زندگی:

یوں تو آپ کی زندگی عمل سے ہی عبارت ہے مگر فارغ التحصیل ہونے کے بعد جب انسان پر ذمہ داریوں کا بوجھ بڑھتا ہے تو اس وقت جس راہ پر وہ گامزن ہوتا ہے اسے عملی زندگی میں قدم رکھنے سے تعبیر کیا جاتا ہے چنانچہ آپ نے زمانہ طالب علمی سے ہی عملی زندگی کا آغاز کردیا تھا۔ 1982ء سے تاحال (2006ء تک) اندرون بھاٹی گیٹ جامع مسجد مولانا روحی رحمۃ اللہ علیہ میں امامت وخطابت کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ اسی دوران ہی دورۂ تفسیر القرآن مکمل کرنے کی سعادت حاصل کی۔

اولاد امجاد:

حضرت مفتی صاحب مدظلہ کے دو بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں۔ بڑا بیٹا جن کا نام محمد رضاء الحسن ہے، نہایت ذہین اور شرافت کا پیکر ہے۔ تین جماعتیں پڑھنے کے بعد قرآن کریم حفظ کرنے کی طرف مائل ہوا اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے قرآن مجید کو اپنے سینے میں محفوظ کرنے میں کامیاب ہوا۔ پھر گورنمنٹ سنٹرل ماڈل سکول لوئر مال لاہور سے میٹرک کا امتحان دے کر کتبِ دینیہ کی طرف راغب ہوا۔ اس وقت جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری گیٹ لاہور میں کلاس ثانیہ میں پڑھ رہا ہے اور بفضل باری تعالیٰ اس صغرسنی میں تین کتب ''مومن کا زیور داڑھی''، ''شرم وحیا'' اور ''اعلیٰ حضرت، اعلیٰ سیرت'' تصنیف کرچکا ہے۔

ے خدا کرے زور قلم اور زیادہ

چھوٹا بیٹا جس کا نام محمد نعمان ہے وہ جماعت چہارم میں پڑھتا ہے۔ بچیاں بھی علوم دینیہ کے حصول میں مصروف ہیں۔ مولیٰ تعالیٰ مفتی صاحب کو اولاد امجاد کی طرف سے سکون واطمینان کی دولتِ ابدی سے شادکام رکھے۔

تجوید وقرآت

بچپن ہی سے آپ کے دل میں قرآن کریم تجوید وقرآت کے عین مطابق پڑھنے کی آرزو مچل رہی تھی، اس فن میں مہارت حاصل کرنے کیلئے آپ کو جامعہ رسولیہ شیرازیہ

لاہور میں داخلہ لینے کی سعادت ملی۔ جہاں استاذ القراء محترم جناب قاری محمد طیب صاحب کے سامنے زانوئے تلمذ طے کرنے کا موقع میسر آیا۔ قبلہ قاری محمد طیب صاحب سے آپ نے روایت حفص مکمل پڑھی اور سبعہ میں مشہور و معروف کتاب شاطبیہ کا مکمل درس لے کر اس فن میں بھی کمال حاصل کیا۔ پھر تو آپ کی تلاوت کلام اللہ کا انداز ہی کچھ اور تھا بس یہی جی چاہتا ہے کہ آپ تلاوتِ کلام اللہ فرماتے جائیں اور سامعین سماعت کرتے جائیں۔

لاہور کی مشہور و معروف شخصیت عمدۃ المحققین، زبدۃ المدققین، استاذ العلماء و الفضلاء حضرت علامہ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری صاحب دامت برکاتہ العالیہ فرماتے ہیں کہ میں نماز مغرب اور کبھی نمازِ عشاء فقط اس لئے مولانا غلام حسن کی اقتداء میں پڑھنے آتا ہوں کہ آپ کی تلاوتِ کلام اللہ کا انداز بڑا دلکش ہوتا ہے۔ سامع کو ایک کیف اور سرور حاصل ہوتا ہے جبکہ آپ کے پیر و مرشد قطب وقت حافظ سلطان غلام باھو رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً فرمایا کرتے تھے کہ مولوی صاحب آپ سے قرآن سنتا ہوں تو بڑی خوشی ہوتی ہے اس لئے کہ حرمین شریفین کا منظر سامنے آجاتا ہے کیونکہ آپ اسی انداز میں تلاوت کرتے ہو۔ اسی طرح کے خیالات کا اظہار ایک مرتبہ آپ کے استاذ محترم خطاط الملک صوفی خورشید عالم خورشید مخمور سدیدی علیہ الرحمۃ نے بھی فرمایا۔

مزید تعلیم

آپ نے 1987ء میں مسلم ماڈل ہائی سکول اردو بازار لاہور لاہور سے میٹرک کا امتحان پاس کیا چونکہ تنظیم المدارس میں حزب الاحناف شامل نہیں تھا۔ اس لئے تنظیم المدارس کا امتحان اپنی مدد آپ کے تحت جامعہ نعیمیہ کی طرف سے دیا۔ امتحان دینے والے چار ساتھی تھے۔ جن میں تین تو ناکام ہو گئے جبکہ مصنف کتاب ھٰذا اللہ کے فضل و کرم سے کامیاب ہو کر سندِ فراغت حاصل کر گئے۔ ذٰلک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشاء۔

تدریسی خدمات

15 شوال 1408ھ بمطابق جون 1987ء میں ہی مرکزی دارالعلوم حزب

الاحناف لاہور میں بحکم علامہ سید محمود احمد رضوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تدریس کا آغاز کیا جوتا حال (2006ءتک) جاری ہے۔ دوران تدریس موقوف علیہ تک کی کتابیں متعدد بار پڑھانے کا اتفاق ہوا۔ درسی کتب کے ساتھ ساتھ شعبہ تجوید وقرأت بھی آپ کے ذمہ ہے یعنی تجوید کی کلاس بھی آپ ہی لیتے ہیں۔

زیارتِ حرمین شریفین

آپ شب و روز حرمین شریفین کی حاضری کیلئے ماہیِ بے آب کی طرح بے تاب رہا کرتے تھے۔ بالآخر ستارۂ قسمت طلوع ہوا۔ بیت اللہ شریف اور دیار حبیب کی زیارت اور عمرہ کی سعادت بھی آپ کو 1989ء میں حاصل ہوگئی۔ اور اب انشاء اللہ عزوجل اِمسال (1427ھ/2006ء) رمضان المبارک میں دوبارہ سرکار کے قدموں میں حاضری کا شرف حاصل کریں گے۔

درس قرآن وحدیث

جامع مسجد مولانا روحی میں ربیع الاول 1983ء میں آپ نے بعد نماز فجر درس قرآن کا سلسلہ شروع فرمادیا جبکہ شوال 1407ھ/ جون 1987ء میں درس حدیث کا سلسلہ بھی شروع کردیا۔ درس حدیث کیلئے آپ نے مشکوٰۃ المصابیح کا انتخاب فرمایا۔ جمعہ ہفتہ اور رمضان المبارک کے علاوہ بلاناغہ دو دن درس قرآن اور دو دن درسِ حدیث آپ ہی دیتے ہیں۔ رمضان المبارک میں صرف مشکوٰۃ شریف کے منتخب ابواب کا درس دیا جاتا ہے۔ تقریباً ایک سال میں ایک ہی پارہ قرآن مجید کا ختم ہوتا ہے۔ اب اٹھائیسواں پارہ چل رہا ہے اور مشکوٰۃ شریف کا باب الادب چل رہا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ کریم قبلہ مفتی غلام حسن قادری صاحب کو اس اہم کام میں پایۂ تکمیل تک پہنچنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

خطابت

خالقِ ارض وسما نے اپنے فضل واحسان اور حضور سید عالم نورِ مجسم شفیع معظم ﷺ

طفیل حضرت العلام قبلہ مفتی غلام حسن قادری دامت برکاتہم العالیہ کو جہاں دیگر کمالات سے سرفراز فرمایا وہاں آپ کو خطابت کے جوہر سے بھی خوب نوازا۔ فقیر کو متعدد بار آپ کا خطاب سماعت کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ ہر بار پہلے سے زیادہ لطف آیا اور دل چاہتا تھا کہ قبلہ مفتی صاحب علم وحکمت کے موتی بکھیرتے رہیں اور ہم چن کر قلب وروح کی تسکین کا سامان مہیا کرتے رہیں۔ جس موضوع پر کلام کیا بڑے ہی اعتماد سے کیا اور ایک ہی موضوع کو سامنے رکھتے ہوئے قرآنی آیات واحادیث مبارکہ کے علاوہ مسائل و واقعات کیساتھ اشعار کی بھرمار۔ گفتگو اور اشعار میں اس قسم کا سوز وگداز کہ گھنٹوں سننے کے بعد یوں محسوس ہوتا ہے کہ شاید چند لمحے ہی خطاب سنا ہے۔ قرآنی آیات واحادیث کو مکمل یعنی پوری عبارت پڑھ کر ایک ایک جملے کا ترجمہ وتشریح کرنے کے بعد قرآنی آیات واحادیث مبارکہ سے جو فوائد ونکات حاصل ہوتے ہیں ان کو بڑے ہی احسن انداز میں سامعین کے گوش گذار کرنا ایک حیثیت رکھتا ہے۔ آپ اس مرحلہ سے بھی انتہائی احسن انداز سے گذرتے چلے جاتے ہیں اور اس طرح سامعین کے دل لوٹتے چلے جاتے ہیں۔ پھر موقع محل کے مطابق خوبصورت آواز میں شعر پڑھنے سے خطاب میں ایک خاص قسم کی چاہت اور حلاوت پیدا ہو جاتی ہے، جس سے سامعین ہمہ تن گوش رہتے ہیں اور خطیب کی طرف توجہ رکھتے ہیں یہ خوبی اور ملکہ بھی خدا تعالیٰ نے آپ کو بھرپور عطا کیا ہے اور پھر مزے کی بات یہ ہے کہ عوام الناس کے علاوہ واعظین اور مقررین کیساتھ علمائے کرام بھی محفوظ رہتے ہیں۔ فقیر کی قلبی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اور زیادہ عزت و مقام عطا فرمائے۔ آمین۔

خوش نویسی

زمانہ قدیم میں علمائے کرام جہاں دیگر علوم وفنون میں کمال اور مہارت حاصل کرتے رہے وہاں علم طب اور فن خطاطی بھی ضرور حاصل کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ آج انہی نفوسِ قدسیہ کے قلمی نسخے لے کر کتب کو نیا انداز دیا جا رہا ہے۔

علمائے قدیم کی اس روایت کو برقرار رکھتے ہوئے آپ نے بھی فن خطاطی سیکھا۔

امام الخطاطین حضرت صوفی عبدالمجید پرویں رقم رحمۃ اللہ علیہ (جو اعلیٰ حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ بھی تھے) کے شاگرِ درشید استاذ الخطاطین الحاج محمد اعظم منور رقم رحمۃ اللہ علیہ سے مفتی صاحب نے خط نستعلیق میں کمال حاصل کیا۔ خط کوفی میں مفردات سے لیکر بیل وغیرہ تک محترم جناب استاذ غلام رسول صاحب سے مہارت اور کمال حاصل کیا۔ خط نسخ، ثلث، اجازہ، رقعہ، دیوانی اور طغریٰ میں زینت الخطاطین صوفی خورشید عالم خورشید رقم رحمۃ اللہ علیہ سے عرصہ دو سال میں کمال حاصل کیا۔ خط میں مزید نکھار پیدا کرنے کیلئے بالخصوص خط ثلث میں مہارت حاصل کرنے کیلئے آج کل آپ دنیائے اسلام کے مشہورومعروف خطاط محترم جناب محمد علی زاہد صاحب سے استفادہ کر رہے ہیں۔ ماشاء اللہ! حضرت مفتی غلام حسن قادری صاحب کا خط اتنا مضبوط ہے کہ ایک مرتبہ آپ نے راقم الحروف کا نام خط نستعلیق اور خط طغریٰ میں تحریر فرمایا، جس کو دیکھ کر استاذ العلماء حضرت مولانا حافظ محمد اشرف مجددی (مہتمم مدینۃ العلم جامعہ مجددیہ، نور آباد، فتح گڑھ، سیالکوٹ) جو خود بھی کاتب تھے اور کتابت کیا کرتے تھے، فرمانے لگے بہت عمدہ اور مضبوط لکھا ہے، یہ کس نے لکھا ہے؟ فقیر نے حضرت مفتی صاحب کا تعارف کرایا تو بے حد خوش ہوئے۔

فتویٰ نویسی:

1995ء سے مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف، لاہور میں دارالافتاء کی تمام تر ذمہ داری آپ کو سونپ دی گئی۔ 1995ء سے تا حال ہزاروں سوالات اندرون و بیرون ممالک سے آتے ہیں جن کے آپ شافی، وافی وکافی جوابات دیتے ہیں۔ (حضرت مفتی غلام حسن قادری صاحب کے فتاویٰ جات کو کتابی شکل میں جمع کرنے کا کام زیر ترتیب ہے۔)

تصنیفات وتالیفات

بہت کم انسان ایسے ہوئے ہیں جو متعدد صلاحیتوں کے مالک ہوتے ہیں۔ مفتی صاحب مستند عالم، بہترین حافظ و قاری، قابل و محنتی مدرس، عمدہ خطیب، صوفی منش امام

ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت پختہ ترین قلم کار بھی ہیں۔ ایک صاحبِ قلم کو جن اوصاف سے متصف کیا جاسکتا ہے ان میں محقق، مؤرخ، ادیب، مصنف، مؤلف، مرتب، مصحح، جامع مترجم وغیرہ صفات عموماً زبان زد عام ہیں۔ اگر ان میں سے ایک ایک صفت کو لیا جائے اور مفتی صاحب کی شخصیت پر منطبق کیا جائے تو بلا مبالغہ مفتی صاحب ان جملہ اوصاف سے موصوف نظر آئیں گے۔ چنانچہ آپ نے تصنیف و تالیف، ترتیب و تحقیق، ترجمہ و تصحیح میں وقت کی قلت کے باوجود نہایت عمدہ کارنامے انجام دیئے ہیں۔ رمضان المبارک 1424ء/ نومبر 2003ء سے تا حال درج ذیل کتب آپ کے قلم حقیقت رقم سے معرض وجود میں آئیں۔

1- شانِ مصطفیٰ بزبان مصطفیٰ بلفظ ''انا''
2- شرح کلام رضانی نعت المصطفیٰ (شرح حدائق بخشش)
3- مقام غوث اعظم اعلیٰ حضرت کی نظر میں
4- بوستان سعدی (مترجم)
5- گلستان سعدی (مترجم)
6- قرآن اور حاملین قرآن
7- کربل کی ہے یاد آئی
8- یاران مصطفیٰ
9- کواکبِ سبعہ
10- توحید و شرک کا صحیح معنی و مفہوم/ مسئلہ توحید و شرک پر دو تحقیقی مقالے
11- البرکات
12- زبدۃ الحسن مقالات و خطباتِ حسن المعروف اٹھارہ تقریریں
13- مقام ابراہیم علیہ السلام
14- فضائل و مسائل رمضان
15- فضائل و مسائلِ نماز

16-فضائل و مسائلِ حج

17-تقریری نکات

اول الذکر پانچ کتب تو مشتاق بک کارنر (الکریم مارکیٹ' اردو بازار' لاہور) سے چھپ چکی ہیں جبکہ ثانی الذکر چار کتب نوریہ رضویہ پبلیکیشنز (گنج بخش روڈ' لاہور) سے طبع ہورہی ہیں کتاب نمبر 10 اپنے پہلے نام ''توحید و شرک کا صحیح معنی و مفہوم'' سے حضرت مولانا الحاج قاری اصغر علی نورانی (پرنسپل جامعہ امیر حمزہ و خطیب جامع مسجد قبا باغوالی' محلّہ چومالہ' اندرون بھاٹی گیٹ' لاہور) کے توسط سے منظر عام پر آئی اور دوسری مرتبہ ''مسئلہ توحید و شرک پر دو تحقیقی مقالے'' کے نام سے تجدید و اضافے کے ساتھ بوساطت حاجی محمد جاوید صاحب چھپ چکی ہے۔ کتاب نمبر 11 کو پروفیسر محمد اکرام صاحب نے اپنے مکتبے (قاضی پبلی کیشنز 121۔ ذوالقرنین چیمبرز' گنپت روڈ' لاہور) سے چھاپنے کا اہتمام کیا۔ کتاب نمبر 12 آپ کے زیرِ مطالعہ ہے۔ مؤخر الذکر پانچ کتب مکمل ہو چکی ہیں اور اپنے خوش نصیب طابع و ناشر کا انتظار کر رہی ہیں۔

تصنیف و تالیف کا یہ وسیع و عریض سلسلہ مسلسل جاری و ساری ہے۔ آج کل حضرت قبلہ مفتی صاحب بخاری شریف کے پارہ نمبر 13' 14 اور 15 کی شرح کر رہے ہیں۔ یہ شرح فیوض الباری شرح صحیح البخاری'' مصنفہ علامہ سید محمود احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ کا بقیہ حصہ ہے۔ حضرت علامہ رضوی صاحب بخاری شریف کے پہلے بارہ پاروں کی شرح مکمل کر ہی پائے تھے کہ پیغامِ اجل آپہنچا اور آپ نے اس دنیائے فانی کو خیر باد کہا۔ یوں یہ شرح نامکمل رہی لیکن اب صاحبزادہ سید مصطفیٰ اشرف رضوی کی زیرنگرانی اس شرح کی تکمیل کا کام جاری ہے۔ 13 تا 15 پارہ کی شرح حضرت قبلہ مفتی صاحب کے ذمے لگائی گئی ہے اور آخری پندرہ پاروں کی شرح شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری دامت برکاتہ العالیہ کر رہے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ جل مجدہ اپنے فضل سے اس شرح کو اپنی منزل مقصود پر پہنچائے نیز علمائے اہلسنّت وخصوصاً حضرت قبلہ مفتی صاحب کی انتھک کوششوں کو اپنے دربارِ عالیہ میں مقبول و منظور فرمائے۔ آمین

لائبریری و ذوق مطالعہ

حضرت علامہ مولانا مفتی غلام حسن قادری دامت برکاتہم العالیہ کی ذاتی لائبریری بہت ہی وسیع لائبریری ہے۔ فقیر جب بھی سیالکوٹ سے لاہور قبلہ مفتی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے تو قیام لائبریری ہی میں ہوتا ہے۔ اکثر اوقات گفتگو بھی کتب اور مصنفین کے حوالے سے ہوتی ہے۔ لائبریری میں قرآن' تفسیر' حدیث' فقہ' سیرت' تصوف' تاریخ' ادب' منطق' فلسفہ اور تقابل ادیان پر کتب کا عظیم ذخیرہ موجود ہے۔ ہر مزاج کا آدمی لائبریری میں داخل ہو کر جب کتب کا نظارہ کرتا ہے تو بغیر داد دیئے نہیں رہتا۔ کیونکہ عربی' فارسی' اردو اور پنجابی ہر زبان میں کتب موجود ہیں پھر کتب کی صفائی اور نفاست کا یہ عالم کہ ہر کتاب پلاسٹک کے لفافہ میں ہے تاکہ دیمک وغیرہ سے محفوظ رہے تمام کتب بڑی ترتیب سے پڑی ہیں تاکہ قاری کو کسی بھی موضوع پر کتاب تلاش کرنے میں دقت نہ ہو۔ فی الحقیقت لائبریری دیکھ کر روحانی سکون حاصل ہوتا ہے۔ فارغ اوقات میں اکثر وقت حضرت قبلہ مفتی غلام حسن قادری دامت برکاتہم العالیہ کا مطالعۂ کتب میں صرف ہوتا ہے۔ آپ ہمہ وقت مطالعۂ کتب میں ہی منہمک و مستغرق رہ کر تحقیقی کارناموں کی تخلیق فرما رہے ہیں۔ شانِ مصطفیٰ بزبان مصطفیٰ بلفظ ''انا'' اس حقیقت کا منہ بولتا ثبوت ہے جو کہ منظر عام پر کچھ عرصہ پہلے آچکی ہے اور اب عنقریب حدائق بخشش کی شرح ایک ضخیم جلد میں بڑی شرح و بسط سے شائع ہو کر آرہی ہے۔ ذوقِ مطالعہ کا یہ عالم کہ جس کتاب کو ہاتھ لگاؤ اس کے پہلے اور آخری خالی صفحوں پر حوالہ جات اور نوٹ قبلہ مفتی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے دست مبارک سے لگے نظر آتے ہیں۔ یہ واضح دلیل ہے آپ کے کثرت مطالعہ کی۔ اللہ کرے ذوقِ مطالعہ اور زیادہ

بیعت:

علم چونکہ دو قسم کا ہوتا ہے ایک علم سفینہ اور ایک علم سینہ۔ علم سفینہ تو آپ نے مدارس میں اساتذہ سے حاصل کر لیا مگر علم سینہ جو کسی اہلِ نظر کی وساطت و معیت سے ہی حاصل ہوتا ہے' سے پیاس بجھانے کے لئے انعام یافتگان کی راہ پر چلنے کے لئے اپنے اس

روحانی مشن کی تکمیل کے لئے قطبِ وقت حضرت حافظ سلطان غلام باہو رحمۃ اللہ علیہ کی طرف رجوع کیا اور ان کے دستِ حق پر بیعت کی اور سلوک کی منازل بھی آپ ہی سے طے کیں یہ وہی ہستی ہیں' جو غازیِ کشمیر حضرت سلطان غلام دستگیر علیہ الرحمۃ اور ''ابیات باہو'' کے شارح پروفیسر سلطان الطاف علی مدظلہ العالی کے برادرِ اکبر اور مناظرِ اسلام فاضل جلیل عالم نبیل صاحبزادہ نور سلطان علیہ الرحمۃ والرضوان آف بھکر کے والد گرامی ہیں۔ راقم الحروف کو بھی ان بزرگوار کی زیارت ومعیت کا شرف حاصل ہوا ہے۔

عاجزی وانکساری

فقیر نے ایک بار عرض کیا کہ حضور! آپ کو سیالکوٹ کی سرزمین میں متعارف کرانا چاہتا ہوں اور اس کا طریقہ یہ ہوگا کہ مختلف موقعوں پر سیالکوٹ اور مضافات سیالکوٹ میں مختلف مقامات پر آپ کو خطاب کرنا ہوگا اس طرح لوگ آپ سے آشنا ہوتے چلے جائیں گے اور آپ کے علمی اور روحانی فیض سے مستفیض ہوتے چلے جائیں گے۔ جواباً قبلہ مفتی صاحب نے فرمایا کہ اگر کوئی منظرِ عام پر آنے کی بجائے گمنام ہی رہنا چاہتا ہو تو؟ چونکہ آپ مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف میں بحکم شیخ الحدیث حضرت علامہ مفتی سید محمود احمد رضوی محدث لاہوری رحمۃ اللہ علیہ فتویٰ بھی دیتے ہیں' تجوید وقرأت کے علاوہ درسی کتب بھی پڑھاتے ہیں علاوہ ازیں تصنیف وتالیف کے میدان میں بھی پوری مہارت سے کام کر رہے ہیں تو فقیر نے عرض کیا کہ حضور اگر آپ فی الحقیقت گمنام ہی رہنا چاہتے ہیں تو فتویٰ نویسی' درس وتدریس اور تصنیف وتالیف کا سلسلہ بھی چھوڑ دیں اور مکمل طور پر گوشہ نشین اور خلوت اختیار کرلیں تاکہ آپ لوگوں میں شہرت حاصل کرنے سے محفوظ رہ سکیں پھر اس کے جواب میں آپ نے فرمایا: اچھا جیسے آپ کی مرضی۔ میں سمجھتا ہوں کہ عاجزی وانکساری اور کسرِ نفسی فقط مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰہِ رَفَعَہُ اللّٰہُ کی عملی تصویر نظر آتی ہے وگرنہ اتنی خوبیوں کا مالک پھولے نہیں سماتا۔ اللہ کریم آپ کے عجز وانکسار میں مزید ترقی عطا فرمائے اور زیادہ سے زیادہ لوگوں کو آپ سے اکتسابِ فیض کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین ثم آمین بجاہ طٰہٰ ویٰسٓ

اخلاق و کردار

یوں تو بے شمار علماء و فضلاء نظر آتے ہیں مگر وہ علماء جو علوم و فنون حاصل کرنے کے بعد اس کے مطابق اپنے اخلاق و کردار کو ڈھالتے ہیں وہ کم ہیں۔ اسلام میں شائستگیِ اخلاق کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ یہ امر حقیقت ہے کہ اللہ کریم نے حضرت مفتی صاحب کو اپنی بارگاہِ اقدس سے اخلاقِ کمالیہ کا عظیم المرتبت حصہ عطا فرمایا ہے۔ مہمان کی تواضع اور اس کے ساتھ اچھے طریقے سے پیش آنا اخلاق ہی کہلاتا ہے۔ فقیر کو اچھی طرح یاد ہے کہ مکۃ المکرّمہ کے مشہور و معروف عالم دین الشیخ محمد علی الصابونی نے نماز تراویح کے مسئلہ پر ایک کتاب لکھی جس میں بیس تراویح ہونے کے عقلی و نقلی دلائل تھے۔ کتاب چونکہ عربی میں تھی اس کا ترجمہ استاذی و استاذ العلماء حضرت علامہ حافظ محمد اکرم مجددی مدظلہ العالی نے کیا تھا۔ جب کمپوزنگ مکمل ہوگئی تو فقیر اس کی طباعت کے لیے لاہور آیا اور قبلہ والد گرامی حافظ محمد اکرم مجددی (مہتمم دار العلوم مجددیہ مجدد آباد، چرنڈ) کے حکم کے مطابق قبلہ مفتی غلام حسن قادری صاحب کی خدمت میں پیش کی اور عرض کیا کہ کل اس کو چھپوانا ہے لہٰذا رات ہی رات میں نظرِ ثانی فرمادیں تو آپ نے اپنی بے پناہ مصروفیات کے باوجود رات ہی میں کتاب پر نظرِ ثانی فرمادی اور فرمایا کہ بہت عمدہ ترجمہ ہوا ہے۔

اسی طرح آپ کی تواضع فرمانے کا واقعہ بھی یاد آگیا کہ 2004ء میں رمضان المبارک میں فقیر راقم الحروف لاہور میں حاضر ہوا تو جانشینِ حسانِ پاکستان صاحبزادہ محمد ارشاد اعظم چشتی صاحب اور معروف نعت خواں الحاج حافظ ثناء اللہ بٹ صاحب سے ملاقات ہوئی۔ فقیر نے عرض کیا کہ آؤ آپ کو ایک درویش کی زیارت کراؤں! قبلہ حافظ ثناء اللہ بٹ صاحب اور صاحبزادہ محمد ارشاد اعظم چشتی صاحب دونوں تیار ہوگئے۔ فقیر بغیر اطلاع کے ان دونوں بزرگوں کو قبلہ مفتی غلام حسن قادری صاحب کے دولت کدے پر لے آیا بس ان دونوں کا قبلہ مفتی صاحب کی لائبریری میں داخل ہونا تھا کہ قبلہ مفتی غلام حسن قادری صاحب کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ آپ نے فرمایا کہ اس سے بڑھ کر میرے لیے سعادت کیا ہوسکتی ہے کہ ایک حسانِ پاکستان الحاج محمد اعظم چشتی رحمتہ اللہ

علیہ کے بیٹے ہیں اور ایک ان کے بے مثال شاگردِ رشید ہیں۔ نمازِ تراویح کے بعد ملاقات ہوئی۔ پُر تکلف چائے کا انتظام ہو گیا بس پھر مختصر سی محفلِ نعت کے بعد حضرت حسانِ پاکستان الحاج محمد اعظم چشتی رحمتہ اللہ علیہ جن علماء و مشائخ سے ملتے جلتے تھے اور جو علماء و مشائخ ان سے محبت فرمایا کرتے تھے ان کا تذکرہ چھڑ گیا حتیٰ کہ سحری کا وقت ہو گیا۔ موسم سرما کی طویل رات، نہ سردی کا احساس، نہ نیند کا خیال۔ صبح سحری تک گفت و شنید جاری رہی۔ یہ تمام معاملات اخلاق، کردار، گفتار اور مہمان نوازی کے زمرے میں ہی آتے ہیں۔ رب کائنات نے جہاں مفتی غلام حسن قادری صاحب (لایزال ظلہ الظلیل مظللاً علی رء وسنا) کو مختلف علوم و فنون سے نوازا ہے وہاں اعلیٰ اخلاق و کردار اور شیریں گفتار جیسی نعمتوں سے بھی مالا مال کیا ہے۔ اللہ کریم آپ کی عمر میں، علم، میں، عمل میں اخلاق و اخلاص میں مزید برکتیں عطا فرمائے۔ آمین۔

حافظ محمد زبیر مجددی، سیالکوٹ

پیش لفظ، عرضِ مرتب اور اظہارِ تشکّر

الحمدللہ! زمانہ طالب علمی سے ہی بزرگان دین اور علماء اہل سنت لی خدمت میں حاضری کا شوق رہا ہے جواب تک قائم ہے اور اللہ تعالیٰ تا قیام قیامت اس کو نہ صرف قائم رکھے بلکہ اس میں دن دوگنا رات چوگنا اضافہ فرمائے اور قیامت کے دن انہی نفوس قدسیہ کے دامان کرم کی پناہ عطا فرما کر اپنے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت سے نوازے اور لواء الحمد کا سایہ نصیب کرے۔ آمین ثم آمین

جیسا کہ کئی مرتبہ اس بات کو الفاظ کا جامہ پہنا چکا ہوں کہ علماء اہلسنّت کی تقاریر اور کتب بینی سے میرے پاس ایک معتد بہا ذخیرہ علمی جمع ہو گیا تھا جس کا دورانیہ عرصہ تیس سال بنتا ہے اب تھوڑے عرصے سے خیال دامن گیر ہوا کہ خدانخواستہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ سب کچھ دھرے کا دھرا رہ جائے اور بغیر کچھ کیے میرا کام تمام ہو جائے کچھ احباب کو جب یہ ذخیرہ دکھایا تو انہوں نے بھی اصرار فرمایا کہ یہ سب کچھ منظر عام پر آنا چاہیے۔ چنانچہ ''شان مصطفیٰ بزبان مصطفیٰ بلفظ آنا'' سے یہ سلسلہ شروع ہوا اور اب تک تقریباً دس کے قریب کوششیں (کتابی شکل میں) سامنے آچکی ہیں، تقریباً اتنی ہی کتابوں کا مسودہ تیار ہو چکا ہے۔ جو باری باری منظر عام پہ آئے گا۔ انشاء اللہ العزیز

کافی سارا مواد شانِ مصطفیٰ بزبانِ مصطفیٰ میں آ گیا۔ شرح حدائق بخشش میں کئی موضوعات پر قلم اٹھانے کا موقع مل گیا (جو عنقریب چھپ کر آرہی ہے)

گلستان، بوستان سعدی کے ترجمہ میں ہر حکایت کے تحت ''سبق'' کے عنوان سے کچھ نہ کچھ لکھنے کا موقع مل گیا۔ ''مقامِ غوثِ اعظم میں حضرت کی نظر میں کے اندر سیّدنا

غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات وکرامات اوراس حوالے سے دیگر موضوعات کو خلاصۃً سمو دیا اہل بیت اطہار اور واقعۂ کربلا کے بارے میں ''کربل کی ہے یاد آئی'' میں قابل ذکر مواد جمع کرنے کا موقع مل گیا۔قرآن پاک کی عظمت وشان' حفاظ وقراء وعلماء کے بارے میں جو کچھ میرے پاس تھا ''قرآن اور حاملین قرآن'' نامی کتاب کے اندر آ گیا۔خلفاء راشدین اور خلافت راشدہ کا مضمون پوری تفصیل کے ساتھ ''وارثان مصطفیٰ و خلافت راشدہ'' کتاب کی شکل اختیار کر گیا۔اپنے ذوق کے مطابق سات صحابہ کرام کے تفصیلی حالات بمعہ فضائل ''کواکب سبعہ'' کتاب کی زینت بن گیا۔اور جو کچھ تقریری مواد لکھنے سے بچ گیا تھا وہ اب ''زبدۃ الحسن مقالات وخطبات حسن المعروف اٹھارہ تقریریں'' نامی کتاب بن گئی ہیں۔

علاوہ ازیں نماز کے بارے میں ایک مفصل کتاب' رمضان شریف پر ایک جامع کتاب' حج کے متعلق ایک تفصیلی دستاویز اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں ''مقام ابراہیم'' نامی کتاب بھی لکھی جا چکی ہے۔مقررین حضرات کے لئے ایک بہت ہی نادر تحفہ علماء اہلسنّت کی تقاریر میں سے چیدہ چیدہ علمی نکتے ''تقریری نکات'' کے عنوان سے بھی ایک کتاب تیار کر رکھی ہے۔جو کہ بمصداق

کل امر مرھون با وقاتھا

اے رضا! ہر کام کا اک وقت ہے

انشاء اللہ! عنقریب ضرور باصرہ نواز ہوگی۔جس میں تقریباً ہر علمی نکتہ کے ساتھ نکتہ بیان کرنے والے (مقرر وخطیب) کا اسم گرامی بھی لکھ دیا گیا ہے انشاء اللہ یہ کتاب تقریری میدان میں ایک زبردست انقلاب لائے گی۔

یہ تھا میرا دورِ طالب علمی کا ''کیا دھرا''۔

کچھ زیر نظر کتاب کے بارے میں

جیسا کہ کتاب کے نام سے اس کے اندر کا حال سمجھ آ رہا ہے یہ کتاب مختلف موضوعات پر میری اپنی جمع کی ہوئی اٹھارہ تقاریر کا مجموعہ ہے۔جس میں نے اپنے

ذوق کے مطابق یہ بھی التزام کیا ہے کہ ہر ایک تقریر کے اوّل و آخر میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف و توصیف پر مشتمل کے طور پر ایک ایک خطبہ بھی لکھا ہے جو یقیناً عربی زبان کے شوقین حضرات کے ذوق میں اضافہ کرے گا۔ جس طرح ہر ہر تقریر نئی ہے۔ اس طرح ہر تقریر کے اوّل و آخر کا ہر ہر خطبہ بھی نیا ہے۔ اور یہ اس لئے تا کہ **للہ الا مر من قبل و من بعد الحمد للہ قبل کل شیء۔ الحمد للہ بعد کل شیء** پر عمل ہو جائے۔

اٹھارہویں یعنی آخری تقریر کو سیّدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک نہایت پر سوز، اہم اور اب تک غیر مطبوعہ دُعا پر ختم کیا گیا ہے۔

کتاب کے آخر میں ماخذ و مراجع کے تحت جن جن کتابوں سے یہ تقاریر جمع کی گئی ہیں ان کے نام بمعہ مصنفین لکھ دیئے گئے ہیں۔

بمطابق حدیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم **من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ** اس سلسلہ میں اپنی حوصلہ افزائی کرنے والے چند بزرگوں اور احباب کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔

۱۔ شیخ الحدیث علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری صاحب، لاہور
۲۔ پاسبانِ مسلک رضا حضرت علامہ مولانا الحاج ابوداؤد محمد صادق رضوی، گوجرانوالہ
۳۔ خطیب پاکستان حضرت علامہ پیر سیّد شبیر حسین شاہ صاحب حافظ آبادی
۴۔ مناظر اہلسنّت حضرت علامہ سیّد محمد عرفان شاہ صاحب مشہدی
۵۔ حضرت علامہ صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر صاحب، حیدر آباد (ایم این اے)
۷۔ عالم باعمل حضرت مولانا قاری محمد یوسف سیالوی صاحب (شیخوپورہ)
۸۔ استاذی المکرم حضرت علامہ مفتی محمد عبدالقیوم خان ہزاروی صاحب (ادارہ منہاج القرآن)
۸۔ مرید خاص سیّدی ابوالبرکات جناب پروفیسر محمد اکرام صاحب (قاضی پبلی کیشنز، لاہور)
۹۔ یادگار سلف، استاذ العلماء حضرت مولانا محمد محبت علی قادری صاحب، لاہور
۱۰۔ جگر گوشۂ شارح بخاری حضرت صاحبزادہ مرتضیٰ اشرف رضوی صاحب، لاہور

۱۱- استاذ المدرسین حضرت مولانا محمد شریف سعیدی صاحب (گلبرگ' لاہور)

۱۲- محسن اہل سنت علامہ پیرزادہ اقبال احمد فاروقی صاحب (مکتبہ نبویہ' لاہور)

۱۳- علامہ ابن علامہ حضرت صاحبزادہ قاری قمر الزمان رضوی صاحب (شام نگر' لاہور)

۱۴- زینت القراء حضرت مولانا قاری محمد اکرم فیضی صاحب (دہلی چوک' لاہور)

۱۵- سیّد السادات حضرت صاحبزادہ طارق یعقوب شاہ صاحب (پھالیہ)

۱۶- استاذی المکرّم حضرت مولانا حافظ محمد یعقوب نقشبندی صاحب (لاہور)

۱۷- حضرت مولانا محمد منشاء تابش قصوری صاحب (جامعہ نظامیہ' لاہور)

۱۸- استاذ الخطاطین جناب محمد علی زاہد صاحب (لاہور)

''اٹھارہ تقریریں'' کی مناسبت سے اٹھارہ ناموں پر اکتفا کیا گیا ہے ورنہ میرے مہربانوں اور کرم فرماؤں کی فہرست اتنی طویل ہے کہ اس کو حیطۂ تحریر میں لانا محال نہیں تو مشکل ضرور ہے۔

ہمارے بھی ہیں مہربان ایسے ایسے

آخر میں جناب محمد اکبر قادری صاحب (اکبر بک سیلرز) کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں جنہوں نے بڑے خوبصورت انداز میں کتاب چھپا کر میرے ذوق کی تسکین فرمائی۔

اللہ تعالیٰ ان تمام بزرگوں اور دوستوں کا سایہ صحت و عافیت کے ساتھ ہمارے سروں پر قائم و دائم رکھے۔

آمین ثم آمین بحرمۃ سیّد الانبیاء والمرسلین الذی اسمہ طٰہٰ ویٰسین
علیہ وآلہ واصحابہ وازواجہ وابنائہ وبناتہ
افضل الصلوٰۃ واکمل التسلیم یا ارحم الراحمین

غلام حسن قادری

(۱)

فرشتوں سے بہتر ہے انسان بننا

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَحْمَدُكَ عَلٰى مَا عَلَّمْتَ مِنَ الْبَيَانِ . وَاَلْهَمْتَ مِنَ التِّبْيَانِ .
كَمَا نَحْمَدُكَ عَلٰى مَآ اَسْبَغْتَ مِنَ الْعَطَآءِ وَاَسْبَلْتَ مِنَ الْغِطَآءِ .
وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شِرَّةِ اللَّسَنِ وَفُضُوْلِ الْهَذَرِ .
كَمَا نَعُوْذُبِكَ مِنْ مَّعَرَّةِ اللَّكَنِ وَفُضُوْحِ الْحَصَرِ .
وَنَسْتَكْفِيْ بِكَ الْاِفْتِتَانَ بِاِطْرَاحِ الْمَادِحِ وَاِغْضَآءِ الْمُسَامِحِ .
كَمَا نَسْتَكْفِيْ بِكَ الْاِنْتِصَابَ لِاِزْرَآءِ الْقَادِحِ وَهَتْكِ الْفَاضِحِ .
وَنَسْتَغْفِرُكَ مِنْ سُوْقِ الشَّهَوَاتِ اِلٰى سُوْقِ الشُّبُهَاتِ .
كَمَا نَسْتَغْفِرُكَ مِنْ نَقْلِ الْخُطُوَاتِ اِلٰى خِطَطِ الْخَطِيْئٰتِ .
وَنَسْتَوْهِبُ مِنْكَ تَوْفِيْقًا قَآئِدًا اِلَى الرُّشْدِ .

وَقَلْبًا مُّتَقَلِّبًا مَّعَ الْحَقِّ، وَلِسَانًا مُّتَحَلِّيًا بِالصِّدْقِ، وَنُطْقًا مُّؤَيَّدًا بِالْحُجَّةِ، وَاِصَابَةً ذَآئِدَةً عَنِ الزَّيْغِ، وَعَزِيْمَةً قَاهِرَةً عَنْ هَوَى النَّفْسِ، وَبَصِيْرَةً نُّدْرِكُ بِهَا عِرْفَانَ الْقَدْرِ .

وَاَنْ تُسْعِدَنَا بِالْهِدَايَةِ اِلَى الدِّرَايَةِ، وَتَعْضُدَنَا بِالْاِعَانَةِ عَلَى الْاِبَانَةِ وَتَعْصِمَنَا مِنَ الْغَوَايَةِ فِى الرِّوَايَةِ وَتَصْرِفَنَا عَنِ السَّفَاهَةِ فِى الْفُكَاهَةِ . حَتّٰى نَاْمَنَ حَصَآئِدَ الْاَلْسِنَةِ، وَنُكْفٰى غَوَائِلَ الزَّخْرَفَةِ فَلَانَرِدَ مَوْرِدَ مَاْثَمَةٍ، وَلَانَقِفَ مَوْقِفَ مَنْدَمَةٍ، وَلَا نُرْهَقَ بِتَبِعَةٍ وَّلَا مَعْتَبَةٍ وَّلَا نُلْجَاَ اِلٰى مَعْذِرَةٍ عَنْ بَادِرَةٍ .

اَللّٰهُمَّ فَحَقِّقْ لَنَا هٰذِهِ الْمُنْيَةَ، وَاَنِلْنَا هٰذِهِ الْبُغْيَةَ ۔
وَلَا تُضْحِنَا عَنْ ظِلِّكَ السَّابِغِ ۔ وَلَا تَجْعَلْنَا مُضْغَةً لِّلْمَاضِغِ ۔
فَقَدْ مَدَدْنَآ اِلَيْكَ يَدَ الْمَسْئَلَةِ، وَبَخَعْنَا بِالْاِسْتِكَانَةِ لَكَ وَالْمَسْكَنَةِ ۔
وَاسْتَنْزَلْنَا كَرَمَكَ الْجَمَّ، وَفَضْلَكَ الَّذِىْ عَمَّ ۔
بِضَرَاعَةِ الطَّلَبِ، وَبِضَاعَةِ الْاَمَلِ ۔
ثُمَّ بِالتَّوَسُّلِ بِمُحَمَّدٍ سَيِّدِ الْبَشَرِ، وَالشَّفِيْعِ الْمُشَفَّعِ فِى الْمَحْشَرِ ۔
اَلَّذِىْ خَتَمْتَ بِهِ النَّبِيِّيْنَ وَاَعْلَيْتَ دَرَجَتَهٗ فِىْ عِلِّيِّيْنَ ۔
وَوَصَفْتَهٗ فِىْ كِتَابِكَ الْمُبِيْنِ، فَقُلْتَ وَاَنْتَ اَصْدَقُ الصَّادِقِيْنَ، وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۔

اَللّٰهُمَّ فَصَلِّ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ الْهَادِيْنَ وَاَصْحَابِهِ الَّذِيْنَ شَادُوْا الدِّيْنَ، وَاجْعَلْنَا لِهَدْيِهٖ وَهَدْيِهِمْ مُتَّبِعِيْنَ، وَانْفَعْنَا بِمَحَبَّتِهٖ وَمَحَبَّتِهِمْ اَجْمَعِيْنَ ۔ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ وَبِالْاِجَابَةِ جَدِيْرٌ، اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ط

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

وَالتِّيْنِ ۝ وَالزَّيْتُوْنِ ۝ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ۝ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ۝ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِىْ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ۝

ترجمۂ خطبہ

یا اللہ! ہم تیری ہی تعریف وخوبی بیان کرتے ہیں اس بات پر کہ تو نے ہمیں (مافی الضمیر کے) بیان کرنے کا طریقہ سکھایا' اور تو نے ہمارے قلوب میں القاء کیا بات کے ظاہر کرنے کی کیفیت کا۔ اسی طرح ہم اس بات پر بھی تیری حمد وثنا کرتے ہیں کہ تو نے ہم پر اپنی عطاؤں کے دریا بہا دیئے اور ہمارے عیوب ونقائص پر پردے ڈال دیئے اور ہم تجھ سے پناہ طلب کرتے ہیں زبان کی غلطیوں اور بے ہودہ گفتگو سے، جس طرح کہ ہم تجھ سے پناہ طلب کرتے ہیں زبان کی لکنتوں اور زبان بند ہونے کی رسوائیوں سے۔

اور ہم تجھ سے کفایت چاہتے ہیں تعریف میں مبالغہ کرنے والے کے فتنہ میں ڈالنے اور ہمارے عیوب سے چشم پوشی کرنے والے کی چشم پوشی سے جس طرح کہ ہم تجھ سے کفایت طلب کرتے ہیں عیب گیر کی عیب گیری اور ذلیل کرنے والے کی پردہ دری کا نشانہ بننے سے۔

اور (اے اللہ) ہم تجھ سے اس بات سے معافی چاہتے ہیں کہ ہماری خواہشاتِ نفسانی ہمیں شک وشبہ کے بازار کی طرف لے جائیں جس طرح کہ ہم تجھ سے اس بات کی معافی طلب کرتے ہیں کہ ہم گناہوں کی زمین کی طرف قدم اٹھائیں۔

اور ہم تجھ سے ایسی توفیق کے طالب ہیں جو ہمیں ہدایت کی طرف لے جائے۔

(اور ہم تجھ سے سوال کرتے ہیں ایسے) دل کا جو حق کے ساتھ پھرے، اور تو ہمیں ایسی زبان عطا کر دے جو سچائی سے مزین ہو، اور ایسی گفتگو کا سلیقہ عطا کر جو کہ دلائل سے مضبوط ہو اور ایسی درستگی جو ہمیں کجروی سے بچائے اور ایسا ارادہ جو نفسانی خواہشات پہ غالب آئے اور ایسی بصیرت عطا کر جس کے ذریعے ہم مرتبے کو پہچانیں۔

اور تو ہمیں سعادت مند بنا علم ہدایت کے ساتھ سمجھ بوجھ کے راستے کا، اور مشکلات کو دور کر کے ہمیں سہارا عطا فرما (ہمیں قوت بیان عطا فرما) اور ہمیں روایات بیان کرنے میں گمراہیوں سے بچا اور مزاح میں جہالت سے محفوظ فرما۔

یہاں تک کہ ہم محفوظ ہو جائیں زبان کی بے ہودگیوں اور چکنی چپڑی باتوں کے شر سے اور ہم گناہ کی جگہ پہ نہ جائیں اور نہ ندامت کے مقام پہ کھڑے ہوں اور نہ برے انجام اور عذاب وعتاب میں پکڑے جائیں اور ہمیں بے سوچے سمجھے بات کر کے بعد میں معذرت کرنے سے محفوظ رکھ۔

اے اللہ تو ہماری تمنا پوری فرما اور ہمارا مقصد ہمیں حاصل فرما، اور اپنی رحمت کے وسیع سائے سے ہمیں دور نہ ہٹا اور چبانے والے (حاسد) کے لئے ہمیں لقمہ نہ بنا۔

ہم نے تیری طرف دست طلب دراز کر دیا ہے اور اپنی بے چارگی اور عاجزی کا اقرار کر چکے ہیں۔

ہم تیری رحمت سے تیرے بے انتہا کرم کی جگہ اترنا چاہتے ہیں اور تیرے عام فضل کا حصول چاہتے ہیں، اپنی عاجزانہ طلب اور امید کی پونجی کو ظاہر کر کے۔

پھر ہم نسل انسانیت کے سردار، شفاعت فرمانے والے اور جن کی محشر میں شفاعت قبول ہی قبول ہے جن پر تو نے سلسلۂ نبوت کو ختم فرمایا اور ان کو بلند تر درجہ عطا فرمایا اور اپنی واضح کتاب میں ان کی تعریف فرمائی اور تو نے فرمایا حالانکہ تو تمام کہنے والوں میں سب سے سچا ہے۔ وما ارسلنك الا رحمة للعالمين ۔ اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔ (اور وہ تیرے محبوب اور ہمارے آقا علیہ السلام حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں)

اے اللہ، ان پر اور ان کی ال پر جو راہنما ہیں اور ان کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر جنہوں نے دین کو مضبوط کیا اپنی رحمتیں نازل فرما اور ہمیں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آپ کی ال واصحاب کے طریقے کا سچا پیروکار بنا اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آپ کے تمام ال واصحاب کی محبت سے فائدہ پہنچا۔ بے شک تو ہی ہر شئی پہ قادر ہے اور دعاؤں کو قبول فرمانا تیری ہی شان ہے۔ (خطبہ کا ترجمہ مکمل ہوا)

امابعد!

حمد وصلوٰۃ کے بعد۔ پس میں پناہ طلب کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کی شیطان مردود (کے شر) سے۔

اللہ تعالیٰ کے بابرکت نام سے آغاز کر رہا ہوں جو بڑا مہربان، بہت رحم فرمانے والا ہے۔

انجیر کی قسم اور زیتون کی قسم ٥ اور طور سینا کی قسم ٥ اور اس امن والے شہر (مکۃ المکرّمہ) کی قسم (جس میں اللہ کا حبیب صادق وامین آیا اور اس نے اس شہر کو امن والا بنا دیا)

بے شک ہم نے انسان کو بہترین تناسب (و اعتدال) پر بنایا ہے۔ (بہترین صلاحیتیں، بہترین اعضاء، بہترین فطرت، اعتدال قوائے ظاہری و باطنی کے ساتھ تخلیق

کیا اور عمدہ صورت عطا فرمائی)

عظمت انسان

آدمیت کو نئی طرز پہ ڈالا کس نے
ڈگمگاتے ہوئے انسان کو سنبھالا کس نے
ہر برائی کو دیا دیس نکالا کس نے
کر دیا مشرق و مغرب میں اجالا کس نے
توڑ ڈالا کس نے رنگ و نسل کا اک اک بت
کارواں انسانیت اِک خانداں بنتا گیا

اللہ تعالیٰ ہی ہر شئی کا خالق و مالک ہے۔ اس نے ہی چھوٹی سے چھوٹی مخلوق کو بھی پیدا کیا اور بڑی سے بڑی مخلوق کو بھی، اگر ہاتھی اس نے بنایا ہے اور یہ اس کا کمال ہے تو چیونٹی کو پیدا کرنا بھی کچھ کم کمال نہیں ہے کہ اتنے بڑے ہاتھی میں جتنے اعضاء اس نے بنائے ہیں وہ سارے کے سارے چیونٹی کے اندر بھی ہیں، اگر بڑا کارخانہ چھوٹی چیز بنائے تو اس کی توہین سمجھی جاتی ہے مگر اللہ نے جو کچھ بھی بنایا یہ اس کی شان ہے کیونکہ کارخانے میں تیار ہونے والی شئی سے بہتر بھی شئی دوسرے کارخانے میں تیار ہو سکتی ہے مگر سارا جہان اور جہان کے سارے کارخانے مل کر بھی اس کے کارخانۂ قدرت میں تیار ہونے والی ادنیٰ شئی سے بہتر تو کیا اس جیسی بھی نہیں بنا سکتے۔ بلکہ مخلوق کی بنائی ہوئی شئی اور اللہ کی بنائی ہوئی شئی میں ایک فرق یہ بھی ہے کہ اللہ کی بنائی ہوئی شئی جیسی کوئی اور نہیں بنا سکتا۔ان یخلقوا ذبابًا ولو اجتمعوا لہٗ ۔ جب مکھی نہیں بنائی جا سکتی تو اور کیا بنایا جا سکے گا۔ پھر یہ اس کا کتنا بڑا اکرم ہے کہ اس نے ہمیں غلاظت کا کیڑا بنانے کی بجائے وجود محمدی عطا فرما دیا ہے اور پھر صرف انسان ہی نہیں بلکہ مسلمان بھی بنا دیا اور اپنے پیارے کا امتی بھی بنا دیا۔

کسی کو پرندہ بنا کر اڑا دیا، جنگل کے بادشاہ شیر کو رکوع میں جھکا دیا، سانپ وغیرہ کو سجدے کی حالت میں گرا دیا تو تجھے سرو جیسا قد عطا فرما کر تیرے سر پر (ولقد کرمنا بنی آدم) عزت کا تاج پہنا دیا کہ تو اشرف المخلوقات ہے تو جھک کر نہ چل سر بلند ہو کر چل، ساری مخلوق کو تیرے سامنے جھکا (مسخر فرما) کر تجھے اس نے صرف اپنے سامنے جھکنے کا حکم فرما دیا۔

کسی نے کیا ہی خوب کہا ہے۔

جانور پیدا کیے تیری وفا کے واسطے　　کھیتیاں سرسبز کیں تیری غذا کے واسطے
چاند سورج اور ستارے ہیں ضیا کے واسطے　　سب کچھ ہے تیرے لئے اور تو خدا کے واسطے

(الم تر ان اللہ سخر لکم ما فی السمٰوٰت و ما فی الارض)

اب وفا کا تقاضا تو یہ ہے کہ انسان اپنے مالک کے آگے جھکے ورنہ جانوروں اور انسانوں میں کیا فرق رہ جائے گا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: اقرأ باسم ربك الذی خلق ۔ نزول کے اعتبار سے یہ قرآن مجید کی بالکل پہلی آیت ہے۔ اس میں خلق کا مفعول ذکر نہ فرمایا گیا لہٰذا کل مخلوق ہی مراد ہوگی پھر اس کے فوراً بعد خلق الانسان کا ذکر کرنا انسان کی تمام مخلوق پر عظمت پہ بطریق اتم دلالت کر رہا ہے۔ سورۃ الرحمٰن میں بھی خلق الانسان فرمایا اور قرآن پاک میں بہت سارے مقامات پہ بڑے اہتمام کے ساتھ صرف خلقت انسانی کا تذکرہ کرنا، اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ انسان کی تخلیق پہ ناز فرماتا ہے کیونکہ انسان اس کی تخلیق کا شاہکار ہے، باقی ساری کائنات میں اس کی معرفت کے جلوے جزوی طور پر دکھائی دیتے ہیں۔ (سمندر کو دیکھیں تو صرف رحمت ہی رحمت، پہاڑوں کو دیکھیں تو صرف جلال ہی جلال) مگر انسان میں معرفت حق کا جلوہ کلی طور پر دکھائی دیتا ہے۔

وفا کا تقاضا

پھر اگر یہ انسان اپنے پالنے والے اور تخلیق کرنے والے کو بھول جائے تو اس سے بڑھ کر کیا بے وفائی ہوگی۔

کوئی شخص اگر اپنے کسی بہت ہی پیارے کے پاس جانے کا ارادہ کرلے اور اس کا پیارا اس کو کہے کہ میرے پاس آرہے ہو تو فلاں چیز جو مجھے بہت پسند ہے وہ ضرور لیتے آنا اور بار بار تاکید کرے لیکن آپ وہ چیز لئے بغیر چل پڑے اور دوست کو جا کر ملے اس سے پیار کا اظہار کیا اور جب اس نے اپنی مطلوبہ و محبوبہ شئی طلب کی تو آپ نے کہا ویسے تو مجھے آپ سے بہت محبت ہے مگر آپ کی چیز نہیں لا سکا تو یہ محبت نہیں دھوکہ ہے۔ محبت یہ

ہے کہ محبوب بھی یاد رہے اور اس کی پسند بھی۔

ارے محبوب کی پسند پہ تو عاشق جان دے دیتے ہیں اے انسان! اگر تو بھی اولاد اور کاروبار سے اللہ کے لئے محبت کرتا تو تجھے خدا کی پسند کبھی نہ بھولتی، خدا سے محبت ایسی کرو کہ سب کچھ اس کے لئے ہو جائے۔ ان صلاتی ونسکی و محیای و مماتی للہ رب العالمین ۔ حضرت شاہ ولی اللہ نے ''الانتباہ فی سلاسل اولیاء'' میں حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ کا قول نقل فرمایا ہے کہ میں جب بھی اپنے محبوب حقیقی کی تلاش میں نکلا تو خود کو پایا اور اب عرصہ بیس سال سے حالت یہ ہے کہ خود کو تلاش کرتا ہوں تو جلوۂ یار نگاہوں کے سامنے آجاتا ہے۔ اقبالؔ نے اسی موقع کے لئے کہا ہے۔

کرا جوئی چرا در پیچ و تابی
کہ او پیدا است تو زیر نقابی
تلاش او کُنی جز خود نہ بینی
تلاش خود کُنی جز او نیابی

ہر مخلوق (جاندار) کو اس ذات نے پیٹ دیا ہے جس کی وجہ سے اس کو لقمے کے آگے جھکنا پڑتا ہے۔ چاہے وہ جانوروں کا بادشاہ شیر ہی کیوں نہ ہو لیکن انسان کو فرمایا کہ تجھے میں لقمے کے آگے نہیں جھکاؤں گا بلکہ نوکری اور خدمت کے لئے دو نوکر و خادم (ہاتھ) عطا فرما دیئے تا کہ لقمے کی دہلیز پہ جھک کر اپنے آپ کو ذلیل نہ کر صرف میری بارگاہ میں سجدہ ریز ہو کر اپنی عظمت کو چار چاند لگا لے۔

اگر ہمارے حضور علیہ السلام فرشتوں میں سے مبعوث ہوتے تو انسان کبھی اشرف المخلوقات ہونے کا اعزاز نہ پا سکتا اور اگر حضور علیہ السلام جنوں میں سے ہوتے تو اشرف المخلوقات جن ہوتے نہ کہ انسان، حضور علیہ السلام کو انسان بنا کر انسانیت کے سر پہ تاج کرامت و شرافت رکھ دیا۔ شاید کہ تیرے دل میں اتر جائے میری بات

اب آدمی کچھ اور ہماری نظر میں ہے
جب سے سنا کہ یار لباسِ بشر میں ہے

تخلیق انسانی

فرشتوں اور جنوں کو ایک ایک شئی سے بنایا مگر انسان کی باری آئی تو اس کو چار

چیزوں سے بنایا۔ (آگ، ہوا، مٹی، پانی)

یہ چار عناصر ہوں تو بنے ''حضرتِ انسان''

تفسیر روح البیان میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے انسان کو بنانے کا ارادہ فرمایا تو جبریل امین علیہ السلام کو فرمایا: زمین کے سب سے اعلیٰ خطے ''عرفات'' سے مٹی لے کر آ (عرفت، عرفہ، عرفان کا معنی پہچان ہے تا کہ انسان ہر وقت میرے ساتھ جان پہچان رکھے جو انسان ہو کر اپنے خدا کو بھول جائے وہ عظمت انسانیت کا حامل نہیں بلکہ انسانیت کے لئے ذلت کا سبب ہے اولئك كالانعام بل هم اضل)

جب جبریل امین علیہ السلام مٹی لینے کے لئے میدان عرفات میں آئے مٹی پکڑی تو اس نے رونا شروع کر دیا، پوچھا کیوں روتی ہے، اس نے کہا: یہ قتل کرے گا، خون بہائے گا، فساد کرے گا۔ جبریل امین علیہ السلام واپس لوٹ گئے پھر اللہ نے میکائیل اور اسرافیل علیہما السلام کو بھیجا تو ان کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہوا اور اپنے رب کی بارگاہ میں لوٹ گئے۔ اب اللہ نے فرمایا کہ اب میں اس کو بھیجوں گا جو خالی واپس نہ آئے گا پھر اللہ تعالیٰ نے عزرائیل علیہ السلام کو بھیجا، زمین روتی رہی چیخیں مارتی رہی مگر انہوں نے فرمایا: تیرا رونا دیکھوں یا اس کا حکم دیکھوں؟ اللہ نے فرمایا: تو ہی اس کو لایا ہے اور تا قیامت تو ہی اس کو واپس بھی کرے گا یعنی اس کی جان قبض کرنے کی ڈیوٹی بھی تیری ہی لگا دی ہے۔ (قل يتوفكم ملك الموت الذى وكل بكم)

پھر ہر شئی کو اللہ نے لفظ کن سے بنایا (انما امره اذا اراد شيئا ان يقول له كن فيكون) مگر جب انسان کی باری آئی تو فرمایا: وخلقت بيدى میں نے اس کو (اپنے ایک ہاتھ سے نہیں) دونوں ہاتھوں سے بنایا ہے۔

ونفخت فيه من روحى اور اس میں ''اپنی'' روح پھونکی ہے۔

نقعوا له ساجدين اور اس کے آگے فرشتوں کو جھکا دیا اور سجدے میں گرا دیا۔

فرشتوں سے بہتر ہے انسان بننا
مگر اس میں پڑتی ہے محنت زیادہ

جب اللہ تعالیٰ نے پہلے انسان (آدم علیہ السلام) میں روح پھونکی تو اس کو چھینک آئی تو اس نے الحمد للہ کہا۔ فرشتے یہ سن کر حیران رہ گئے کہ نہ کچھ پڑھا نہ کچھ سیکھا، زبان کھولی تو ایسے الفاظ ادا کیے کہ فرشتے ہو کر جن کی ہمیں بھی خبر نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس پہلے انسان کی اس سنت کو تا قیامت جاری کر دیا تا کہ انسان کو اپنی عظمت و شرافت یاد رہے۔

چھینک آنے پر الحمد للہ کیوں کہا جاتا ہے؟

ایک حدیث شریف میں ہے: عن ابی ایوب رضی اللّٰہ عنه ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم قال اذا عطس احدکم فلیقل الحمد للّٰہ علی کل حال ولیقل الذی یرد علیه یرحمك اللّٰہ ولیقل هو یهدیکم اللّٰہ ویصلح بالکم ۔ (رواہ الترمذی والدارمی۔ مشکوٰۃ ص ۴۰۶)

حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے تو وہ کہے "ہر حال میں تعریف اللہ ہی کے لئے ہے" یعنی "الحمد للّٰہ علی کل حال" کہے اور سننے والا "یرحمك اللّٰہ" کہے کہ اللہ تجھ پر رحم فرمائے، پھر جس کو چھینک آئی ہے وہ کہے یهدیکم اللّٰہ و یصلح بالکم اللہ تمہیں ہدایت عطا کرے اور تمہارے حالات درست فرمائے۔

ایک حدیث میں یرحمک اللہ کے ساتھ چھینک کا جواب دینا مسلمان کا حق قرار دیا گیا ہے (عن ابی هریرة رضی اللّٰہ عنه عن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم قال ان اللّٰہ یحب العطاس و یکرہ التثاؤب فاذاعطس احدکم و حمد اللّٰہ کان حقا علی کل مسلم سمعه ان یقول له یرحمك اللّٰہ ۔ فاما التثاؤب فانما هو من الشیطٰن فاذا تثاؤب احدکم فلیردہ ما استطاع فان احدکم اذا تثاؤب ضحك منه الشیطٰن رواہ البخاری و فی روایة لمسلم فان احدکم اذا قال "ها" ضحك الشیطٰن منه ۔) (مشکوٰۃ ص ۴۰۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ چھینک کو پسند کرتا ہے اور جمائی کو ناپسند فرماتا ہے۔ پس جب تم میں سے کسی کو چھینک

آئے اور وہ اللہ تعالیٰ کی حمد کرے تو ہر مسلمان جس نے اس چھینک لینے والے کا الحمد للہ کہنا سنا اس پر حق (لازم) ہے کہ یرحمک اللہ سے اس کو جواب دے اور جمائی شیطان کی طرف سے ہے (مگر میدان جہاد میں) پس جب کسی کو جمائی آئے تو اس کو روکنے کی کوشش کرے جتنی بھی ہو سکے کیونکہ شیطان اس سے ہنستا ہے۔ یہ روایت تو بخاری کی ہے اور مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ جب کوئی (جمائی کے وقت) ''ہا'' کہتا ہے یعنی آواز نکالتا ہے تو شیطان (اس کا مذاق اڑاتے ہوئے) ہنستا ہے۔

سوال یہ ہے کہ چھینک آئے تو الحمد للہ کہنے کا حکم کیوں دیا گیا ہے؟ تو اس میں بہت ساری حکمتیں ہیں اور آج کے سائنسی دور میں جہاں حضور علیہ السلام کی دیگر سنتوں کے طبی فوائد سامنے آ رہے ہیں وہاں چھینک کے بارے میں بھی ڈاکٹر حضرات کہتے ہیں کہ چھینکنے کے وقت دماغ کی رگوں میں ایسا کھچاؤ پیدا ہو جاتا ہے کہ بندے کی رگ پھٹ کر موت واقع ہونے کا امکان ہوتا ہے۔ اس لئے ہمارے آقا علیہ السلام نے فرمایا! چونکہ ایک بہت بڑا خطرہ ٹل گیا ہے اور نہ صرف خطرہ ٹلا ہے بلکہ چھینک کے نتیجے میں جسم کے اندر ایک عجیب قسم کی خوشگواری اور چستی پیدا ہو گئی ہے تو اس نعمت کے ملنے پر اور مصیبت کے ٹلنے پر اللہ تعالیٰ کی حمد کرو اور دوسرے مسلمان بھائی چھینکنے والے کو یرحمک اللہ کہہ کر مبارکباد دیں کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے موت کے منہ سے بچا لیا ہے۔

جو فلسفیوں سے کھل نہ سکا اور نکتہ وروں سے حل نہ ہوا
وہ راز اک کملی والے نے بتلا دیا چند اشاروں میں

روزنامہ جنگ لاہور چھ جنوری 1985ء میں لندن سے ایک خبر آئی کہ ''ڈاکٹروں کی تحقیق کے مطابق چھینک سے ہڈی ٹوٹ سکتی ہے۔''

دہلیز مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پہ جھک جاؤ

اے غافل مسلمان! غیروں کے علم سے مرعوب ہونے والے مصطفیٰ کریم علیہ السلام کے بھولے بھالے امتی، اپنے نبی کے علم وفراست پہ قربان ہو جا کہ جس بات کی سائنس کو آج سمجھ آ رہی ہے تیرے نبی نے وہ بات پندرہ سو سال پہلے ہی اپنی امت کو بتا دی

جبکہ سائنس کا نام ونشان تک نہیں تھا۔ غیر تو تیرے نبی کی عظمت کو دبے لفظوں میں مان بیٹھے ہیں، ذرا تو بھی اپنے آپ کو دیکھ کہ تو کہاں بیٹھا ہے۔ کیا اغیار کی دہلیز پر یا درِ مصطفیٰ ﷺ پر۔

جس دل میں محبت سرکار نہیں ہے　　وہ دل کبھی ایماں کا سزاوار نہیں ہے
لپٹی ہوئی کونین رہی جس کے قدم سے　　وہ خود کسی شئی کا بھی طلب گار نہیں ہے
اعجاز لب احمد مختار تو دیکھو　　قرآن ہی قرآن ہے گفتار نہیں ہے

بعض ڈاکٹر حضرات یہ بھی کہتے ہیں کہ ناک میں ایک قسم کی بیماری پیدا ہو جاتی ہے جس کا علاج اس کے علاوہ اور کچھ ہے ہی نہیں کہ چھینک آتی ہے اور بیماری چلی جاتی ہے۔ اس لئے حضور نے فرمایا الحمد للہ کہہ لیا کرو کہ اللہ نے تمہیں میڈیسن اور ڈاکٹروں کی بیش بہا فیسوں کے چکر میں نہیں ڈالا اور اپنی بارگاہ سے ایک چھینک پر بیماری سے بچالیا ہے۔

تو خالق ہے ہر عالم کا یا حئی یا قیوم　　ہر پل ہے تیرا رنگ نیا یا حی یا قیوم
تو ظاہر بھی ہے باطن بھی یا حی یا قیوم　　سب میں بس کر سب سے جدا یا حی یا قیوم

عقل وفراست نبوت علی صاحبها الصلوٰۃ والسلام

اس تناظر میں حضرت قاضی عیاض علیہ الرحمۃ کی بات کتنی سچ ہے کہ ان اللہ تعالیٰ لم یعط جمیع الناس من بدء الدنیا الیٰ انقضائها من العقل فی جنب عقله صلی اللہ علیه وسلم کحبة رمل من بین رمال الدنیا

(الشفاء بحر یف حقوق المصطفیٰ ص ۶۷)

اللہ تعالیٰ نے کائنات کے شروع سے لے کر آخر تک جتنی عقل سارے انسانوں کو عطا فرمائی ہے وہ حضور علیہ السلام کی عقل کے سامنے ایسے ہے جیسے ریت کا ایک ذرہ سارے جہان کی ریت کے مقابلے میں

آب وگل میں مدتوں آرائشیں ہوتی رہیں
تب کہیں اِک آدمی کونین کا حاصل بنا

کائنات نے ترقیاں کیں، تجربات بڑھتے گئے، مشاہدات میں اضافے ہوتے گئے، دنیا اپنے کمال کو پہنچی تو اللہ نے نبوت و رسالت کا تاج اپنے محبوب کے سر پہ سجا دیا جو فرش سے گزرے تو فرشی دکھائی دیئے، عرش پہ گئے تو عرشی نظر آئے، مکان میں رہے تو مکین بنے، لامکاں کی منزلوں کو طے کیا تو سیاح لامکان ہو گئے۔ باقی نبیوں کا دین مکمل تھا مگر فقط اپنے اپنے ادوار کے لئے اور ہمارے آقا جو دین لیکر آئے وہ ہر دور کے لئے ہے۔

ہر دور میں چلتا ہے پیمانہ محمد کا　　آباد خدا رکھے میخانہ محمد کا

اب بھی اور قیامت تک بھی ہدایت اسی کو ملے گی جو دامن مصطفیٰ کے ساتھ وابستہ ہو گا اور احساس کمتری کا شکار ہو کر دین اسلام کی عظمتوں پہ پردہ ڈالنا اور یہ کہنا کہ اس دور کے تقاضوں کو اسلام پورا نہیں کر سکتا سراسر گمراہی اور بے دینی ہے کیونکہ اسلام جس طرح چودہ سو سال پہلے والوں کے لئے مکمل نظام حیات تھا آج ہمارے لئے بھی اور قیامت تک والوں کے لئے بھی کامل، مکمل اور اکمل دین ہے۔ نہ دین بدل سکے گا اور نہ ہمارے حضور کے بعد کوئی نیا نبی آ سکے گا۔ اب ہر دور دین مصطفیٰ کا دور ہے۔ ہر شخص حضور کا امتی ہے اور ہر زمانہ محبوب خدا کا زمانہ ہے۔

دن کو انہی سے روشنی سب کو انہی سے چاندنی
سچ تو یہ ہے روئے یار شمس بھی ہے قمر بھی ہے

دوڑ پیچھے کی طرف ....

علماء فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے روح کو آدم علیہ السلام کے جسم میں ڈالنے کا ارادہ کیا تو روح نے عرض کیا اے مالک و مولیٰ، اس میں تو اندھیرا ہی اندھیرا ہے، حکم ہوا چند دنوں کی بات ہے ہم تجھے پھر اپنے پاس واپس ہی بلا لیں گے۔

غریب سے غریب انسان کو بھی اللہ تعالیٰ نے وہ ساری جسمانی نعمتیں عطا فرما رکھی ہیں جو ایک بادشاہ کے پاس ہیں۔ اس کے بھی دو ہاتھ، دو پاؤں، دو آنکھیں، اس کے بھی۔ لہٰذا اگر غریب بندہ اس بات پر بھی اپنے رب کا شکر ادا کرتا رہے تو بجا ہے کیونکہ یہ

نعمتیں جو اللہ تعالیٰ نے اعضاء کی صورت میں ہر انسان کو عطا فرمائی ہیں صرف ان کی قیمت کا ہی اندازہ نہیں لگایا جا سکتا کسی کا گردہ فیل ہو جائے اور وہ امریکہ لندن جائے تو کس قدر اخراجات اس کو برداشت کرنے پڑتے ہیں۔

ایک شخص مالدار ہو مگر اندھا ہو تو اس نعمت کے حصول کے لئے اگر اس کو اپنی ساری دولت بھی لٹانا پڑے تو وہ تیار ہو جائے گا اور یہ نعمت اللہ نے اگر غریب کو دے رکھی ہے اور مالداری نہیں دی تو مالداری کے نہ ملنے کا شکوہ کرنے کی بجائے پہلے اس نعمت کا شکر تو ادا کرنا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان، سورج چاند ستارے انسان سے پہلے بنائے ہیں کیوں؟ اس انسان کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے اور اس کی آمد کا استقبال کرنے کے لئے۔ جب انسان کی شان یہ ہے تو فخر آدم و بنی آدم کا مقام کیا ہوگا۔ ہے سوچنے کی بات اسے بار بار سوچ

یہی ہے فلسفۂ اِنَّمَا انا بشرٌ
خدا کے بعد سبھی کچھ کہو! خدا نہ کہو

شرفِ انسانیت

فرشتوں میں غصہ نہیں، شہوت نہیں اس لئے ان کا امتحان لینے کی بھی ضرورت نہ تھی، انسان میں یہ ساری باتیں تھیں اس لئے اس کو امتحان میں ڈال دیا کیونکہ غصہ، شہوت نہ ہو اور پھر گناہ نہ کیا جائے، یہ کمال نہیں ان ساری چیزوں کے ہوتے ہوئے گناہ نہ کرے تو یہ شرف انسانیت ہے۔

دنیا کے سائنس دان ایک عمر کی کاوش کے بعد اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ مریخ والوں سے سلسلۂ گفت وشنید ہو سکتا ہے مگر قرآن پاک نے فرمایا تم صرف مریخ والوں سے کلام کرنے کو ممکن جان کر خوش ہو رہے ہو ہم نے تو زمین و آسمان اور ومافیہا کو تمہارے لئے مسخر کر دیا ہے اور تمام اجرام فلکی کو تمہارے تابع فرمان کر دیا ہے۔ (الم تر ان اللّٰہ سخر لکم ما فی الارض والفلك تجری بامرہٖ ویمسك السمآء ان تقع علی

الارض الاباذنہ ۔ وسخرلکم ما فی السموٰت و ما فی الارض جمیعًا منہ ان فی ذٰلک لاٰیٰت لقومٍ یتفکرون)

تبھی تو زمین نے حضرت انسان کا استقبال کچھ اس تپاک سے کیا کہ

ہیں تیرے تصرف میں یہ بادل یہ گھٹائیں
یہ گنبد افلاک یہ خاموش فضائیں
یہ کوہ یہ صحرا یہ سمندر یہ ہوائیں
تھیں پیش نظر کل تو فرشتوں کی صدائیں
آئینہ ایام میں آج اپنی ادا دیکھ
خورشید جہاں تاب کی ضو تیرے شرر میں
آباد ہے اک تازہ جہاں تیری نظر میں
جچتے نہیں بخشے ہوئے فردوس نظر میں
جنت تیری پنہاں ہے تیرے خون جگر میں
اے پیکر گل کوشش پیہم کی جزا دیکھ

(علامہ اقبال)

انسان کا امتحان

چونکہ انسان کو اللہ نے مجبور محض نہیں بنایا بلکہ اختیارات عطا فرمائے۔ اس لئے اس کو آزمائش کی بھٹی سے بھی گزرنا پڑا کہ بغیر امتحان کے اگر اس کو مراتب دیئے جاتے تو جنہوں نے اس کی پیدائش سے بھی پہلے اس پر اتجعل فیھا من یفسد فیھا ویسفک الدماء کا لیبل لگا دیا تھا ان کے ذہن میں یہ بات نہ آجائے کہ اس کو ایسے ہی اتنے بڑے مراتب دے دیئے گئے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے مختلف بندوں کو مختلف مقامات پہ مختلف امتحانات سے گزارا کہیں ابراہیم علیہ السلام کو بڑھاپے میں بیوی بچوں سے جدا فرما کے آزمایا، حضرت ہاجرہ کو صفا مردہ کے چکر لگوا کے آزمایا، اسماعیل کی گردن پہ چھری چلوا کے آزمایا، وہ آگ جس کے بارے میں مناطقہ نے کہا کل نار حارۃ، ہر

آگ گرم ہوتی ہے اللہ نے اسی آگ کو ابراہیم پہ گلزار بنا کے دیکھا' یعقوب علیہ السلام کو یوسف علیہ السلام کے گلے کے بوسے دلوا کے دیکھا، پھر اسی یوسف کو بھائیوں کے ہاتھوں کنویں میں پھینکوا کے' کھوٹے درہموں میں بکوا کے، جیل کی اندھیری کوٹھری میں رکھوا کے اور پھر اسی یوسف کو مصر کا بادشاہ بنوا کے دیکھا اور، انہی بھائیوں کو یوسف کا محتاج بنا کے دیکھا اور پھر چالیس سال کے بعد حضرت یعقوب کو یوسف ملوا کے دیکھا۔

خدا نے اپنے محبوب کے محبوب نواسوں کو ان کے نانا کی گود میں کھلا کے دیکھا، ان کی زبان اپنے محبوب سے چسوا کے دیکھا، محبوب کی زبان سے ان کو جنت کے پھول اور سید اشباب اهل الحنه کہلوا کے دیکھا، نماز کی حالت میں چودہ طبق کے رسول کے کندھوں پہ بٹھوا کے بھی دیکھا اور پھر حسن کو زہر پلوا کے اور حسین کی گردن پہ خنجر چلوا کے، بہتر تن شہید کروا کے، سر کٹا کے، نیزے پہ چڑھا کے اور قرآن سنوا کے دیکھا۔

خدا نے اپنے محبوب کو آزمایا تو کبھی غار حرا میں رلا کے دیکھا، کبھی غار ثور میں چھپا کے دیکھا، طائف کے بازاروں میں لہولہان کرا کے بھی دیکھا اور پھر عرش پہ بلا کے پردے ہٹا کے جلوہ کرا کے اور السلام علیک ایھا النبی فرما کے بھی دیکھا اور ہاں ہاں ہدایت کے ستاروں (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) میں مصطفیٰ کو چاند بنا کے دیکھا، محبوب کی زبان سے من رانی فقد رای الحق کہلوا کے دیکھا، جبریل کے کافوری ہونٹوں سے مصطفیٰ کے نوری قدموں کے بوسے دلوا کے دیکھا، نبیوں کا امام بنا کے دیکھا، شب اسریٰ کا دولہا بنا کے دیکھا۔

خدا سے پوچھیے شان محمد   محمد سے صفت پوچھو' خدا کی

الغرض انسان جب امتحانات میں پاس ہو جاتا ہے تو محبوبیت و مقبولیت کے اس مقام پہ فائز ہو جاتا ہے کہ جس کی طرف علامہ اقبال نے اشارہ کیا ہے

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

پھر ان کے بال بکھرے ہوئے ہوں، کپڑے پھٹے ہوئے ہوں، لوگ نفرت کر کے

اپنے دروازے ان پر بند کر دیتے ہوں، کتے ان کو دیکھ کر بھونکتے ہوں مگر اللہ فرماتا ہے مجھے اتنے پیارے لگتے ہیں کہ اگر کسی بات پہ قسم اٹھالیں تو میں پوری کر کے رہتا ہوں، اقبال نے رو کر کہا کہ اے لکان ولا مکان کی سیر کرنے والے انسان آج تیری حالت یہ ہو گئی ہے کہ

تیرا اندیشہ افلاکی نہیں ہے — تیری پرواز لولاکی نہیں ہے
یہ مانا اصل شاہینی ہے تیری — تیری آنکھوں میں بے باکی نہیں ہے
رگوں میں وہ لہو باقی نہیں ہے — وہ دل وہ آرزو باقی نہیں ہے
نماز و روزہ و قربانی و حج — یہ سب باقی ہیں تو باقی نہیں ہے
محبت کا جنوں باقی نہیں ہے — مسلمانوں میں خوں باقی نہیں ہے
صفیں کج، دل پریشاں سجدے بے ذوق — کہ جذب اندروں باقی نہیں ہے
نہ مومن ہے نہ مومن کی امیری — رہا صوفی گئی روشن ضمیری
خدا سے پھر وہی قلب و نظر مانگ — نہیں ممکن امیری بے فقیری
ترے سینے میں دم ہے دل نہیں ہے — ترا دم گرمی محفل نہیں ہے
گزر جا عقل سے آگے کہ یہ نور — چراغ راہ ہے منزل نہیں ہے
ترا جوہر ہے نوری پاک ہے تو — فروغ دیدۂ افلاک ہے تو
تیرے صید زبوں افرشتہ و حور — کہ شاہین شہ لولاک ہے تو

اس کے بعد علامہ اقبال شرف انسانیت کھو دینے والے انسان کے لئے یوں دعا کرتے ہیں۔

جوانوں کو مری آہ سحر دے — پھر ان شاہین بچوں کو بال و پر دے
خدایا آرزو میری یہی ہے — میرا نور بصیرت عام کر دے
دلوں کو مرکز مہر و وفا کر — حریم کبریا سے آشنا کر
جنہیں نانِ جویں بخشا ہے تو نے — انہیں بازوئے حیدر بھی عطا کر
عطا اسلاف کا جذب دروں کر — شریک زمرۂ لایحزنوں کر

خرد کی گتھیاں سلجھا چکا میں   میرے مولا مجھے صاحب جنوں کر

بندہ بننا ہے خدا کا تو گدا بن ان کا

انسان اگر واقعی خدا کا بندہ بن جائے تو ادھر خدا کے بندوں میں داخل ہوتا ہے اور ادھر جنت میں داخلہ مل جاتا ہے۔ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی ۔ وازلفت الجنۃ للمتقین ۔ ایسا انسان دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو حدیث کے مطابق زمین و آسماں بھی اس پہ آنسو بہاتے ہیں اور ہر طرف سے صدائیں آتی ہیں۔

عرش پہ دھومیں مچیں وہ طیب و طاہر ملا
فرش پہ ماتم اٹھے وہ مومن صالح گیا

ایسا بندہ ہی دیکھنے میں بندہ مگر خدا کے جلوؤں کا مظہر ہوتا ہے، پھر اگر اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام کے لئے طور پہ جلوہ ڈالتا ہے تو اس سے آواز آتی ہے۔ انی انا اللّٰہ رب العالمین ۔ حالانکہ درخت خدا نہیں۔ خدا درخت نہیں، لیکن ایک بات تو ثابت ہوئی کہ

چوں روا باشد انا اللہ از درخت
کے روانہ بود کہ گوید نیک بخت

پھر انہی بندوں میں کوئی بندہ نواز بن جاتا ہے۔ کوئی غریب نواز اور گنج بخش ہو جاتا ہے۔ ہر محکمے میں درجہ بندی ہے۔ اس طرح بندگان خدا میں بھی کوئی ولی کوئی غوث قطب ابدال ہے کوئی صحابی ہے، کوئی وہ ہے جو سکول کے ماسٹر سے پڑھتا ہے اور اس کی ماریں کھا کھا کر جھوٹا نبی بن بیٹھتا ہے اور کوئی وہ ہے جس کے بارے میں خدا فرماتا ہے۔

الرحمٰن علم القرآن

بندہ بننا ہے خدا کا تو گدا بن ان کا
وہ جو بندے کو شہنشاہ بنا دیتے ہیں
اللہ اللہ کیے جانے سے اللہ نہ ملے
اللہ والے ہیں جو اللہ سے ملا دیتے ہیں

ان بندوں کو یہ مقامات بندگی سے ملے ہیں اسی لئے حکم ہے یاایہا الناس

اعبدوا ۔ اے لوگو! میری بندگی کرو۔اے اللہ کیسے کریں۔فرمایا ایسے کرو جس طرح آدم نے تین سو سال رو رو کے کی، ابراہیم نے آگ میں چھلانگ لگا کے کی، اسماعیل نے گردن پہ چھری چلوا کے کی، ایسے مجھے پکارو جیسے نوح نے کشتی میں پکارا، یونس نے بطن ماہی میں پکارا، ایوب نے جسم کو کیڑوں سے چھلنی کرا کے پکارا، سلیمان علیہ السلام نے سارے جہان پہ حکومت فرما کے پکارا، تم ایک گاؤں کے چودھری ہو کر میری عبادت سے بغاوت کر جاتے ہو مگر سلیمان ہواؤں فضاؤں کو تابع کر کے جن وانس کا حاکم ہو کر میرے دربار میں سر تسلیم کو خم کیے ہوئے ہے۔

بندگانِ خدا کی صفات قرآن سے

وعباد الرحمٰن الذین یمشون علی الارض هونًا واذا خاطبهم الجاهلون قالوا سلماo والذین یبیتون لربهم سجدًا وقیمًا o (الفرقان)

اور رحمٰن کے بندے وہ ہیں کہ زمین پہ آہستہ (اور نرمی سے پھونک پھونک کر) قدم دھرتے ہیں اور جاہل لوگ ان سے مخاطب ہوں تو کہتے ہیں بس سلام اور ان کی راتیں اپنے رب کی بارگاہ میں سجدے اور قیام میں گزرتی ہیں۔

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن
گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان
قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت
یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان
یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن
قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن
جس سے جگر لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم
دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفان

(ضرب کلیم)

بندگانِ خدا جل جلالہ اور احادیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

لوان عبدین تحابافی اللہ واحد فی المشرق واخر فی المغرب لجمع اللہ بینهما یوم القیمة یقول هذا الذی کنت تحبه فی

(مشکوٰۃ ص ۴۲۷ عن ابی هریرة)

اگر دو بندے آپس میں ایک دوسرے سے اللہ کے لئے محبت کریں چاہے ایک مشرق میں، اور دوسرا مغرب میں رہتا ہو تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ دونوں کو جمع فرمادے گا اور ارشاد ہوگا یہ مقام تمہیں آپس میں میری وجہ سے محبت کرنے کے سبب ملا ہے۔

ہم جو اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین سے محبت کرتے ہیں تو کسی اور وجہ سے نہیں بلکہ اللہ ہی کی وجہ سے، ایک مشرق میں رہتا ہو اور دوسرا مغرب میں اس کا مطلب بعد مکانی یا زمانی یا دونوں ہیں کہ ایک ہزار سال پہلے گزرا ہو اور دوسرا ہزار سال بعد میں آیا، یا محبت کرنے والا لاہور میں رہتا ہو اور جس سے محبت کرتا ہے وہ بغداد و اجمیر میں رہتا ہو کیونکہ دنیا میں بن دیکھے محبت کرتے رہے لہٰذا قیامت کے دن تمام جدائیاں ختم ہو جائیں گی اور کوئی داتا کے قدموں میں کھڑا ہوگا کوئی خواجہ کے قدموں میں اور پھر سارے غوث پاک کی گیارہویں دلانے والے والی بغداد کے پاس ہوں گے اور ہم جیسے سیاہ کار کبھی اپنی سیاہ کاریوں پر نظر کریں گے کبھی شہنشاہِ بغداد کو دیکھ کر سراپا سوال بن جائیں گے کہ یا اللہ! ہم تو اس قابل نہ تھے کہ ان کے قدموں میں کھڑے ہو سکتے پھر یہ مقام ہمیں کس طرح مل گیا؟ تو حکم ہوگا هذا الذی کنت تحبه فی ہاں تم تو اس قابل نہ تھے مگر میری وجہ سے ان کے ساتھ دنیا میں تمہارا محبت کرنا تمہیں اس قابل بنا گیا ہے۔ اولیاء کرام کے نام لیوا جھوم جائیں گے اور ایک ایک کی زبان پر ہوگا۔

یہ کہاں نصیب میرے کہ میں ان کے ساتھ ہوتا
کوئی جذبۂ محبت میرے کام آ گیا ہے

دوسری حدیث المرء مع من احب، کے مطابق کئی مسلمان ہو کر دنیا میں کافروں سے محبت کرتے ہوں گے تو ان کا حشر ان کے ساتھ ہوگا۔ اپنے جلسوں میں کسی درگاہ کے گدی نشین کی صدارت رکھنے کی بجائے (صد سالہ جشن دیوبند کے موقع پر) اندرا گاندھی کی صدارت رکھنے والو! کیا حساب جرم دو گے تم خدا کے سامنے

جب اللہ بندے سے محبت کرتا ہے تو......

ان اللّٰہ تعالٰی اذا احب عبدا دعا جبرئیل فقال انی احب فلانا فاحبہ قال فیحبہ جبرئیل ثم ینادی فی السماء فیقول ان اللّٰہ یحب فلانا فاحبوہ فیحبہ اھل السماء ثم یوضع لہ القبول فی الارض ۔(مشکوٰۃ ص ۴۲۵)

بے شک اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبریل امین کو بلا کر فرماتا ہے کہ میں فلاں بندے سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر پس جبریل امین بھی محبت کرنے لگتے ہیں پھر جبریل علیہ السلام آسمانوں میں اعلان کرتے ہیں (حضرات ایک ضروری اعلان سنیے) اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت فرماتا ہے تم بھی سارے اس سے محبت کرو، چنانچہ تمام آسمان والے محبت کرنے لگتے ہیں پھر اسی طرح زمین پہ بھی اس بندے کی قبولیت اتاری جاتی ہے (کیا یہ اسی قبولیت ہی کا نتیجہ تو نہیں ہے کہ سینکڑوں سال کے بعد بھی ان کے مزارات پہ دنیا حق فرید یا فرید کے نعرے لگا لگا کر جا رہی ہے) حدیث کے اگلے حصے میں اسی طرح کا مضمون اس بدنصیب کے بارے میں ہے کہ جس سے اللہ دشمنی فرماتا ہے جبریل بھی اس کا دشمن ہو جاتا ہے اور تمام آسمان و زمین والے بھی۔

بزرگوں کے نعرے کیوں لگتے ہیں

حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑی علیہ الرحمۃ پاکپتن شریف تشریف لے گئے تو کسی نے آپ سے پوچھا کہ یہ کیا لوگ ''حق فرید یا فرید'' اور ''اللہ محمد چار یار حاجی، خواجہ، قطب، فرید'' کے نعرے لگا رہے ہیں، اس کا ثبوت کیا ہے؟ فرمایا تم نے قرآن نہیں پڑھا اس میں ثبوت موجود ہے، سائل حیران ہوا کہ قرآن تو میں نے کئی بار پڑھا ہے مگر مجھے تو ثبوت نہیں ملا، فرمایا تعصب کی عینک اتار کے پڑھو تو ثبوت نظر آئے۔ **فاذکرونی اذکرکم** اللہ فرماتا ہے تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔ ان بزرگوں نے ساری عمر رب کو یاد کیا اور اب اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ نبھا رہا ہے کہ اپنی مخلوق کو ان کی یاد میں لگا دیا (آواز خلق نقارہ

خدا است)

اور اگر کوئی کہے کہ اذکر کم میں تو اللہ کا یاد کرنا بتایا گیا اور یہاں تو مخلوق نعرے لگا رہی ہے تو انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون میں بھی اللہ نے ہی قرآن کی حفاظت کو اپنے ذمے لیا ہے مگر حفاظت کروانا حفاظ، قراء اور علماء کے ذریعے ہے تو جس طرح ان کی حفاظت اس کی حفاظت ہے اسی طرح ان کا یاد کرنا اسی کا یاد کرنا ہے۔

اللہ والے روشن ضمیر ہوتے ہیں
یہ آدمی بے نظیر ہوتے ہیں
ان کی محفل میں بیٹھنے والے
کون کہتا غریب ہوتے ہیں
جس کو چاہیں اسے نوازتے ہیں
اپنے اپنے نصیب ہوتے ہیں
جب میں ہوتا ہوں سامنے ان کے
وہ بھی منظر عجیب ہوتے ہیں

ایک حدیث میں ہے ان اللّٰہ یقول یوم القیمة این المتحابون بجلا لی الیوم اظلهم فی ظلی یوم لاظل الاظلی (مسلم شریف)

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ارشاد فرمائے گا ''کہاں ہیں میرے آج کے دن کے جلال کی وجہ سے ایک دوسرے کے ساتھ محبت کرنے والے آج میں ان کو اپنے سائے میں جگہ دوں گا جبکہ میرے سائے کے علاوہ کوئی اور سایہ نہیں ہے۔

خودی کی جلوتوں میں مصطفائی — خودی کی خلوتوں میں کبریائی
زمین و آسمان و عرش و کرسی — خودی کی زد میں ہے ساری خدائی

سو بندوں کا قاتل

کان فی بنی اسرائیل رجل قتل تسعة و تسعین انسا ناثم خرج یسأل فاتی راهبا فسأله فقال اله توبة قال لا فقتله . ثم سئل عن

اعلم اهل الارض فقال له رجل ایت قریة کذا و کذا فان بھانا سا یعبدون اللّٰہ فادر کہ الموت فناء بصدرہ نحوھا فاختصمت فیه ملائکة الرحمة و ملائکة العذاب فاوحی اللّٰہ الی ھذہ ان تقربی والی ھذہ ان تباعدی فقال قیسوا مابینھما فوجد الی ھذہ اقرب بشبر فغفرله ۔

(متفق علیہ، مشکوٰۃ ص ۲۰۳۔عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ)

بنی اسرائیل میں ایک شخص نے ننانوے افراد کو (ناحق) قتل کیا ہوا تھا (آخر اس کے ضمیر نے ملامت کی اور) پھر نکل پڑا کہ کسی سے مسئلہ پوچھے، ایک عبادت گزار کے پاس گیا کہ کیا میرے لئے توبہ کا کوئی راستہ ہے؟ اس نے کہا ہرگز نہیں چنانچہ اس کو بھی قتل کر (کے سو پورا کر) دیا، پھر کسی بڑے عالم کی تلاش میں نکلا تو ایک آدمی نے اس کو کہا فلاں بستی میں جا۔ وہاں اللہ تعالیٰ کے عبادت گزار بندے رہتے ہیں چنانچہ وہ ادھر چلا ہی تھا کہ موت آ گئی تو اس نے اپنا سینہ نیکوں کی بستی کی طرف کر دیا۔ رحمت و عذاب کے فرشتے آ گئے اور جھگڑنے لگے۔ (عذاب والوں نے کہا ہم اس کو دوزخ میں لے جائیں گے کیونکہ سو افراد کا قاتل ہے، رحمت والوں نے کہا اگرچہ قاتل تھا مگر توبہ کے لئے جا رہا تھا، اگرچہ توبہ ابھی مکمل نہ کر سکا مگر اس کا سینہ تو دیکھو کیا گواہی دے رہا ہے۔ اللہ اگر چاہتا تو جن فرشتوں کو چاہتا حکم دے دیتا کہ تم لے جاؤ لیکن اللہ تعالیٰ بھی اپنے پیاروں کا ذکر پیار سے فرماتا ہے چنانچہ) اللہ نے فرمایا زمین ناپ لو (اگر اس کی اپنی بستی والا فاصلہ تھوڑا ہو تو عذاب والے فرشتے لے جائیں اور اگر ولیوں کی بستی والا فاصلہ تھوڑا ہو تو رحمت والے لے جائیں حالانکہ فاصلہ اس کی اپنی بستی والا تھوڑا تھا اس لحاظ سے وہ بندہ عذاب والوں کا بنتا تھا مگر اللہ نے زمین کو حکم دیا) تو قریب ہو جا اور تو دور ہو جا چنانچہ ایک بالشت کے فرق سے اس کی بخشش ہو گئی۔

ولی اللہ نگاہ کر کے تقدیر بدل دیندے
لکھی لوح و قلم والی تحریر بدل دیندے

پڑھ کر کلمہ مسلمان ہو گیا

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے پڑوس میں ایک یہودی تھا جو سفر پہ گیا اور رات کے وقت اس کے گھر سے بچے کے رونے کی آواز آئی۔ آپ نے پتہ کروایا کہ بچہ کیوں روتا ہے؟ تو معلوم ہوا کہ گھر میں چراغ کا انتظام نہیں ہے۔ اندھیرے کی وجہ سے روتا ہے۔ آپ روزانہ چراغ میں تیل ڈال کر ان کے گھر بھیجتے رہے یہاں تک کہ یہودی واپس آ گیا اور جب اس کو حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ کے اس معاملہ کا پتہ چلا تو اس نے کہا! جس گھر میں بایزید بسطامی کا چراغ روشنی کرتا رہے ان گھر والوں کے دلوں میں بھی کلمے کی روشنی ہونی چاہئے چنانچہ سارا گھر کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔

(مراۃ شرح مشکوٰۃ ص ۱۷۵ و ص ۲۷۵ ج نمبر ۶)

سایۂ یزداں بود بندہ خدا
مردۂ ایں عالم و زندہ خدا

دامن او گیر زوتر بیگماں
تارہی از آفت آخر زماں

کیف مد الظل نقش اولیاء است
کو دلیل نور خورشید خداست

اندریں وادی مرو بے ایں دلیل
لا احب الآفلین گوچوں خلیل

خاک شو مردان حق را زیرپا
خاک برسر کن حسد را ہمچوما

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنۂ پاکاں کند

(مثنوی مولانا روم علیہ الرحمۃ)

قربِ خداوندی

ان اللّٰہ تعالٰی قال من عادیٰ لی ولیا فقد اٰذنتہ بالحرب وما تقرب الی عبدی بشیء احب الی مما افترضت علیہ وما یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احببتہ فاذا احببتہ فکنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصربہ ویدہ التی یبطش

بھا و رجلہ التی یمشی بھا وان سالنی لا عطینہ ولئن استعاذنی لاعیذنہ وما ترددت عن شئی انا فاعلہ ترددی عن نفس المومن یکرہ الموت وانا اکرہ مساء تہ ولا بدمنہ

(بخاری شریف، عن ابی ہریرۃ۔ مشکوٰۃ ص ۱۹۷)

بے شک اللہ تعالیٰ نے فرمایا جس نے میرے ولی سے عداوت رکھی میں اس کو جنگ کا اعلان کرتا ہوں اور میں اپنے بندے سے فرائض کے قرب کو پسند کرتا ہوں یا فرائض کے ذریعے ہی میرا بندہ میرے قریب ہوتا ہے۔ (باقی رہی نوافل کی بات تو) نوافل کے ذریعے بھی بندہ میرے قریب ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں خود اس سے محبت کرنے لگتا ہوں (اور ایسی) کہ میں اس کے کان بن جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے (پھر قریب اور دور کا فرق ختم ہو جاتا ہے، جس طرح قریب سے سنتا ہے اس سے بڑھ کر دور سے بھی سنتا ہے کیونکہ اب وہ اپنے کانوں سے نہیں بلکہ رب کی قوت سماعت اور اس کے نور سے سن رہا ہے۔

جس طرح سلیمان علیہ السلام نے چیونٹی کی آواز کئی میل سے سن لی۔ (النمل) حضرت عمر نے مسجد نبوی کے منبر پہ بیٹھ کر لشکر ساریہ کو دیکھ بھی لیا اور وہاں آواز بھی پہنچا دی، یعقوب علیہ السلام نے کنعان میں بیٹھ کر مصر سے چلنے والی قمیض کی خوشبو کو سونگ لیا، آصف بن برخیا نے پلک جھپکنے سے پہلے ہزاروں من وزنی تخت حاضر کر دیا۔ اسی لئے کہا گیا ہے

؎ دست پیراز غائباں کوتاہ نیست
دست او جز قبضۂ اللہ نیست

(مولانا روم)

اور اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے (غوث پاک فرماتے ہیں میرا مرید مشرق میں ہو اور میں مغرب میں ہوں، اس کا ستر کھل جائے تو میں پہنچ جاتا ہوں اور

پردہ پوشی کرتا ہوں) اور اس کے ہاتھ پاؤں بن جاتا ہوں جن سے وہ پکڑتا اور چلتا ہے۔

(یہ چند اعضاء کا ذکر ہے ورنہ جب فنا فی اللہ کا مقام آتا ہے تو ؎

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جان شدی
تاکس نگوید بعدازیں من دیگرم تو دیگری

کا سا معاملہ ہوتا ہے۔ پھر بھی اللہ اللہ رہتا ہے اور بندہ بندہ رہتا ہے)

اور اگر میرا یہ بندہ مجھ سے سوال کرے (چاہے حیات ظاہرہ میں یا بعد الوصال اپنے لئے یا اپنے زائرین کے لئے) تو اس کو ضرور بالضرور عطا فرماتا ہوں اور اگر مجھ سے پناہ طلب کرے تو میں ضرور بالضرور اس کو پناہ بھی دیتا ہوں اور مجھے کبھی کسی کام میں تردد نہیں ہوا مگر اس بندے کی جان کے بارے میں کہ جب یہ مرنا نہ چاہے اور میں اس کو اپنے پاس بلانا چاہوں۔ (پھر میں فرشتوں کے ذریعے اس کو اپنی نعمتیں، دیدار اور دیگر انعامات یاد دلاتا ہوں تا آنکہ وہ خوش ہو کر موت کو قبول کر لیتا ہے کہ یہ تو یار کو یار سے ملانے والی ہے)

عقل والوں کے نصیبوں میں کہاں ذوق جنون
عشق والے ہیں جو ہر چیز لٹا دیتے ہیں

اللہ تعالیٰ بندے کے گمان کے پاس ہے

انا عند ظن عبدی بی وانا معه اذا ذکرنی فان ذکرنی فی نفسه ذکرته فی نفسی وان ذکرنی فی ملاء ذکرته فی ملاء خیر منهم (متفق علیہ)

من تقرب منی شبرا تقربت منه ذراعا ومن تقرب منی ذراعا تقربت منه باعا ومن اتانی یمشی اتیته هرولة (ای بین العدو والمشی) ومن لقینی بقراب الارض خطیئة لایشرك بی شیئا لقیته بمثلها مغفرة (رواہ مسلم۔ مشکوۃ ص ۱۹۶ و ص ۱۹۷ عن ابی ہریرہ وابی ذر رضی اللہ عنہما)

میں اپنے بندے کے گمان کے پاس ہوتا ہوں جیسا کہ وہ میرے بارے میں

گمان رکھتا ہے اور جب وہ میرا ذکر کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں اگر وہ مجھے اپنے جی میں یا تنہائی میں یاد کرے تو میں بھی اس کو تنہا یاد کرتا ہوں اور اگر وہ محفل میں یاد کرے تو میں اس سے بہتر مجلس (فرشتوں کی مجلس) میں اسے یاد کرتا ہوں۔ (بخاری و مسلم)

اگر وہ میری طرف ایک بالشت آئے تو میں اس کی طرف ایک ہاتھ کے برابر قریب ہوتا ہوں' اگر وہ مجھ سے ایک ہاتھ قریب ہو تو میں ایک قدم کے برابر اس کے قریب ہوتا ہوں اور اگر وہ میری طرف چل کر آئے تو میری رحمت دوڑ کر اس کا استقبال کرتی ہے اور اگر وہ زمین بھر بھی گناہ لے کر میرے پاس آئے گا بشرطیکہ اس نے شرک نہ کیا ہو تو میں اس کے سارے گناہ بخش دوں گا۔ (مذکورہ حدیث اور اس سے پہلی حدیث، حدیث قدسی ہے)

ان احادیث سے عظمت انسان اور شرف انسانیت کا بھی پتہ چلتا ہے اور اولیاء کرام علیہم الرحمۃ کی عظمت و شان بھی کس قدر واضح ہو رہی ہے۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کا وجود خلق خدا کے لئے اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے مگر افسوس کہ یہ نفوس قدسیہ تو نور بکھیریں اور ہم ان کے بارے میں بدگمانیوں کے اندر مبتلا ہو جائیں، جو ماننے والے ہیں وہ بھی صرف زبان کی حد تک عقیدت رکھتے ہیں اور جو ان کی شان کے منکر ہیں ان کو تو اس کے سوا کیا کہا جائے، جو مولانا روم علیہ الرحمۃ نے مثنوی میں فرمایا ہے

مہ فشاند نور سگ وَع وَع کند — سگ زنور ماہ کے مرتع کند
از ہمہ اوہام و تصویرات دور — نور و نور و نور و نور و نور و نور
چند ہمچو فاختہ کاشانہ جو؟ — کو و کو و کو و کو و کو و کو

الحمد للہ الذی بیدہ تصریف الاحوال و تخفیف الاثقال والصلوٰۃ والسلام علی سید الھادین الی محاسن الافعال وعلیٰ الہ وصحبہ المضارعین لہ فی الصفات والاعمال ۔ وما علینا الا البلاغ ۔

(۲)

قلبِ مؤمن

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْمَلِكِ الْمَحْمُوْدِ ، اَلْمَالِكِ الْوَدُوْدِ ، مُصَوِّرِ كُلِّ مَوْلُوْدٍ وَّمَالِ كُلِّ مَطْرُوْدٍ .

سَاطِعِ الْمِهَادِ، وَمُوَطِّدِ الْاَوْطَادِ .

وَمُرْسِلِ الْاَمْطَارِ، وَ مُسَهِّلِ الْاَوْطَارِ .

عَالِمِ الْاَسْرَارِ وَمُدْرِكِهَا، وَمُدَمِّرِ الْاَمْلَاكِ وَمُهْلِكِهَا، وَمُكَوِّرِ الدُّهُوْرِ وَمُكَرِّرِهَا وَمُوْرِدِ الْاُمُوْرِ وَمَصْدَرِهَا .

عَمَّ سَمَاحُهٗ وَكَمَلَ، وَهَطَلَ رُكَامُهٗ وَهَمَلَ، وَطَاوَعَ السُّؤْلَ وَالْاَمَلَ، وَاَوْسَعَ الْمُرْمِلَ وَالْاَرْمَلَ .

اَحْمَدُهٗ حَمْدًا مَّمْدُوْدًا مَّدَاهُ، وَاُوَحِّدُهٗ كَمَا وَحَّدَهُ الْاَوَّاهُ، وَهُوَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ لِلْاُمَمِ سِوَاهُ، وَلَا صَادِعَ لِمَا عَدَّلَهٗ وَسَوَّاهُ .

اَرْسَلَ مُحَمَّدًا عَلَمًا لِّلْاِسْلَامِ، وَاِمَامًا لِّلْحُكَّامِ .

وَمُسَدِّدًا لِّلرِّعَاعِ، وَمُعَطِّلًا اَحْكَامَ وُدٍّ وَّ سُوَاعٍ .

اَعْلَمَ وَعَلَّمَ، وَحَكَمَ وَاَحْكَمَ .

وَاَصَّلَ الْاُصُوْلَ وَمَهَّدَ، وَاَكَّدَ الْوُعُوْدَ وَاَوْعَدَ .

وَاصَلَ اللّٰهُ لَهُ الْاِكْرَامَ، وَاَوْدَعَ رُوْحَهٗ دَارَ السَّلَامِ، وَرَحِمَ اٰلَهٗ وَاَهْلَهُ الْكِرَامَ .

مَالَمَعَ اٰلٌ، وَمَلَعَ رَالٌ، وَطَلَعَ هِلَالٌ، وَسَمِعَ اِهْلَالٌ، اِعْمَلُوْا، رَعَاكُمُ اللّٰهُ اَصْلَحَ الْاَعْمَالْ، وَاسْلُكُوْا مَسَالِكَ الْحَلَالْ ۔

وَاطَّرِحُوا الْحَرَامَ وَدَعُوْهُ، وَاسْمَعُوْا اَمْرَاللّٰهِ وَعُوْهُ ۔

وَصِلُوا الْاَرْحَامَ وَرَاعُوْهَا، وَعَاصُوا الْاَهْوَآءَ وَارْدَعُوْهَا وَصَاهِرُوْا لُحَمَ الصَّلَاحِ وَالْوَرَعِ، وَصَارِمُوْا رَهْطَ اللَّهْوِ وَالطَّمَعِ ۔

وَمُصَاهِرُكُمْ اَطْهَرُ الْاَحْرَارِ مَوْلِدًا، وَاَسْرَاهُمْ سُوْدَدًا، وَاَحْلَامُهُمْ مَوْرِدًا، وَاَصَحُّهُمْ مَوْعِدًا ۔

وَهَا هُوَ آمَّكُمْ، وَحَلَّ حَرَمَكُمْ ۔

مُمْلِكًا عُرُوْسَكُمُ الْمُكَرَّمَهْ، وَمَاهِرًا لَّهَا كَمَا مَهَرَالرَّسُوْلُ اُمَّ سَلَمَهْ ۔

وَهُوَ اَكْرَمُ صِهْرٍ اُوْدِعَ الْاَوْلَادْ، وَمُلِّكَ مَااَرَادْ ۔

وَمَا سَهَا مُمْلِكُهٗ وَلَا وَهِمْ ۔ وَلَا وُكِسَ مُلَاحِمُهٗ وَلَا وُصِمْ ۔

اَسْأَلُ اللّٰهَ لَكُمْ اِحْمَادَ وَصَالِهٖ، وَدَوَامَ اِسْعَادِهٖ، وَاَلْهَمَ كُلًّا اِصْلَاحَ حَالِهٖ، وَالْاِعْدَادَ لِمَعَادِهٖ ۔

وَلَهُ الْحَمْدُ السَّرْمَدْ ۔ وَالْمَدْحُ لِرَسُوْلِهٖ مُحَمَّدْ (بے نقط خطبہ از مقاماتِ حریری)

اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○

وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا ط اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ط اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ○

ترجمۂ خطبہ

تمام تعریفیں، جمیع حامدین کی ہر زمانے میں خاص ہیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے جو بادشاہِ حقیقی ہے اور لائق تعریف ہے، مالک ہے دوست رکھنے والا ہے، ہر پیدا ہونے والے کو صورت عطا فرماتا ہے اور ہر دھتکارے ہوئے کی

جائے پناہ ہے۔

زمین کو بچھانے والا، پہاڑوں کو مضبوطی عطا فرمانے والا ہے۔

بارش برسانے والا ہے، حاجتیں پوری فرمانے والا ہے۔

بھیدوں کو جانے والا اور ان کا احاطہ فرمانے والا ہے، بادشاہوں کو ہلاک کرنے والا اور ان کا نام ونشان مٹانے والا ہے۔

زمانوں کو لپیٹنے والا اور لوٹانے والا، تمام امور کو بجالانے والا اور ان کو پھیرنے والا ہے۔

جس کی بخشش عام اور کامل ہے جس کے کرم کا بادل پے در پے بدلنے والا اور رواں ہے، وہ حاجتوں کو برلانے والا اور مساکین و بیوگان کو مالدار بنانے والا ہے۔

میں اس کی بے انتہا حمد کرتا ہوں اور اس کو ایک جانتا ہوں جیسا کہ اس کے خلیل ابراہیم علیہ السلام نے اس کو ایک جانا، وہی ایک اللہ ہے اور مخلوق کے لئے اس کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں اور اس کے دوست کیے ہوئے کو کوئی بھی تبدیل کرنے والا نہیں ہے۔

اس نے بھیجا حضرت محمد ﷺ کو اسلام کے لئے کوہِ گراں اور عظمت اسلام بنا کر، جو شاہان زمانہ کے پیشوا ہیں۔

بروں کی اصلاح فرمانے والے، ود اور سواع (بتوں) کے احکام کو مٹانے والے ہیں۔

آپ نے لوگوں کو شرعی احکام بتائے اور سکھائے، ان کو گناہوں سے روکا اور اصول شرع کو مضبوط فرمایا۔

شریعت کے اصول بیان کئے اور ان کو پھیلایا، وعدوں کو پکا کیا اور لوگوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرایا۔

اللہ تعالیٰ آپ کی عظمت کو سلامت رکھے اور آپ کی روح کو جنت کے ٹھکانے سے نوازے اور آپ کے اعزہ واقرباء کو اپنی رحمت خاص سے مالا مال فرمائے۔

جب تک ریت چمکتی رہے، شتر مرغ کا بچہ کودتا رہے، سورج نکلتا رہے اور تلبیہ کی آواز سنی جاتی رہے۔

اے لوگو! اچھے اعمال کرو اللہ تمہاری حفاظت فرمائے اور حلال راستوں پہ چلو۔ حرام کو چھوڑ دو اور پھینک دو، خدا کا حکم سنو اور مانو۔

صلہ رحمی کرو اور اس کی حفاظت کرو اور خواہشات نفسانی کی نافرمانی کرو اور ان کو پورا کرنے سے باز رہو۔

نیکوں اور پرہیز گاروں کو اپنا داماد بناؤ، کھیل کود میں مشغول رہنے والوں اور لالچی لوگوں سے بچو۔

تمہارے داماد پیدائشی شریف ہوں اور سرداری میں بزرگ تر ہوں، اخلاق میں اچھے ہوں اور وعدہ کے اعتبار سے سچے ہوں۔

تمہیں یہ معلوم ہونا چاہئے کہ اس نے تمہارا ارادہ کیا ہے اور تمہارے گھر میں اترا ہے، اس حالت میں کہ وہ نکاح کے ساتھ اپنی باعزت دلہن کو لینے والا ہے۔

اور وہ مہر مقرر کرنے والا ہے جیسا کہ حضور علیہ السلام نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا مہر (دس درہم کی کوئی برتنے والی چیز) مقرر فرمایا۔

اور بہترین داماد وہ ہے جس کی صلب میں اولاد رکھی گئی اور جو چاہے اس کا مالک ہو۔

نہ تو اس سے لڑکی بیاہنے والے نے خطا کی، نہ دھوکہ کھایا، نہ داماد کو دھوکہ ہوا اور نہ اس کو عیب لگایا گیا۔

میں اللہ سے سوال کرتا ہوں کہ تمہارا ملنا بابرکت اور قابل تعریف ہو، ہمیشہ نیک بخت رہو، ہر کوئی اپنی اصلاح میں لگا رہے اور فکر آخرت میں مصروف رہے۔

اور اللہ ہی کے لئے ہمیشہ کی حمد ہے اور تعریف اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے لئے ہے۔

اما بعد

ترجمہ آیت: بے شک ہم نے دوزخ کے لئے بہت سارے جن اور انسان

بنائے، وہ دل تو رکھتے ہیں مگر سمجھ نہیں رکھتے۔ ان کی آنکھیں تو ہیں مگر دیکھتے نہیں، ان کے کان تو ہیں مگر ان سے سنتے نہیں، وہ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی گئے گزرے ہیں اور وہی غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔

مذکورہ آیت کا صرف ایک جملہ آج کی گفتگو کا عنوان ہوگا اور وہ ہے لهم قلوبٌ لا یفقھون بھا ۔ ان کے دل تو ہیں مگر ان میں سمجھ نہیں ہے۔ پتہ چلا کہ

دل ہے وہ دل جو تیری یاد سے معمور رہا
سر ہے وہ سر جو تیرے قدموں پہ قربان گیا

سمجھ والے دل کی اللہ کی بارگاہ میں بڑی اہمیت ہے جبکہ جس دل میں سمجھ ہی نہیں اس کے بارے میں خود قرآن نے فیصلہ فرما دیا کہ ایسا دل رکھنے والا جانوروں سے بدتر ہے۔

قلب المؤمن عرش اللّٰہ تعالیٰ

دل بدست آور کہ حج اکبر است — از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است
کعبہ تعمیر خلیل اطہر است — دل گزرگاہ جلیل اکبر است

حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے ان اشعار میں سے پہلے مصرعہ کا مفہوم پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: ایک معنی تو یہ ہے کہ کسی کا دل نہ دکھانا چاہئے اور دوسرا معنی یہ ہے کہ اپنے دل کو ہاتھ میں لے اور اس کو خوشی وغمی کے اثرات سے محفوظ رکھ یعنی تیرا دل ہر وقت تیرے ہی قبضے میں ہو۔

اور تیسرا مفہوم یہ ہے کہ کسی دل والے کے دل کو تھام لے اور یوں ہی ٹھوکریں نہ کھاتا رہ اور پھر سائل (جو کہ خود بہت بڑا عالم تھا) کو فرمایا اس کے اور بھی بہت سارے معانی ہیں جو آپ کی سمجھ سے بالاتر ہیں رموز سرّ دل بے دل چہ داند

قلوب الاصفیاء لھا عیون
تری مالا یراہ الناظرون

صوفیاء واولیاء کے دلوں کی آنکھیں ہوتی ہیں جن سے وہ وہ کچھ دیکھتے ہیں جو عام دیکھنے والوں کو نظر نہیں آتا۔ (اسی لئے وہ عوام کالانعام اپنے دل کے اندھے پن کی وجہ

سے حسد کی آگ میں جلتے ہوئے محبوبان بارگاہ الٰہی کے دلوں کی لطافتوں، وسعتوں و عظمتوں کا انکار کر دیتے ہیں اور دلائل ان کے پاس بھی ہوتے ہیں مگر ایسے کہ یضل به کثیرًا کا مصداق لہٰذا

کسی کی پرفسوں باتوں سے تم دھوکا نہ کھا جانا
تمہارے سامنے مطلب کے دیوانے بھی آئیں گے

اس حقیقت سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا کہ

حسد کی آگ ہر دور میں اپنی تپش دکھاتی رہی ہے اور بڑے بڑے اس آگ میں جلتے رہے ہیں اور صاحبان دِل کی دلی کیفیات کا انکار کرتے رہے ہیں

آتش رشک و حسد سے سنگ بھی خالی نہیں
دید موسیٰ کو ہوئی اور طور جل کر رہ گیا

(صاحبزادہ نصیر الدین نصیر)

دیکھنے کو دل ایک گوشت کا معمولی سا ٹکڑا ہے مگر اس کی عظمت کا اندازہ اس حدیث سے لگایا جا سکتا ہے جو حدیث قدسی ہے اور صوفیاء کرام نے کتب تصوف میں درجہ فرمائی ہے، جس میں اللہ رب العالمین ارشاد فرماتا ہے **لا یسعنی ارضی ولا سمائی ولکن یسعنی قلب عبدی المؤمن**

جس کا ترجمہ بھی صاحبانِ دل ہی کی زبان سے سنیے:

گفت پیغمبر کہ حق فرموداست — من نہ گنجم ہیچ در بالا وپست
در زمین و آسمان و عرش نیز — من نہ گنجم تو یقیں داں اے عزیز
من بہ گنجم قلب مومن اے عجب — گر تو می خواہی دراں دلہا طلب

نہ میں زمین میں سما سکتا ہوں نہ آسمان میں ہاں قلب مومن میں یہ وسعتیں ہیں کہ میں اس میں بسیرا کروں۔ حضرت سلطان العارفین سلطان باہو علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

دل دریا سمندروں ڈونگے کون دلاں دیاں جانے ہو
وچے بیڑے وچے جھیڑے وچے ونج مہانے ہو

چودہ طبق دلے دے اندر، تنبوو انگن تانے ہو
جہڑا محرم دل دا باہو سویو ای رب پچھانے ہو

ایک عارف کا قول

ایک عارف کا قول ہے کہ اگر عرش اور پوری کائنات دس کروڑ گنا ہو جائے ووضع فی زاویة من زوایا قلب عارف ما احس بہٖ و کیف یحس بالحادث من وسع القدیم (تفسیر سورۂ کوثر، علامہ محمد اشرف سیالوی) اور وہ مومن کے دل کے ایک گوشتے میں رکھ دی جائے تو مومن کے دل کو پروا تک نہ ہو اور کیسے پرواہ ہو کہ یہ سب کچھ تو حادث ہے اور قلب مومن تو قدیم ذات کی گزرگاہ بنا ہوا ہے۔

ارض و سما کہاں تیری وسعت کو پا سکیں
میرا ہی دل ہے وہ کہ جہاں تو سما سکے

دل کی تین قسمیں

حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا:
اے درویش! جب انسان اپنے قلوبِ ثلثہ کو دنیا کی برائیوں سے پاک کر لیتا ہے اور اس طرح تائب ہو جاتا ہے کہ اس کے دل کی خوشبوئیں مخلوق کے دماغ تک پہنچتی ہیں۔ حقیقتاً اسی کی توبہ، توبہ نصوح ہوتی ہے چنانچہ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے قلوب ثلثہ کی یہ تفصیل پیش فرمائی ہے:

کما قال علی کرم اللہ وجههٗ القلوب ثلثه قلب سلیم و قلب منیب و قلب شهید۔ امام قلب السلیم فهو الذی لیس فیه سواء معرفت اللہ تعالٰی۔ و اما قلب المنیب فهو الذی تاب من کل شیءٍ الی اللہ تعالٰی۔ واما قلب الشهید فهو الذی شاهد اللہ فی کل شیء۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں دل تین قسم کے ہوتے ہیں۔ قلب سلیم، قلب منیب اور قلب شہید، قلب سلیم وہ قلب ہے جس میں معرفت الٰہی کے

سوائے کچھ نہیں ہوتا۔ قلب منیب وہ قلب ہے جو ہر شے سے منہ موڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف یکسو ہو جاتا ہے اور قلب شہید وہ قلب ہے جو ہر شے میں مشاہدۂ حق کرتا ہے۔

صفائی قلب اور توبۃ النصوح

حضرت شیخ الاسلام بابا فرید الدین مسعود گنج شکر قدس سرہ نے فرمایا جب کسی شخص کے دل میں مذکورہ تین صفات پیدا ہو جاتی ہیں اور قرار پکڑ لیتی ہیں تو وہ سلیم، منیب، شہید بن جاتا ہے۔ اس کی توبہ توبہ نصوح ہو جاتی ہے اور اگر ابھی تک دنیا اور اس کی خواہشات ہی میں ملوث ہے تو وہ دل مردہ ہے اگر ان عیوب کے زنگ دھل گئے ہیں تو ازل سے ابد تک زندۂ جاوید بن جائے گا۔ بندہ و مولیٰ کے درمیان حجاب آلائش دل ہی کا ہے۔ جب یہ اٹھ جاتا ہے اور بندہ توبہ کرنے سے اپنے آپ کو پاک وصاف کر لیتا ہے تو بندہ و مولا کے درمیان کوئی پردہ حائل نہیں رہتا۔ پس اے درویش! آلائش دل ہی کی خرابی ہے۔ اپنے دل کو تمام خواہشات و مرغوبات سے پاک کر لے تاکہ درمیان کا پردہ نہ رہے لذات و خواہشات نفسانی کی جگہ مشاہدہ و مکاشفہ کے مقامات میسر آ جائیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ ورنہ

بردل اثر گناہ برلب توبہ — در صحت خوش دلی ود تپ توبہ
ہر روز شکستن است و ہر شب توبہ — زیں توبۂ نادرست یا رب توبہ

دل میں گناہ کا اثر ہے اور زبان توبہ کر رہی ہے۔ صحت میں خوش دلی ہو رہی ہے اور بخار میں توبہ کر رہے ہیں۔ آئے دن توبہ توڑنا اور رات کو توبہ کر لینا۔ یا اللہ۔ اس غلط توبہ سے میں توبہ کرتا ہوں۔ (اسرار الاولیاء)

سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک بار اللہ کی بارگاہ میں عرض کیا اے اللہ! تیرا ٹھکانہ کہاں ہے تو حکم ہوا انا عند المنکسرۃ قلوبھم میں ان دلوں کے پاس رہتا ہوں جو میری محبت میں شکستہ ہو چکے ہیں۔ اقبال فرماتے ہیں

غافل تر ز مرد مسلماں نہ دیدہ ام
دل درمیان سینہ و بیگانۂ دل است

میں نے مسلمان سے زیادہ کسی کو غفلت کا شکار نہیں دیکھا کہ اس کے سینے میں دل جیسی عظیم نعمت ہے مگر وہ اس نعمت سے بے خبر ہو کر جی رہا ہے۔

یاد رکھو! ابو جہل اوپر سے حسین و جمیل تھا مگر اس کے دل کی دنیا اجڑی ہوئی تھی۔ اس لئے مردود ہو گیا اور بلال حبشی اوپر سے کالا تھا مگر دل اس کا اتنا روشن تھا کہ بارگاہ خداوندی میں مقبول ہو گیا، کیونکہ دل توجہات الٰہیہ کا مرکز ہے۔ اس لئے شیطانی حملوں کا بھی اس کو زیادہ خطرہ ہے کیونکہ چور خالی گھر میں نہیں آتا اور شیطان اسی مقام پر حملہ آور ہوتا ہے جو ایمان اور حب الٰہی اور عشق رسول سے سرشار ہو۔ اس لئے اس کی حفاظت کی سخت ضرورت ہے اگر خود حفاظت نہ کر سکو تو کسی دل کے چوکیدار سے دوستی کر لو۔

پاسبانی کن کسے درکوئے دل　　　زانکہ دزداانند در پہلوئے دل

گوشت کا لوتھڑا

حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ انسان کے جسم میں ایک ایسا گوشت کا ٹکڑا ہے کہ اذا صلح صلح الجسد کلہ و اذا فسد فسد الجسد کلہ الاو ھی القلب۔

کہ جب تک وہ درست رہے سارا جسم ہی درست رہتا ہے اور اگر وہ خراب ہو جائے تو سارا جسم خراب ہو جاتا ہے۔ سن لو! کہ وہ دل ہے

پاک ہوویں تے پاک ملے بن پاکوں پاک نئیں ملدا
سارے جسم دے دھوون نالوں توں دھولے ٹکڑا دل دا

ابو جہل ساری عمر اپنے ظاہر اور باہر کو دھوتا رہا۔ دل کی صفائی کی طرف توجہ نہ کی اور لعنتی بن گیا۔ بلال حبشی نے اندر کو دھو لیا اور جنت کی سیر کا حقدار ہو گیا۔ حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر علیہ الرحمۃ نے کیا خوب کہا

باہروں مَل مَل دھوندیے　　　اندروں مَل مَل دھو

دل پہ دلدار یک ہر وقت نظر رہتی ہے

حدیث شریف میں ہے: ان اللہ لا ینظر الی صورکم ولا الی اعمالکم ولکن ینظر الی قلوبکم ونیاتکم

بے شک اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور اعمال کی طرف نہیں دیکھتا، وہ تو
تمہارے دلوں اور نیتوں کو دیکھتا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دل اللہ تعالیٰ کا منظورِ نظر ہے کہ خدا اس کو دیکھتا رہتا ہے اور جو کسی دنیا کے بادشاہ یا وزیر کا منظورِ نظر ہو جائے دنیا میں اس کی شان بڑھ جاتی ہے تو پھر اس دل کا کیا مقام ہوگا جو خدا کا منظورِ نظر ہے ۔ دل پہ دلدار کی ہر وقت نظر رہتی ہے۔

لہٰذا اہل دل نے کہا ہے کہ

کھلونا سمجھ کر نہ توڑو اسے
یہ مٹی کی مورت بڑی چیز ہے

اور اس دل کی دنیا کے بے آباد ہونے پر شاعر مشرق علامہ اقبال نے یوں ماتم کیا۔

دل مردہ دل نہیں ہے اسے زندہ کر دوبارہ
کہ یہی ہے امتوں کے "مرضِ کہن" کا چارہ

اللہ تعالیٰ نے آنکھیں، کان، ہاتھ، پاؤں دو دو بنائے مگر دل ایک بنایا، کیوں؟ اس لئے کہ یہی ایک دل ایک اللہ کی محبت کا مرکز ہے چونکہ اس کا مرکز محبت بھی یکتا ہے اس لئے اس میں بھی شان یکتائی کو رکھ دیا گیا ہے۔

۔ محبت ایک سے ہوتی ہے ہزاروں سے نہیں ہوتی

اور جس سے بھی ہوتی ہے اس ایک ہی کی وجہ سے ہوتی ہے یہی تصوف کا بنیادی اصول ہے جس کی اصل قلب مومن ہے۔ لہٰذا دل کی دنیا کو یادِ خدا سے آباد رکھو ورنہ وہ حال ہوگا کہ

۔ دلے دارند ومحبوبے نہ دارند

دل وہ نگر نہیں کہ پھر آباد ہو سکے
پچھتاؤ گے ضرور یہ بستی اجاڑ کے

ہم دنیا والوں نے اپنے دنیوی محبوب کو دیکھنا ہو تو نگاہیں اٹھا کر دیکھتے ہیں مگر دل

والوں نے محبوب کا دیدار کرنا ہو تو نگاہیں جھکا لیتے ہیں کیونکہ ان کے

دل کے آئینے میں ہے تصویر یار
جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

کسی بادشاہ نے آنا ہو تو جس محکمے کا دورہ کرنا ہو اس محکمے کے دفاتر کو خوب سجایا جاتا ہے حالانکہ بادشاہ نے صرف ایک نظر ہی دفاتر دیکھنے ہوتے ہیں مگر دل وہ ہے کہ بادشاہوں کا بادشاہ اس کو ایک نظر نہیں بلکہ ینظر "فعل مضارع" کا صیغہ ہے کہ اللہ کی ہر وقت اس پر نظر ہوتی ہے لہٰذا اس کو بھی حسد، بغض، ریا، تکبر کی غلاظتوں سے صاف رکھو پھر اس کی نگاہ پڑے گی تو دل اس کے جلووں کا مرکز بن جائے گا۔ پھر تمہاری نظر سے بھی ہزاروں دل بدل جائیں گے جب تمہارے دل کا رخ محبوب حقیقی کی طرف ہو جائے گا اور یہ اس وقت ہو گا کہ جب تو کسی صاحب دل کا دامن دل تھام لے گا کہ جس کا دل واقعی عرش اللہ ہو۔

مندرجہ بالا حدیث میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں اور نیتوں کو دیکھتا ہے چونکہ نیت کا تعلق بھی دل کے ساتھ ہے اس لئے اس کی تشریح میں حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ کا ایک شعر جو ہماری اپنی زبان میں ہے وضاحت کے لئے کافی رہے گا چنانچہ آپ فرماتے ہیں

جے رب نہاتیاں دھوتیاں ملدا — ملدا ڈڈواں مچھیاں ہو
جے رب ملدا مون منایاں — تاں ملدا بھیڈاں سسیاں ہو
جے رب ملدا جتیاں ستیاں — تاں ملدا داندان خصیاں ہو
رب انہاں نوں ملدا باہو — نیتاں جنہیاں دیاں اچھیاں ہو

اب تو آجا اب تو خلوت ہو گئی

سنگ مرمر کی کوٹھی ہو لیکن کوئی اس میں رہتا نہ ہو تو دیواروں پہ گوبر ہو گا اور اندر باہر ویرانی ہی ویرانی ہو گی نہ کوئی شمع جلے نہ اس کے کوئی قریب جائے' بھوت بنگلہ دکھائی دے۔ دل خدا کا گھر ہے اس میں اس کی یاد کی شمع جلتی رہے تو آباد ہے کہ اس پر شیطان

حملہ نہ کر سکے اور نہ ہی نفس کا قبضہ ہو سکے، دنیوی زندگی میں فرصت کے ان لمحات کو غنیمت جان کر دل کی اندھیری کوٹھڑی میں یادِ الٰہی کی شمع جلا کر دل کی دنیا کو آباد کر لیا جائے تا کہ دل یار کی آمد کے قابل ہو جائے۔ حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی فرماتے ہیں

ہر تمنا دل سے رخصت ہو گی اب تو آ جا اب تو خلوت ہو گئی

واقعات کی روشنی میں

بیٹھے رہیں تصورِ جاناں کیے ہوئے

حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ کی ایک دفعہ بڑی عجیب حالت ہو گئی کہ آنکھوں سے خون ٹپکنے لگا اور اپنے آپ سے باہر دکھائی دینے لگے جب عالم صحو میں آئے تو ارشاد فرمایا کہ میں نے ایک قدم اٹھایا تو عرش پہ جا پہنچا اور صدا دی اے عرش میں نے سنا ہے میرا محبوب حقیقی تیرے اوپر رہتا ہے۔ (الرحمٰن علی العرش استوی) عرش پکار اٹھا کہ مجھ میں تو بات کرنے کی طاقت نہیں مگر سنیئے! مجھے تو خود اس کا پتہ یہ بتایا گیا ہے کہ وہ تیرے دل کے عرش پہ رہتا ہے حیرانگی ہے کہ زمیں والے اس کو عرش پہ تلاش کرتے ہیں اور عرش والے اس کو زمین پہ سمجھ رہے ہیں۔ (اسرار الاولیا ص ۱۳۹)

دل ڈھونڈتا ہے پھر وہی فرصت کے رات دن
بیٹھے رہیں تصورِ جاناں کئے ہوئے

(غالب)

محبوب کی یاد میں رہنا

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کی بارگاہ میں عرض کیا یا اللہ! وہ کون سا عمل ہے جو میں کروں اور تیرا پیارا ہو جاؤں فرمایا اے موسیٰ! وہ عمل تو بڑا مشکل ہے بس اتنی بات ہوئی اور اس کے بعد خاموشی ہو گئی۔ موسیٰ علیہ السلام انتظار کرتے کرتے جواب میں دیر ہونے کی وجہ سے بے قرار ہو کر رونے لگے کہ کہیں میرا اللہ مجھ سے ناراض تو نہیں ہو گیا۔ اللہ کی طرف سے پیغام آیا کہ بس یہی میری یاد اور انتظار میں رونا ایسا عمل ہے کہ جس سے بندہ

میرا محبوب ہو جاتا ہے۔ (خطبات شیر ربانی ص ۱۲۷)

حضرت سلطان العارفین سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۔

کوک دلا متاں رب سن لئی درد منداں دیاں آہیں ہو
سینہ میرا دردیں بھریا، اندر بھڑکن بھاہیں ہو
تیلاں باجھ نہ بلن مثالاں درداں باجھ نہ آہیں ہو
آتش نال یارا نہ لا کے، باہو بھمبٹ سڑن کہ ناہیں ہو

دل کی سختی

ایک حدیث میں ہے کہ بنی اسرائیل کے کسی گناہ گار شخص نے ایک مرتبہ اللہ کی بارگاہ میں عرض کیا یا رب کم اعصیك وانت لا تعاقبنی اے اللہ! میں تیری کتنی نافرمانی کروں گا حالانکہ تو مجھے سزا نہیں دیتا۔ اللہ تعالیٰ نے اس زمانے کے نبی علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ اس احمق سے کہہ دو کہ کیا یہ سزا کم ہے۔ ان جمود عینیك و قساوة قلبك استدراج منی وعقوبة لو عقلت (ضیاء القرآن آخری جلد ص ۳۴۱)

اگر تو سمجھے تو تیری آنکھوں کا نہ برسنا اور تیرے دل کا سخت ہو جانا میری طرف سے مہلت اور سزا ہی تو ہے۔

رقّت قلب

ہر برتن سلامت رہے تو قیمتی رہتا ہے مگر دل کا برتن ٹوٹ جائے تو قیمتی ہو جاتا ہے

انا عند المنکسرة قلوبهم

تو بچا بچا کے نہ رکھ اسے تیرا آئینہ ہے وہ آئینہ
جو شکستہ ہو تو عزیز تر ہے دکان آئینہ ساز میں

حضرت خضر علیہ السلام نے کشتی توڑ دی کیونکہ سلامت رہتی تو بادشاہ قبضہ کر لیتا (یاخذ کل سفینة غصبا) دل کی کشتی کو شیطان کے قبضہ سے بچانے کے لئے اس پر یادِ خدا کی ضرب لگا کر اسے شکستہ کر دو کیونکہ شیطان ٹوٹے دل پر قبضہ نہیں کر سکتا۔

(الا عبادك منهم المخلصین)

مولانا روم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں جب اللہ تعالیٰ کسی سے پیار فرماتا ہے تو اس کو رقت قلب اور آہ وزاری کی دولت عطا فرما دیتا ہے

چوں خدا خواہد کہ مایاری کند
میل مارا جانب زاری کند

دل شکستہ

خوف خدا کے پتھر سے دل کے شیشے کو توڑ دینا مردانِ حق کا شیوہ ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے بھی ایک بار بارگاہ خداوندی میں عرض کیا این اطلبك قال عند المنكسرة قلوبهم ۔ اے اللہ! میں تجھے کہاں تلاش کروں؟ فرمایا ٹوٹے ہوئے دلوں کے پاس، عرض کیا مجھے تو اپنے دل سے زیادہ کوئی دل دکھائی نہیں دیتا۔ فرمایا بس پھر جہاں تو ہے وہیں میں ہوں۔ (کشف المحجوب ص ۲۲۷)

چوں کار مخلصاں آمد خطرناک — گناہ گاراں برند ایں کوئے چالاک
نہ بیند مرد خودبیں بادشاہ را — انین المذنبیں باید خدا را

آدم علیہ السلام سے گناہ نہیں ہوا تھا کیونکہ گناہ کے لئے ارادہ ہونا ضروری ہے اور اللہ فرماتا ہے: فنسی ولم نجدلهٗ عزمًا ۔ وہ بھول گئے تھے ان کا ارادہ نہ تھا۔ بھول کر ہم روزے کی حالت میں گندم کی پانچ روٹیاں بھی کھالیں تو روزہ بھی نہیں ٹوٹتا اور پیٹ بھی بھر جاتا ہے پھر آدم علیہ السلام ایک دانے کے کھانے پر زمین پہ کیوں اتار دیئے گئے؟ یہی شکستگیٔ دل پیدا کرنے کے لئے ندامت کا احساس دلانے کے لئے کہ شاید مجھ سے کتنا بڑا جرم ہو گیا ہے کیونکہ اللہ کا خلیفہ بننا تھا جو معمولی منصب تو نہیں ہے۔

کہ دانا خاک میں مل کر گل و گلزار ہوتا ہے

رونا دھونا بندے کی میراث ہے، یہ متاع پاس ہو تو بازار عشق میں قیمت لگتی ہے، پھر کوئی رومی بنتا ہے کوئی جامی اور ندامت کے آنسو دریائے رحمت خداوندی میں ہلچل مچا دیتے ہیں۔

عطار ہو، رومی ہو، غزالی ہو کہ رازی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہ سحر گاہی

ایک روایت میں ہے کہ اللہ رب العالمین نے ارشاد فرمایا:

انین المذنبین احب الی من تسبیح المقربین (عرفان ج اص ۲۴۷)

گناہ گاروں کا میرے خوف سے رونا مجھے نیکو کاروں کی تسبیح وتہلیل سے زیادہ محبوب ہے۔اس موقع پر یہ کہنا بہت مناسب لگتا ہے کہ

متاع بے بہا ہے درد و سوز آرزو مندی
مقام بندگی دے کر نہ لوں شان خداوندی

دل کی امیری

عن جابر ابن عبداللّٰہ الانصاری رضی اللّٰہ عنہ قال کنا عند رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اذ جاء ہ رجل بمثل بیضہ من ذھب فقال یا رسول اللّٰہ اصبت ھذہ من معدن فخذھا فھی صدقہ ما املك غیرھا فاعرض عنہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر تھے کہ ایک بندہ انڈے کے برابر سونا لے کر حاضر ہوا اور عرض کیا: حضور! یہ مجھے کان (معدن) سے ملا ہے یہ لے لیجئے میرے پاس اس کے علاوہ اور کچھ نہیں پس یہ میری طرف سے صدقہ سمجھیں۔حضور علیہ السلام نے اپنا چہرہ انور دوسری طرف کر لیا۔وہ شخص ادھر سے آیا اور پھر پہلے کی طرح عرض کیا فاعرض عنہ ۔ آپ نے پھر منہ پھیر لیا۔ثم اتاہ من خلفہ ۔ پھر وہ پیچھے کی طرف سے آیا اور اسی طرح عرض کیا یعنی صدقہ کہہ کر ساتھ یہ بھی کہتا کہ میرے پاس اور کچھ نہیں۔فاخذھا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فحذفہ فلوا صابتہ لا وجعتہ اولعقرتہ آپ نے وہ سونے کا ٹکڑا پکڑا اور اس قدر غصے سے اس کی طرف پھینکا کہ اگر اس کو لگ جاتا تو وہ زخمی ہو جاتا۔فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یاتی احدکم بما یملك فیقول ھذہ صدقہ ثم یقعد یستکف الناس خیر الصدقۃ ما کان عن ظھر غنی

(ابوداؤد شریف ص ۲۳۵)

پھر آپ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص اپنی ساری ملکیت لے کر آ جاتا ہے اور کہتا ہے یہ صدقہ ہے پھر خود بیٹھ جاتا ہے اور دوسروں کے آگے ہاتھ پھیلانا شروع کر دیتا ہے، سنو! صدقہ وہی ہے جو دل کی امیری سے دیا جائے۔

مگر جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ غزوۂ تبوک کے موقع پہ گھر سے سوئی تک اٹھا لائے اور عرض کیا سب کچھ تو آپ کی خدمت میں حاضر کر دیا ہے۔ باقی رہے گھر والے تو ابقیت لھم اللّٰہ و رسولہ ان کے لئے اللہ اور اس کا رسول ہی کافی ہے۔ حضور نے ان کو تو ایسا نہ فرمایا اور سب کچھ رکھ لیا کیونکہ وہ پوچھنے پر بھی کہہ رہے ہیں کہ مجھے اللہ اور اس کا رسول کافی ہے اور یہ بندہ بغیر پوچھے ہی بار بار کہہ رہا ہے کہ میرے پاس اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ ابوبکر کے پاس دل کی امیری تھی اور یہ دل کا فقیر تھا۔ دل غنی ہو تو خالی جھولی بھی بھری رہتی ہے ورنہ سارے جہاں کی دولت اکٹھی کر کے بھی غریب کا غریب ہے۔

فقیر کی دو قسمیں

بزرگانِ دین فرماتے ہیں فقیر دو طرح کے ہوتے ہیں ایک وہ فقیر جو در در سے بھیک مانگتا پھرتا ہے اور دوسرا وہ فقیر کہ جس سے ساری دنیا مانگتی پھرتی ہے۔ اس کا ہاتھ خدا کے خزانوں میں ہوتا ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتے اور وہ ساری دنیا بھی اکٹھی کر لے تو اس کا اپنا دامن پھر بھی خالی کا خالی رہتا ہے۔ اس نے اپنی میں کو مار لیا ہے اور وہ در بدر میں میں کرتا پھر رہا ہے۔

بکری کرے ''میں میں میں'' گلے چھری پھراوے
منیا کرے ''میں نہ میں'' سب کے من کو بھاوے

علماء نے فرمایا کہ جو کمال کی نسبت اپنی طرف کرتا ہے وہ فیضان نبوت سے محروم ہو جاتا ہے جیسا کہ سلیمان علیہ السلام کی بارگاہ میں جن نے کہا تھا انی علیہ لقوی امین ۔ میں تخت لیکر آؤں گا کیونکہ میں بڑا با کمال، قوت والا ہوں مگر خدا کو پسند نہ آیا کہ میرے نبی کے دربار میں اپنی قوت و کمال کی بات کرے، قال الذی عندہٗ علمٌ من الکتب انا

اتیک بہ قبل ان یرتد الیک طرفک جن نے مجلس برخاست ہونے سے پہلے پہلے تخت لانے کی بات کی اور اپنا کمال بتایا اور یہ آنکھ جھپکنے سے پہلے کی بات کر رہا ہے مگر اپنا کمال نہیں بلکہ ھذا من فضل ربی ۔

شور دریا سے یہ کہتا ہے سمندر کا سکوں
جس کا جتنا ظرف ہے اتنا ہی وہ خاموش ہے

خاکساران جہاں را بحقارت منگر

یہاں ایک اور بات بھی یاد رہے کہ کسی کو فقیر و غریب دیکھ اس سے نفرت نہ کرو ہو سکتا ہے اس پر تم سے زیادہ اللہ کا فضل ہو۔ کیونکہ غریبی اور امیری تو دو حال ہیں، خدا کی مرضی ہے جس کو جس حال میں چاہے رکھے۔ غریب سے نفرت کرنے والا اگر کلمہ بھی پڑھتا ہے تو یہ سوائے منافقت کے کچھ نہیں ہے کیونکہ حضور نے فرمایا مجھے فقر پہ فخر ہے اور آپ یہ دعا بھی کرتے تھے اے اللہ مجھے مسکین زندہ رکھ، مسکینی کی حالت میں موت دے اور قیامت کے دن مجھے مسکینوں کے زمرے میں شامل کرنا۔

کیونکہ کبھی فقیری و غریبی بندے کو اللہ کا محبوب بنا دیتی ہے اور کبھی امیری و سرمایہ داری انسان کو قارون بنا دیتی ہے۔ طالب مولیٰ رہ کر دنیا بھی چلائے تو کوئی حرج نہیں اور طالب دنیا بن کر بے دین ہو جائے تو یہی سب سے بڑی لعنت ہے جس کے بارے فرمایا گیا ہے الدنیا جیفه و طالبها کلاب دنیا غلاظت و مردار ہے اور اس کے طالب کتے ہیں۔

طالب الدنیا و توفیرا تها　　طالب العلم و تدبیرا تها

(مولائے روم)

حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ نے اسی بات کو ہماری زبان میں یوں سمجھایا ہے

دنیا ڈھونڈن والے کتے در در پھرن حرانی ہو
ہڈی اتے ہوڑ تہاندی لڑدیاں عمرو ہانی ہو
عقل دی کوتاہ سمجھ نہ جانن پیون لوڑن پانی ہو
باجھوں ذکر رہتے دے باہو کوڑی رام کہانی ہو

قلب مصطفیٰ ﷺ

مندرجہ بالا ساری باتیں تو ولی اللہ اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے دلوں کی ہیں پھر قلب مصطفیٰ علیہ السلام کی شان کیا ہوگی کہ جس پہ تیس پارے قرآن اترا ہے۔(فانه نزله علی قبلك)

اسی لئے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ حضور علیہ السلام کے ایک ایک عضو کی تعریف کرتے کرتے سر کے بالوں سے لیکر پاؤں کے ناخنوں پہ سلام پڑھتے پڑھتے جب قلب محبوب خدا پہ آتے ہیں تو قلم رکھ کر توقف فرماتے ہیں کہ جس کے پاؤں کے ناخن اور جسم کے ایک بال کی تعریف کا حق ادا نہیں ہوسکتا اس کے دل جو انوار وتجلیات ربانی کا مرکز اور علم وحکمت، ایمان وایقان، رشد و ہدایت کا منبع، مصدر اور مرکز ہے اس دل کی میں کیا تعریف کروں تاہم کچھ نہ کچھ تو لکھنا ہی ہوگا چنانچہ ایک شعر سلام کا لکھا جس سے کچھ نہ کچھ سمجھ آئی بھی اور بہت ساری سمجھ نہ بھی آئی۔ اور وہ شعر یہ ہے

دل سمجھ سے وراء ہے مگر یوں کہوں
غنچۂ راز وحدت پہ لاکھوں سلام

ہمارا دل سینے میں ہو مگر حرکت نہ کرے تو ہم مردہ مگر نبی اکرم علیہ السلام کا قلب منور سینے سے نکال بھی لیا گیا اور طشت میں رکھ دیا گیا مگر آپ اس کو دیکھ رہے تھے کہ فیه عینان تبصران و اذنان تسمعان ۔ دل میں بھی دو آنکھیں (چہرۂ مصطفیٰ) دیکھ رہی تھیں اور دو کان تھے جو سب کچھ سن رہے تھے۔

جس نبی کا سینہ الم نشرح کی شان والا ہو، اس کے دل کی کیفیات کا اندازہ کون کر سکتا ہے، کیونکہ سینہ تو دل کی حفاظت کے لئے چوکیدار کا کام کرتا ہے تو جس کے دل کے چوکیدار کی شان الم نشرح ہے اس مالک مکان ولامکان' محبوب مالک دو جہاں، جانِ کائنات بلکہ روح کائنات کے قلب اطہر کی شان کیا ہوگی۔

اے ہزاراں جبرئیل اندر بشر　　اے مسیحانِ نہاں درجوف خر

(مولانا روم)

ان اللّٰـه تـعالٰی نظر فی قلوب العباد فوجد قلب محمد خیر قلوب العباد فاصطفاہ لنفسه (سیرت محمد رسول اللہ ص ۱۱۵)

بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام بندوں کے دلوں میں نگاہ ڈالی تو تمام دلوں میں سے قلب مصطفیٰ کو سب سے بہتر پایا۔ پس اللہ نے اس کو خاص اپنے لئے چن لیا۔

والبلد ہے تیرے مکان کی قسم　　لعمرك ہے تیری جاں کی قسم
والعصر ہے تیرے زماں کی قسم　　تیرے رہنے کی جا کا کیا کہنا

اور جب

سینے کی صفت ہے الم نشرح
تیرے دل کی فضا کا کیا کہنا

روح اور جسم

انسان دو چیزوں سے عبارت ہے، جسم اور روح جسم عالم اسفل (مٹی، پانی، آگ اور ہوا) سے مرکب ہے اور روح عالم امر کی چیز ہے (قل الروح من امر ربی) جسم کی مماثلت اس دنیائے مادیات کے ساتھ ہے اور روح کی مماثلت عالم انوار وتجلیات کے ساتھ ہے، جسم دنیا کی غلاظتوں کا مظہر ہے اور روح رب ذوالجلال کی طہارتوں کا مرقع ہے، جسم میں وہ اوصاف ہیں جو اس مادی دنیا میں پائے جاتے ہیں اور روح ان صفات کی حامل ہے جو رب کعبہ کی ذات سے متعلق ہیں اسی لئے جسم سو جاتا ہے کیونکہ اس دنیا کے تمام مادے سو جاتے ہیں اور روح نہیں سوتی اس لئے کہ یہ اس کی صفات کا مظہر ہے کہ جس کو نہ نیند آتی ہے نہ اونگھ، **لاتاخذه سنة ولا نوم** ۔ جسم ہنسنے سے خوش ہوتا ہے اور روح کو رونے سے لذت آتی ہے، جسم کھا کر مزے لیتا ہے اور روح بھوکا رہنے سے مزے لیتی ہے، جسم کھانے سے قوی ہوتا ہے اور روح نہ کھا کر طاقتور ہوتی ہے، جسم نہ کھا کر کمزور ہوتا ہے اور روح کھانے سے کمزور ہوتی ہے اور روزے رکھنے سے قوی ہوتی ہے۔ جسم دکھائی دیتا ہے کیونکہ دنیا کی ہر چیز نظر آتی ہے اور روح نظر نہیں آتی حالانکہ سارے جسم میں موجود ہے کیونکہ ایسی لطیف ہے کہ دکھائی نہیں دیتی اور اس کی صفات کا

مظہر ہے جو ساری کائنات میں ہو کر بھی دکھائی نہیں دیتی۔ مولائے روم فرماتے ہیں

تن زجان و جاں زتن مستور نیست
لیک کس رادید جاں دستور نیست

اللہ تعالیٰ اگر کائنات سے ایک لمحہ کے لئے بھی نظر ہٹالے تو کائنات خاک کا ڈھیر ہو جائے اور روح کا اگر جسم سے تعلق نہ رہے تو جسم گل سڑ جائے۔ معلوم ہوا کہ جسم ایک پردہ ہے۔ حقیقت ساری روح میں ہے۔ جسم سونے سے مرجاتا ہے (النوم اخت الموت) اور روح جسم کے سونے سے آزاد ہو جاتی ہے۔ پوری دنیا کی سیر کرتی رہتی ہے جسم سو کر خوش ہوتا ہے اور روح رات کو جاگنے سے مسرور ہوتی ہے جس طرح جسم دنیوی کمالات کا آخری نکتہ اور منتہائے دماغ ہے اس طرح روح جب عالم روحانیت کی منازل طے کرتی ہے تو اس کا منتہا دل ہوتا ہے، روح کے سارے کمالات کا مرکز ومحور دل ہے اور یہ دل وہ گوشت کا لوتھڑا نہیں جو نظر آتا ہے اور جس کا کام خون کو گردش دینا ہے، یہ تو صرف جسم کا دل ہے جبکہ روح کا دل وہ ہے جس کا تعلق عالم امر سے ہے اور اس میں وہ وسعتیں ہیں جو زمین وآسمان میں بھی نہیں ہیں اور اسی کے بارے میں کہا گیا ہے

دل کا حجرہ صاف کر جاناں کے آنے کے لئے

اور علامہ اقبال اس دلِ روح کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ مقام مصطفیٰ ہے

دردل مسلم مقام مصطفیٰ است
آبروئے ماز نامِ مصطفیٰ است

گوشت کا دل تو ہر کسی کے سینے میں ہے اور حرکت کر کے اپنی زندگی کا ثبوت بھی دے رہا ہے اور روح کا قلب کسی کسی کا حصہ ہے جب یہ کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص زندہ دل ہے یا قرآن پاک میں ہے: لمن کان له قلب ۔ تو اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ باقیوں کے سینوں میں دل ہی نہیں ہے یا اس میں حرکت نہیں رہی۔

روح عقل اور نفس

بعض نے یہ کہا ہے کہ روح نفس اور عقل ایک ہی شئی کے نام ہیں دنیا سے تعلق ہو تو

عقل کہلاتی ہے۔شہوات سے تعلق ہو تو نفس کہا جاتا ہے۔رب سے تعلق ہو تو اس کو روح کہتے ہیں حالانکہ عقل کا تعلق اگرچہ دنیا سے بھی ہو پھر بھی اس کی تعریف ''نور'' سے کی گئی ہے۔**العقل نور فی بدن الادمی** ۔ تو جب یہ روح بن کر رب سے تعلق قائم کر لے تو پھر اس کو کیوں نہ ''نور علیٰ نور'' کہا جائے۔تو جو عقل کو نہ سمجھ سکے وہ روح کو کیا سمجھیں گے اس لئے فرمایا **قل الروح من امر ربی و ما اوتیتم من العلم الاقلیلا** ۔ کہ جب تم عقل کی پرواز نہیں سمجھ سکتے تو روح کی بلندیوں کو کیسے پا سکتے ہو کیونکہ یہ امر ربی ہے اور امر ربی کیا ہے **انما امرہ اذا اراد شیئا ان یقول لهٗ کن فیکون** ۔ وہ ارادۂ الٰہی ہے اور ارادہ الٰہی کیا ہے؟**فعال لما یرید، یفعل ما یشاء** ۔ وہ مشیت و رضا الٰہی ہے اور رضائے الٰہی کیا ہے وہی جو رضائے محبوب الٰہی ہے۔

رب کعبہ کی رضا میں ہے رضائے مصطفیٰ
ہے رضائے مصطفیٰ میں رب کعبہ کی رضا

جسم و روح کی پرواز

جسم کی پرواز گور تک ہے اور روح کی پرواز عرش تک ہے، جسم کی آواز محدود فاصلے تک جاتی ہے اور روح کی آواز تحت الثریٰ سے عرش معلیٰ تک جاتی ہی نہیں بلکہ ہلچل مچا دیتی ہے کیونکہ جب خدا زباں بن جائے تو خدائی آواز کے آگے کوئی شئی رکاوٹ نہیں بن سکتی پھر مسجد نبوی میں **یا ساریۃ الجبل** کی آواز ملک نہاوند تک جاتی ہے اور بطن مادر میں لوح محفوظ پہ چلتے قلم کی آواز سنائی دیتی ہے اور جس طرح آگے دیکھتی ہے اس طرح پیچھے بھی دیکھتی ہے اور جس کو کوئی نہیں دیکھ سکتا اس کو بھی دیکھ لیتی ہے۔**انی اریٰ ما لا ترون واسمع مالا تسمعون** محبت و رحمت، نیاز و گداز کے سارے چشمے روح سے ہی پھوٹتے ہیں۔روح وہ نور ہے جس سے شاہراہ حیات جگمگا اٹھتی ہے جسمانی سمع و بصر کا دائرہ بالکل محدود ہے جبکہ روحانی سمع و بصر چونکہ لامحدود ذات کا جلوہ ہے اس لئے اس کی ''رینج'' لامحدود ہے۔جسم مجبور ہے روح ایسی مختار ہے کہ آنکھ جھپکنے میں تخت بلقیس بھی لا سکتی ہے اور مردوں کو زندہ بھی کر سکتی ہے۔

گوتم بدھ نے روح کی حفاظت کے لئے جسم کو فنا کر دیا، گوشت تو گوشت سبزی اور دال کھانا بھی چھوڑ دیا، کسی نے جسم کو زندہ رکھا تو روح کو ایسا مارا کہ جنت و دوزخ کا بھی انکار کر دیا۔ اسلام نے روح و جسم دونوں کو سنبھالنے کا حکم دیا۔ مسلمان اگر جسم پالے تو المؤمن القوی خیر من المومن الضعیف ۔ طاقتور مسلمان کمزور سے بہتر ہے کہ اس سے کفر مٹے گا اسلام پھیلے گا۔ روح پہ محنت کرنے والے کو ولی اللہ بنا دیا۔ جسم کی غذا سحری، افطاری اور عید ہے روح کی غذا روزہ، نماز اور تہجد ہے۔ مسلمان نہ کھائے تو روزہ کھالے تو عید بچ جائے تو غازی مرجائے تو شہید۔

جسم و روح کی غذا

گیارہ مہینے کھا کر جسم کو مضبوط کیا جاتا ہے ایک ماہ کے روزے رکھ کر روح کو طاقتور بنایا جاتا ہے تا کہ انسان کو اس کا اصل مقام عالم ارواح بھی یاد رہے۔ جب یہ گناہوں سے پاک تھا اور حریم کبریا میں رہتا تھا کیونکہ جسم سفلی دنیا کا باشندہ ہے۔ خلقه من تراب ۔ اس لئے اس کی خوراک بھی اسی جہان کی ہے اور روح اعلیٰ علیین سے ہے اسی وجہ سے جسم مر کر مٹی میں جاتا ہے اور روح اعلیٰ علیین میں چلی جاتی ہے۔ کل شیء یرجع الی اصله ۔ ہر شی اپنی اصل کی طرف لوٹتی ہے۔ فرشتوں کی غذا کیا ہے ونحن نسبح بحمدك کیونکہ یہ اوپر والے ہیں اور یہی غذائے روح بھی ہے الا بذکر اللہ تطمئن القلوب ۔ زندگی درحقیقت روح کو زندہ رکھنے کا نام ہے جیسا کہ فرمایا گیا مثل الذی یذکر ربه والذی لایذکره کمثل الحی والمیت ۔ خالی جسم کو زندہ رکھنا کوئی زندگی نہیں بلکہ

زندگی زندہ دلی کا نام ہے
مردہ دل کیا خاک جیا کرتے ہیں

رب کو یاد کرنے سے دل و روح زندہ رہتے ہیں اور ان کے صدقے جسم کا کام بھی چلتا رہتا ہے۔

کیونکہ جسم کی غذائیں عام حیوانات کا خاصہ ہے کہ اس کو دال دلیہ ملتا رہے تو خوش

رہتا ہے۔اس کی خوشی کے لئے فرمایاو فی السمآء رزقکم وما توعدون اورروح ہروقت عبادت وذکر کی تلاش میں رہتی ہے۔اس کے لئے فرمایااذا مررتم بریاض الجنة فارتعوا ۔ جب تم جنت کی کیاریوں سے گزروتو چرلیا کرواور جنت کی کیاریاں ذکرالٰہی کی مجلسیں ہیں۔

یہ عنصری جسم اس علوی مخلوق (روح) کے لئے بمنزلہ چھلکا اور سواری کے ہے۔اس لئے اس کو دابہ فرمایا گیا۔وما من دابة فی الارض الا علی اللہ رزقھا ۔ یہی وجہ ہے کہ توالدوتناسل بھی انسان کے رزیل مقامات سے ہوتا ہے۔انا خلقنا الانسان من نطفة

اقسام نفس

اس لئے انسان میں دونوں خواہشات رکھ دی گئیں اما شاکرا واما کفورا ۔جسم اگر ہار جائے اور روح جیت جائے تو نفس امارہ، نفس مطمئنہ، لوامہ، راضیہ اور مرضیہ بن جاتا ہے پھراس کو ندا آتی ہے یا ایتھا النفس المطمئنة ارجعی الی ربك راضیة مرضیة نفس بہیمی کی قوت مادی غذاؤں اور اخلاق رزیلہ سے ہےاوراس کا داعی شیطان لعین ہےاور نفس مطمئنہ کی غذا ذکروفکراور اعمال صالحہ ہےاوراس کا داعی اللہ، رسول ہیں جو رؤف ورحیم ہیں۔من اعرض عن ذکری فان له معیشةً ضنکًا ۔ اس سے مراد بھی روح کی معیشت کی تنگی ہے کہ وہ سارے جہاں کی دولت حاصل کر کے بھی روحانی سکون نہیں پا سکتی ورنہ ہزاروں لوگ ذکرالٰہی سے منہ موڑ کر معاشی طور پہ بے حد خوشحال ہیں اور اگر اس سے مراد ظاہری رزق کی تنگی ہوتو اگلے جملے کا مفہوم یعنی پرہیز گار جو دنیا میں غربت کی زندگی گزارتا رہا اس کے حق میں درست نہ ہوگا کہ اس کو کس جرم میں قیامت کے دن اندھا کر کے اٹھایا جائے گا۔(ونحشرهٗ یوم القیمة اعمٰی)

اقسام رزق

ایک جسمانی رزق ہےوما من دابة فی الارض الاعلی اللہ رزقھا دوسرا روحانی رزق جس سے دل وروح سکون پاتے ہیں۔الابذکر اللہ تطمئن القلوب ۔

جس انسان کو کبھی مادی دنیا میں فقر و فاقہ کا سامنا ہو تو اس کو ختم کرنے کے لئے جسمانی محنت کرتا ہے یونہی کبھی روح فاقوں کا شکار ہو جائے تو روحانی محنت کی ضرورت پڑتی ہے۔ والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا ۔ پھر گھر میں کچھ ہو یا نہ ہو بندہ اطمینان کا بادشاہ نظر آتا ہے۔ بادشاہوں کے چہروں پہ تو پھر بھی پریشانی کے بادل چھا جاتے ہیں مگر یہ فقیر مطمئن دکھائی دیتا ہے بلکہ اس کے دربار سے بادشاہوں کو سکون کی بھیک ملتی ہے۔

(حضرت امام عالی مقام امام حسین رضی اللہ عنہ کی تلوار پہ یہ جملے کنداں تھے الرزق مقسوم، الحریص محروم، البخیل مذموم، الجاسد معموم ۔ رزق لکھا ہوا ہے لالچی محروم ہے، بخیل مذمت کیا گیا ہے، حسد کرنے والا ہمیشہ پریشان ہے)

حضرت یونس علیہ السلام جب مچھلی کے پیٹ میں تھے تو روحانی غذا کے ذریعے ہی خلاصی ہوئی۔ فلو لا انہ کان من المسبحین للبث فی بطنہ الی یوم یبعثون ۔ غذائے روح کے بغیر یوسف روح کا چاہ غفلت سے نکلنا ناممکن ہے۔ یہی عروہ وثقیٰ ہے جس کو تھام کر دینوی آلائشوں سے نکلا جا سکتا ہے۔ گویا ذکر الٰہی تار اور خط کا کام دیتا ہے اللہ اور مخلوق کے درمیان۔ اگر دوستوں میں خط و کتابت بھی ختم ہو جائے تو دوستی قائم نہیں رہتی۔ اس لئے فرمایا فاذکرونی اذکرکم ۔ تم مجھے یاد کرتے رہو میں تمہیں یاد کرتا رہوں تاکہ تعلق و رابطہ قائم رہے۔

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد
بسا کیں دولت از گفتار خیزد

روح کی حفاظت

جسم بندوں کے لئے ہے اور روح مولیٰ کے لئے ہے جسم بیمار ہو جائے تو ہمیں کتنی فکر پڑ جاتی ہے فوراً ڈاکٹر کے پاس جاتے ہیں، بھاری بھرکم فیس ادا کرتے ہیں، کڑوی دوائیاں استعمال کرتے ہیں، واک کرتے ہیں، صاف ستھرے مکان اور کپڑے استعمال کرتے ہیں مگر جو مولیٰ کے لئے ہے، نہ اس میں عشق الٰہی کا دیا جلاتے ہیں، نہ اس کو محبت

رسول کی روشنی دیتے ہیں، نہ اس کا کوئی علاج معالجہ نہ تیمارداری۔

حالانکہ انسان کے سارے اعضاء سلامت ہوں صرف روح نکل جائے تو یہ جسم مردہ اور اس کے تمام لوازمات اس کے لئے بیکار ہو جاتے ہیں اس کو کوئی انسان بھی نہیں کہے گا بلکہ مردہ (ڈیڈ باڈی) روح اتنی کارآمد ہونے کے باوجود نظر نہیں آتی حالانکہ سب کچھ وہی ہوتی ہے جسم تو ایک پردہ تھا۔ آگے سارا کام روح کا ہے اور جسم سے پہلے بھی سارا کام روح کا تھا۔ جب روح جسم میں ملوث نہ ہوئی تھی تو اس نے الست بربکم کے جواب میں قالوا بلٰی کہا، جسم کی آلودگیوں میں گھری تو سب کچھ بھول گئی، وعدہ الٰہی بھی بھول گئی اپنی اصل بھی بھول گئی، اپنے خالق کو بھی بھول گئی، جنت کی راہ بھی بھول گئی مگر ہر کسی کی نہیں۔ بعض وہ مردان حق بھی ہیں کہ ان کے جسموں کو بھی روح کی لطافتیں نصیب ہو جاتی ہیں اور ان کو سب کچھ یاد رہتا ہے بلکہ وہ ماسوی اللّٰہ کو بھلا دیتے ہیں۔ پہلے طبقے کو فرمایا نسوا اللّٰہ فنسیھم ۔ انہوں نے اللہ کو بھلا دیا اور اللہ نے ان کو۔ دوسرے کو فرمایا وما کان ربک نسئیا ۔ تیرا رب بھولنے والا نہیں کیونکہ جب تو نے اس کو نہیں بھلایا تو وہ تجھے کیوں بھلائے گا۔

کن خدا نے جد فرمایا اساں وی کولے ہاسے ہو
ھکے ذات صفات ربے دی ھکے جگ ڈھنڈیاسے ہو
ھکے لامکاں اساڈا ھکے آن بت اندر پھاسے ہو
نفس شیطان پلیتی کیتی، باہو اصل پلیت تاں ناسے ہو

میں عرض کر رہا تھا کہ جس طرح ہماری نظر صرف جسم پر ہوتی ہے اسی طرح بعض جسموں والے ہو کر بھی نظر روح پہ رکھتے ہیں کیونکہ جسم تو فنا ہونے والا ہے۔ اصل تو روح ہی ہے اگرچہ ہماری آنکھیں اس کو نہیں دیکھ سکتیں

جو تیری نظر میں نہ آسکا تو تیری نظر کا قصور ہے

شربت پیتے ہیں، پھل کھاتے ہیں، ذائقہ کے لئے حالانکہ پھل کے سارے اجزاء نظر آتے ہیں مگر ذائقہ جو اصل ہے وہ نظر نہیں آتا بلکہ اس کے اجزائے ترکیبی (گٹھلی،

چھلکا، گودا) میں ذائقہ کا نام تک نہیں ہے۔

بندے کا ایکسیڈنٹ ہو گیا، ٹانگ کٹ گئی پھر بھی آدمی باقی، بازو کٹ گیا پھر بھی بندہ باقی' سارے عضو ٹوٹ پھوٹ گئے اگر جان بچ جائے تو وہ کہتا ہے خدا کا شکر ہے میں بچ گیا۔ معلوم ہوا کہ یہ اعضا آدمی نہیں بلکہ وہ جس کو میں کہہ رہا ہے وہی تو اصل ہے اس کو روح کہو یا جان، تو چاہے مان یا نہ مان مگر یہی میں ہے' اور اسی کے لئے ہے سارا جہان، اس کے لئے کچھ نہ کچھ کرنا ہے، جسم کے لئے جتنا وقت جلوت میں گزارو، روح کے لئے کم از کم اتنا وقت خلوت میں گزارو کیونکہ خرچہ آمدنی کے برابر ہو تو گزارا چلتا رہتا ہے، اگر خالی خرچہ ہی خرچہ ہو تو بات نہیں بنتی۔ جتنا جلوتوں میں کھو کر نقصان کر بیٹھتے ہو، خلوتوں میں جا کر اتنا تو حاصل کر لیا کرو، یہی اولیاء کرامؒ کی تعلیم اور تصوف کی اصل ہے تاکہ جسم کو بنا سنوار کر روح کو بیزار نہ کرتے پھرو، ورنہ بقول حضرت سلطان باہو روح پکارتی پھرے گی۔

بنھ چلایا طرف زمیں دے عرشوں فرش ٹکایا ہو
گھر تھیں ملیا دیس نکالا، لکھیا جھولی پایا ہو
روہ نی دنیا نہ کر جھیڑا، ساڈا اگے ای دل گھبرایا ہو
اسیں پردیسی ساڈا وطن دوراڈا، باہو دم دم غم سوایا ہو

تصوف کیا ہے؟

هو معرفة طرق تعمير الظاهر و الباطن (شرح مثنوی ج ۳ ص ۲۹۲)

ظاہر و باطن کے تمام راستوں کی تعمیر کرنے کا نام تصوف ہے۔ حضرت امام مالک علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں **من تفقه ولم يتصوف فقد تفسق و من تصوف ولم يتفقه فقد تزندق و من جمع بينهما فقد تحقق**

جس نے فقہ سیکھی اور تصوف کی طرف نہ گیا وہ فاسق ہو گیا اور جو صوفی بن گیا مگر فقیہہ نہ بنا وہ زندیق ہو گیا اور جس نے دونوں کو پا لیا وہ حقیقت کو پا گیا۔

چونکہ حضور علیہ السلام کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو صحبت نبوی کی برکت سے فیض کے سارے خزانے نصیب ہو گئے۔ اس لئے ان کو مختلف لوگوں کے پاس جانے کی ضرورت

ہی پیش نہ آئی اور حضور علیہ السلام کے وصال کے بعد یہ ساری نعمتیں کسی ایک جگہ سے حاصل نہ ہو سکتی تھیں کیونکہ آپ کی طرح کی ہمہ گیر شخصیت کا ملنا محال تھا لہٰذا کوئی فقہ کا مرکز قرار پایا تو کوئی تزکیہ وتصوف کا، اسی لئے ایک طبقے نے حدیث کا کام کیا ایک نے فقہ کا اور ایک نے تصوف کا۔ بظاہر محنتیں مختلف تھیں مگر منزل اور مدعا ایک ہی تھا۔ اس لئے صوفیاء کرام نے اس شعبہ کو منظم انداز سے چلایا جس طرح کہ حدیث وفقہ والوں نے اپنے اپنے شعبوں کو۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کرامات اتنی نہیں ملتیں جتنی کہ اولیاء کرام کی۔ ان کے سامنے معجزات والے آقا تھے، ان کے سامنے کرامات کا ظہور اتنا اہم نہ تھا جن کی کرامات تھیں وہ بھی ظاہر کرنا بے ادبی سمجھتے اور اس طرف توجہ کم کرتے تھے کیونکہ اہل حق کے نزدیک کرامات دکھانا پاؤں کی گرد سے زیادہ مقام نہ رکھتا تھا۔

فرمان غوث اعظم رضی اللہ عنہ

حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ سر الاسرار فیما یحتاج الیہ الابرار میں فرماتے ہیں اصحاب الکرامات کلھم محجوبون والکرامۃ حیض الرجال فالولی لہ الف مقام اولہ باب الکرامات من جاوز منھا نال الباقی والافلا ۔ کرامات والے پردے میں ہیں اور کرامت اہل حق کے نزدیک ایسے ہے جیسے عورتوں کے لئے مخصوص ایام۔ ولی کے ہزار مقام ہیں اور پہلا مقام کرامت کا باب ہے جو یہاں سے گزر گیا اس نے باقی مقامات پا لئے ورنہ راستے ہی میں رہ گیا۔ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

علم حق در علم صوفی گم شود   ایں سخن کیف آورے مردم شود

اہل اللہ ہوا میں اڑنے کو پرندوں کا کام، پانی پہ چلنے کو مچھلیوں اور کچھوؤں کا کمال سمجھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کرامتوں والے سارے مل جائیں تو صحابی کی گردِ راہ کو نہیں چھو سکتے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں خلفائے راشدین اعلیٰ درجے کے صوفی ہوئے ان کے بعد حضرت ابوہریرہ، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہما جیسے لوگ تصوف کے اعلیٰ درجہ پہ فائز تھے۔ تابعین میں حسن بصری اور سعید بن میتب جیسے لوگوں نے تصوف کا کام کیا اور مجانین کے سردار

حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ ہیں۔

لفظ انسان میں انس بھی ہے اور نسیان بھی اور صوفی ماسوی اللہ کو بھول کر ساری محبتیں اللہ کے لئے وقف کر کے اشد حبا للّٰہ کا پیکر بن جاتا ہے۔ صوفی ایک معنی کے لحاظ سے لفظ صف سے بنا ہے اس طرح صوفی وہ کہلایا جو اللہ کی بارگاہ میں صف اوّل کے اندر کھڑا دکھائی دیا یا اس کا دل صف کی طرح سیدھا ہوتا ہے، اگر صوفی صفہ سے بنے تو پھر اس کا معنی یہ ہے کہ صوفی وہ ہے جو اپنی زندگی میں اصحاب صفہ کے کردار کو شامل کرے۔

الغرض! دل کی صفائی، نفس کی اصلاح، روح کی بالیدگی اور باطنی طہارت کا نام تصوف قرار پایا۔

علم وعمل

حضرت داتا صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت داؤد طائی علیہ الرحمۃ نے جب علم حاصل کر لیا تو امام اعظم علیہ الرحمۃ کے پاس گئے۔ نصیحت طلب کی تو امام صاحب نے فرمایا: علیك بالعمل فان العلم بلا عمل كالجسد بلا روح (کشف المحجوب ص۱۸۹)

علم کے ساتھ عمل کو لازم پکڑ لو کیونکہ علم بغیر عمل کے ایسے ہے جیسے جسم بغیر روح کے

حضرت وارث شاہ فرماتے ہیں

بناں عمل دے نیں نجات تیری مار یا جائیں گا قطب دیا بیٹیا اوئے

عمل کے بغیر علم و لقد ذرأنا لجهنم كثيرا من الجن والانس اور صم بکم عمی، اموات غیر احیاء کا مصداق بنا دیتا ہے اور علم کے ساتھ عمل ہو تو یتقرب الی بالنوافل کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے۔ بات بات میں فرق ہوتا ہے اور ذات ذات میں فرق ہوتا ہے۔

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود   گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں

علموں باہو جو کرے فقیری کافر مرے دیوانہ ہو

سے ورھیاں دی کرے عبادت اللہ کنوں بیگانہ ہو

غفلت کنوں نہ کھلسن پردے دل جاہل بت خانہ ہو
میں قربان تنہاں تھیں باہو جنہاں ملیا یار یگانہ ہو

جھوٹے پیر

انہی بزرگوں کے اشعار پڑھ کر جاہل پیر لوگوں کو بے عمل بناتے ہیں مگر تصویر کا دوسرا رخ دیکھنے سے گھبراتے ہیں کیونکہ اس سے اپنا پردہ چاک ہوتا ہے۔ ایک پیر کہنے لگا کہ ہماری چوبیس گھنٹے ہی نماز ہوتی ہے۔ یہ ظاہری نمازیں بے فائدہ ہیں کیونکہ سلطان صاحب نے فرمایا ہے

نفل نمازاں کم زنانے روزے صرفہ روٹی ہو

اور جب اس کو کہا گیا کہ حضرت سلطان صاحب خود تو دن رات میں فرضی نمازوں کے علاوہ ایک ہزار نوافل ادا کیا کرتے تھے تو

زمیں جنبد نہ جنبد گل محمد

جو پانچ نمازیں نہیں پڑھ سکتا وہ چوبیس گھنٹے کیا نماز پڑھے گا

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست
پس بہردست نہ باید داد دست
کار شیطاں می کند نامش ولی
گرولی این است لعنت بر ولی

پیر صاحب یہ کام نہیں کرتے

پیر صاحب نماز نہیں پڑھا سکتے، تلاوت نہیں کر سکتے کیوں؟ گونگے ہیں؟ نہیں! یہ مولویوں کے کام ہیں۔ اچھا' یہ کام حضور نے نہیں کئے؟ پیر صاحب مسئلہ نہیں بتاتے کہ آتا ہی نہیں اور مرغ مسلم کھا جاتے ہیں۔ نماز دل کی پڑھتے ہیں بلکہ نماز مدینے میں پڑھتے ہیں اور گھر مرید کا اجاڑ دیتے ہیں۔ ایسے نالائقوں کے لئے سحری کے مؤذن کو ذبح کر کے اس کی جان مت لو۔ ان سے کہو اگر نماز مدینے میں پڑھتے ہو تو کیا تمہیں مدینے سے لنگر نہیں ملتا؟

یہ کرتے ہیں

پہلے پیر نگاہ کر کے لوگوں کے دل صاف کرتے تھے یہ سینے پر ہاتھ پھیر کر مریدوں کی جیبیں صاف کر لیتے ہیں۔

امیر مرید آئے تو بیٹھک کا دروازہ کھولو۔ غریب بیچارہ آجائے تو اس کو کہو باہر بیٹھ کر سوا لاکھ مرتبہ یا حی یا قیوم پڑھے تا کہ نہ پڑھ سکے اور نہ ملاقات ہو سکے اور اگر پڑھنے سے معذوری ظاہر کرے تو پیر کا نافرمان اور کلام الٰہی کا منکر ہو کر سیدھا دوزخ میں جائے۔

لطیفہ

ایک مرید کہنے لگا سبحان اللہ میرے مرشد کے چہرے پہ نماز روزہ نہ کرنے کے باوجود اتنا نور ہے کہ ''جھال نہیں جھلی جاندی'' خوراک بتائی تو (مولوی ہونے کے باوجود) مجھ پہ سکتہ طاری ہو گیا۔ میں نے کہا اتنی خوراک تو بھینسا بھی کھالے تو اس کے چہرے پر بھی نور آجائے۔

ہدیہ قبول کرنا اور پھر دبا جانا

حدیث میں ہے کہ آقا علیہ السلام ہدیہ قبول فرماتے تو یاخذ من اغنیاء ھم و ترد الی فقراء ھم ۔ امیروں سے لیتے اور غریبوں پر تقسیم کر دیتے تھے۔ ایک پیر کا بیٹا باہر سے پڑھ کر آیا اور اس نے دیکھا کہ والد صاحب لیتے ہی لیتے ہیں دینے کی طرف آتے ہی نہیں۔ کوئی غریب بیچارا پانچ روپے دے رہا ہے۔ وہ بھی لے لئے جو پانچ سو دے رہا ہے وہ بھی لے لئے، اس سے نہ رہا گیا اور اعتراض کر دیا تو حضرت صاحب نے ڈانٹا تو جانتا نہیں ہے ہدیہ قبول کرنا سنت ہے۔ اس نے کہا مگر مستحقوں کو دینا بھی تو سنت ہے؟ پیر صاحب جلال میں آ گئے اور فرمایا: چپ ہو جا گستاخ! ہم نے پوری سنت کا ٹھیکہ لیا ہوا ہے؟ آدھی حدیث پہ ہم عمل کرتے ہیں آدھی پہ یہ عمل کرتے رہیں۔

کہاں سے لائیں شریعت وطریقت کے جامع لوگ، حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی علیہ الرحمۃ کو کوئی غریب آدمی سو روپے دیتا تو آپ اس کی دل جوئی کے لئے ایک روپیہ

رکھ لیتے اور باقی شکریہ کے ساتھ واپس کر دیتے اور ساتھ پر تکلف کھانا کھلا کر حقدار کو کرایہ بھی عنایت فرماتے۔

شریعت' طریقت' حقیقت اور معرفت کی مثال

یاد رکھو! شریعت، طریقت، حقیقت اور معرفت کی مثال بالترتیب چمڑا، گوشت، ہڈی اور مغز سے دی گئی ہے۔ چمڑا اگرچہ ہڈی سے کمزور ہوتا ہے لیکن ہڈی مغز اور گوشت کی حفاظت بہر حال چمڑا ہی کرتا ہے اگر چمڑے کی اہمیت نہ جان کر اس کو اتار پھینکو گے تو کچھ بھی سلامت نہ رہے گا۔ شریعت تو سرکار کی اداؤں کا نام ہے اور آقا علیہ السلام کی ساری ادائیں ہی اللہ کو پسند ہیں۔ ہم نماز میں آسمان کی طرف منہ اٹھائیں تو دھمکی اور وعید ہے کہ تمہاری نگاہیں اچک کر تمہیں اندھا کر دیا جائے گا اور حضور علیہ السلام نماز کی حالت میں چہرہ آسمان کی طرف کریں تو اللہ تعالیٰ پیار سے دیکھتا ہے اور رضائے محبوب کے لئے قبلہ تبدیل فرما دیتا ہے۔

ویکھو محبوباں دی مرضی تے قبلے بدلائے جاندے نیں
محبوب دے پاک اشارے تے سجدے کروائے جاندے نیں
لب ہلے نئیں ہتھ چائے نئیں ایویں رُخ دا رُخ بدلایا سی
اتھے وی فترضی دے وعدے پئے توڑ چڑھائے جاندے نیں

(الحاج محمد یوسف نگینہ علیہ الرحمۃ)

داڑھی اندر لِٹ' کڑا اور مندرے باہر

ایسے ظالم ہیں کہ لٹ باہر رکھتے ہیں اور داڑھی اندر، کڑا اور مندرے ہاتھوں پہ ہیں اور نماز اندر کی پڑھتے ہیں ہر برا کام باہر اور اچھے کام کی بات کرو تو وہ دل میں۔ خبردار اے مسلمانو! باہر کا بے نمازی اندر کا ولی نہیں ہوسکتا۔

اس طرح کے ایک پیر کے ذرا سمجھدار مرید نے عرض کیا کہ حضرت میری بھینس دودھ نہیں دیتی اس کو دم کر دیں۔ پیر صاحب نے کہا: بھینس لے آؤ۔ اس نے گدھا لا کھڑا کیا پیر کہتا رہا یہ تو گدھا ہے مگر مرید نے ضد کر لی اور کہتا رہا حضرت: یہ اندر سے

بھینس ہے۔ پیر سمجھ گیا کہ شریعت ظاہری کا باغی اندر کا ولی نہیں ہوسکتا۔ حضرت سلطان صاحب فرماتے ہیں ۔

ہر مراتب از شریعت یافتم
پیشوائے خود شریعت ساختم

میں نے ہر مرتبہ شریعت سے حاصل کیا ہے اور میں نے اپنا پیشوا شریعت کو بنالیا ہے۔

آپ اپنی اکثر کتابوں میں ایک عبارت نقل فرماتے ہیں اور آپ اس کو حدیث قرار دیتے ہیں۔ (واللہ اعلم)

مخالف شرع اور سنت کے تارک ''پیر'' کا علاج

اذا رایت رجلا یطیر فی الھواء ویا کل النار ویمشی علی الماء فھو ترك السنة فاضربه بالنعلین ۔

جب تو کسی کو دیکھے کہ ہوا میں اڑتا آرہا ہے، آگ کھا رہا ہے اور پانی پہ چل رہا ہے (مگر اس کے پاؤں بھی نہیں بھیگتے) اور ایک سنت کا تارک ہے تو اپنے دونوں جوتے اتار اور مار مار کے اس کا دماغ درست کر دے۔ وہ شیطان تو ہوسکتا ہے ولی اللہ نہیں ہوسکتا کہ جس بابرکت رسول کا نام لے کر اپنی پیری مریدی چمکا رہا ہے انہی کی شریعت سے غداری کر رہا ہے؟

حضرت سلطان العارفین سلطان باھو علیہ الرحمۃ

عین الفقر میں آپ فرماتے ہیں اگرچہ در توحید تمام غرق شوی خلاف شریعت و سنت مباش۔ اگر تو مکمل طور پر بھی توحید میں غرق ہو جائے تو شریعت اور سنت کی مخالفت ہرگز نہ کر۔

مناقب سلطانی میں حضرت سلطان غلام باھو علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ آپ نے ساری عمر میں کبھی ایک مستحب بھی ترک نہ فرمایا۔ (ص ۱۷)

پھر ایسا مرشد یہ بات کہے تو ایک سو ایک فیصد سچ ہے کہ میں جب یا اللہ کہتا ہوں تو مجھے لبیک یا عبدی کا جواب آتا ہے جو میں اپنے سر کے کانوں سے سنتا ہوں۔

شمس العارفین ص ۲۲۰ یہ فرماتے ہیں ''جو شخص نماز حضوری کا دعویٰ کرے اور کہے

مجھے ظاہری نماز کی حاجت نہیں وہ جھوٹا ہے کیونکہ جب نماز کا وقت ہوتا ہے تو مجلس محمدی سے نماز کی ادائیگی کا حکم ہوتا ہے" (اور یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ حضور حکم فرمائیں اور ولی اللہ نماز نہ پڑھے)

ایک ملنگ کہنے لگا کہ سلطان صاحب نے فرمایا نہیں؟

اندر وچ نماز اساڈی ہکسے جانتیوے ہو

میں نے کہا اس شعر کا آخری مصرعہ بھی پڑھ لے تجھے خود ان کی اپنی زبان سے جواب مل جائے گا اور وہ یہ ہے۔

سچا راہ محمد والا جیں وچ رب لبھیوے ہو

آپ کا مقام فقر

فرمایا اللہ تعالیٰ کی معرفت اور توحید خالص بڑی نعمت ہے۔ ذکر کی آگ سے وجود بمنزلہ تنور ہو جاتا ہے اور اعضاء کو ایسے جلاتا ہے جیسے خشک ایندھن کو آگ۔ اس آگ کا ایک ذرہ اگر زمین و آسمان پہ گر جائے تو جل کر راکھ ہو جائیں۔ آفرین ہے انسان کی ہمت پر کہ جو اس میں جلتا رہے اور دم نہ مارے۔ اس سے بڑھ کر کوئی ریاضت نہیں ہے۔

بعض انسان مراتب پہ پہنچ کر کافر، مشرک، دیوانے اور مجذوب ہو جاتے ہیں لیکن جو اس بوجھ کو اٹھا لیتا ہے وہ لباس شریعت پہن کر ہوشیار ہو جاتا ہے پھر وہ خلق خدا کو ستاتا نہیں (بلکہ حق کی راہ بتاتا ہے) ہزار ہا اس آگ میں جلتے ہیں مگر ان میں سے کوئی ایک آدھ ہی معرفت الٰہی کے آب رحمت سے سرد ہوتا ہے اور محبوبیت کے مقام پہ پہنچتا ہے۔

ایں قال من بر حال من۔ یہ میری اپنی باتیں ہیں۔

لام لہ، ہو غیری دھندے ہک پل مول نہ رہندے ہو
عشق نے پٹے رُکھ جڑاں تھیں ھِک دم ہول نہ سہندے ہو
جھڑے پتھر وانگ پہاڑاں لون وانگوں گل وہندے ہو
عشق جے سوکھا ہندا سبھے عاشق ہی بن بہندے ہو

حضرت سلطان العارفین علیہ الرحمۃ انا عرضنا الامانۃ کے تحت فرماتے ہیں

''جب زمین و آسمان امانت الٰہی کے اٹھانے سے عاجز آ گئے تو کمزور سے انسان بے چارے کی کیا ہمت کہ اتنا بڑا بوجھ اٹھا سکے مگر پھر بھی اٹھالیا تو یہ انسان کی اپنی طاقت نہ تھی بلکہ اسم ذات کی طاقت تھی'' اور جنہوں نے یہ بوجھ اٹھالیا ان کے بارے میں فرمایا گیا ویتوب اللّٰہ علی المؤمنین والمؤمنت و کان اللّٰہ عفور رحیما ۔

درد منداں دیاں آہیں کولوں پتھر پہاڑ دے جھڑدے ہو
دردمنداں دیاں آہیں توں بھج نانگ زمیں وچہ وڑدے ہو
دردمنداں دیاں آہیں توں آسمانوں تارے جھڑدے ہو
دردمنداں دیاں آہیں توں باہو عاشق مول نہ ڈردے ہو

گھر جا جا کر فیض دینا

آپ کا فرمان ہے کہ میں اپنے نفس کو رسوا کرتا ہوں اور بحکم الٰہی لوگوں کو گھر جا جا کر فیض دیتا ہوں (کوئی تو گھر آئے کو بھی نہیں دے سکتے اور کوئی گھر جا کر بھی اس کے گھر کی صفائی کر دیتے ہیں مگر فیض ہو تو پہنچائیں مگر آپ کی شان دیکھئے کہ آنے والوں کو تو کب محروم کریں گے جبکہ نہ آنے والوں کو گھر جا کر فیض عطا کرتے ہیں) آپ نے فرمایا ۔

جائیکہ من رسیدم امکاں نہ ہیچ کس را
شہباز لا مکانم آں جا کجا مگس رہا

اس کا ترجمہ آپ نے پنجابی میں یوں ارشاد فرمایا۔

میں شہباز کراں پروازاں وچ افلاک کرم دے ہو
زبان تاں میری ''کن'' برابر موڑے کم قلم دے ہو
افلاطون، ارسطو ورگے میں اگے کس کم دے ہو
حاتم ورگے لکھ کروڑاں در باہو تے منگدے ہو

جو میرا چہرہ دیکھ لے ولی بن جائے

اولیاء کرام میں سے فقر محمدی علیٰ صاحبھا الصلوٰۃ والسلام کو جتنا حضرت سلطان باہو علیہ الرحمۃ نے متعارف کرایا کسی دوسرے فقیر کا نام نہیں آتا اور آپ خود ارشاد فرماتے ہیں

فقر را بردا شتم نظر از نبی
ہر کہ بیند روئے من گردد ولی

میں نے فقر نگاہ نبوت سے حاصل کیا ہے اور اتنا کہ اب جو میرا چہرہ دیکھ لے وہ ولی بن جاتا ہے۔

سکھ حکیم کا علاج ہو گیا

چنانچہ آپ کی مشہور کرامت ہے کہ ایک مرتبہ آپ بیمار ہو گئے اور آپ کے علاقے میں سکھ حکیم تھا مریدین حکیم کو بلانے گئے تو اس نے اس لئے آنے سے انکار کر دیا کہ میں نے سنا ہے جوان کا چہرہ دیکھ لے وہ مسلمان ہو جاتا ہے۔ تم ان کی قمیض لے آؤ میں سونگھ کر مرض پہچان لوں گا اور دوائی دے دوں گا۔ آپ سے عرض کیا گیا تو آپ نے قمیض اتاری اور فرمایا لے جاؤ جو کام میں کرتا ہوں وہ میری قمیض بھی کر لے گی چنانچہ قمیض سونگھتے ہی سکھ کا اپنا علاج ہو گیا اور اس کو دولت ایمان مل گئی۔ آپ فرماتے ہیں

نفس را تحقیق کردم از خدا ہر حقیقت یافتم از مصطفیٰ
ہر کہ بیند روئے من شد اولیاء روئے من باروئے رحمت مصطفیٰ

تصور خودی اور سلطان العارفین علیہ الرحمۃ

خودی کا تصور اقبال نے اجاگر کیا لیکن اقبال کے تصور خودی اور اولیاء کی خودی کے تصور میں فرق یہ ہے کہ صوفیاء انانیت تکبر خود بینی وخود آرائی اور خود ستائی کو خودی کہہ کر اس سے بچنے کی تلقین فرماتے ہیں چنانچہ حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

جاں تائیں خودی کریں خود نفسوں تاں تائیں رب نہ پادیں ہو

مگر تصور خودی میں اقبال کی اصطلاح اپنی ہے (اور لا مناقشۃ فی الاصطلاح) وہ کہتے ہیں اپنے اندر صفات الٰہیہ پیدا کرنا خودی اور وہ بھی دنیا جانتی ہے کہ قال کی حد تک ہے مگر یہاں تو ہر بات پہ کہا جاتا ہے

ایں قال من بر حال من

عین الفقر میں آپ فرماتے ہیں ابتدائے فقر شوق اشتیاق ہے اور انتہائے فقر غرق و

استغراق ہے اور اپنی حالت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

بمنزل فقر از بارگاہ کبریا حکم شد کہ تو عاشق مائی ایں فقیر عرض نمود کہ عاجز را توفیق عشق حضرت کبریا نیست، باز فرمود کہ تو معشوق مائی باز ایں عاجز ساکت ماند پر تو شعاع حضرت کبریا بندہ را ذرہ وار درابحار استغراق مستغرق ساخت و فرمود توعین ماہستی و ماعین توھستم درحقیقت حقیقت مائی ودر معرفت یارمائی (رسالہ روحی شریف کلاں)

فقر کی ایک منزل پہ اللہ کی بارگاہ سے مجھے حکم ہوا کہ تو میرا عاشق ہے۔ میں نے عرض کیا کہ اس عاجز میں یہ طاقت کہاں کہ خدا کا عاشق ہو سکے۔ پھر حکم ہوا کہ تو میرا معشوق ہے میں نے پھر خاموشی اختیار کی تو بارگاہ خداوندی سے ایک تجلی آئی جس سے میں ذرّے کی طرح استغراق کے سمندروں میں غرق ہو گیا پھر حکم ہوا

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جان شدی
تاکس نہ گوید بعدازیں من دیگرم تو دیگری

یہی وہ مقام ہے کہ جو پیچھے من عادیٰ لی ولیا والی حدیث میں ولی اللہ کا گزر چکا ہے اور مندرجہ بالا عبارت اور شعر کا وہی مفہوم درست ہے جو اس حدیث میں بیان کیا گیا ہے اور جو اس کے علاوہ کچھ اور سمجھے پھر اس کو خدا سمجھے' اس کے لیے ہدایت کی دعا ہی کی جاسکتی ہے اور اسی کو فنا فی اللہ کا مقام کہا جاتا ہے اور ہم جیسے لوگ بھلا اس مقام کے بارے میں کیا جانیں؟

کوئی سمجھے تو کیا سمجھے کوئی جانے تو کیا جانے

ایک غلط فہمی کا ازالہ

میں نے ایک مرتبہ اپنے پیرومرشد حضرت سلطان غلام باہو علیہ الرحمۃ کی خدمت میں خط لکھا کہ بعض بے عمل قسم کے لوگ بادشاہ حضور کے اشعار اور چند عبارات سنا کر

لوگوں کو بدعمل بناتے ہیں اور شریعت پر عمل کرنے سے روکتے ہیں۔ اس بارے میں کیا حکم ہے تو آپ کے جواب کا خلاصہ یہ تھا کہ "بیٹا قرآن پاک کی حفاظت کا ذمہ صرف اللہ تعالیٰ نے لیا ہے۔" حدیث بھی کمی بیشی سے محفوظ نہیں کیا امام بخاری کو ایک لاکھ صحیح اور دو لاکھ موضوع احادیث یاد نہ تھیں تو جب اس اچھے دور میں نبی علیہ السلام کے کلام میں لوگ گڑبڑ کرتے رہے تو بادشاہ حضور کا کلام ان قباحتوں سے کیسے محفوظ رہا ہوگا۔ اس لئے جس شعر یا عبارات کی شریعت کے عین مطابق مناسب تاویل ہو سکے کرلو اور جس کی تاویل نہ ہو سکے سمجھ لو کہ الحاقی ہے چاہے کسی نے عقیدت کے پردے میں ایسا کیا ہو یا سازش کے تحت۔

میں سمجھتا ہوں کہ بڑا جامع جواب ہے اور جتنے صوفیائے کرام کی عبارات سے بالخصوص جاہل پیر غلط مفہوم اخذ کرتے ہیں سب کا جواب اس میں موجود ہے کیونکہ ولی اور فقیر کہلانے والا شریعت کا مخالف ہو ہی نہیں سکتا اور جو شریعت کا مخالف ہو وہ ولی اور فقیر ہو ہی نہیں سکتا۔

غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا

حضرت غوث اعظم فرماتے ہیں فقیر کی ف سے مراد فنا فی اللہ ہو کر اپنی ذات و صفات سے فارغ ہو جانا ہے۔ ق سے مراد یاد الٰہی سے اپنے دل کو قوت دینا ہے اور ہمیشہ اس کی رضا پر قائم رہنا ہے۔ ی سے مراد یاس و ناامیدی سے دور رہ کر رب کی رحمت کا امیدوار ہو جانا ہے اور "ر" سے مراد رقت قلب اور ہر شئی سے منہ موڑ کر رجوع الی اللہ کرنا ہے۔ (شرح ابیات باہوص ۵۷۴ پروفیسر سلطان الطاف علی زید مجدہ)

اصلاح نفس

نفس ما کمتراز فرعون نیست
لیک اور اعون و ماراعون نیست

ہمارا نفس بھی فرعون سے کم نہیں ہے۔ فرق یہ ہے کہ اس کے پاس وسائل کی بہتات اور دولت کے انبار تھے اور بہت بڑی حکومت تھی جو ہمارے پاس نہیں ہے۔ اس

لئے اس نے خدائی کا دعویٰ کر دیا اور ہم بچ گئے۔

حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے پنجابی کلام میں نفس امارہ کی خوب خبر لی ہے آپ فرماتے ہیں۔

صورت نفس امارے دی کوئی کتا گلر کالا ہو
رکھی سکھی کھاندا ناہیں، منگے چرب نوالا ہو
کھبے پاسوں اندر بیٹھا دل دے نال سنبھالا ہو
ایہ بدبخت ہے بھکھا باہو اللہ کرسی ٹالا ہو

ضاد ضروری نفس کتے نوں فہما فہم کچیوے ہو
نال محبت ذکر اللہ دا دم دم پیا پڑھیوے ہو
ذکر کنوں رب حاصل تھیندا ذاتو ذات دسیوے ہو
دوئیں جہان غلام تنہاں دے جنہاں ذات لبھیوے ہو

بزرگان دین نے کئی طریقوں سے نفس کا علاج فرمایا اور اصلاح کی۔

نفس کا علاج

حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ اپنے مریدین کے ساتھ روزانہ چہل قدمی کو نکلتے راستے میں بادشاہ کا دربار لگا ہوتا جو آپ کو دیکھ کر بمعہ وزراء وامراء کھڑا ہو جاتا۔ ایک دن آپ حسب معمول جا رہے تھے اور بادشاہ بھی حسب سابق کھڑا ہوا تو آپ نے اس کی طرف منہ کر کے تھوک دیا۔ اس نے خوب برا بھلا کہا اور آپ چل دیئے۔ مریدین نے اس تبدیلی کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا: روزانہ بادشاہ میری تعظیم بجا لاتا اور میرا نفس اپنی جگہ قائم رہتا۔ آج جب بادشاہ کھڑا ہوا تو میرا نفس پھولا کہ بایزید: تیری کیا شان ہے کہ وقت کا بادشاہ بھی تجھے دیکھ کے کھڑا ہو جاتا ہے تو میں نے سوچا اس کا علاج انہی قدموں پہ ہو جانا چاہئے۔ اس لئے میں نے ایسا کیا ہے اور جب بادشاہ گالیاں دے رہا تھا تو میں اپنے نفس سے پوچھ رہا تھا ہاں بتا تیری کیا شان ہے کہ تجھے گالیاں پڑ رہی ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے **واما من خاف مقام ربہ و نہی النفس عن الھویٰ فان الجنۃ ھی الماویٰ** جو اپنے رب کے سامنے ڈرتے ہوئے کھڑا ہوا اور اپنے نفس کو خواہشات سے روک لیا پس اس کا ٹھکانہ جنت ہے

فنا فی اللہ کی تہہ میں بقاء کا راز مضمر ہے
جسے مرنا نہیں آتا اسے جینا نہیں آتا

جس طرح مثلاً پودینے کا درخت لگایا تو اردگرد گھاس بھی اگ آئی۔ ہم چاہتے ہیں کہ کھاد وغیرہ کا اثر صرف پودینے تک ہی رہے۔ گھاس کی طرف نہ جائے لہٰذا گھاس کو اکھیڑ دیا جاتا ہے۔ اس طرح اللہ نے دل کی زمین نیکی کے پودوں کے لئے بنائی ہے۔ اس میں خواہشات کا پیدا ہونا گھاس کی طرح ہے جن کو دل سے نکالنا ضروری ہے تاکہ دل کی زمین نیکیوں کے لئے ہموار ہو جائے جب یہ کام ہو گیا تو **ونہی النفس عن الھویٰ** کی شرط پوری ہو گئی جس پر **فان الجنۃ ھی الماویٰ** کی جزاء لازم ٹھہری۔ بعض دفعہ اسی کارروائی کو صوفیاء نے حضوری کا نام دیا ہے، کیونکہ اتنا عمل کر لینا مرد مومن کے لئے حضوری کا باعث ہو جاتا ہے اور وہ مجلس محمدی کی حضوری کے قابل ہو جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت سلطان باہو علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

باہجھ حضوری نیں منظوری پے پڑھن بانگ صلاتاں ہو
روزے نفل نماز گزارن پے جاگن ساریاں راتاں ہوں
باہجوں قلب حضور نہ ہوئے پے کڈھن سے زکاتاں ہو
باہجھ فنا رب حاصل ناہیں باہو نہ تاثیر جماتاں ہو

واقعات خضر علیہ السلام کی توجیہات

حضرت خضر علیہ السلام نے تینوں کام: (کشتی توڑنا، بچے کو قتل کرنا، گرتی دیوار کو سیدھا کرنا) خود ہی کئے لیکن چونکہ کشتی توڑنا ایک لحاظ سے کشتی کو عیب دار کرنا تھا حالانکہ درحقیقت کشتی والوں کا اس میں فائدہ تھا کہ بادشاہ کے قبضے سے بچ گئی لیکن حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا **فاردت ان اعیبھا**۔ میں نے اس کشتی کو عیب دار کرنے کا ارادہ کیا

تا کہ عیب کی نسبت اپنی طرف رہے اگر چہ یہ بھی رب کے حکم سے ہی کیا تھا۔

بچہ مارنا بظاہر عیب تھا لیکن درحقیقت اس کے والدین کا اس میں فائدہ تھا کہ فخشینا ان یرھقھما اپنے والدین کو بڑا ہو کر گمراہ کر دیتا چنانچہ اس بچے کے بدلے ان کو بیٹی دی گئی جس کے بطن سے کئی نبی پیدا ہوئے۔ اس موقع پر حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا: فاردنا ان یبدلھما ربھما خیرًا منہ زکٰوۃ واقرب رحما ۔ ہم نے ارادہ کیا کہ ان کا رب ان کو اس سے زیادہ پاکیزہ، پیاری اور مہربان اولاد دے۔ تا کہ عیب کی نسبت اپنی طرف ہو جائے اور کمال کی اللہ تعالیٰ کی طرف۔

اور دیوار سیدھی کرنا چونکہ خیر ہی خیر تھا اس لئے وہاں اپنا نام ہی نہ لیا اور فرمایا فاراد ربك تیرے رب نے ارادہ کیا۔ اس واقعہ میں اپنے نفس کی اصلاح کرنے کا بہتر سبق موجود ہے۔

قرآن پاک میں فرمایا گیا ما اصابك من حسنة فمن اللّٰه وما اصابك من سیئة فمن نفسك ۔ (حالانکہ سارا کچھ اللہ ہی کی طرف سے ہے جیسا کہ اللہ فرماتا ہے: قل کل من عند اللّٰہ مگر ادب یہ ہے کہ) جو تجھے بھلائی ملے تو کہہ یہ اللہ کی طرف سے ہے اور برائی یا تکلیف پہنچے تو کہہ میرے اپنے نفس کی وجہ سے ہے۔ یہ ہے نفس کی اصلاح کا حسین طریقہ اور بارگاہ خداوندی کا ادب جس کے بغیر کچھ بھی حاصل نہیں ہو سکتا۔ حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں

بے اداباں نہ سار ادب دی گئے ادب تھیں وانجے ہو
جہڑے ہون مٹی دے بھانڈے کدی نہ تھیوں کانجے ہو
جہڑے مڈھ قدیم دے کھیڑے کدی نہ ہوندے رانجھے ہو
جیں حضور نہ منگیا باہو دوئیں جہانیں وانجھے ہو

صوفیانہ تفسیر

خضر علیہ السلام کا واقعہ من وعن اپنی جگہ حق ہے مگر اس کی صوفیانہ تفسیر میں لکھا گیا ہے کہ کشتی بدن اور ملک شیطان ہے جو بدن کی کشتی کو سلامت دیکھنا چاہتا ہے تا کہ اس پہ

قبضہ کر لے اور وہ لاغوینھم اجمعین والی بات پوری کرے۔ لیکن جنہوں نے اپنے رب کی عبادت اور مجاہدوں میں بدن کی کشتی کو توڑ لیا کسی خضر کی صحبت میں رہ کر، وہ الاعبادك منھم المخلصین میں شامل ہو کر ملک (شیطان) کے قبضے سے بچ گئے مگر کب؟ جب اپنا من مار لیا۔ فنا فی ذات ہو حضرت سیدنا سلطان باہو قدس سرہٗ فرماتے ہیں

موتوا والی موت نہ ملسی جیں وچ موت حیاتی ہو
موت وصال تھیو سے ہکا جد اسم پڑھیوے ذاتی ہو
عین دے اندر عین تھیو سے دور ہووے قرباتی ہو
ہودا ذکر ہمیش سڑیندا باہو دنہاں سکھ نہ راتی ہو

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا: فالھمھا فجورھا وتقواھا ہم نے نفس کو نیکی اور بدی کی اطلاع دی۔ جسم کو اطلاع دی نہیں فرمایا کیونکہ جسم تو مکان ہے نفس کا اور اطلاع مکان کو نہیں بلکہ مکین کو دی جاتی ہے، یہی وجہ ہے کہ نبی علیہ السلام کا کام تزکیہ وجود نہیں بلکہ تزکیۂ نفوس ہے اور فرمایا: النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسھم لہٰذا اپنے اجسام دیکھ کر نبی کو اپنے جیسا نہ سمجھو تمہاری اصل چیز تو نفس ہے جس پر میرے مصطفیٰ کا قبضہ ہے۔

نیز فرمایا یوم لاتظلم نفس عن نفس . واتقوا یوما لاتجزی نفس عن نفس شیئا .

خدا بندے سے خود پوچھے......

نفس کی حقیقت کو پا لینا اور نفس امارہ کی اصلاح کر کے اس کو لوامہ ملہمہ، مطمئنہ، راضیہ اور مرضیہ کے مقام طے کروا دینا یہی حقیقی زندگی و بندگی ہے اگر نصیب ہو جائے تو پھر بولنے کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ پھر کشتی حیات کو چپو مارنے کی ضرورت نہیں رہتی بلکہ رب کی رحمت کی ہوائیں خود ہی اس کے موافق ہو جاتی ہیں۔ پھر **لھم ما یشاء ون عند ربھم** کا مقام آتا ہے۔ **لھم ما تسئالون** نہیں فرمایا کیونکہ مانگنے سے تو ہر کوئی دے دیتا ہے۔ ادھر بندے کا ارادہ ہو ہاتھ نہ بھی اٹھیں تو تقدیر بدل جاتی ہے۔ اور خدا

بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے۔ ہمیں چونکہ یہ زندگی و بندگی میسر نہیں ہے اس لئے دعاؤں کے چپو مار مار کر تھک جاتے ہیں مگر نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ

خود تو ڈوبے ہیں صنم تمہیں بھی لے ڈوبیں گے

کیونکہ ہم واثر الحیوۃ الدنیا کے طبقے میں شامل ہو کر اپنی دنیا کو آخرت پر ترجیح دے چکے ہیں کہ دنیا کے لئے سارا وقت اور دین کے لئے کچھ بھی نہیں، نماز کا وقت بھی نہیں۔ گناہ کرتے ہیں، فضول خرچیاں کرتے ہیں کہ اگر نہ کریں تو ناک کٹ جائے گی اور لوگ کیا کہیں گے (اخذتہ العزۃ بالاثم) کبھی یہ سوچنے کی زحمت ہی نہیں کرتے کہ خدا کیا کہے گا۔

ادھی لعنت دنیا تائیں ساری دنیا داراں ہو
جیں راہ صاحب خرچ نہ کیتی لین غضب دیا ماراں ہو
پیوواں کولوں پت کہاوے، بھٹھ دنیا مکاراں ہو
ترک جنہاں دنیا تھیں کیتی باہو لہن باغ بہاراں ہو

میں نے دیکھا ایک باؤ صاحب داڑھی منڈا کر ٹائی لگا کر بن سنور کر جا رہے تھے میں نے پوچھا کہاں جا رہے ہیں تو جواب ملا دفتر جا رہا ہوں۔ میں تڑپ گیا کہ دفتر جانے والا تو اتنی تیاری کرے اور تو رب کی طرف جانے والا ہے۔ باؤ صاحب دفتر کے منیجر کے سامنے پیش ہونے کے لئے اتنی تیاری کریں اور تو اللہ اکبر من کل شیء کے دربار میں حاضری کے لئے کچھ بھی نہ کرے۔

ہے سوچنے کی بات اسے بار بار سوچ
اور یہ بھی یاد رکھ کہ

چیست دنیا از خدا غافل بدن
نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

دنیا خدا سے غافل ہونے کا نام ہے نہ کہ سونا چاند، بیوی بچوں میں مشغولیت کا، اگر خدا سے غافل نہ ہو تو یہ مشغولیت بھی عبادت قرار پائے۔

(ان لنفسك عليك ولزوجك عليك حق ولا ولادك عليك حق)

امیری فقیری کی مانع نہیں

حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ جو سلطان الفقراء اور سید الاولیاء ہیں ایک وقت میں آپ نے ستر ہزار درہم کی دستار بھی پہنی ہے۔ ایک دن آپ کی جیب میں کچھ نہ تھا کہ ایک سائل آ گیا۔ آپ نے ستر درہم کی دستار ہی اس کے حوالے کر دی۔ اہل اللہ کی نگاہ میں امیری وفقیری برابر رہی ہے۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء علیہ الرحمۃ کے پاس روزانہ ایک لاکھ درہم آتے جن میں سے رات تک کچھ نہ بچتا تھا۔ آپ فرماتے فقیری یہ نہیں کہ کٹیا میں رہا جائے اور پیوند لگے کپڑے پہنے جائیں بلکہ فقیری یہ ہے کہ قدموں میں دولت کا ڈھیر لگا ہو اور تیرا دل اس طرف مائل ہونے کی بجائے خدا کے ساتھ لگا ہو۔ غوث پاک کا جبہ کیا معمولی رقم کا ہوگا جس کو چرانے کے لئے آنے والا قطب بن کر واپس گیا۔

بغداد شہر میں ایک درزی کی دکان پہ اس وقت کے وزیر اعظم نے کپڑے کا ایک ٹکڑا دیکھا اور دنگ رہ گیا کہ یہ کپڑا تو ہم لوگ بھی نہیں پہن سکے یہ کس کا ہے۔ درزی نے کہا عبدالقادر کا جبہ بنایا تھا یہ ٹکڑا اس سے بچ گیا تھا لیکن ایسے جبے پر بھی آپ ٹاٹ کا پیوند لگا لیا کرتے تھے۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے بہت قیمتی لباس پہنا کسی نے دیکھ کر کہا نبی کا بیٹا ہو کر ایسا دنیا دارانہ لباس آپ اس کو علیحدہ لے گئے اور اس لباس کے نیچے آپ نے ٹاٹ پہنا ہوا تھا فرمایا اوپر والا دنیا داروں کے لئے ہے اور یہ اپنے مولیٰ کے لئے ہے۔

صوفیاء کا ہر کام سنت سے ثابت ہے

بیعت وخلافت : بیعت کی نو اقسام ہیں اور ساری حدیث سے ثابت ہیں۔

نمبر ا- اسلام قبول کرنے کی بیعت نمبر ۲- بیعت خلافت نمبر ۳- بیعت ہجرت نمبر ۴- بیعت جہاد نمبر ۵- بیعت اقامت ارکان اسلام نمبر ۶- بیعت تمسک بالسنہ نمبر ۷- بیعت اجتناب عن البدعہ نمبر ۸ بیعت السمع والطاعۃ (جیسا کہ عورتوں کا نوحہ نہ

کرنے کی بیعت کرنا) نمبر۹ بیعت محبت (کہ حضور ہم اس بات پہ آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں کہ ہم آپ سے محبت کریں گے۔ ان میں سے ہر ایک کا ذکر کتب احادیث میں ہے

(من شاء فلیطا لعها)

حضور علیہ السلام کی خلافت دو طرح کی تھی۔ ظاہری اور باطنی، ظاہری خلافت اسلامی حکمرانوں کے حصے میں آئی اور باطنی کے پھر تین شعبے ہوئے۔ نمبر ا قرآن مجید کے ظاہری الفاظ کی حفاظت کی ذمہ داری' اس میں حفاظ وقراُ حضور علیہ السلام کے خلفاء ہیں نمبر۲۔ قرآن پاک کے معانی، اسرار ورموز کی ذمہ داری اس کے حق دار علماء ومفسرین ٹھہرے اور تزکیہ نفوس (**ویز کیھم**) کا کام صوفیاء کو سونپا گیا، پھر بیعت طریقت اس لئے زیادہ مشہور ہوگئی کہ خلافت کا اصل سرچشمہ یہی نفوس قدسیہ ہیں اس لئے کہ جب دل ہی صاف نہ ہو تو اعمال کیا کریں گے۔ اسی لئے ہر صوفی کسی نہ کسی عالم کا شاگرد ہوا ہے اور ہر عالم کسی نہ کسی صوفی کا مرید ہوا ہے۔ لہٰذا یہ تمام طبقات وراثت نبوت کے حقدار ہو کر خلفائے رسول ہیں کیونکہ وہ کام جو فرائض نبوت تھے (**ویزکیھم ویعلمھم الکتب والحکمۃ**) یہی لوگ ان فرائض کو ادا کر رہے ہیں۔

تو جب اللہ کا نبی زمین پہ اللہ کا خلیفہ ہوتا ہے اور مذکورہ طبقات مناصب نبوت کی ذمہ داریوں کو نبھا کر حضور علیہ السلام کے خلفاء ہوئے تو خلیفہ کی بیعت اصل ہی کی بیعت ہوتی ہے جیسے مصطفیٰ کی بیعت خدا کی بیعت ہے۔ (**ان الذین یبایعونك انما یبایعون اللّٰہ**) لہٰذا اگر کوئی مثلاً سلسلہ قادریہ کے ہزارویں درجے میں بھی بیعت ہوا ہے تو اگر مرشد کامل ہے تو وہ مرید غوث اعظم کے وسیلہ سے حضور علیہ السلام ہی کے ہاتھ پہ بیعت کر رہا ہے کیونکہ خلیفہ کی بیعت اصل ہی کی بیعت ہے۔ (**من یطع الرسول فقد اطاع اللّٰہ**)

اور جب کوئی شخص کسی کامل کے ہاتھ پہ بیعت ہوتا ہے تو مذکورہ نو کی نو قسمیں بیعت کی اس میں آجاتی ہیں کیونکہ ان میں سے ہر بات کی پیر کی طرف سے مرید کو نصیحت کی

جاتی ہے۔ چند احادیث ملاحظہ ہوں۔

☆ ایک صحابی کہتے ہیں بَایَعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَبْعَ بَیْعَاتٍ خَمْسُ بَیْعَاتٍ عَلَی الطَّاعَۃِ وَالسَّمْعِ وَاثْنَیْنِ عَلَی الْمَحَبَّۃِ میں نے حضور علیہ السلام کے ہاتھ پہ سات بیعتیں کیں، پانچ اطاعت وفرماں برداری کی اور دو محبت کی۔

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں بَایَعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَی السَّمْعِ وَالطَّاعَۃِ مَا اسْتَطَعْتُ ۔ (ترجمہ احادیث کی عربی عبارت کے آخر پر ملاحظہ فرمائیں)

☆ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ دِیْنَارٍ، اَنَّ عَبْدَ اللّٰہِ ابْنَ عُمَرَ قَالَ کُنَّا اِذَا بَایَعْنَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَی السَّمْعِ وَالطَّاعَۃِ، یَقُوْلُ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْمَا اسْتَطَعْتُمْ

☆ مَالِکٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْکَدِرِ، عَنْ اُمَیْمَۃَ بِنْتِ رُقَیْقَۃَ، اَنَّھَا قَالَتْ اَتَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ نِسْوَۃٍ بَایَعْنَہُ عَلَی الْاِسْلَامِ، فَقُلْنَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ نُبَایِعُکَ عَلٰی اَنْ لَا نُشْرِکَ بِاللّٰہِ شَیْئًا، وَلَا نَسْرِقَ وَلَا نَزْنِیْ، وَلَا نَقْتُلَ اَوْلَادَنَا، وَلَا نَاْتِیَ بِبُھْتَانٍ نَفْتَرِیْہِ بَیْنَ اَیْدِیْنَا وَاَرْجُلِنَا، وَلَا نَعْصِیَکَ فِیْ مَعْرُوْفٍ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، فِیْمَا اسْتَطَعْتُنَّ وَاَطَقْتُنَّ" قَالَتْ فَقُلْنَ وَاللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَرْحَمُ بِنَا مِنْ اَنْفُسِنَا ھَلُمَّ نُبَایِعْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ لَا اُصَافِحُ النِّسَاءَ، اِنَّمَا قَوْلِیْ لِمِائَۃِ امْرَاَۃٍ، کَقَوْلِیْ لِامْرَاَۃٍ وَّاحِدَۃٍ، اَوْمِثْلِ قَوْلِیْ لِامْرَاَۃٍ وَاحِدَۃٍ"

ترجمۂ احادیث: میں نے حضور علیہ السلام کی اس بات پر بیعت کی کہ اپنی طاقت کے مطابق آپ کی بات سنوں گا اور اطاعت کروں گا۔

عبداللہ بن دینار سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا:۔ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جب سننے اور ماننے کی بیعت کرتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے فرماتے:۔ جو

تمہاری بساط کے اندر ہو۔

امیمہ بنت رقیقہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں چند عورتیں اسلام پر بیعت کرنے کے لئے حاضر ہوئیں۔ وہ عرض گزار ہوئیں کہ یا رسول اللہ! ہم آپ سے بیعت کرتی ہیں کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں، چوری نہ کریں زنا نہ کریں، اپنی اولاد کو قتل نہ کریں۔ اپنے پاس سے گھڑ کر کسی پر بہتان نہ لگائیں اور اچھے کام میں آپ کی نافرمانی نہ کریں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس کی تمہیں استطاعت اور طاقت ہو وہ عرض گزار ہوئیں کہ اللہ اور اس کا رسول ہم پر ہماری جانوں سے بھی زیادہ مہربان ہیں۔ یا رسول اللہ! آیئے ہم آپ سے بیعت کریں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کیا کرتا۔ میرا سو عورتوں سے کہہ دینا ایک عورت سے کہنے کی طرح ہے۔

(صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ کے دست حق پرست پر پیروی کرنے کی بیعت کی اور مشائخ عظام سے بھی اسی مقصد کے لئے بیعت کی جاتی ہے کہ جو دین کا عالم و عامل اور سنت رسول کا پیکر ہو دوسرے اس لئے اس کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں تاکہ وہ ماہر راہ پیغمبر کی طرح اپنے مریدین کو صراطِ مستقیم پر چلائے اور نائب رسول بن کر قدم قدم پر ان کی رہنمائی کرے۔)

عورتوں سے بیعت کیسے لی جائے

رسول اللہ ﷺ عورتوں سے مصافحہ نہیں کیا کرتے تھے بلکہ انہیں زبانی کلامی بیعت فرمالیا کرتے تھے۔ بخاری شریف میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی کسی غیر محرم عورت کو مس نہیں کیا۔ جو عورتیں اپنے پیر سے پردہ نہیں کرتیں بلکہ اس کے ہاتھ پیر دباتی ہیں تو ایسی بیعت قطعاً شرعی بیعت نہیں کیونکہ ایسے پیر حقیقت میں کاروباری اور دین کے ڈاکو ہیں وہ خود تو ڈوبے ہوئے ہیں اور دوسروں کو بھی اپنے ساتھ ڈبونے میں کوشاں رہتے ہیں۔ شرعی بیعت وہی ہے جو ایسے نائب رسول کے ہاتھ پر کی جائے جو عالم و عامل، سنت رسول کا پیکر اور صاحب نسبت ہو جو ایسا نہ ہو اس کے

ہاتھ میں ہاتھ نہیں دینا چاہیے۔

قرونِ اولیٰ میں امیر یا سلطان کے ہاتھ پر بیعت کی جاتی تھی۔ آج کل ووٹ ڈالے جاتے ہیں جن کے ذریعے بالآخر سربراہ مملکت کا انتخاب عمل میں آتا ہے۔ بعض ممالک میں یوں بھی ہوتا ہے کہ فوج حکومت وقت سے باغی ہو کر ملک پر قابض ہو جاتی ہے اور موجودہ حکمرانوں کو معزول کر کے خود ملک کا نظم ونسق سنبھال لیتی ہے جیسا کہ پاکستان اور بنگلہ دیش کے اندر ہوا۔ حکمرانوں کی اطاعت عوام پر اسی حد تک لازم آتی ہے جبکہ وہ اللہ اور رسول کے قوانین کے مطابق حکم کریں اگر وہ شریعت مطہرہ کے خلاف قوانین نافذ کریں تو شرعاً ان امور میں حاکم وقت کی اطاعت واجب نہیں ہے اور اس طرح جو منوایا اور مانا جائے گا وہ جس کی لاٹھی اس کی بھینس والا معاملہ ہوگا، واللہ تعالیٰ اعلم۔

صوف کا لباس

صوفیاء کرام کے جن کاموں پہ اعتراض کیا جاتا ہے ان میں ایک ان کا ''لباس صوف'' ہے اور عجیب بات ہے کہ اس کا ذکر کتب احادیث بلکہ صحیح بخاری میں ہے۔

غسل (رسول اللہ ﷺ) وجهه ويديه و عليه جبه صوف ۔

کہ حضور علیہ السلام نے اپنا چہرۂ انور اور ہاتھ دھوئے جب کہ آپ نے اون کا جبہ پہنا ہوا تھا۔

ایک حدیث میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يلبس ثيابا من صوف کہ حضور علیہ السلام اکثر اونی لباس زیب تن فرمایا کرتے۔

مشکوٰۃ شریف ص ۵۰۸ پہ ہے کہ یونس علیہ السلام کا لباس اونی تھا۔

مراقبہ اور چلہ کشی

چلہ کشی اور مراقبہ کی اصل حضور علیہ السلام کا کئی کئی دن (تین، سات، دس، تیس اور چالیس دن) غار حرا میں جا کر خلوت گزیں ہونا ہے۔ صحیح بخاری میں ہے حبب الله اليه

الخلوة و کان یخلو بغار حرا ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہے حبب الیہ الخلاء کہ آپ کے دل میں اللہ تعالیٰ نے گوشہ نشینی اور خلوت گزینی کا شوق ڈال دیا جو آپ غار حرا میں جا کر پورا فرمایا کرتے تھے۔ (مشکوٰۃ ص ۵۲۲، و ص ۵۲۴)

یہی صوفیاء کرام کی چلہ کشی (جو تصوف کا اہم جزء ہے) کی اصل ہے۔

سالانہ عرس

ہر سال بزرگان دین کے مزارات پہ حاضری دینا اور عرس منعقد کرنا اس کی اصل حضور علیہ السلام کا ہر سال شہدائے احد کی قبروں پہ جانا اور وہاں جا کر منبر بچھا کر وعظ و نصیحت فرمانا ہے۔ یہی تو عرس ہے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا نهیتکم عن زیارة القبور الافزوروھا (کتب احادیث)

کثرت عبادت

کثرت سے عبادت کرنے پر بھی بعض لوگ معترض ہیں۔ اس لئے نوافل اور سنن غیر مؤکدہ کا تو کبھی انہوں نے منہ بھی نہیں دیکھا بلکہ سعودی عرب میں تو عموماً فرائض پر ہی اکتفا کر لیا جاتا ہے نہ کوئی پہلے سنت نہ بعد' نہ کوئی مؤکدہ نہ غیر مؤکدہ جبکہ قرب نوافل کی حدیث پیچھے آپ پڑھ چکے ہیں اور کثرت عبادت و قیام کی وجہ سے حضور علیہ السلام کے مبارک قدموں پہ ورم آنا اور قرآن پاک کی آیت قم الیل الا قلیلا ۔ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ حالانکہ علاج تو وہ کرواتا ہے جو بیمار ہو حضور علیہ السلام تو دوسروں کے نفوس کا تزکیہ فرمانے والے ہیں پھر آپ اتنی مشقت کیوں اٹھاتے؟ صرف ہمارے اندر احساس پیدا کرنے کے لئے۔ قرآن پاک میں ہے طٰهٰ ٥ ما انزلنا علیك القرآن لتشقیٰ پیارے ہم نے آپ پر اس لئے تو قرآن نہیں اتارا کہ آپ مشقت میں پڑ جائیں مگر حضور علیہ السلام اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو فرماتے ہیں افلا اکون عبدًا شکورًا ۔ کیا میں اپنے رب کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟

رات کی عبادت کے ساتھ ویسے ہی اللہ کو زیادہ پیار ہے۔ اس لئے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ طور پہ آنے کا وعدہ کیا تو چالیس راتوں کا تذکرہ کیا اگرچہ ان میں دن بھی آتے

ہیں مگر نام صرف راتوں کا لیا (اربعین لیلا) یہ بتانے کے لئے کہ عبادت کا جولطف رات کی خلوتوں میں ہے وہ دن کے اجالوں اور خلوتوں میں کہاں؟

خاموشی اور اس کے فضائل

خاموشی کے فضائل میں کتب حدیث کے اندر پورے پورے ابواب ہیں اور زیادہ بولنے کی قباحتوں کا بھی ذکر ہے لیکن کئی لوگوں کو صوفیاء کی یہ عادت بھی اچھی نہیں لگتی جبکہ خود حضور علیہ السلام کی عادت مبارکہ تھی کہ **کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طویل الصمت** (مشکوٰۃ ص ۵۲۰) کہ خود حضور علیہ السلام زیادہ تر خاموشی اختیار فرمائے رکھتے تھے۔

ابن ماجہ شریف میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا جب تمہیں معلوم ہو کہ کوئی شخص کم بولتا ہے اور دنیا سے بے زار ہے تو اس کا قرب حاصل کرو

فاقہ کشی اور اس کے فوائد

اور فاقہ کشی کے بارے میں تو کچھ لکھنے کی ضرورت ہی نہیں۔ حضور علیہ السلام کے معرکۃ الاراء فاقے کس کو معلوم نہیں ہیں اگرچہ اختیاری ہی تھے۔ یہ بابرکت عمل بھی صوفیاء کرام کی زندگی کا محبوب مشغلہ اور معمولات مشائخ کا ایک اہم حصہ ہے۔ اور اس کے فوائد بھی کماحقہ وہی جانتے ہیں جنہیں اس کی لذتیں نصیب ہیں۔

معلوم ہوا کہ یہ سارے کام حضور علیہ السلام کی سنتوں میں سے ہیں جن کی طرف توجہ بہت کم دی جاتی ہے حالانکہ ان پر عمل کرنے سے بھی اسی طرح ثواب ملتا ہے جس طرح دوسری سنتوں پر عمل کرنے سے ملتا ہے۔ کسی مرد کامل کے ہاتھ میں ہاتھ دیکر ان تمام سنتوں کو اپناؤ اور ایک ایک سنت کو زندہ کرنے پر سو سو شہیدوں کا ثواب حاصل کرو۔

مرید بنو مگر کس کے؟

مگر صاحب سلسلہ، صحیح العقیدہ اور عالم شریعت پیروں کے ورنہ یاد رکھو۔ لباس خضر میں ہزاروں رہزن بھی پھرتے ہیں۔ اور اگر کوئی مرد کامل مل جائے تو اس کے با

ادب مرید بنو اور ادب یہ ہے کہ مرشد بات کرے تو مرید کا سارا جسم کان بن جائے۔ مرشد سامنے آئے تو مرید سراپا گوش بن جائے چونکہ مرشد کامل حضور علیہ السلام کا خلیفہ ہے اور حضور علیہ السلام کے صحابہ کرام ﷢ کو بالخصوص حکم دیا گیا یا ایھا الذین امنوا لا تقولوا راعنا ...... واسمعوا (البقرہ) شروع سے ہی میرے حبیب کی بات پر غور کر لیا کرو اور خود حضور علیہ السلام کے بارے میں سورۃ النجم میں ارشاد ہوتا ہے ما زاغ البصر وما طغٰی ۔ کہ جب اللہ نے اپنے محبوب کو جلوہ دکھایا تو نہ نظر ٹیڑھی ہوئی اور نہ بھٹکی۔ یہ معمولی بات نہیں بلکہ ؎ اک آگ کا دریا ہے اور پار گزرنا ہے

حضور سلطان العارفین سلطان باہو علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

مرشد مکہ طالب حاجی قبلہ عشق بنایا ہو
وچ حضور سدا ہر ویلے کریئے حج سوایا ہو
ہک دم میتھوں جدا نہ ہووے دل ملنے تے آیا ہو
مرشد عین حیاتی باہو لوں لوں وچ سمایا ہو

احوال واقوال صوفیاء کرام علیہم الرحمۃ الرحمٰن

مرید کی وجہ سے پیر کی بخشش

بعض عرفاء سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں لوگوں کو اس لئے بیعت کرتا ہوں کہ کسی اچھے مرید کی وجہ سے میری بخشش ہو جائے۔

جب رات ہوتی ہے

حضرت فضیل بن عیاض فرماتے ہیں کہ رات ہوتی ہے تو میرا دل وجد کرنے لگتا ہے کہ اب دنیا سے جدا ہو کر اپنے مولیٰ کے ساتھ رہوں گا مگر افسوس کہ ابھی پوری طرح پیاس بھی نہیں بجھتی کہ پھر صبح ہو جاتی ہے۔

ہر وقت خدا کی زیارت

حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ان للّٰہ عباد الو حُجب عن اللّٰہ

تعالٰی فی الدنیا والاخرۃ لارتدوا ۔ اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے بھی ہیں کہ اگر دنیا و آخرت میں کسی لمحے بھی خدا تعالیٰ سے پردے میں ہو جائیں تو اپنے آپ کو مسلمان ہی نہیں سمجھتے۔

ہر وقت مصطفیٰ کی زیارت

حضرت شیخ ابوالعباس مرسی علیہ الرحمۃ کا اپنے متعلق اپنا فرمان ہے لو حجب عنی رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم طرفۃ عین ما اعددت نفسی من زمرۃ المسلمین ۔ اگر ایک لمحہ کے لئے بھی حضور علیہ السلام کا مجھے دیدار نصیب نہ ہو تو میں اس لمحے اپنے آپ کو مسلمان ہی نہیں سمجھتا۔

اولیاء کرام کا معیار تحقیق

حضرت شیخ روز بہاں بکری علیہ الرحمۃ کے سامنے ایک محدث نے حدیث پڑھی جو اسناد کے لحاظ سے بالکل درست تھی مگر آپ نے فرمایا کہ یہ حضور علیہ السلام کا فرمان نہیں ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ میں نے کتب اسماء الرجال سے پوری تحقیق کے ساتھ بیان کی ہے۔ آپ نے فرمایا: میں تیری تحقیق دیکھوں یا رُخ والضحیٰ دیکھوں وہ دیکھ حضور علیہ السلام اشارے سے فرما رہے ہیں کہ یہ میری حدیث نہیں ہے۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ یہ لوگ بحث میں نہیں پڑتے کیونکہ گھڑے کی آواز اس وقت تک آتی ہے جب تک کہ خالی ہوتا ہے، بھر جائے تو آواز نہیں آتی۔ ان کی حالت بھی ایسی ہی ہوتی ہے کہ کوئی پتھر مارے یا گالی دے، دعا دے کر گزر جاتے ہیں جھگڑتے نہیں ہیں۔ واذا خاطبھم الجاھلون قالوا سلاما ۔

گرد مستاں گرد گرے کم رسد بوئے رسد
بوئے اوگرکم رسد رویت ایشاں بس است

کہ ان مستوں کے گرد ایسے چکر لگا جس طرح شمع کے گرد پروانہ گھومتا ہے۔ اگر شراب عشق و محبت کا پورا جام نہ بھی ملے تو تجھے ایک گھونٹ ہی کافی ہے اگر گھونٹ بھی نہ ملے تو خالی بو ہی کافی ہے اور اگر بو بھی نہ ملے تو پھر بھی مایوس ہو کر اپنے آپ کو محروم نہ سمجھ

کیونکہ ان کی زیارت ہی کافی ہے کیونکہ اذا راوا ذکر اللّٰہ ان کو دیکھنے سے خدا یاد آجاتا ہے یہ بھی تو عبادت سے کم نہیں۔

کوئی پرواہ نہیں

واللہ ما ابالی ان اسقطت علی الموت ام سقط الموت علی۔

(قول علی المرتضٰی الکامل للمبرد ابواب امثال العرب)

اللہ کی قسم مجھے کوئی پرواہ نہیں کہ میں موت پر جا گروں یا موت مجھ پہ آ گرے۔ (ایک صوفی کا فرمان)

کن گناہوں سے ایمان چھن جاتا ہے

حضرت ابوالقاسم حکیم علیہ الرحمۃ سے سمرقند میں کسی نے سوال کیا کہ وہ کون سا گناہ ہے جس کے کرنے سے بندے کا ایمان چھن جاتا ہے۔ فرمایا: وہ تین گناہ ہیں جن کے کرنے سے بندہ ایماندار نہیں رہتا۔

نمبر۱ ایمان جیسی نعمت ملنے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہ کرنا

نمبر۲ ایمان کے ضائع ہونے سے نہ ڈرنا

نمبر۳ مسلمانوں پر ظلم کرنا۔ (تنبیہ الغافلین ،فقیہہ ابواللیث سمرقندی)

فکر آخرت

میری والدہ ماجدہ رحمۃ اللہ علیہا نے مجھے چند پنجابی اشعار (مسدسات) لکھوائے جن میں سے ایک یہ ہے

ظلم نہ کریں توں جان اُتے تیر موت والا تینوں وجناں ایں
ملک الموت اے لا کے گھات بیٹھا خا کی ایہہ بھانڈا تیرا بھجناں ایں
کئی مانیاں مٹی دے وچ اڑیا ہتھیں سجناں تے تینوں دبناں ایں
بھکھے کیڑے اڈیکدے قبر اندر ماس کھا تیرا اونہاں رجناں ایں

کسے خویش پیارے نئیں نال جاناں تینوں ہک اکلیاں کڈھناں ایں
الٰہی بخش ایہہ ورثہ نئیں دیس ساڈا لکھ سال جیویں تاویں چھڈناں ایں

امید وخوف

ویروی عن بعض الصالحین انه قال لو انزل اللّٰہ کتابا انه معذب رجلا واحدالخفت ان اکونه اوانه راحم رجلا واحد لرجوت ان اکونه (ایضًا)

ایک ولی اللہ کے خوف خدا اور امید رحمت الٰہی کی کیفیت بیان کی گئی ہے کہ وہ فرماتے ہیں اگر اللہ تعالیٰ لکھ کر کچھ نازل فرمائے کہ میں صرف ایک ہی بندے کو عذاب دوں گا تو مجھے خطرہ ہے کہ وہ بندہ کہیں میں ہی نہ ہوں اور اگر مجھے یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ صرف ایک ہی بندے پہ رحمت فرمائے گا تو مجھے اس کی رحمت سے امید ہے کہ وہ بندہ میں ہی ہوں گا۔ (الایمان بین الخوف والرجاء)

شیطان کا مقابلہ کیسے کریں؟

حضرت ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ان کان ھو (الشیطن) یرٰك من حیث لاتراہ فاستعن بمن یراہ من حیث لایراہ وھو اللّٰہ القھار الستار (تفسیر ضیاء القرآن ج ۲ ص ۲۳)

اگر شیطان تجھے ایسی جگہ سے دیکھتا ہے جہاں سے تو اس کو نہیں دیکھ سکتا تو تو اس (اللہ) کی مدد حاصل کر جو اس شیطان کو ایسی جگہ سے دیکھتا ہے کہ جہاں سے شیطان اس رب العالمین کو نہیں دیکھ سکتا اور وہ ذات اللہ کی ذات ہے جو قہار بھی ہے اور ستار بھی۔

اویس قرنی علیہ الرحمۃ کا سوال

حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت عمر فاروق جب حضور علیہ السلام کے حکم سے حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور پوچھا کہ اے اویس کیا تو نے حضور علیہ السلام کا جمال دیکھا ہے تو انہوں نے عرض کیا ہاں میں نے تو دیکھا ہے مگر لم تریاہ من رسول اللّٰہ

الاظلہ تم نے تو صرف حضور کا ظل اور عکس ہی دیکھا ہے۔ (جواہر البحار)

سنی ہونے پر شکرِ خدا

حضرت خواجہ نور محمد مہاروی علیہ الرحمۃ کا ایک مشہور شعر ہے ۔

شکر خدا کہ سنی ام نے معزلی نے ہیچو شیعہ دارم دغلی
از صدق دل گویم ہر دم ابوبکر و عمر، عثمان علی

خدا کا شکر ہے کہ میں سنی ہوں، نہ تو میں معتزلی ہوں اور نہ شیعوں کی طرح دھوکے باز ہوں۔ صدق دل سے ہر وقت یہ نعرہ لگاتا رہتا ہوں کہ

چمن چمن گلی گلی، صدیق عمر، عثمان، علی (حق چاریار)

حقیقت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام

غصت فی لجة المعارف واقفا علی حقیقة المحمدیة (علی صاحبها الصلوٰة والسلام) فاذابینی وبینها الف حجاب من نور ولودنوت الی الحجاب الاول لاحترقت کماتحترق الشعرة اذا القیت فی النار (قول بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ: جواہر)

میں نے معرفت کے سمندر میں غوطہ لگایا حقیقت محمدیہ سے واقف ہونے کے لئے تو مجھے اپنے اور حقیقت محمدیہ کے درمیان ایک ہزار پردہ دکھائی دیا کہ اگر میں پہلے پردے کے قریب بھی جاتا تو ایسے جل جاتا جس طرح بال اگ میں جلتا ہے۔

مرشد کا جوتا

خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی علیہ الرحمۃ نے جب ایک سائل کو اپنے جوتے عنایت فرما دیئے اور امیر خسرو آپ کے مرید خاص وخلیفہ نے سائل کو دس ہزار روپے دے کر جوتے واپس لے لئے اور جب خواجہ کے دربار میں آئے تو خواجہ نے پوچھا ''بکم خریدۂ'' جوتے کتنے کے خریدے ہیں؟ عرض کیا! بدہ ہزار خریدہ ام۔ دس ہزار کے خریدے ہیں۔ فرمایا: ارزان خریدہ ای۔ ابھی بہت سستے خرید لائے ہو۔

''حافظہ'' کا روحانی علاج

حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے شیخ واستاذ سے اپنے حافظے کی کمزوری کی شکایت کی تو انہوں نے مجھے گناہوں کو چھوڑ دینے کی نصیحت فرمائی۔ میں حیران ہوا کہ کہاں حافظہ اور کہاں ترک معصیت؟ ان کا آپس میں کیا تعلق ہے تو انہوں نے فرمایا

فان العلم نور من الٰہٖ
ونور اللّٰہ لایعطی لعاصٍ

بے شک علم نور خدا ہے جو گناہ گار و نافرمان کو نہیں دیا جاتا۔

مصیبت پہ خوشی

ایک صوفی بزرگ کا فرمان ہے انا نفرح بالبلاء کما یفرح اھل الدنیا بالنعم ۔ ہم مصیبتوں پر ایسے خوش ہوتے ہیں جیسے دنیا دار نعمتوں پر خوش ہوئے ہیں۔

لفظ ''قل'' کا ترجمہ

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لفظ قل (قل ھو اللہ احد) کا ترجمہ اس طرح کیا ہے ''بگوائے محبوب من، مطلوب من، مقصود من'' اے میرے محبوب، اے میرے مطلوب، اے میرے مقصود تو کہہ دے۔

منصور حلاج کا قول

منصور حلاج فرماتے ہیں مَن حسین وقت و نااھلاں یزید و شمر

کوہ ارادتم متزلزل نمی شود
لو بست الجبال ولو دکت السماء

میں وقت کا حسین ہوں اور میرے مدمقابل نااہل یزید وشمر ہیں۔
میں ارادے کا پہاڑ ہوں کہ جس میں کبھی لرزہ پیدا نہیں ہوسکتا اگرچہ پہاڑوں کو ریزہ ریزہ کر دیا جائے اور زمین کو کوٹ دیا جائے۔

میں پربتوں سے لڑتا رہا اور چند لوگ
گیلی زمین کھود کر فرہاد بن گئے

ولی کی سخاوت وشجاعت

حضرت ابوالحسن خرقانی علیہ الرحمۃ کا قول ہے کہ کسی ولی اللہ کو اگر ہزار کرامتیں ملی ہیں اور دوسرے ولی کو صرف ایک ملی ہے تو شجاعت یہ ہے کہ وہ ایک بھی ہزار والے کو دے دے۔ (قصص الاولیاء)

نیکوں کو دوست بناؤ

حضرت حسن بصری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں استکثروا من الاصدقاء المؤمنین فان لهم شفاعة یوم القیمة ۔ (مظہری) نیکوکار اہل ایمان کو زیادہ دوست بنایا کرو کیونکہ وہ قیامت میں تمہاری شفاعت کریں گے جبکہ کافر کہیں گے فما لنا من شافعین ولا صدیق حمیم ۔ ہائے ہمارا کوئی سفارشی نہیں اور نہ کوئی ہمارا غمخوار و مددگار ہے۔

مرید پیر کے ہاتھوں میں

صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ جس طرح مردہ اپنے آپ کو غسال کے ہاتھوں میں دے دیتا ہے اور پھر اس کی مرضی ختم ہو جاتی ہے اس طرح مرید کو بھی اپنی مرضی مرشد کی مرضی میں فنا کر کے شیخ کے ہاتھوں میں اپنا آپ دے دینا چاہئے پھر دیکھے رحمت کے دروازے کیسے کھلتے ہیں۔

فرشتوں کو رحمت نہ دو

شیخ جلال الدین بخاری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں مرید خالص وہ ہوتا ہے کہ چوبیس سال تک اپنے بائیں کندھے والے فرشتوں کو (گناہ) لکھنے کی زحمت نہ دے (اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ اگر گناہ ہو جائے تو فوراً توبہ کر لے کیونکہ گناہ ہو جانے کے بعد نیکیاں لکھنے والا فرشتہ برائی لکھنے والے فرشتے کو کہتا رہتا ہے ٹھہر جا ہو سکتا ہے ابھی توبہ کر لے۔

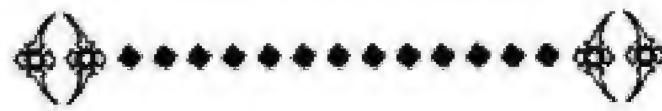
فوراً توبہ ہو جائے تو گناہ لکھا ہی نہیں جاتا)

مرید کی خواہش

ایک پیر کے مرید نے کئی سال حضرت غوث اعظم کی خدمت کی آخر دریائے کرم موج میں آیا اور آپ نے فرمایا مانگ کیا مانگتا ہے؟ اس نے عرض کیا اگر کچھ عطا کرنا ہی ہے تو میرے پیر کے قدموں میں پہنچا دیں۔

الحمد للّٰہ الذی صرف قلوبنا نحو الخیرات و خفف اثقالنا بعفو السیات و میزنا من بین سائر الامم بتضاعف الحسنات والصلوٰۃ و السلام علی من اوتی بمفاتیح خزائن الأرض والسموات وعلی الہٖ واصحابہٖ اکمل الصلوٰت وافضل التسلیمات ۔

واٰخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین ۔



(۳)

سچوں کی صحبت

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْمَمْدُوْحِ الْاَسْمَآءِ، اَلْمَحْمُوْدِ الْاٰلَاءِ، اَلْوَاسِعِ الْعَطَاءِ، اَلْمَدْعُوِّ لِحَسْمِ اللَّاوَآءِ ۔

مَالِكِ الْاُمَمِ وَمُصَوِّرِ الرِّمَمِ وَاَهْلِ السَّمَاحِ وَالْكَرَمِ وَمُهْلِكِ عَادٍ وَّاِرَمَ ۔ اَدْرَكَ كُلَّ سِرٍّ عِلْمُهٗ وَوَسِعَ كُلَّ مُصِرٍّ حِلْمُهٗ وَعَمَّ كُلَّ عَالِمٍ طَوْلُهٗ وَهَدَّ كُلَّ مَارِدٍ حَوْلُهٗ ۔

اَحْمَدُهٗ حَمْدَ مُوَحِّدٍ مُّسْلِمٍ وَاَدْعُوْهُ دُعَآءَ مُؤَمِّلٍ مُّسَلِّمٍ ۔

وَهُوَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْوَاحِدُ الْاَحَدُ الْعَادِلُ الصَّمَدُ، لَاوَلَدَلَهٗ وَلَا وَالِدَ وَلَارِدْءَ مَعَهٗ وَلَا مُسَاعِدَ ۔

اَرْسَلَ مُحَمَّدًا لِّلْاِسْلَامِ مُمَهِّدًا وَلِلْمِلَّةِ مُوَطِّدًا وَلِاَدِلَّةِ مُؤَكِّدًا وَلِلْاَسْوَدِ وَالْاَحْمَرِ مُسَدِّدًا ۔

وَصَلَ الْاَرْحَامَ وَعَلَّمَ الْاَحْكَامَ وَوَسَمَ الْحَلَالَ وَالْحَرَامَ وَرَسَمَ الْاِحْلَالَ وَالْاِحْرَامَ

كَرَّمَ اللّٰهُ مَحَلَّهٗ وَكَمَّلَ الصَّلٰوةَ وَالسَّلَامَ لَهٗ ۔

وَرَحِمَ اٰلَهُ الْكُرَامَآءَ وَاَهْلَهُ الرُّحَمَآءَ ۔

مَاهَمَرَ رُكَامٌ وَهَدَرَ حَمَامٌ وَسَرَحَ سَوَامٌ وَسَطَا حُسَامٌ ۔

اِعْمَلُوا رَحِمَكُمُ اللّٰهُ عَمَلَ الصُّلَحَآءِ وَاكْدَحُوا لِمَعَادِكُمْ كَدْحَ الْاَصِحَّآءِ وَارْدَعُوا اَهْوَاءَكُمْ رَدْعَ الْاَعْدَآءِ وَاَعِدُّوا لِلرِّحْلَةِ اِعْدَادَ السُّعَدَآءِ ۔

وَادَّرِعُوا حُلَلَ الْوَرَعِ وَدَاوُوا عِلَلَ الطَّمَعِ ۔

وَسَوُّوا اَوْدَ آءَ الْعَمَلِ وَعَاصُوا وَسَاوِسَ الْاَمَلِ ۔

وَصَوِّرُوا لِاَوْهَامِكُمْ حَوْلَ الْاَحْوَالِ وَحُلُوْلَ الْاَهْوَالِ وَ مُسَاوَرَةَ الْاَعْلَالِ وَمُصَارَمَةَ الْمَالِ وَالْاٰلِ ۔

وَادَّكِرُوا لِحِمَامَ وَسَكْرَةَ مَصْرَعَهٗ وَالرَّمْسَ وَهَوْلَ مُطَّلِعَهٗ وَاللَّحْدَ وَوَحْدَةَ مُوْدِعَهٗ وَالْمَلَكَ وَرَوْعَةَ سُؤَالِهٖ وَمَطْلَعِهٖ وَالْمَحْوَا الدَّهْرَ وَلُوْمَ كَرِّهٖ وَسُوْءَ مِحَالِهٖ وَمَكْرِهٖ ۔

كَمْ طَمَسَ مَعْلَمًا وَّاَمَرَّ مَطْعَمًا وَّ طَحْطَحَ عَرَمْرَمًا وَدَمَّرَ مَلِكًا مُّكَرَّمًا ۔

هَمُّهٗ سَكُّ الْمَسَامِعِ وَسَحُّ الْمَدَامِعِ وَاِكْدَاءُ الْمَطَامِعِ وَاِرْدَآءُ الْمُسْمِعِ وَالسَّامِعِ ۔

عَمَّ حُكْمُهُ الْمُلُوْكَ وَالرِّعَاعَ وَالْمَسُوْدَ وَالْمُطَاعَ ۔

وَالْمَحْسُوْدَ وَالْحُسَّادَ وَالْاَوْسَادَ وَالْاَسَادَ ۔

مَا مَوَّلَ اِلَّا مَالَ وَعَكَسَ الْاٰمَالَ وَمَا وَصَلَ اِلَّا وَصَالَ وَكَلَمَ الْاَوْصَالَ ۔

وَلَا سَرَّ اِلَّا وَسَآءَ وَلَوَّمَ وَاَسَآءَ وَلَا اَصَحَّ اِلَّا وَلَّدَ الدَّآءَ وَ رَوَّعَ الْاَوِدَّآءَ ۔

اَللّٰهَ اَللّٰهَ رَعَاكُمُ اللّٰهُ

اِلَامَ مُدَاوَمَةُ اللَّهْوِ وَمُوَاصَلَةُ السَّهْوِ ۔

وَطُوْلُ الْاِصْرَارِ وَحَمْلُ الْاٰصَارِ ۔

وَاِطِّرَاحُ كَلَامِ الْحُكَمَآءِ وَمُعَاصَاةُ اِلٰهِ السَّمَآءِ ۔

اَمَا الْهَرَمُ حَصَادُكُمْ وَالْمَدَرُ مِهَادُكُمْ ۔ اَمَا الْحِمَامُ مُدْرِكُكُمْ وَ

الصِّراطُ مَسْلَكُكُمْ، اَمَا السَّاعَةُ مَوْعِدُكُمْ وَالسَّاهِرَةُ مَوْرِدُكُمْ ۔ اَمَا اَهْوَالُ الطَّآمَّةِ لَكُمْ مُّرْصَدَہْ، اَمَادَارُ الْعُصَاةِ الْحُطَمَةُ الْمُؤْصِدَہْ ۔

حَارِسُهُمْ مَّالِكْ وَرُوَاؤُهُمْ حَالِكْ ۔

وَطَعَامُهُمُ السُّمُوْمُ وَهَوَآءُهُمُ السَّمُوْمُ ۔

لَا مَالَ اَسْعَدَهُمْ وَلَاوَلَدْ وَلَا عَدَدَ حَمَاهُمْ وَلَا عُدَدْ ۔

اَلَارَحِمَ اللّٰهُ اِمْرَأً مَلَكَ هَوَاهْ ۔ وَاَمَّ مَسَالِكَ هُدَاهْ وَاَحْكَمَ طَاعَةَ مَوْلَاهْ وَكَدَّ وَكَدَحَ لِرَوْحِ مَاوَاهْ ۔

وَعَمِلَ مَادَامَ الْعُمْرُ مُطَاوِعًا وَّالدَّهْرُ مُوَادِعًا ۔

وَالصِّحَةُ كَامِلَةْ وَالسَّلَامَةُ حَاصِلَةْ ۔

وَالَّادَهِمَهُ عَدَمُ الْمَرَامِ وَحَصَرُ الْكَلَامِ وَاِلْمَامُ الْاٰلَامِ وَحُمُوْمُ الْحِمَامِ ۔

وَهُدُوًّا لُحَوَاسِ وَمِرَاسُ الْاَرْمَاسِ ۔

اَهًالَهَا حَسْرَةً ۔

اَمَلُهَا مُؤَكَّدُوَ اَمَدُهَا سَرْمَدْ وَمُمَارِسُهَا مُكْمَدْ ۔

مَالِوَلَهِهٖ حَاسِمْ وَلَا لِسَدَمِهٖ رَاحِمْ وَلَالَهٗ مِمَّا عَرَاهُ عَاصِمْ ۔

اَلْهَمَكُمُ اللّٰهُ اَحْمَدَ الْاِلْهَامْ وَرَدَّاكُمْ رِدَآءَ الْاِكْرَامْ وَاَحَلَّكُمْ دَارَالسَّلَامْ وَاَسْاَلُهُ الرَّحْمَةَلَكُمْ وَلِاَهْلِ مِلَّةِ الْاِسْلَامْ وَهُوَ اَسْمَعُ الْكِرَامِ وَالْمُسْلِمِ وَالسَّلَامْ ۔

خطبہ کا ترجمہ:

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں جس کے ناموں کی تعریف کی جاتی ہے اس کی نعمتوں کی تعریف کی گئی ہے، وسیع بخشش وعطا والا، جس سے مصیبتوں کو دور کرنے کی دعا کی جاتی ہے۔

تمام مخلوق کا مالک، بوسیدہ ہڈیوں کو صورت عطا کرنے والا، بخشش و کرم والا جس نے قوم عاد وارم کو ہلاک کیا

جس کا علم ہر راز کو گھیرے ہوئے ہے اور اس کی بردباری گناہوں پر اصرار کرنے والے کو بھی شامل ہے، جس کا فضل عام ہے ہر سرکش کو اس کی طاقت نے زیر کر رکھا ہے۔

میں اس کی حمد ایک پکے موحد، مسلمان کی سی کرتا ہوں اور امیدوار رحمت ہو کر اطاعت گزار کی طرح اس سے دعا کرتا ہوں۔

وہی معبود برحق ہے وحدہ لاشریک لہ ہے، ذات وصفات میں یکتا، انصاف کرنے والا بے نیاز ہے، نہ اس کی کوئی اولاد نہ وہ کسی کی اولاد، نہ کوئی اس کا مددگار اور نہ کوئی اس کی قوت و بازو۔

جس اللہ نے حضور علیہ السلام کو بھیجا جو اسلام کو پھیلانے کے لئے اور شریعت کو مضبوط کرنے کے لئے اور نبیوں' رسولوں کے دلائل کو مضبوط کرنے کے لئے تمام جہانوں کے لئے ہادی و راہنما بنا کر۔

جنہوں نے آ کر تمام رشتوں کو ملایا، احکام کا علم سکھایا، حلال و حرام کے بارے میں بتایا، احلال اور احرام کا پتہ بتلایا۔

اللہ تعالیٰ آپ کے مکان کو بلند فرمائے، آپ کی آل پاک پہ کرم فرمائے اور آپ کے مہربان گھر والوں پر فضل فرمائے۔

جب تک کہ بادل برستے رہیں، کبوتر بولتے رہیں، چرند چرتے رہیں اور تلوار حملہ کرتی رہے۔

(اے لوگو) تم پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے، نیکیوں والے عمل کرو، تندرستوں کی طرح آخرت کے لئے کمائی کرو، خواہشات نفسانی سے دور رہو جیسا کہ اپنے دشمن سے دور رہتے ہو اور کوچ کی تیاری کرو نیک بختوں کی طرح، تقویٰ کا لباس پہنو، لالچ کے امراض کو دور کرلو۔

اپنے عمل کی کجی کو سیدھا کرو، امید کے وسوسوں کی نافرمانی کرو۔

اپنے دلوں پر حالات کے انقلاب کی صورت بناؤ، خوفوں کے پیش آنے اور بیماریوں کے حملے سے، مال و اولاد کی جدائی کا خیال کرو۔

موت اور اس کی سخت پچھاڑ کو یاد کرو، قبر اور اس میں پیش آنے والے حالات پر غور کرو، قبر کے گڑھے اور اس میں تنہا رہنے پر نظر رکھو، فرشتوں کا آنا اور ان کے سوالات کو یاد کرو۔

زمانے کے انقلاب اور اس کا برے طریقے سے پلٹنا دیکھو، اس کی دشمنی اور دھوکے کی فکر کرو۔

اس زمانے نے بڑی بلند جگہوں کو مٹا دیا، لذیذ کھانوں کو کڑوا کیا، بڑے بڑے لشکروں کو ہلاک کیا اور کتنے ہی شان والے بادشاہوں کو برباد کیا۔

اس کا ارادہ کانوں کو کاٹنا (بہرا کرنا) ہے، آنسوؤں کو بہاتا، تمناؤں کو روکتا اور سننے سنانے والوں کو ہلاک کرتا ہے۔

اس کا حکم عام ہے۔ بادشاہ اور رعایا کے لئے، سرداروں اور فرمانبرداروں کے لئے۔

حاسدوں اور محسودوں کے لئے، کالے سانپوں (شریروں) اور شیروں (شریفوں) کے لئے۔

جس کو مالدار کرتا ہے اس سے ہی منہ پھیر لیتا ہے، اس کی امیدوں پر پانی پھیر دیتا ہے، اس کو ذلیل ومحتاج کر دیتا ہے اور ذرا شفقت نہیں کرتا بلکہ جوڑ جوڑ کو زخمی کر دیتا ہے۔

ایسا کبھی نہیں ہوا کہ زمانے نے کسی کو خوش کیا ہو اور پھر اس کو رنجیدہ نہ کیا ہو۔ اس نے کسی تندرست کو تندرست نہ رہنے دیا، اپنے ہی دوستوں کو ڈرانے والا ہے۔

اللہ سے ڈرو، اللہ تعالیٰ تمہاری حفاظت فرمائے۔

کب تک کھیل کود اور بھول میں مشغول رہو گے۔

کب تک گناہوں میں ڈوبے رہو گے اور ان کا بوجھ اٹھائے پھرو گے اور عقل مندوں کی بات کو بے وقعت سمجھتے رہو گے اور اللہ کی نافرمانی کرتے رہو گے۔

کیا بڑھاپا تمہاری زندگیوں کو ختم کرنے والا نہیں؟ کیا مٹی تمہارا ٹھکانہ نہیں؟ کیا موت نے تمہیں پانا نہیں؟ کیا پل صراط تمہارا راستہ نہیں؟ کیا قیامت تمہارے وعدے کی

جگہ نہیں؟ اور قیامت کا میدان تمہارے اترنے کا مقام نہیں؟ کیا قیامت کے ہولناک مناظر تمہارے سامنے نہیں؟ کیا دوزخ کی تیز آگ جس کے دروازے بند ہیں گنہگاروں کا گھر نہیں؟

جس دوزخ کے داروغے کا نام مالک ہے اور دوزخیوں کا حال بڑا ہی بھیانک ہے۔

ان کا کھانا زہر اور ہوا گرم ہے

نہ وہاں مال ان کے کام آئے گا نہ اولاد، نہ لشکر ان کی حمایت کرے گا اور نہ دولت۔

اسی پر رب کا کرم ہوگا جس نے اپنی خواہش کو اپنے کنٹرول میں رکھا، ہدایت کی راہ کا ارادہ کیا اور اپنے مولیٰ کی اطاعت کرتا رہا۔

جس نے آخرت کے لئے دنیا کی تکالیف گوارا کرلیں۔

زندگی بھر اطاعت کرتا رہا، اس سے زمانے نے بھی صلح کرلی۔

اس کی صحت اچھی رہی اور سلامتی اس کو حاصل رہی۔

اگر تو نے ہوش کے ناخن نہ لئے تو اچانک تیرا مقصد فوت ہو جائے گا، زبان بند ہو جائے گی، غموں کے ہجوم میں موت آ جائے گی۔

ہوش و حواس بیکار ہو جائیں گے اور قبر میں تکلیف اٹھائے گا،

ہائے افسوس!

یہ دکھ تو بہت سخت ہے، اس کی مدت بہت لمبی ہے۔ اپنے کرتوتوں کی وجہ سے تو اس کا دکھ اٹھا کر غمگین ہوگا۔

نہ کوئی حیرانگی دور کر سکے گا، نہ کوئی غم کی ندامت مٹا سکے گا اور نہ کوئی بچانے والا ہو گا۔

اللہ تمہارے دلوں میں اچھے خیالات پیدا فرمائے، تمہیں عزت کی چادر اوڑھائے، جنت میں ٹھکانہ عطا فرمائے، میں تمہارے لئے اور تمہارے اہل و عیال کے لئے دعا گو ہوں، اللہ کی رحمت کا طالب ہوں جو سخیوں کا سخی، سلامتی عطا فرمانے والا اور خود سراپا

سلامتی ہے۔

وَاعْلَمْ بِاَنَّ الْمَنُوْنَ جَائِلَةٌ وَقَدْ اَدَارَتْ عَلَى الْوَرٰى دَارًا
وَاَقْسَمَتْ لَا تَزَالُ قَانِصَةً مَا كَرَّ عَصْرُ الْمَحْيَا وَمَا دَارًا
فَكَيْفَ تُرْجَى النَّجَاةُ مِنْ شَرَكٍ لَمْ يَنْجُ مِنْهُ كِسْرىٰ وَلَا دَارًا

اور تو جان لے کہ بیشک موت چکر لگا رہی ہے اور دنیا پر دائرے کی طرح گھوم رہی ہے اور موت نے قسم اٹھا رکھی ہے کہ جب تک زمانہ گھومتا رہے گا موت زندگی کا شکار کرتی رہے گی۔ جب کسریٰ اور دارا (بادشاہ) موت سے نہ بچ سکے تو تو کیسے بچ سکے گا۔

امابعد!

فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم
یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ (سورۂ توبہ)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

یاایھا الذین امنوا کا پیارا خطاب صرف امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے حصے میں آیا ہے اور اللہ نے ان پیارے الفاظ سے قرآن پاک میں اس امت کو اٹھاسی مرتبہ یاد فرمایا ہے۔ پہلی امتوں کو یا اھل الکتاب اور یبنی اسرآئیل جیسے الفاظ سے خطاب کیا جاتا تھا۔

امام غزالی علیہ الرحمۃ نے تقویٰ کی تین قسمیں بیان فرمائی ہیں: نمبر۱-تقوی عن الشرک نمبر۲-تقویٰ عن المعاصی نمبر۳-تقویٰ عن البدعۃ

ہر قسم کا تقویٰ اختیار کرنے کے بعد بھی سچوں کی صحبت و معیت کا حکم دیا گیا اس کا مطلب یہ ہوا کہ خالی تقویٰ سے بات نہ بنے گی جب تک کسی کامل کا دامن ہاتھ میں نہ ہو گا۔

قیامت کے دن جب دنیوی تعلقات کی بناء پر تمام رشتے ٹوٹ جائیں گے۔ دوستیاں ختم ہو جائیں گی۔ اس دن بھی اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں سے دنیا میں اللہ کی رضا کے لئے دین کی بنیاد پر کی ہوئی دوستی باقی رہے گی اور کام آئے گی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

الا خلاء یومئذ بعضھم لبعض عدوالا المتقین ۔ اس دن دوست دشمن ہو جائیں گے ہاں مگر نیکوں کی دوستی قائم رہے گی۔ لہٰذا دوستی ایسوں سے کرو جو یہاں بھی قائم رہے اور وہاں بھی باقی رہے۔ پیر باہو نے ولیوں کی اس مضبوط دوستی کو کتنے پیارے اور سادہ الفاظ میں بیان فرمایا ہے

نال کوسنگی سنگ نہ کریئے، کل نوں لاج نہ لایئے ہو
کوڑے تے تربوز نہ تھیون، توڑے توڑ مکے لے جایئے ہو
کانواں دے بچے ہنس نہ تھیندے بھانویں موتیاں چوگ چگایئے ہو
کوڑے کھوہ نہ مٹھے ہوون پے سو مناں کھنڈ پایئے ہوں
سپّاں دے پُتر کدی مِتر نہ ہوندے بھانویں چُلیاں دودھ پلایئے ہو

اولیائے اللہ کی معیت اپنانے کا حکم کیوں دیا گیا؟ اس لئے کہ وہ جو انسان کا کھلا دشمن ہے اور جس نے باری تعالیٰ کی بارگاہ میں بطور چیلنج اعلان کیا تھا کہ میں تیرے بندوں کو ضرور گمراہ کردوں گا۔ ولا تجد اکثرھم شکرین اکثر لوگ تیرے ناشکرے ہو جائیں گے۔ اس بے ایمان نے اسی موقع پر اس حقیقت کا اقرار واعتراف بھی کیا تھا۔ الا عبادك منھم المخصلین تیرے مخلص بندوں پر میرا داؤ نہیں چل سکے گا۔ اللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا ان عبادی لیس لك علیھم سُلطن ۔ میرے بندوں پر تو غالب نہیں آ سکتا۔ شیطان کن کن طریقوں سے انسان پر حملہ آور ہوتا ہے اور مسلمانوں کے ایمان کو ضائع کرنے کے لئے کون کون سے راستے استعمال کرتا ہے اور پھر اللہ کے مخلص بندوں اور شیطان کی طاقت میں کتنا فرق ہے کہ جن کے سامنے روز اول ہی وہ ہتھیار ڈال کر اپنی شکست تسلیم کر چکا ہے۔ آج کی گفتگو کا عنوان یہی ہے پہلے شیطانی حربوں کا ذکر کیا جائے گا اور پھر اولیاء الرحمٰن اور اولیاء الشیطن کی طاقت کو بیان کیا جائے گا تا کہ معلوم ہو کہ

محبت کی نظر اور ہے عداوت کی نظر اور
نظریں بدل گئیں تو نظارہ بدل گیا

شیطان، دشمن انسان

کوئی شخص کتنا ہی سچا اور آپ کا خیر خواہ کیوں نہ ہو اگر آپ کو کہے کہ اس راستے پر نہ جانا کیوں کہ اس راہ پر تیرا فلاں دشمن بیٹھا ہوا ہے تو پھر بھی اس بات میں جھوٹ کا یا مذاق کا امکان تو ہو سکتا ہے یا یہ بھی تو ہو سکتا ہے آپ کے جانے سے پہلے ہی دشمن وہاں سے چلا جائے اور اگر سو فیصد یقین ہو کہ دشمن ضرور بیٹھا ہو گا پھر بھی احتیاط نہیں کرو گے تو ضرور نقصان اٹھاؤ گے جبکہ شیطان کی دشمنی کے بارے میں اس ذات نے بتایا کہ جس سے زیادہ سچی کسی کی بات نہیں اور جس سے زیادہ پکا کسی کا قول نہیں۔ (من اصدق من اللّٰہ حدیثا و من اصدق من اللّٰہ قیلا) اور اس کتاب میں بتایا گیا کہ جس کی شان یہ ہے ذلك الكتب لاريب فيه اور اس رسول نے بتایا جو انسانیت کا سچا خیر خواہ اور رحمۃ للعالمین کی شان والا ہے پھر بھی اگر ہم یقین نہ کریں یا اس دشمن سے بچنے کے لئے کچھ نہ کریں جو دشمن ہماری جان کے درپے نہیں بلکہ ہمارے ایمان کو ضائع کرنے کے لئے گھات لگائے بیٹھا ہے تو پھر ہم سے بڑا احمق کون ہو گا۔

دنیا کے دشمن تو کبھی کبھی حملہ کرتے ہیں مگر شیطان ایسا دشمن ہے کہ پیدا ہونے سے لیکر مرنے تک ہمارے پیچھے پڑا رہتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے ما من بنی آدم مولود الا یمسه الشیطٰن حین یولد فیستهل صارخا من مس الشیطان غیر مریم وابنها ایک حدیث میں ہے صیاح المولود حین یقع نزعة من الشیطان (مشکوٰۃ ص ۱۸) کہ بچہ پیدا ہوتے ہی جو چیختا ہے تو یہ شیطان کے کچوکا لگانے کی وجہ سے ہے۔ جب پیدا ہونے والے بچے کو (جس سے ابھی گناہ کا امکان ہی نہیں) نہیں چھوڑتا تو عاقل بالغ کیسے کہہ سکتا ہے کہ مجھ پر شیطان حملہ نہیں کر سکتا جبکہ ابو الانبیاء اور ابو البشر کو اس کمینے نے معاف نہ کیا تو تو کس کھیت کی مولی ہے بلکہ ایسی بات کہنا بذات خود شیطان کا حملہ ہی ہے۔ (اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم)

ایک بندہ وضو کر کے مسجد میں آتا ہے، نماز میں کھڑا ہو جاتا ہے پھر بھی نہیں کہہ سکتا کہ میں شیطان سے بچ گیا ہوں، جب تو وضو کرتا ہے وہ اس وقت ہی تیرے پیچھے پڑ جاتا

ہے۔ حدیث میں آتا ہے وضو کرتے ہوئے حملہ کرنے والے شیطان کا نام ''ولھان'' ہے۔ (ترمذی ص ۱۹)

اور ایک حدیث شریف میں ہے کہ عین نماز کی حالت میں بندہ جب پوری توجہ نماز کی طرف نہیں کر پاتا تو یہ بھی شیطان ہی کی طرف سے ہے جس کو حدیث میں ''اختلاس'' فرمایا گیا ہے۔ **ھو اختلاس یختلسه الشیطان من صلوٰۃ العبد** (متفق علیہ) . یہ بندے کی نماز میں سے شیطان کا ڈاکہ ہے۔ اور نماز میں بندے کی توجہ ادھر ادھر کرنے والے شیطان کا نام حدیث میں ''خنزب'' بتایا گیا۔ (مشکوٰۃ ص ۱۹)

حالانکہ نماز کی حالت میں بندہ سب سے زیادہ اپنے رب کے قرب میں ہوتا ہے اور جب اہل ایمان کی نماز معراج المؤمنین ہے تو حضور علیہ السلام کی نماز تو معراج کی بھی جان ہے لیکن حدیث شریف میں ہے کہ عین دوران نماز مسجد نبوی شریف میں شیطان نے حضور علیہ السلام پر بھی حملہ کی کوشش کر ڈالی (پورا واقعہ دیکھئے مشکوٰۃ ص ۹۱ پہ) اگرچہ ناکام ہوا اور ہوتا کیوں نہ کہ حضور تو امام الانبیاء ہیں جبکہ اس لعین کا تو اپنا بیان ہے کہ مخلصین پر بھی میرا بس نہیں چل سکے گا تو جب

یہ شان ہے خدمت گاروں کی ''پھر'' سرکار کا عالم کیا ہوگا

اُف! اتنا شدید حملہ؟

شیطان لعین انسان کے ہر عضو کو گنہگار کر دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارا مہربان رب وضو کرنے سے ہمارے اعضاء کے گناہوں کو نکال باہر کرتا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ کلی کرنے سے منہ کے گناہ نکل جاتے ہیں، ناک میں پانی ڈالنے سے ظاہری صفائی بھی ہو جائے گی اور ناک کے گناہ بھی نکل جائیں گے جس سے باطنی طہارت بھی ہو گئی۔ چہرہ دھوتے وقت چہرے سے متعلقہ تمام (صغیرہ) گناہ جھڑ جائیں گے۔ **حتّٰی تخرج تحت اشفار عینیه** . یہاں تک کہ آنکھوں کی پلکوں کے نیچے سے بھی۔

ہاں دھوؤ گے تو ہاتھوں کے گناہ ختم **حتی تخرج تحت اظفار یدیه** . یہاں تک کہ ناخنوں کے نیچے سے بھی۔ سر کا مسح کرنے سے سر کے گناہ نکل گئے **حتیٰ تخرج من**

اذنیہ ۔ یہاں تک کہ کانوں سے بھی۔ فاذاغسل رجلیہ خرجت الخطایا من رجلیہ حتی تخرج من اظفار رجلیہ اور جب پاؤں دھوئے گا تو پاؤں کے گناہ نکل جائیں گے یہاں تک کہ پاؤں کے ناخنوں کے اندر کے گناہ بھی۔ ثم کان مشیہ الی المسجد وصلوتہ نافلۃ لہ ۔ پھر نماز اور نماز کے لئے مسجد کی طرف جانا بندے کے لئے ثواب ہی ثواب ہے۔ (مشکوٰۃ ص ۳۹،۴۰)

دیکھئے! ایسا دشمن کہ ان الشیطٰن یجری مجری الدم (مشکوٰۃ ص ۱۸) جو انسان میں خون کی طرح دوڑتا ہے اللہ نے اس کے حملوں سے ہمیں کیسے بچایا اور اس لئے حکم دیا کہ تم خود اس کے شر سے نہیں بچ سکو گے مجھے ہی عرض کیا کرو۔ اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم ۔

جسمانی بیماریوں سے زیادہ بری بیماری رُوح کی ہے جس کا تعلق ایمان سے ہے اور یہی ضائع کرنے کی کوشش میں شیطان رہتا ہے، ہم لوگ جسمانی امراض کے لئے بڑے علاج، ٹیسٹ کراتے ہیں اگر چہ جتنے مہنگے ہی کیوں نہ ہوں مگر روح کی بیماری کا اتنا آسان اور بالکل مفت علاج بھی نہیں کر سکتے کہ پانچ وقت وضو کر کے نماز پڑھ لیا کریں۔ کیا ہم شیطان کے حملے کی زد میں تو نہیں آ چکے؟

جنگل دے وچہ شیر مریلا، باز پوے وچ گھر دے ہو
عشق جہیا صراف نہ کوئی، کھوٹ نہ چھڈے وچ زر دے ہو
عاشق نیندر بھکھ نہ کوئی، عاشق مول نہ مردے ہو
عاشق سوئی جیندے جہڑے، باھو رب اگے سر دھردے ہو

ایسا بھی ہوتا ہے

کہ ایک بندے سے شیطان خود ہی گناہ کراتا ہے اور پھر اس کا مذاق بھی اڑاتا ہے تو جب اپنے ماننے والوں کا نہیں بنتا تو اے بندۂ خدا تیرا کب بنے گا۔ چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب کوئی بندہ جمائی لیتے وقت ہاہا کی آواز نکالتا ہے تو شیطان دیکھ کر ہنستا اور مذاق اڑاتا ہے بلکہ ایک حدیث میں ہے لا تقل "ھا" فانما ذٰلك من

الشیطٰن یضحک منه (مشکوٰۃ ص ۹۰)

یعنی ہنستا اور مذاق اڑاتا ہے اور دوسری میں ہے **فان الشیطٰن یدخل فی فیه**۔ شیطان اس کے منہ میں داخل ہو جاتا ہے۔

خود ہی چوری کرواتا ہے اور جب چور کو سزا ملتی ہے تو خوشیاں مناتا ہے کہ مسلمان کو کیسے ذلیل کروایا ہے۔ گناہوں کے زخم لگا کر مرہم رکھنے کی بجائے ان پر نمک پاشی کرتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے **واذ زین لهم الشیطٰن اعمالهم** ...... (الانفال)

قریش مکہ جو شیطان کے خاص چیلے تھے ان کے سامنے ان کے گناہوں کو مزین کر کے پیش کیا اور کہا **لا غالب لکم الیوم من الناس وانی جارلکم**۔ آج (بدر میں) تم پر کوئی غالب نہیں آ سکتا، فکر نہ کرو میں تمہارے ساتھ ہوں، لیکن **فلما ترات الفئتٰن نکص علیٰ عقبیه** جب اللہ کی مدد فرشتوں کی صورت میں دیکھی تو الٹے پاؤں دم دبا کر بھاگ نکلا۔ جب ان (اپنے دوستوں) کے کام نہ آیا تو اے غافل مسلمان تیرے کام کیا آئے گا۔ اس لعین نے میر جعفر و صادق سے غداری کروائی' ان کو اپنا مستقبل کتنا درخشندہ نظر آیا ہو گا مگر لعنت کے سوا کچھ ہاتھ نہ آیا، یہی حال فرعون و یزید کا کرایا۔

<u>لطیفہ یا عبرت</u>

اللہ رسول کا حکم ہے کہ صبح جلدی اٹھ کر نماز باجماعت ادا کرو مگر ہم نے چونکہ ہر کام میں شریعت کی مخالفت کی ٹھانی ہوئی ہے۔ شادی بیاہ ہو یا غمی کا موقع ہو شیطان ہم سے اپنا کام کروا ہی لیتا ہے اس بہانے کہ برادری کو کیا منہ دکھاؤ گے کاش کہ برادری جتنی فکر ہی ہمیں اللہ رسول کی ہوتی۔

حدیث میں ہے کہ جو صبح نماز کے لئے نہیں اٹھتا **ذلک رجل بال الشیطان فی اذنه او قال فی اذنیه** (مشکوٰۃ ص ۹۰) شیطان اس کے کانوں میں پیشاب کر دیتا ہے۔ شاید اس وجہ سے بے نماز سارا دن گانے سنتے رہتے ہیں کیونکہ ناپاک کانوں سے ناپاک کام ہی ہو گا۔ صبح اٹھ کر اللہ کو سجدہ کرتا تو دل میں سرور پیدا ہوتا آنکھوں میں نور پیدا ہوتا۔

اب یہ تیری مرضی ہے کہ جلدی اٹھ کر نور لے لے یا نماز نہ پڑھ کر کانوں میں شیطان کا پیشاب کروا لے۔ (یا اس کا پاخانہ کھالے)

یہ بڑے کرم کے ہیں فیصلے
یہ بڑے نصیب کی بات ہے

من غدا الی صلوٰۃ الصبح غدا برایۃ الایمان ومن غدا الی السوق غدا برایۃ ابلیس (مشکوٰۃ ص۶۳)

جو صبح کی نماز کو گیا اس نے ایمان کا جھنڈا بلند کیا اور جو (نماز پڑھے بغیر، اٹھتا ہی) بازار کو (دکان پر) بھاگ گیا وہ شیطان کا جھنڈا اٹھانے والا ہے۔

دنیا گھر منافق دے یا کافر دے گھر سوہندی ہو
نقش نگار کرے جیوں کردی عورت سوہنے منہ دی ہو
بجلی وانگ کرے لشکارے سردے اتوں جھوندی ہو
حضرت عیسیٰ دی سِل وانگوں، ویندیاں راہ کوہندی ہو

قیامت کے دن شیطان کی بے وفائی

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ (الیٰ آخر الآیہ)

اس آیت کے تحت حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب قیامت کے دن اہل ایمان شفیع کی تلاش میں نکلیں گے اور پھرتے پھراتے حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے چنانچہ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں۔

فیاتونی فیاذن اللّٰہ لی ان اقوم فیثور مجلسی من الطیب ریح شمھا احد حتی اتی ربی فیشفعنی ویجعل لی نورا من شعر راسی الی ظفر قدمی

پس جب لوگ میرے پاس آئیں گے اور میرا رب مجھے (شفاعت کے

لئے) کھڑا ہونے کی اجازت دے گا، میں جب اٹھوں گا تو میری مجلس سے بہت اعلیٰ قسم کی خوشبو پھوٹے گی جسے ہر کوئی سونگھے گا۔ یہاں تک کہ میں اپنے رب کے پاس آؤں گا اور میرا رب میری سفارش قبول فرمائے گا اور سر کے بالوں سے لیکر پاؤں کے ناخنوں تک مجھے نور عطا کرے گا۔

یہ منظر جب کافر دیکھیں گے تو آپس میں کہیں گے کہ مسلمانوں کو تو شفیع مل گیا ہے چلو ہم بھی کسی شفیع کو تلاش کریں۔ فیقولون ماهو غیر ابلیس ۔ پس وہ کہیں گے ہمارا شیطان کے سوا کون ہے؟ هو الذی اضلنا ۔ اسی نے تو ہمیں گمراہ کیا تھا۔

فیاتونه فیقولون قدوجد المؤمنون من یشفع لهم فمن یشفع لنا ۔ اہل ایمان کو تو سفارش کرنے والا مل گیا، بتا ہماری سفارش کون کرے گا سوائے تیرے فاشفع لنا ۔ چل تو ہماری سفارش کر، کیونکہ تو نے ہی ہمیں راہ راست سے بھٹکایا۔ فیثور مجلسه من نتن ریح شمها احد ثم یعظم نحیبهم ۔ پس اس کی مجلس سے سخت بدبو پھوٹے گی اور پھر وہ چیخ مار کر بھاگ جائے گا۔ ویقول عند ذلك ان اللّٰه وعدکم وعدالحق و وعدتکم ۔ یہ کہتے ہوئے کہ بے شک ایک وعدہ تم سے اللہ نے کیا اور ایک میں نے، تم ہی بدبخت ہو کہ اللہ کے وعدے کی پرواہ نہ کی اور میری طرف بھاگتے آئے۔ فلاتلومونی ولوموا انفسکم جاؤ دفع ہو جاؤ مجھے کیوں برا کہتے ہو؟ اپنے آپ کو ملامت کرو۔ ما انا بمصرخکم وما انتم بمصرخی ۔ آج نہ میں تمہاری مدد کرسکتا ہوں اور نہ تم میری (الصارخ والمستصرخ هو الذی یطلب النصرة والمعاونة والمصرخ هو المغیث باب افعال سے اسم فاعل مذکر ہے۔ من الصرخ بمعنی چیخ و پکار باب افعال میں آکر متعدی ہوگیا)

ذلت ورسوائی ان کا مقدر ہوگئی

سبحان اللہ! شیطان کو مددگار ماننے والے ذلیل ہو گئے اور اس نے اپنے ماننے والوں کو سر محشر دھوکہ دیا اور اللہ کے محبوب کو حاجت روا ماننے والوں کی آقا علیہ السلام نے سر محشر حاجت روائی فرما کر بتا دیا کہ دنیا میں یہی لوگ سچے عقیدے والے تھے۔ اور ان

کے عقیدے کو شرک سے اگر ذرہ برابر بھی تعلق ہوتا تو آج یہ کامیاب نہ ہوتے۔

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان سے بیس وعدے کئے سب پورے ہوئے شیطان نے اپنے ماننے والوں سے سترہ وعدے کئے مگر ایک بھی وفا نہ کیا۔

اتنے ظلم سہہ کر بھی اگر شیطان کے خلاف بغاوت پیدا نہ ہو تو یہی کہا جا سکتا ہے کہ

دنیا میں قتیل اس سا منافق نہیں کوئی
جو ظلم تو سہتا ہے بغاوت نہیں کرتا

اور اے شیطانی کاموں میں اپنے شب و روز اور زندگی کے قیمتی لمحات ضائع کرنے والو! غیرت سے کام لو اور شیطان کی فرمانبرداری سے بغاوت کا اعلان کرو جب وہ سر محشر تمہیں رسوا کرے گا تو تم آج ہی کیوں نہیں اس سے جان چھڑا لیتے۔

اب تو زخمی شیر کی مانند بپھرنا چاہیے
یہ اگر ہمت نہیں تو ڈوب مرنا چاہیے

شیطان کے دامن کو چھوڑ دو اور شیطان سے دامن چھڑا لو اور دامن مصطفیٰ ﷺ سے وابستہ ہو جاؤ، جن کے دامن سے وابستگی یہاں بھی کام آئے گی اور وہاں بھی' بخدا! اللہ کو ان کے دامن کا بڑا لحاظ ہوگا۔ شیطان اور شیطانی اعمال پہ لعنت بھیجو اور آگے بڑھ کر محبوب خدا کے قدموں کو چوم لو اور وجد میں آ کر جھومتے ہوئے عرض کرو، اے پیارے آقا!

عاشقی کا حوصلہ بیکار ہے تیرے بغیر
آرزو کی زندگی دشوار ہے تیرے بغیر

کیونکہ

نبی کے در پہ قسمت ہی بدل جاتی ہے لوگوں کی
جو آتے ہیں وہ بوبکر و علی بن کر نکلتے ہیں

لمحہ فکریہ

اللہ سے کئے ہوئے وعدوں پر عمل کرنا مشکل اگرچہ ہے، پانچ وقت مسجد کی حاضری، سردیوں کا وضو، حرام و حلال کی تمیز، راہ حق میں جان قربان کرنا مگر جنت کو اللہ

تعالیٰ نے انہی کاموں میں رکھ دیا ہے جبکہ دوزخ کو مرغوبات سے ڈھانپ دیا گیا ہے جن کی طرف نفس دوڑ دوڑ کر جاتا ہے، دین کی بات ہو تو بار بار گھڑی دیکھی جاتی ہے اور کھیل، تماشہ، ڈرامہ فلم لگی ہو تو ساری رات گزر جائے پرواہ نہیں۔

چیزیں اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہیں

حضرت خواجہ شاہ سلیمان تونسوی علیہ الرحمۃ کا انتقال ہوا نہ ریڈیو تھا نہ اخبارات اور نہ ہی کوئی اعلان ہوا مگر سو سو میل سے لوگ جنازے میں آئے اور جس سے پوچھا تمہیں کس نے بتایا اس نے یہی کہا کہ سوتے میں کوئی کہہ رہا تھا اگر نجات چاہتے ہو تو تونسہ شریف جاؤ۔

مجید امجد (بین الاقوامی شہرت کا حامل شاعر) پاکستان میں اس کے نام پر اکیڈمی بھی بنی ہوئی ہے بی بی سی نے گھنٹے یا ڈیڑھ گھنٹے کا پروگرام اس پر نشر کیا تھا لیکن جب مرا ہے تو صرف چار آدمی تھے جنازے کے ساتھ وہی جو چارپائی اٹھا کر لے جا رہے تھے

دیکھے مجھے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو

ادھر بہلول دانا (جن کو دنیا پاگل دیوانہ اور مجذوب کہتی تھی) وقت کا بادشاہ ہارون ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہے کہ جس طرح میری بیوی زبیدہ کو جنت کا محل عطا کیا ہے مجھے بھی دے دو اور منہ مانگی قیمت لے لو، ان کے مزار پر آج بھی بابا گورونانک کی تصویریں پڑی ہیں کیونکہ گورونانک وہاں جا کر چلہ کرتے رہے۔ اس عقیدت کے سبب سکھوں نے حضرت بہلول کا بڑا خوبصورت روضہ بھی بنوایا ہے۔ یہ وہی بہلول ہیں کہ جن کی بارگاہ میں امام اعظم جیسی ہستیاں حاضری دیتی تھیں اور آپ کے مشائخ میں حضرت بہلول کا نام بھی آتا ہے۔ بہلول کا مزار بغداد میں ہے۔ آج بھی وقت کے بادشاہ ان کی بارگاہ میں گدا بن کر حاضری دیتے ہیں۔ عرض کرنے کا مطلب یہ ہے کہ

اس طرف بھی آدمی ہیں، اُس طرف بھی آدمی
ان کے جوتوں پر چمک ہے ان کے چہرے پر نہیں

(ساحر لدھیانوی)

یہی بہلول قبرستان میں رہتے تھے (جس کی وجہ سے لوگ ان کو دیوانہ مگر اہل اللہ دانا

کہتے) لوگوں نے عرض کیا آپ شہر میں تشریف لائیں زائرین کو قبرستان جاتے تکلیف ہوتی ہے۔ فرمایا وہاں اس لئے رہتا ہوں کہ ان سے مجھے اس وجہ سے پیار ہے کہ میری بات کسی کے آگے نہیں کرتے اور نہ کسی کی میرے سامنے کرتے ہیں اور شہر والے میری دوسروں کے سامنے اور دوسروں کی میرے سامنے کرتے ہیں

شہروں والو تم کیا جانو شہر تو بنجر ہوتے ہیں
صحراؤں میں رہنے والے لوگ قلندر ہوتے ہیں

یہ بھی معلوم ہوا کہ ایمان اور ایمانیات کی اصل ایمان بالرسالت ہی ہے کیونکہ شیطان باقی سب کچھ ماننے کو تیار ہے اگر نہیں مانتا تو رسالت نہیں مانتا اور خلافت (آدم) نہیں مانتا۔ مندرجہ بالا آیہ کریمہ کی تفسیر میں اور بھی بہت سارے نکات تفاسیر میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ حاصل کلام یہ ہے کہ جب ایک شیطان اس قدر دھوکے دیتا ہے تو یہ دنیا تو شیطانوں سے بھری پڑی ہے۔(من الجنة والناس) لہٰذا ہر وقت اپنے رب سے عرض کرتے رہو اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔

برباد گلستاں کرنے کو بس ایک ہی اُلو کافی تھا
ہر شاخ پہ اُلو بیٹھا ہے انجام گلستاں کیا ہوگا

اور اللہ کی پناہ طلب کرتے رہنا اس لئے بھی ضروری ہے کہ ہم تو ہر چمکتی چیز کو سونا کہہ دینے والے احمق ہیں جبکہ لباس خضر میں ہزاروں راہزن بھی پھرتے ہیں

تمہیں تو بادلوں کا پہچاننا بھی نہیں آتا
نشیمن سے دھواں اٹھتا ہے تم کہتے ہو ساون ہے

شیطانی حربے

ارشاد رب العالمین ہے۔

واستفزز من استطعت منهم بصوتك ...... (بنی اسرائیل:۶۴)

اس آیت میں شیطان کو تمام وسائل اختیار کرنے کی اجازت دی گئی ہے جو کسی کو راہِ حق سے ہٹانے کے لئے کام میں لائے جاسکتے ہیں۔ مثلاً

۱-صوت: اس میں ہر قسم کی شیطانی آوازیں شامل ہیں چاہے وہ فلمی گانوں کی آواز ہو یا دین اسلام کی مخالفت میں لیکچرز اور مباحثے ومناظرے۔ شیطان کی اپنی آواز تو کوئی نہیں وہ اپنے چیلوں اور پٹھوں کی زبان سے بولتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوبوں کی زبان سے بولتا ہے۔ **وما ینطق عن الھوی ان ھو الاوحی یوحی**

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

۲-**واجلب علیھم بخیلك:** شیطان اپنے تمام لشکروں کولیکر اہل حق پہ چڑھ دوڑتا ہے۔ افغانستان اور عراق کے حالات آپ کے سامنے ہیں۔ اس کا راستہ روکنے کے لئے اللہ نے اہل ایمان پر جہاد فرض کیا جس کو نام نہاد مسلمان جو درحقیقت شیطان ہی کے چیلے ہیں دہشت گردی قرار دے رہے ہیں۔ شرم تم کو مگر نہیں آتی

ڈھانپا کفن نے داغ عیوب برہنگی
آپ ورنہ ہر لباس میں ننگ وجود "ہیں"

۳-**وشارکھم فی الاموال والاولاد** ۔ شیطان مال واولاد میں شریک ہوکر مال کو غلط جگہوں میں استعمال کراتا ہے اور اولاد کو غلط راہ پر چلاتا ہے۔ مال کمانے میں محنت ہماری ہے اور خرچ کرنے میں مرضی شیطان کی جیسا کہ خوشی غمی کے موقع پر ہوتا ہے کہ ایک ہی تو میرا بیٹا ہے اگر کنجری نہ آئے شراب نہ چلے تو شادی کا مزہ ہی کیا ہے؟ اولاد مسلمانوں کے گھر پیدا ہوتی ہے مگر اس کی تربیت اسلامی کی بجائے شیطانی ہوتی ہے۔ دیندار، حافظ عالم بنانے کی بجائے عیسائیوں کے سکولوں میں بھیج کر ان کے مذہب اور ان کی آخرت کا ستیاناس کر دیا جاتا ہے اور دیندار لوگوں کو پاگل و دیوانہ کہا جاتا ہے مگر یاد رکھو دنیا اس حقیقت کو جان چکی ہے کہ ۔ یہی چراغ جلیں گے تو روشنی ہوگی

اہل خرد کی جھوٹی باتیں سن سن کر
لوگوں کو دیوانے اچھے لگتے ہیں

ایک حدیث پاک میں ہے کہ زوجین اگر ازدواجی تعلقات سے پہلے اس عمل کی دعا (**اللھم جنبنا الشیطان وجنب الشیطن مارزقتنا او کما قال**) نہ پڑھی جائے تو

شیطان اس پوری کارروائی میں شامل ہو جاتا ہے وشار کھم فی الاموال والاولاد

خالی فریب ہی دیئے رکھا ہمیں ظفر
اندر بٹھا دیا کبھی باہر بٹھا دیا

۴- وعدھم ۔ گمراہ کرنے کے شیطان کے جھوٹے وعدے، جن کے چکر میں آ کر کئی لوگ اپنا دین ایمان کھو بیٹھتے ہیں اور خدا کو ہی بھول جاتے ہیں۔ یہ شیطان کا بہت بڑا حملہ ہے جس میں لوگوں کی اکثریت مبتلا ہے۔ میرا اپنا مشاہدہ ہے کہ ایک جاہل پیر جو خدا کو سجدہ کرنے سے تو روکتا ہے مگر خود اپنے آپ کو سجدہ کراتا ہے اور جو کہتا ہے خدا تو میرے اندر ہے اور میں چوبیس گھنٹے نماز میں رہتا ہوں لہٰذا مجھے اور میرے مریدین کو پنجگانہ نماز کی ضرورت نہیں اور بزرگوں کی طرف منسوب اشعار پڑھ کر لوگوں کو نماز روزے سے روکتا ہے۔ ایک مرید اس کا مالدار ہو گیا تو اس کو دیکھ کر ہزاروں دنیا دار، دین سے بیزار (جو اسی تاک میں تھے کہ کوئی ایسا پیر ملے جو نماز روزے سے جان چھڑوا دے) اس کے مرید ہو گئے کہ ہمارے پاس بھی دولت کی ریل پیل ہو جائے گی۔

دین تے دنیا سکیاں بھیناں، عقل نہیں سمجھیندا ہو
دونویں وچ نکاح ہکی دے شرع نہیں فرمیندا ہو
جیویں اگ تے پانی تھاں اک واسا نہیں کریندا ہو
دوئیں جہانی مٹھا ''باہو'' دعویٰ کوڑ کریندا ہو

ہر کوئی اپنے پیٹ کا دوزخ بھرنے کی فکر میں اپنے سے اوپر والے کو دیکھتا ہے اور اوپر جانے کی کوشش میں اپنی آخرت کو برباد کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں کئی مقامات پر اس مضمون کو بڑے زوردار الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔ (الھاکم التکاثر حتی زرتم المقابر ۔ الذی جمع مالا وعدده یحسب ان ماله اخلده ۔ ایحسب الن یقدر علیه احد، یقول اهلکت مالالبدا)

اوتھے جا کے پینی جے بہت مشکل
اوتھے عملاں دی سخت پرچول ہووے

اوتھے کم نیں یار سفارشاں دا
پورا عمل اوتھے تکڑی تول ہووے
ہر اک دے سامنے آ جاناں
جو بولیا منہ وچوں بول ہووے
اوہدے کولوں فرشتیاں کی پچھناں
جہڑا بیٹھا حضور دے کول ہووے

آمدم برسر مطلب

سرنامۂ عنوان آیت کریمہ کے آخر میں فرمایاو ما یعدھم الشیطن الا غرورا ..
شیطان کے وعدے تو محض دھوکہ ہوتے ہیں۔ ہدایت کے راستے سے ہٹانے کے لئے چکنی چپڑی باتیں کرتا ہے، طرح طرح کے خیالات دل میں پیدا کرتا ہے تا کہ تمہاری زندگی جو عبادت الٰہی کے لئے ہے اس کو ضائع کر دے، یہ سب اس کا دھوکہ ہے ورنہ اس کو ہمارے ساتھ کیا خیر خواہی ہو سکتی ہے۔

ہم تک کب ان کی بزم میں آتا تھا دور جام
ساقی نے کچھ ملا نہ دیا ہو شراب میں

(الغرور، تزئین الباطن ممایظن انہ حق غرور یہ ہے کہ باطل کو اس طرح آراستہ و مزین کرنا کہ اس پہ حق کا گمان ہونے لگے)

قرآن پاک میں اللہ پاک نے آدم علیہ السلام کو شیطان کا سجدہ نہ کرنا کئی جگہ بیان فرمایا۔ پہلے پارے کے چوتھے رکوع میں تقریباً پورا رکوع۔ آٹھویں پارے سورۃ اعراف میں دو رکوع کے اندر، چودھواں پارہ سورۂ الحجر پورا ایک رکوع، پندرھواں پارہ اس میں دو مرتبہ یہی قصہ بیان ہوا ایک بار سورۂ الاسراء میں اور پھر اگلی سورۃ الکھف میں سورۃ طٰہٰ میں آٹھ آیات کے اندر، اور سب سے آخر میں سورۃ صاد کے اندر اٹھارہ آیات میں ایسا کیوں؟ تا کہ کوئی کتنا بھی عبادت گزار ہو تو شیطان کے دھوکے میں آ کر یہ نہ کہے کہ میں نے بہت کچھ کر لیا کیونکہ شیطان نے خود اس سے کروڑ درجے زیادہ کیا تھا مگر سب کچھ

دھرے کا دھرا رہ گیا اور

گیا شیطان مارا ایک سجدے کے نہ کرنے سے
ہزاروں سال سر سجدے میں گر مارا تو کیا مارا

کیا یہ شیطان کا دھوکہ نہیں ہے کہ گندے فلمی گانوں کو تو موسیقی کہہ کر روح کی غذا قرار دیا جا رہا ہے اور قرآن پاک کی تلاوت کے قریب نہیں آتے۔ یہ کیسی روح ہے کہ جس کو قرآن کی آواز سے غذا نہیں ملتی اور کنجریوں کی آواز سے غذا لیتی ہے۔ خدارا مسلمانو! اپنے گھروں کو کنجر خانہ نہ بناؤ۔ **ففروا الی اللہ** ۔ اللہ کی طرف آؤ۔ انسان کی سب سے بڑی بدبختی یہ ہوتی ہے کہ اس کا نقصان بھی ہوتا رہے اور اس کو شعور تک نہ ہو وہ سمجھے کہ میرے پلے بھرے ہوئے ہیں مگر **ان تحبط اعمالکم و انتم لا تشعرون** ۔

اب جس کے دل میں آئے پائے وہ روشنی
ہم نے تو دل جلا کے سربام رکھ دیا

احساسِ ندامت

حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ اپنی کتاب "**سر الاسرار فیما یحتاج الیہ الابرار**" میں فرماتے ہیں تصوف کی ت سے مراد توبہ ہے۔ صاد سے مراد صفا (صفائی قلب) واؤ سے ولایت اور ف سے فنائیت (یعنی بندہ توبہ کر کے صفائی قلب حاصل کر لیتا ہے جس سے اس کو ولایت مل جاتی ہے اور ولایت سے پھر فنائیت کا درجہ حاصل ہوتا ہے) مطلب یہ ہے کہ ہر حرف ایک مقام کی طرف اشارہ کر رہا ہے، پھر توبہ کی دو قسمیں بیان فرمائیں۔ ظاہری اور باطنی اور توبہ تو اس راہ کا پہلا قدم ہے اس لئے ہر عارف نے اس موضوع پہ قلم اٹھایا ہے۔ (داتا صاحب نے بھی کشف المحجوب شریف میں توبہ کا پورا باب باندھا ہے) تاریخ کے پہلے انسان کی ترقی کا پہلا زینہ توبہ ہے توبہ جہاں گناہوں کو مٹاتی ہے۔ **التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ** بلکہ گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل فرماتی ہے۔ (**فاولئک یبدل اللہ سالتھم حسنات**) وہاں بندے میں احساس ندامت بھی ابھارتی ہے بلکہ یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ احساس ندامت سے ہی توبہ جنم لیتی ہے اور پھر **من تواضع للہ**

فقد رفعه الله کا معاملہ کیا جاتا ہے یعنی ”روندا جاتے نیڑے ہوندا جا“ اور ”جھڑ ارو ے اوھدا کم ہووے“

مگر وہ توبہ جس سے حال نہ بدلے یعنی صرف زبانی کلامی توبہ یا ”زبان پہ اا الہ اندر اور بلا“ یہ خود فریبی اور شیطان کا دھوکہ ہے۔ اللہ تعالیٰ جس پر کرم کرنا چاہتا ہے اس سے اگر بغیر ارادے بھی خطا ہو جائے تو اس کو گرفت میں لے لیتا ہے تاکہ یہ توبہ کرلے گڑگڑائے اور میں اس کے ایک ایک آنسو پر اس کے درجے بلند کرتا جاؤں۔ خطا اتنی نہیں ہوتی جتنی کہ توبہ کرلی جاتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب آدم وحوا علیہما السلام میں احساس ندامت پیدا ہوا تو دونوں نے چالیس سال تک کچھ نہ کھایا پیا، سو سال آدم علیہ السلام مائی حوا کے قریب نہ گئے۔ دوسو سال تک روتے رہے، روئے زمین کے انسانوں کے آنسو اکٹھے کرو تو داؤد علیہ السلام کے آنسوؤں کے برابر نہیں بنتے اور ان دونوں کے آنسوؤں کے مجموعے سے زیادہ آدم وحوا کے آنسو ہیں۔ دونوں نے تین سو سال شرمندگی کی وجہ سے آسمان کی طرف منہ نہ اٹھایا۔ یعنی ان کے اندر یہ احساس پیدا کیا گیا کہ شاید اللہ ہم سے ناراض ہوگیا ہے۔ اگر یہ احساس نہ پیدا ہوتا تو ندامت کا دروازہ نہ کھلتا، حالانکہ اللہ نے یہ فرما بھی دیا کہ فنسی ولم نجدله عزما ۔ آدم بھول گئے تھے اور ان کا ارادہ نہ تھا اور پھر آدم علیہ السلام کو پہلے سے بتا بھی دیا گیا تھا انی جاعل فی الارض خلیفه . تیری خلافت زمین کے لئے ہے اور تیری ہی پشت سے نسل انسانیت چلے گی تو ظاہر ہے جانتے تھے کہ یہ سارا سلسلہ جنت میں تو نہ ہوگا اور پھر جس کی پشت سے سارے نبیوں نے پیدا ہونا تھا بھلا اللہ اس سے ناراض کیوں ہوگا؟ بس بے سکونی کی کیفیت پیدا کرکے ندامت کے پروسس سے گزارا کیونکہ جو مزہ رو رو کر ماتھا رگڑنے اور یار کو منانے میں آتا ہے وہ جنت میں کہاں؟ بس اسی کو تصوف و روحانیت کی پہلی سیڑھی سمجھیں اور خدا توفیق دے تو اپنے اندر کبھی احساس ندامت پیدا کرکے چند آنسو گرالیا کریں۔

حضرت میاں محمد بخش عارف کھڑی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ۔

جنہاں دلاں وچ عشق سمایا رونا کم انہاہیں
اُٹھدے روون بہندے روون' روون چلدیاں راہیں

خوف خدا، توبہ و استغفار، فکر آخرت پر مشتمل بیانات، عبرت ناک اور سبق آموز حکایات اور عذاب قبر اور حالات مابعد الموت کی باتیں اسی لئے ہیں کہ انسان اپنے رب کی طرف متوجہ ہو اور آخرت کو سنوارنے کی بھی فکر کرے اور یہ ڈیوٹی بڑے بڑے کاملین سرانجام دیتے رہے۔

پیر باہو مرشد روشن ضمیر اور کاروانِ عشق و مستی کے امیر فرماتے ہیں

لوک قبر دا کرسن چارا لحد بناون ڈیرا ہو
چٹکی بھر مٹی دی پاسن کرسن ڈھیر اُچیرا ہو
دے درو دگھراں نوں ونجن کوکن ''شیرا شیرا'' ہو
وچ درگاہ نہ عملاں باجھوں، باہو ہوگ نبیڑا ہو

زبر نہ تھی زیر تھی......

نواب آف بہاولپور محمد بہاول خان عباسی جو کہ حضرت خواجہ غلام فرید آف کوٹ مٹھن کا عقیدت مند تھا اس کے پاس ایک غریب شخص اپنے کسی کام کو حاضر ہوا لیکن نواب نے کوئی توجہ نہ کی۔ وہ حاجت مند خواجہ صاحب کے پاس جا پہنچا اور ماجرا بیان کیا۔ آپ نے کاغذ کے ایک پرزے پہ ایک ہی جملہ لکھ کر دیا جس کو پڑھ کر نواب کھڑا ہو گیا اور زار و قطار رونے لگا، ہاتھ جوڑ کر کام بھی کر دیا اور آئندہ کے لئے بھی ہر کام کرنے کا وعدہ کیا وہ جملہ یہ تھا۔

''زبر نہ تھی، زیر تھی ورنہ پیش تھسیں''

اونچا نہ ہو زبر کی طرح جو اوپر ہوتی ہے بلکہ نیچا ہو زیر کی طرح ورنہ اللہ کی بارگاہ میں پیش ہوگا۔

آپ علیہ الرحمۃ کا فکر آخرت کے بارے میں مشہور شعر ہے

فریدا میں بھلا دا پگ دامت میلی ہو جا
گھلا روح نہ جاندا سر دی مٹی کھا

تو پگڑی میلی ہونے پہ پریشان بیٹھا ہے شاید یہ نہیں جانتا کہ عنقریب سر کو بھی مٹی کھا جائے گی جس پہ تو پگڑی باندھتا ہے۔

فکر آخرت اپنی جگہ حق ہے مگر اس حقیقت سے بھی انکار نہیں جو مندرجہ ذیل مسدس کے آخری مصرعہ میں مرشد کامل کی شان کے بارے میں بیان کی گئی ہے۔

سانوں تخت ہزارے دی لوڑ ناہیں نہ کوئی واسطہ شہر بھمبور دے نال
اسیں اپنی بال کے سیکنے ہاں سانوں کی لگے کسے ہور دے نال
رانجھا ملے تے اوسدے پیر چماں میری دوستی نیں کیدو چور دے نال
لکھاں تلیوں بن کے آئے جوگی رلیا کوئی نہ رانجھے دی ٹور دے نال
اوھو گڈیاں چڑھ اسمان جاون ہوندا جنہاں دا رابطہ ڈور دے نال
اونہوں حشر دا بوٹیا خوف کی اے جہدی گور اے مرشد دی گود دے نال

جیسا کہ اس خطاب کے شروع میں عرض کیا تھا کہ شیطان کی دشمنی اور اولیاء اللہ کی دوستی اس خطاب کے دو اہم جز ہیں بحمد اللہ تعالیٰ پہلے جز سے فارغ ہوئے اور اب دوسرا جز شروع کیا جاتا ہے۔ **وما توفیقی الا باللہ**

اولیاء کرام علیہم رحمۃ الرحمٰن

سورۃ فاتحہ میں اللہ تعالیٰ سے صراط مستقیم اور انعام یافتہ لوگوں کی راہ پر چلنے کی دعا کی گئی ہے اور انعام یافتہ لوگ انبیاء صدیقین شہداء اور صالحین ہیں۔ معلوم ہوا کہ سیدھا راستہ امام الانبیاء والا راستہ ہے۔ ابوبکر صدیق والا راستہ ہے، حسین ابن علی والا راستہ ہے، غوث پاک اور داتا گنج بخش والا راستہ ہے، یہ وہ نفوس قدسیہ ہیں جو رب سے فیض لے کر مخلوق میں تقسیم کرتے ہیں۔ ہدایت کے آسمان کے چمکتے ہوئے چاند ستارے ہیں، راتوں کو جاگ جاگ کر خدا سے حاصل کرتے ہیں اور دن کو بلا بلا کر خلق خدا کو فیض یاب کرتے ہیں، خلوتوں میں لیتے ہیں اور جلوتوں میں بانٹتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمانا چاہے تو کبھی کسی کے دل سے نکلنے والی ایک بات وہ اثر

پیدا کرتی ہے کہ زندگی میں انقلاب بپا ہو جاتا ہے۔ حضرت ابراہیم ادھم علیہ الرحمۃ سے بادشاہی آپ کے پلنگ پہ سو کر مار کھانے والی لونڈی کے ایک جملے نے چھڑا دی جس کو کسی نے یوں بیان کیا ہے

دو گھڑیاں میں لیٹی ایتھے تے ایڈی آفت آئی
حال کی ہوسی اس دا جس نے ساری عمر لنگھائی

قائد کا پھسلنا

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ پر ایک چھوٹے سے بچے کے ایک معمولی سے جملے نے ایسا اثر کیا کہ ساری زندگی لذت لیتے رہے۔ ہوا یوں کہ آپ تشریف لے جا رہے تھے اور گلی میں بارش کی وجہ سے پھسلن تھی ایک بچے کو آپ نے سہارا دیا جو پھسلنے والا تھا اور فرمایا سنبھل کے چل' تو اس بچے نے عرض کیا میری خیر ہے میں گر بھی گیا تو کیا ہو گا آپ اپنے آپ کو سنبھالیں آپ پھسل گئے تو پوری ملت پھسل جائے گی۔

لڑکے کہیا جے میں ڈگیا تے اینا ں خطرہ ناہیں
توں ڈگیوں تے خلقت ڈگسی سنبھل کے قدم اٹھائیں

ارض وسماء کا حُسن ''اولیاء اللہ''

اللہ تعالیٰ نے آسمان کو ستاروں سے سجایا، آسمان کا حسن دیکھ کر زمین اپنی بے بسی پر رونے لگی تو اس کو اللہ نے ولیوں سے سجا دیا۔ ستارے اور چاند رات کو چاندنی بکھیرتے ہیں۔ دن کو نہیں سورج دن کو روشنی لٹاتا ہے رات کو نہیں مگر اولیاء کرام رات کو بھی اور دن کو بھی نور بکھیرتے رہتے ہیں۔ اسی لئے حکم ہوا وکونوا مع الصادقین ۔ ان پاکوں کے ساتھ ہو جاؤ تو سب کچھ قبول انما یتقبل اللہ من المتقین اور ان کا دامن چھوڑو گے تو دعا بھی نا قابل قبول وما دعاء الکفرین الا فی ضلل ۔ قبولیت ہو جائے تو ''ککھ بھی لکھ'' اور نہ ہو تو لاکھوں کا اجتماع بھی کوئی وقعت نہیں رکھتا اور در بدر بستر اٹھا کر پھرنے سے بھی کچھ نہیں ملتا جس کو جہاں سے کچھ مل جاتا ہے وہ پھر آگے نہیں جاتا بلکہ وہیں پہ رُک جاتا ہے۔ آپ نے کوئی سودا خریدنا ہو تو جس دکان سے مل جائے گا آپ وہیں ٹھہر

جائیں گے، آگے جانے کی ضرورت ہی نہیں، سبزی لینی ہو تو بزاز کی دکان سے نہیں ملے گی اور خدا کا قرب لینے کے لئے جنگلوں میں مارے مارے پھرنے سے نہیں بلکہ خدا جن کے ساتھ رہتا ہے انہی کی بارگاہوں میں آنا پڑے گا۔ واعلموا ان اللّٰہ مع المتقین ۔ اللہ تو پرہیز گاروں کے ساتھ ہے، خواجۂ اجمیر کہاں سے چلے اور کہاں آ کر رُکے؟ پھر اجمیر میں جا کر ایسا ڈیرہ لگایا کہ آج تک لگا ہوا ہے اور قیامت تک لگا رہے گا۔ ایسا میر کارواں تلاش کرو کہ جو در بدر کی ٹھوکروں سے نجات دلا کر بدگمانیوں سے بچا کر یقین کی دولت سے مالا مال کر دے نہ ایسا کہ ۔ خود تو ڈوبے ہیں صنم تمہیں بھی لے ڈوبیں گے

کوئی کارواں سے چھوٹا کوئی بدگماں حرم سے
کہ امیر کارواں میں نہیں خوئے دل نوازی

جن کی معیت خدا کے رنگ میں رنگی ہوئی ہے ان کے ساتھ رہنے کا حکم دیا وکونوا مع الصدقین ۔ جن کی چاہتوں اور ارادوں سے تقدیریں بدلتی ہیں ان کی سنگت کو اپنانے کی بات کی گئی ہے۔ (لھم ما یشآء ون عند ربھم)

علم، پہچان اور تعلق

اللہ کو ویسے تو سارے ہی جاننے کا دعویٰ کرتے ہیں مگر جاننا اور ہے پہچاننا اور ہے پھر پہچاننا اور ہے اور تعلق ہونا اور بات ہے۔

پاکستان کے صدر کو جاننا تو ہر کوئی ہے لیکن اگر عام کپڑوں میں سامنے آ جائے تو ہزاروں میں سے کوئی ایک ہی پہچانے گا، پھر ہزاروں پہچاننے والے بھی ہوں تو تعلق کسی ایک آدھ کا نکلے گا اور تعلق نہ شکل وصورت دیکھتا ہے نہ عقل وعلم۔ ہوسکتا ہے ایم این اے اور ایم پی اے باہر کھڑے انتظار کرتے رہیں اور ایک معمولی حجام، گندے کپڑوں والا، ٹوٹی ہوئی سائیکل پر سوار ہو کر بے اجازت خطرناک اسلحہ (استرہ) لیکر سیدھا اندر چلا جائے اور صدر کی گردن پہ رکھ دے نہ اس کو سکیورٹی والے روک سکیں اور نہ کوئی اور، پھر جن کو تعلق نہیں وہ نو بجے کا ٹائم لے کر ساڑھے آٹھ آئیں گے تو ملاقات ہوگی ورنہ انتظار کرنے اور کروانے کی زحمت اٹھانی پڑے گی اور یہی حجام نو بجے کا وعدہ کر کے بارہ بجے

بھی آجائے تو نہ کوئی سزا ہے نہ باز پرس۔ بلکہ صدر پوچھے کہ دیر سے کیوں آیا ہے اور حجام آگے سے غصے میں کہہ دے کہ آپ کو حجامت کی پڑی ہے اور میری جھونپڑی پر فلاں وزیر نے قبضہ کرلیا ہے تو اس کے غصے کی پرواہ نہیں کی جائے گی اور اس کی وزارت کا لحاظ نہیں کیا جائے گا۔ اگر یہی معمولی حجام یہ کہہ دے کہ مجھ اکیلے کی جھونپڑی ہی نہیں میرے ساتھ اور بھی پچاس خاندان بے گھر ہو گئے ہیں فوراً حکم ہو گا کہ ان کے قبضے ابھی واپس دلاؤ، ہے بادشاہ لیکن حجام کے حکم کی تعمیل کر رہا ہے یہ کیا ہے؟ یہ تعلق ہے اور یہی تعلق جب بندے کا خدا سے ہو جائے تو اس کو ولایت کہتے ہیں پھر حکم ہوتا ہے من عادی لی ولیا فقد اذنته بالحرب ۔ جو اس سے دشمنی رکھے گا وہ میرا دشمن ہے۔ تعلق والے کا تعلق والا بھی تعلق والا ہو جاتا ہے کیونکہ دوست کا دوست بھی دوست ہی ہوتا ہے۔

درباروں پہ کیوں جاتے ہو؟

ہم اگر ان تعلق والوں کے پاس جائیں مثلاً دربار داتا صاحب ہی چلے جائیں تو مذاق اڑاتے ہیں کہ وہاں خدا دیکھا ہے؟ اور خود اس سے بھی تیس میل آگے جنگل میں جا کر ٹکریں مارتے رہتے ہیں ہمیں کہتے ہیں جب خدا ہر جگہ ہے تو درباروں پہ جانے کا کیا فائدہ؟ اور اگر یہی بات تمہاری درست ہے اور اس پر قائم رہو تو رائیونڈ کے جنگل میں جا کر چھ چھ گھنٹے رو رو کر دعائیں مانگنے کا کیا فائدہ؟

سن لو! ہم ولیوں کو خدا سمجھ کر ان کے پاس نہیں جاتے بلکہ صرف یہ عرض کرنے جاتے ہیں کہ جہاں تک آپ کی پہنچ ہے ہماری نہیں ہے۔ اس لئے آپ کی زبان سے اپنی بات کروانے آئے ہیں تاکہ خدا تعالیٰ آپ کی زبان سے نکلی ہوئی بات رد نہ فرمائے۔

ورنہ شفا تو اللہ ہی دیتا ہے مگر حکیم کے پاس جانے کو کوئی بھی شرک نہیں کہتا، سبزہ موسم بہار میں ہی اگتا ہے اور اللہ ہی اگاتا ہے مگر ابنت الربیع البقل (موسم بہار نے سبزہ اُگایا) کو کوئی بھی شرک نہیں کہتا جبکہ کہنے والا مسلمان ہو اور اللہ تعالیٰ ہی کو مؤثر حقیقی مانتا ہو جب اللہ تعالیٰ موسم بہار میں سبزہ اگانے کا اثر رکھ دے تو شرک نہیں اور اپنے ولی کی دعا میں کسی بے اولاد کی گود ہری کرنے کا اثر رکھ دے تو کیا بعید ہے؟

اللہ کے ولی انسانی خزاں کے لئے بہار ہوتے ہیں وہ حقیقت عقلیہ ہے یہ مجاز عقلی، دونوں جائز ہیں۔

تم خزاں میں بیج کیوں نہیں بوتے کیا بہار سے پھل مانگتے ہو جبکہ اللہ تو ایک ہی ہے جو بہار ہو کہ خزاں لا الہ الا اللہ کی شان والا ہے مگر اس نے موسم بہار ہی میں سبزہ اگانے کی طاقت رکھتی ہے، انسان تو سارے ہی ہیں مگر اللہ نے نگاہ ولی میں یہ طاقت رکھی ہے کہ

نگاہ ولی میں یہ تاثیر دیکھی
بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

اولیاء اللہ کیا مکھی بھی نہیں بنا سکتے؟

یہ کہنا کہ لن یخلقوا ذبابا کہ ولی اللہ مکھی بھی نہیں بنا سکتے شاید اس لئے ہے کہ تمہیں مکھیوں سے بڑا پیار ہے کیونکہ وہ غلاظت پہ بیٹھتی ہے ناں؟ اور تمہارے اندر بھی نجس عقیدے بھرے ہوئے ہیں جن میں سے کچھ نہ کچھ کبھی نہ کبھی، کہیں نہ کہیں اُگل دیتے ہو قدبدت البغضاء من افواھم وما تخفی صدورھم اکبر۔

ولی اللہ مکھیاں بنانے نہیں آتے بندوں کو خدا سے اور امتیوں کو مصطفیٰ سے ملاتے ہیں۔ یہ ٹانگیں توڑنے نہیں بلکہ ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑنے کے لئے آتے ہیں ورنہ مکھی کیا شئی ہے خدا کے بندے تو اخلق لکم من الطیں کھیئۃ الطیر ...... کی شان کے مالک ہوتے ہیں۔

اگر تم کہو کہ یہ تو باذن اللہ ہے؟ تو پھر بتاؤ جو شرک تھا اللہ نے اس کی اجازت دی کیوں؟
اگر شفا الطبیب المریض کہنا صحیح ہے کہ در حقیقت من جانب اللہ ہے تو یا غوث اعظم مدد کہنا بھی صحیح ہے کیونکہ مدد من جانب اللہ ہی ہے یا پھر بیمار کو ڈاکٹروں کے پاس اور امریکہ ولندن لے جا کر میت خراب نہ کیا کرو کیونکہ وہاں کوئی اور خدا تو نہیں ہے یا کیا جو وہاں چلا جائے اس کے نہ مرنے کی ضمانت ہے؟ اور جب نہیں اور پھر کیا وجہ ہے کہ

حاکم حکیم داد و دوادیں یہ کچھ نہ دیں؟
مردود یہ مراد کس ایت و خبر کی ہے

ساری دنیا اس حقیقت کو تسلیم کرتی ہے کہ جو بندہ ظاہراً خود ایک مرلے کا مالک بھی نہیں۔ اس کے پاس اپنا گھر بھی نہیں، بس کا کرایہ نہیں جوتا اس کا ٹوٹا ہوا ہے، کپڑے اس کے پھٹے ہوئے ہیں، فاقوں پہ فاقے کاٹتے ہیں، وہ ظاہراً کسی کو کیا دے سکتے ہیں لیکن ان کی دعائیں قبول ہوتی ہیں اور خدا ان کی نہیں ٹالتا تو یقیناً یہ اعلان ہے اس بات کا کہ ہم کسی کو اپنی طرف سے کچھ نہیں دیتے بلکہ اللہ کے خزانوں کو تقسیم کرنے پر ہماری ڈیوٹی لگی ہوئی ہے۔ اس نے ہمیں اپنی شان سخا کا مظہر بنایا ہوا ہے، دیتا وہی ہے بس نام ہمارا ہو جاتا ہے۔

ما نعبدھم الا لیقربونا الی اللہ زلفیٰ ۔ والے بتوں کی عبادت کر کے یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ یہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں گے۔ ہم ولیوں کی عبادت نہیں کرتے بلکہ ان سے محبت کرتے ہیں۔ اس لئے جب بت اعد اللہ ہیں تو ان کے پجاری کافر ٹھہرے اور ہمارے بزرگ اولیاء اللہ ہیں اس لئے ان سے محبت کرنے والے اہل ایمان ٹھہرے۔

انہوں نے ان چیزوں کو وسیلہ بنایا جو خدا کو ناپسند تھیں۔ یہ شرک فی الرسالت تھا کہ رسول کے ہوتے ہوئے بتوں کو وسیلہ بنا رہے تھے اور ہم نے وسیلہ ان کو بنایا جن کو وسیلہ بنانے کا خدا نے حکم دیا۔ اس لئے وہ مردود ہوئے اور اولیاء اللہ کے چاہنے والے محبوب۔

سورج چھپتا ہے تو ستارے نظر آتے ہیں، ستاروں کو چمکانے والا سورج ہی ہے مگر خود پردے میں رہ کر چمکا رہا ہے ہزار زور لگا لو ستاروں کا نور ختم نہ کر سکو گے، در نبوت بند ہوا تو در ولایت کھل گیا اور حضور جو کہ آسمان نبوت کے آفتاب ہیں پردے میں رہ کر اولیاء کو چمکا رہے ہیں۔ ہزار زور لگا لو ولیوں کی شان گھٹا نہیں سکو گے۔

ابو موسیٰ علیہ الرحمۃ جو کہ حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ کے خلیفہ و مرید تھے انہوں نے خواب دیکھا کہ عرش معلیٰ کو کندھے پہ اٹھائے ہوئے ہیں۔ مرشد کے پاس بھاگے بھاگے آئے کیا دیکھتے ہیں کہ مرشد کا وصال ہو گیا ہے اور لوگ ان کا جنازہ اٹھا کر لا رہے ہیں۔ جنازے کو کندھا دیا اور رو کر عرض کیا کہ میں تو خواب کی تعبیر پوچھنے آیا تھا، حضرت

بایزید نے کفن سے منہ نکال کر فرمایا یہی تو تیرے خواب کی تعبیر تھی۔

انسانی عظمت اور انسانیت کے سچے خیر خواہ

کسی شئی کو بنانے والا ہی اس کی کما حقہ عظمت و اہمیت کو خوب جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بنایا اور اس کو ہر لحاظ سے (صوری اور معنوی طور پر تمام مخلوق سے افضل و اعلیٰ بنایا) اور وہ اس طرح کہ حسن و جمال اور فضل و کمال میں کوئی مخلوق انسان کا مقابلہ نہیں کر سکتی چاہے وہ حیوانات و نباتات ہوں یا جمادات وغیرہ ہوں۔ تنومند جانور، گرانڈیل حیوانات اور خونخوار درندے سب کے سب انسان کے سامنے سرنگوں ہیں۔ اسی لئے اس انسان اور ساری مخلوق کے خالق نے جو کہ حکیم مطلق ہے انسان میں ایسی ایسی صلاحیتیں رکھ دی ہیں کہ یہ اپنے علم و شعور و عقل سے کام لیکر دیگر تمام نوامیس فطرت کو مسخ کر لے۔ ترقی کی جو غیر معمولی صلاحیت انسان کو دی گئی وہ کسی اور کو نہیں دی گئی۔ فلاسفہ نے انسان کو عالم اصغر اس کے کمالات کا غائر نظر سے جائزہ لینے کے بعد ہی کہا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم ۔

بیشک ہم نے انسان کو اچھی صورت پر بنایا۔

ہر مخلوق کی اپنی کوئی نہ کوئی صورت ہے، مگر ان میں ہر لحاظ سے حسین و جمیل، ہر لحاظ سے بہترین و افضل انسان ہے۔ تفسیر قرطبی میں اسی آیت کریمہ کے تحت ابن عربی کا قول ہے۔

لَيۡسَ اللّٰهُ تَعَالٰى خَلَقَ اَحۡسَنَ مِنَ الۡاِنۡسَانِ فَاِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ حَيًّا عَالِمًا قَادِرًا مُرِيۡدًا مُتَكَلِّمًا سَمِيۡعًا بَصِيۡرًا مُدَبِّرًا حَكِيۡمًا ۔

(احکام القرآن للجصاص)

اللہ تعالیٰ نے انسان سے زیادہ خوبصورت کوئی چیز پیدا نہیں کی۔ اللہ نے انسان کو پیدا کیا اور اسے ان صفتوں سے نوازا، حی، عالم، بااختیار، بااردہ، متکلم، سننے والا، دیکھنے والا، مدبر اور حکیم۔

انسانی صورت کا حسن و جمال ہر شے سے افضل و برتر ہے، دوسرے مقام پر ارشاد

ربانی ہے:

وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ (القرآن)

اور اس (اللہ) نے تمہاری صورتیں بنائیں اور تمہاری صورتوں کو خوبصورت بنایا اور اسی کی طرف سب کو لوٹنا ہے۔

قابل غور امر یہ ہے کہ حسن و جمال کا یہ پیکر ناز و ادا کا یہ پتلا، زیب و زینت کا یہ شاہکار رب کائنات کی سب سے خوبصورت مخلوق ہے، سب حیوانوں سے برتر و افضل ہے۔ اس کو کس مقام سے اٹھا کر یہاں تک پہنچایا گیا، خود مالک و مولیٰ سے سماعت کیجئے۔

مِنْ اَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ مِنْ نُّطْفَةٍ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ۔ ثُمَّ السَّبِيْلَ يَسَّرَهٗ

(القرآن)

کس چیز سے اللہ نے اسے پیدا کیا؟ ایک بوند سے اسے پیدا کیا، پھر اس کی ہر چیز اندازہ سے بنائی۔ پھر راہ حیات اس پر آسان کردی۔

تمام مخلوقات میں انسان سب سے مکرم ہے۔

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا (القرآن)

اور بیشک ہم نے بڑی عزت بخشی اولاد آدم کو اور ہم نے سوار کیا انہیں (مختلف سواریوں پر) خشکی اور سمندر میں اور رزق دیا انہیں پاکیزہ چیزوں سے اور ہم نے فضیلت دی انہیں بہت سی چیزوں پر جن کو ہم نے پیدا فرمایا نمایاں فضیلت۔

دنیا میں عزت و کرامت کا تاج انسان کو پہنایا گیا اور بحر و بر میں اسے غلبہ عطا ہوا۔

تفسیر مواہب الرحمٰن میں آیت بالا کے تحت ایک حدیث مبارک درج ہے جس کا ترجمہ یہ ہے۔ ملائکہ نے عرض کی اے رب! تو نے ہمیں اور بنی آدم کو پیدا کیا، اولاد آدم کے لئے ایسا کیا کہ وہ کھانا کھاتے ہیں، پانی پیتے ہیں، کپڑے پہنتے ہیں، نکاح کرتے ہیں، سواریوں پر سوار ہوتے ہیں اور آرام کرتے ہیں ...... اور ہمارے لئے ان میں سے

کچھ بھی نہیں۔ ان کے لئے دنیا میں اتنا کیا تو ہمارے حصہ میں آخرت کر دے...... تو حق تعالیٰ نے جواب دیا کہ جس کے حق میں میں نے خَلَقْتُ بِيَدِیْ الآیۃ فرمایا اسے اس کی طرح ہرگز نہ کروں گا جسے "کن" فرما کر پیدا کیا۔" (ابن عساکر عن انس)

صدرالافاضل علامہ نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ خزائن العرفان میں لکھتے ہیں:
عقل و علم و گویائی، پاکیزہ صورت، معتدل قامت اور معاش و معاد کی تدابیر اور تمام چیزوں پر استیلاء و تسخیر عطا فرما کر اور اس کے علاوہ بہت سی فضیلتیں دے کر (اللہ نے آدم کی اولاد کو بڑی عزت بخشی۔) (خزائن العرفان)

عظمت انسانی کی بڑی وجہ

آدمیت کے علو مرتبت اور عظمت درجت کے اسباب میں سے سب سے عظیم سبب یہ ہے کہ خدا کے محبوبوں اور پیاری منتخب شخصیتوں کا ظہور انہی میں ہوا۔

انسان ہی میں حضرت آدم علیہ السلام صفی اللہ (برگزیدہ) بن کر تشریف لائے۔

انسانوں ہی میں حضرت ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ (اللہ کے دوست) بن کر تشریف لائے۔

انسانوں ہی میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کلیم اللہ (اللہ سے ہم کلام ہونے والے) بن کر تشریف لائے۔

انسانوں ہی میں حضرت اسماعیل علیہ السلام ذبیح اللہ (اللہ کی راہ میں قربان ہونے والے) بن کر تشریف لائے۔

انسانوں ہی میں حضرت داؤد علیہ السلام خلیفہ اللہ (اللہ کے خلیفہ) بن کر تشریف لائے۔

انسانوں ہی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ (اللہ کی روح) بن کر تشریف لائے۔

اور انسانوں ہی میں خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ حبیب اللہ (اللہ کے محبوب) بن کر تشریف لائے۔

علامہ آلوسی نے انسانوں کے مکرم ہونے کے وجوہ میں لکھا ہے کہ انسانیت کے لئے باعث صد افتخار یہ ہے کہ ان میں سید الاولین والآخرین حضور محمد رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور حضرت محمد بن کعب کا یہ قول پیش کیا:

بِجَعْلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم منهم

بنی آدم مکرم ہیں اس سبب سے کہ حضور ان میں سے ہیں۔

ہوتے کہاں خلیل و بناء کعبہ و منیٰ
لولاک والے صاحبی سب تیرے گھر کی ہے

گویا سید المرسلین ﷺ اور از آدم یا عیسیٰ علیہم السلام کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام کا مقدس گروہ انسانوں ہی میں آیا۔ ان کے باعث انسان کو عظمت و کرامت ملی اور نوع بنی آدم معزز ہوئے۔

مالک ارض و سماء کا یہ کرم خاص اولاد آدم پر ہے کہ انہیں اپنی پیدا کردہ تمام مخلوق پر برتری اور افضلیت عطا فرمائی۔ اور ان کے اندر ایسی ایسی صلاحیت و قابلیت رکھی کہ جن سے تسخیر عالم کر سکیں۔

عروج آدم خاکی سے لرزے جاتے ہیں انجم
کہ یہ ٹوٹا ہوا تارہ مہ کامل نہ بن جائے

انسانی شرافت اور بزرگی کو اس طرح بھی ظاہر کیا گیا کہ اس کی اوّلین تخلیق کا تفصیلی ذکر فرمایا گیا۔ چنانچہ ابو البشر حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کا واقعہ قرآن مجید اور دیگر آسمانی کتب میں موجود ہے اور پھر بنی آدم کی پیدائش کے طریقہ کو مفصلاً قرآن مجید ذکر فرماتا ہے کہ ایک ناقدر قطرۂ آب سے مختلف مراحل طے کر کے انسانی ڈھانچہ تیار ہوتا ہے اور اس میں رب کائنات پھر اپنی جانب سے روح پھونکتا ہے۔ روح جو امر الٰہی ہے جب، بدن انسانی میں پھونکی گئی تو اس کی عزت افزائی اور اکرام تو ملاحظہ کیجئے کہ خالق بے نیاز اس روح کی نسبت اضافت تشریفی کے طور پر اپنی جانب فرماتا ہے۔

اَلَّذِیْٓ اَحْسَنَ کُلَّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِیْنٍ ثُمَّ

جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ۔ ثُمَّ سَوّٰهُ وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ ۔

(اللہ) وہ جس نے جو چیز بنائی خوب بنائی اور تخلیق انسانی کی ابتداء مٹی کے گارے سے فرمائی پھر اس کی نسل رکھی۔ ایک بے قدر پانی کے خلاصے سے پھر اس کے (قد وقامت) کو درست فرمایا اور روح پھونک دی اس میں اپنی روح۔

اس سے قبل سورۃ الحجر میں تخلیق ابوالبشر کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اس میں اپنی خاص روح پھونک کر فرشتوں کو سجدہ کا حکم فرمایا۔

فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ۔

تو جب میں اسے ٹھیک کرلوں اور اس میں اپنی طرف سے خاص معزز روح پھونک دوں تو اس کے لئے سجدہ میں گر پڑنا۔

پیکر انسانی میں جاری وساری روح کی نسبت ذات واجب الوجود نے خاص اپنی طرف کر کے تمام مخلوقات میں اسے معزز ومکرم بنا دیا...... قرآن مجید میں اس مخصوص شرافت کا بیان حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ وعلیٰ نبینا الصلوٰۃ والتسلیم کی پیدائش کے باب میں سورۃ ص، (آیت نمبر ۷۲ اور سورۃ تحریم آیت نمبر ۱۲) میں ہوا ہے کہ عام آدمیوں کی تخلیق میں تو نطفہ اور سلالۃ الماء کو وسیلہ اور ذریعہ بنایا مگر حضرت عیسیٰ مسیح بن مریم کو بغیر باپ کے اپنی قدرت کاملہ کا مخصوص اعجاز دکھاتے ہوئے، اپنی روح سے نوازا، اسی اعجاز قدرت کے سبب حضرت مسیح علیہ السلام کو "روح اللہ" کہا جاتا ہے۔

اس انسان کی عظمت کا اعلان اللہ کے رسول حضور محمد ﷺ نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں بھی ارشاد فرمایا جو تاریخ انسانی کا جامع منشور ہے۔ تمام اولاد آدم آدمیت کے رشتہ سے منسلک ہونے کی بنیاد پر کس قدر محترم ہیں۔ اس کو سرکار نے کتنی جامعیت سے بیان فرمایا ہے...... بعض اجزاء جو موضوع کے مناسب ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

اَلنَّاسُ مِنْ اٰدَمَ وَاٰدَمُ مِنْ تُرَابٍ اَلَا كُلُّ مَاْثَرَةٍ اَوْ دَمٍ اَوْ مَالٍ يُدْعٰى بِهٖ فَهُوَ تَحْتَ قَدَمَيَّ هَاتَيْنِ ۔ (الحدیث)

انسان سارے ہی آدم کی اولاد ہیں اور حضرت آدم (علیہ السلام) مٹی سے بنائے گئے۔ اب برتری کے سارے دعوے خون اور مال کے سارے مطالبے اور انتقام میرے ان پاؤں تلے روندے جا چکے ہیں۔

اس آئینے میں صاف دیکھا جا سکتا ہے کہ اسلام نے انسان کی عظمتوں کو کس طرح بام عروج تک پہنچایا ہے۔ انسانی خون، انسانی جان و مال اور انسانی عزتیں ایک دوسرے پر قطعاً حرام کر دی گئیں۔

اَیُّھَا النَّاسُ ۔ اِنَّ دِمَآئَکُمْ وَاَمْوَالَکُمْ وَاَعْرَاضَکُمْ عَلَیْکُمْ حَرَامٌ ۔

لوگو! تمہارے خون اور مال اور عزتیں ایک دوسرے پر قطعاً حرام کر دی گئی ہیں۔

اسلام ہی ہے جس نے جاہلی ادوار کی خونریزی اور غارت گری کی رسموں کو روند ڈالا۔

اَلَا کُلُّ شَیْءٍ مِّنْ اَمْرِ الْجَاھِلِیَّةِ تَحْتَ قَدَمَیَّ مَوْضُوْعٌ وَدِمَآءُ الْجَاھِلِیَّةِ مَوْضُوْعَةٌ

دور جاہلیت کا سب کچھ میں نے اپنے پیروں سے روند دیا۔ زمانۂ جاہلیت کے خون کے سارے انتقام اب کالعدم ہیں۔

تجارت میں سودی نظام جو سرمایہ کاروں کو مالدار اور مجبوروں کو غریب بنانے والا اصول ہے۔ اسلام نے اسے حرام قرار دیا۔

وَرِبَا الْجَاھِلِیَّةِ مَوْضُوْعٌ وَّاَوَّلُ رِبًا اَضَعُ مِنْ رِّبَانَا رِبَا عَبَّاسِ بْنِ عَبْدِالْمُطَّلِبِ فَاِنَّهٗ مَوْضُوْعٌ کُلُّهٗ (ابوداؤد، ابن ماجہ)

دور جاہلیت کا سود کوئی حیثیت نہیں رکھتا، پہلا سود جسے میں چھوڑتا ہوں، عباس بن عبدالمطلب کا سود ہے، اب یہ ختم ہو گیا۔

مذکورہ بالا نصوص اس بات کی شاہد عادل ہیں کہ اسلام میں انسان کو من حیث الانسان جو عزت و شرف حاصل ہے، وہ کسی اور مخلوق کو حاصل نہیں۔ تمام چیزیں قوت و شوکت اور عزت و عظمت کے لحاظ سے بنی آدم سے کم تر ہیں۔ بشرطیکہ انسان اپنے خلقی

وقار و شوکت کو سنبھال کر رکھے۔ عالم کی سب اشیاء انسان کے لئے بنائی گئی ہیں۔ سب انسان کی خدمت گزار اور اطاعت کیش ہیں ...... زمین و آسمان، سورج، چاند، ستارے، پانی، آگ، مٹی سبھی حکم الٰہی کے تحت نظام عالم کو جاری رکھتے ہوئے انسان کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ شیخ سعدی شیرازی علیہ الرحمہ نے فرمایا:

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک درکار اند   تا تو نانے بکف آری و بغفلت نخوری

ہمہ از بہر تو سرگشتہ و فرماں بردار   شرط انصاف نہ باشد کہ تو فرماں نہ بری

سطور بالا کا غائر نظر سے مطالعہ کیجئے تو اس ذات واجب الوجود کے حضور دل کی جبین اظہار عبدیت سے خم ہو جائے گی۔ جس کے قہر و جلال سے سر بفلک پہاڑ لرزہ براندام ہیں ...... برق و رعد کی ہیبت ناک آواز جس کی عظمت تسبیح کا اعلان کرتی ہے ...... کچھ بھی موجود نہیں تھا اس نے کن فرمایا، بس سب کچھ ہو گیا۔ وہ قدرت والا، مالک و خالق اپنی لاتعداد مخلوق میں انسان کو کرامت اور عظمت کا مستحق قرار دے رہا ہے ...... ساری کائنات اس کی ملک ہے جسے چاہتا ہے جب تک زندہ رکھتا ہے اور جب جسے چاہتا ہے موت کے گھاٹ اتار دیتا ہے ...... انسان کی زندگی کے لئے رب تعالیٰ نے حیوانات و نباتات کی ان گنت زندگیوں کو قربان ہونے کے لئے بنایا۔ تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ کون سا عظیم مقصد ہے جس کے لئے انسان کی پرورش ہو رہی ہے؟ وہ مطلوب و مقصود ہے، ''ایمان اور عمل صالح''

وَالْعَصْرِ ۔ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۔ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۔ (القرآن)

اس زمانۂ محبوب کی قسم! بے شک آدمی ضرور نقصان میں ہے، مگر جو ایمان لائے اور جس نے اچھے کام کئے اور ایک دوسرے کو حق کی تاکید کی اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ ۔ (القرآن)

اور میں نے جن اور آدمی اسی واسطے بنائے کہ میری بندگی کریں۔

اسلام کا مقصود و مطلوب

انسانی جان کی عزت اور اس کا احترام آپ نے ملاحظہ فرمایا اور یہ بھی کہ انسان کو اتنا عظیم درجہ اور کرامت و بزرگی دینے کی وجہ کیا ہے؟

خطبہ حجۃ الوداع میں حضور اکرم ﷺ نے جاہلیت کی جن بنیادوں کو اپنے پیروں سے روند ڈالا ہے، وہ محض عرب اور اس مخصوص زمانہ سے متعلق نہیں ہیں۔ بلکہ رہتی دنیا تک انسانی حقوق کے استحصال کی جو بھی جاہلی تحریک اٹھے گی، اسلام اور سچے مسلمان قرآنی قوانین کی روشنی میں ہمیشہ اس کا دفاع کرتے رہیں گے۔

اب اہل بصیرت روشنی حاصل کریں کہ تمام موجودہ خود ساختہ ازم اور قوانین، جنسیت اور نیشن کی بنیاد پر کسی انسان کو کوئی حق فراہم کرتے ہیں...... سوائے اسلام کے دنیا کا کوئی قانون نہیں جو انسان کو انسان ہونے کی بنیاد پر عزت و کرامت کا مستحق قرار دیتا ہو...... کوئی کسی خاندان کا ہونے کی وجہ سے دنیا کی نظروں میں معتبر ہے، کوئی کسی خاص ملک کا باشندہ ہونے کی وجہ سے امتیازی سلوک کا حقدار ہے...... نسل و قوم، رنگ اور زبان کی بنیاد پر انسانوں کی تقسیم خود انسانوں کے ہاتھوں عمل میں آئی ہے۔ اسلام نے انسانی اکائی کو ان محدود خانوں میں تقسیم ہونے سے بچانے میں جو موثر بنیادی اور عملی کردار ادا کیا ہے۔ وہی دراصل اقوام متحدہ کی کتاب حقوق انسانی کی کاغذی کارروائی کا بھی محرک اعظم ہے۔

تفریق ملل حکمت افرنگ کا مقصود
اسلام کا مقصود فقط ملت آدم

انسانیت کی بنیاد پر پوری جنس انسانی ایک آدم کی اولاد ہے۔ کوئی گورا کسی کالے پر، کوئی عربی کسی عجمی پر، کوئی اونچی ذات والا نیچی ذات والے پر اپنا تفوق اور برتری نہ جتائے۔ کسی قوم یا نسل کا دوسرے پر فوقیت ظاہر کرنا، اسلامی اصولوں کے منافی ہے۔

يَـٰٓأَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَّنِسَآءً

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی میں سے اس کا جوڑ بنایا اور ان دونوں سے بہت مرد و عورت پھیلا دیئے۔

ایک حضرت آدم علیہ السلام کے ذریعہ نسل انسانی شروع ہو کر آگے بڑھی اور دنیا کے شرق و غرب میں پھیل گئی۔ علاقوں کی آب و ہوا اور بود و باش کے تفاوت کے باعث نیز نوامیس فطرت کے فرق کے سبب شکل و شباہت، رنگ اور قد میں فرق نظر آتا ہے۔ زبان و بیان میں اختلاف ضرور ہے مگر آدمیت ہر ایک میں قدر مشترک ہے...... اور سب سے قیمتی عنصر یہ ہے کہ پیدائشی لحاظ سے تمام انسان یکساں انعامات الٰہیہ یعنی انسانی صلاحیتوں سے نوازے گئے ہیں مگر ان کا صحیح اور برمحل استعمال کر کے خدا کا تقویٰ حاصل کرنے والا انجام کار میں سب سے بہتر و افضل ہے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ۔

اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں شاخیں اور قبیلے کیا کہ آپس میں پہچان رکھو۔ بیشک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہے۔

مولائے کائنات علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا: اَلنَّاسُ مِنْ جِهَةِ التِّمْثَالِ اَكْفَاءٌ اَبُوْهُ اٰدَمُ وَالْاُمُّ حَوَّآءُ ...... یعنی شکل و صورت کے لحاظ سے سب انسان برابر ہیں۔ آدم علیہ السلام ان سب کے باپ اور حوا سب کی ماں ہیں۔

اس تخلیقی برابری کے باعث آدم و حواء کی سب اولاد آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

بنی آدم اعضاء یک دیگر اند

کہ در آفرینش زیک جوہر اند

الگ الگ قومیں اور جدا جدا خاندانوں اور قبیلوں کا مصرف یہ ہے کہ انسانوں کا باہمی تعارف آسان ہو اور ربط و تعلق میں سہولت پیدا ہو...... ان کے ذریعہ فخر و مباہات یا کسی دوسرے کی تحقیر و تذلیل ہرگز نہیں ہونی چاہئے۔ یہی وہ قدرتی تیشے ہیں جنہوں نے

انسانی سوسائٹی کے درمیان قائم بھید بھاؤ، قبیلہ و نسل، زبان و رنگ کی تمام خاردار جھاڑیوں کو کاٹ کر پھینک دیا۔ ہزار ترقی کے باوجود خودساختہ قوانین کے دلدادہ آج تک جس کی گرد راہ کو بھی نہ پا سکے۔ یہی وجہ ہے کہ مغربی ممالک کی سربراہی میں آج تک دنیا کے اندر عصبیت کا عفریت مضبوط سے مضبوط تر ہو رہا ہے...... طاقتور ممالک غریب اور مفلس علاقوں کو آج تک اسی طرح ظلم و ستم کا نشانہ بناتے ہیں جس طرح بڑی مچھلی چھوٹی کو لقمہ تر سمجھ کر ہڑپ کر جاتی ہے جس طرح امریکہ کی سرزمین پر انسانوں کے جسم میں لہو ہے، اور انسانی قدر و منزلت کی بنیاد پر امریکی انسان قابل قدر ہے، بالکل اسی طرح فلسطین، ویت نام، افغانستان، کشمیر، عراق اور افریقی ممالک کے انسان بھی قابل قدر ہیں...... مگر موجودہ دنیا کے رائج نظام ہائے حکومت جوئے کی ریس کے مانند ہیں۔ جہاں ہر اسپ سوار کا مقصد محض سب سے آگے نکل جانا ہے، چاہے جیسے ممکن ہو۔ اس ریس کورس میں بھی کچھ اصول ہوں گے مگر سیاسی میدان کے گھوڑے ہر قانون سے آزاد ہیں...... قابل غور و فکر ہے کہ ناگاساکی میں ایک ہی ضرب میں لاکھوں انسانوں کی زندگیاں ضائع کرنے والے اپنے ملک میں دو چار جانی نقصانوں پر سات سات آنسو بہا کر کس طرح انسانی خدمت اور محبت کا ثبوت دے دیتے ہیں؟

سنو اے ملک و وطن اور زبان و قوم کے نام پر غریبوں، مفلسوں اور کمزوروں کی جان و مال سے کھیلنے والو! خدا فرماتا ہے...... وہ خدا جس نے ہر انسان کو انسانیت کی بنیاد پر مکرم و معزز بنایا، اپنی بہترین مخلوق کو انسانی خودساختہ اصولوں کی بنیاد پر قتل کرنے والوں کو آگاہی دیتا ہے۔

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰہُ اِلَّا بِالْحَقِّ ۔ (القرآن)

اور کسی جان کو جسے اللہ تعالیٰ نے محترم ٹھہرایا ہلاک نہ کرو مگر حق کے ساتھ۔

رب تعالیٰ نسل انسانی کو فروغ دے رہا ہے، تو انسان کو یہ حق کہاں سے ملتا کہ خدائی گلستان میں خود کانٹ چھانٹ کرے اور نسل انسانی کے سلسلہ کو منقطع کرنے کی سکیم بنائے۔ رب کائنات کی جانب سے انسانوں کو اس ظلم کا کبھی استحقاق نہیں۔

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَکُمْ خَشْیَۃَ اِمْلَاقٍ ط نَحْنُ نَرْزُقُھُمْ وَاِیَّاکُمْ ۔ (القرآن)

اور اپنی اپنی اولاد کو افلاس کے اندیشہ سے قتل نہ کرو ہم انہیں بھی رزق دیں گے اور تمہیں بھی۔

قرآن عزیز نے انسانی وحدت کو مرتب کرنے پر پورا پورا زور دیا ہے۔ اس لئے کہ تمام انسان ایک ہی درخت کی پھیلی ہوئی شاخیں ہیں، سب ایک ہی جڑ سے منسلک ہیں، ایک ہی ماں باپ کی سب اولاد ہیں...... انسانیت کے کسی حصے کی تباہی و بربادی اسلام کو گوارہ نہیں۔ جس طرح ایک درخت اپنے تمام پتوں اور گل بوٹوں کو قوت و حیات فراہم کرتا ہے اور تیز و تند ہوا کے جھونکوں میں پتے اور شاخیں لرزنے لگتے ہیں تو درخت کی مضبوط جڑیں انہیں سنبھالنے کی ہر ممکن کوشش کرتی ہیں...... اسلام وحدت آدمیت کو برقرار رکھنے اور بنی نوع آدم کی سلامتی و بہبودی کو قائم کرنے کا داعی ہے...... اسی لئے جہاں ایمان والوں کو مخاطب کرتے ہوئے یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ۔ (اے ایمان والو) کہا گیا ہے ......اسی قرآن مجید میں تمام اولاد کو متوجہ فرماتے ہوئے یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ ۔ (اے لوگو!)...... اور یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ ۔ سے تاریخ شریعت اسلامیہ کا مبتدی طالب علم بھی ناواقف نہیں۔

اسلام ہی انسانیت کا سچا خیر خواہ ہے

یہ اسلام کی انسان نوازی ہے کہ اس نے طاغوتی تہذیبوں کی دلدل سے نکال کر بنی آدم کو خدا بھاتی تہذیب و تمدن کا اجالا بخشا اور اسے رذیل اور نامناسب عادات و اطوار سے دور رکھ کر اخلاق حسنہ اور مستحسن خصائل کے زیور سے مزین کیا۔ اسلام کی تعلیمات میں ایک باوقار انسان کی شان یہ ہے کہ وہ مذاق اور تمسخر جیسے گھٹیا کاموں سے بھی دور رہے۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓی اَنْ یَّکُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْھُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓی اَنْ یَّکُنَّ خَیْرًا مِّنْھُنَّ وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ۔ (القرآن)

اے ایمان والو! یہ بات مردوں کے لئے مناسب نہیں کہ کچھ لوگ دوسروں کا

مذاق اڑائیں۔ عجب نہیں کہ وہ ان سے بہتر ہوں اسی طرح عورتوں کے لئے بھی مناسب نہیں کہ دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں عجب نہیں کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور آپس میں طعنہ زنی نہ کرو اور ایک دوسرے کے برے نام نہ رکھو۔

انسانی فطرت کے کمزور پہلوؤں سے جو غلط عادتیں انسانوں میں داخل ہو جاتی ہیں، اسلام نے ان میں سے ایک ایک کی نشاندہی کر کے اپنے پیروؤں کو ان سے دور و نفور رہنے کی تلقین کی یہاں ہر ایک کا تفصیلی بیان مقصود نہیں ...... چند ایک کی جانب محض اشارہ کافی ہے۔ انہی عیوب میں تجسس اور غیبت بھی ہے۔ اس سے بھی سختی سے روکا گیا اور قرآن مجید میں غیبت کرنے والے کو اپنے مردہ بھائی کا گوشت خور بتا کر اس حرکت سے اسلامی معاشرہ کی تطہیر کی گئی۔ ایک جگہ ارشاد ربانی ہے:

وَلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ۔ (القرآن)

ایک دوسرے کے عیوب نہ تلاش کرو اور نہ تم میں سے کوئی ایک دوسرے کی غیبت کرے۔

سرکشی اور عدوان، ہلاکت کا سامان ہیں۔ ان میں مبتلا ہو کر اپنی تباہی و بربادی خریدنا انسان کے لئے نا معقول امر ہے۔ اس لئے صاف صاف فرما دیا گیا کہ

وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ (القرآن)

اپنے ہاتھوں خود کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔

افراد انسانیت حضرت آدم علیہ السلام سے تا ہنوز سب ایک ہی سلسلہ کی کڑیاں ہیں، اور ان کی اصلاح و تربیت کے لئے رب تعالیٰ کی جانب سے انبیاء و رسل علیہم السلام تشریف لاتے رہے ہیں ...... ان سب مقدس پیغمبروں کی تعلیمات ایک ہی منبع نور کی کرنیں ہیں۔ بعض قوموں کو حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام سے خصوصی ربط ہے۔ مگر وہ ان کی تعلیمات کی گہرائیوں سے نا آشنا ہیں اور بعض کو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے تعلق ہے مگر وہ ان کی حقیقی دعوت سے نابلد ہیں ...... گاہے گاہے قرآن کریم قدیم صحیفوں کے

حوالے سے کلام فرماتا ہے اور ذہن مرحمت فرماتا ہے کہ قرآن مجید انہی احکامات وفرامین کا تکملہ ہے جو تمام رسولان ماسبق علیہم السلام لے کر تشریف لاتے رہے...... ایک جگہ ترغیب عمل کے سلسلہ میں ارشاد ہوتا ہے۔

اَوَلَمْ یُنَبَّأْ بِمَا فِیْ صُحُفِ مُوْسٰی ۔ وَاِبْرَاهِیْمَ الَّذِیْ وَفّٰی اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ۔ وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی ۔ (القرآن)

کیا اسے خبر نہیں ملی کہ موسیٰ اور ابراہیم کے صحیفوں میں کیا مذکور تھا، وہ ابراہیم جنہوں نے پورا پورا حق ادا کر دیا یہ کہ کوئی شخص کسی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھا سکے گا اور یہ کہ انسان کے کام آنے والی چیز وہی ہے جس کی وہ کوشش (اس دنیا میں) کر گزرے۔

انسان ہی امانت الٰہیہ کا امین ہے

رب کائنات نے انسان کو اشرف المخلوقات بنا کر تمام مخلوق کا سردار کیا اور نت نئی صلاحیتوں سے نواز کر اس پر عظیم ترین ذمہ داری ڈالی۔ اپنی باوقار امانتوں کا امین انہی انسانوں میں سے معزز ترین طبقہ کو قرار دیا۔ خود رب العالمین اس کا بیان اپنے کلام قدیم (اے آدم کے بیٹو!) کا خطاب بھی آیا ہے...... تاکہ انسانی برادری، اپنی اصلیت کو فراموش نہ کر دے......اور نسلی وطبقاتی فکر کا شکار نہ ہو جائے۔

تمام طبقات انسانی میں قرآن مجید نے اہل ایمان کو جنود اللہ (خدائی سپاہی) کی حیثیت سے منظم فرمایا ہے تاکہ مسلمان قوانین الٰہیہ کا نفاذ سارے عالم میں کریں۔ ان خدائی سپاہیوں کو انسانی دنیا میں عملی اقدام کرنے سے پہلے تقویٰ اور پرہیز گاری کی ٹریننگ دی گئی اور بتا دیا گیا کہ اے میدان عمل میں اترنے والے سپاہی یہ یقین دل پر مرتسم رہے کہ

فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗ وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَهٗ

(القرآن)

پس جو کوئی ایک ذرہ برابر نیکی کرے گا اسے دیکھے گا اور جو کوئی ایک ذرہ

برابر برائی کرے گا اسے دیکھے گا۔

انسانی جان کی عظمت ربّ کائنات کے حضور کیا ہے جب ہم اسلام کے قانون فوجداری کا مطالعہ کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ ہر شخص کے لئے ایک ہی پیمانہ ہے۔ نظام اسلامی میں ہر جان کی ایک قیمت ہے جو بھی کسی کو ناحق قتل کرتا ہے وہ قتل کیا جاتا ہے...... جو بھی چوری کرتا ہے اس کا ہاتھ قلم کیا جاتا ہے...... جو بھی ظلم کی راہ اپناتا ہے، اس کی سرزنش کی جاتی ہے...... قاتل چاہے امیر ہو یا غریب، راعی ہو یا رعایا، عالم ہو یا جاہل، عربی ہو یا عجمی، گورا ہو یا کالا اسلام کا قانون سب پر یکساں نافذ ہوتا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِى الْقَتْلٰى، اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى (القرآن)

اے ایمان والو! تم پر فرض ہے کہ جو ناحق مارے جائیں، ان کے خون کا بدلہ لو آزاد کے بدلے آزاد اور غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت۔

اس آیت کریمہ نے ہر قاتل بالعمد پر قصاص کا وجود ثابت کر دیا...... احکام القرآن للجصاص میں اس آیت کے تحت ہے کہ:

"جان بوجھ کر قتل کرنے والے سے قصاص (جان کے بدلے جان) لینے کا وجوب" اس آیت سے ثابت ہوتا ہے، خواہ اس نے آزاد کو قتل کیا ہو یا غلام کو، مسلمان کو یا کافر کو، مرد کو یا عورت کو کیونکہ قَتْلٰی جو قتیل کی جمع ہے وہ سب کو شامل ہے۔ ہاں! جسے دلیل شرعی خاص کرے وہ مخصوص ہو جائے گا۔"

اسی طرح شریعت موسوی کے قوانین جو توریت شریف میں نازل ہوئے تھے اور جنہیں شریعت محمدیہ نے منسوخ نہیں فرمایا...... ان میں جروح و قصاص کے بھی قوانین ہیں۔

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ، فَمَنْ

تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ (القرآن)

اور ہم نے توریت میں ان پر واجب کیا کہ جان کے بدلے جان، اور آنکھ کے بدلے آنکھ، اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور زخموں میں بدلہ ہے پھر جو دل کی خوشی سے صدقہ (معاف) کردے تو وہ اس کا گناہ اتار دے گا۔

اسلامی قانون کی ایک نمایاں خوبی

قوانین اسلام کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ وہ مجرم قاتل یا جنایت کرنے والے کو سزا یاب ہوکر وبال معصیت سے منزہ ہونے پر برانگیختہ کرتے ہیں...... چنانچہ تفسیر جلالین و جمل میں آیت پاک کے حصے فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ الایۃ کے تحت ہے کہ:

''جو قاتل یا جنایت کرنے والا اپنے جرم پر نادم ہوکر وبال معصیت سے بچنے کے لئے بخوشی اپنے اوپر حکم شرعی جاری کرائے تو قصاص اس کے جرم کا کفارہ ہو جائے گا اور آخرت میں اس پر عذاب نہ ہوگا۔'' (تفسیر جلالین و جمل)

چنانچہ حضرت ماعز صحابی رسول ﷺ و رضی اللہ عنہ کا بارگاہ مصطفوی میں حاضر ہوکر اپنے گناہ کا اعتراف کرنا اور اس بات کا اصرار کرنا کہ طَهِّرْنِيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ۔(اے اللہ کے رسول مجھے پاک کر دیجئے) اس عقیدہ کی منہ بولتی تاریخی شہادت ہے۔ جسے قرآن کریم میں فرماتا ہے:

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا (القرآن)

بے شک ہم نے امانت پیش فرمائی، آسمانوں اور زمینوں اور پہاڑوں پر تو انہوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا اور اس سے ڈر گئے اور آدمی نے اٹھالی، بے شک وہ اپنی جان کو مشقت میں ڈالنے والا بڑا نادان ہے۔

یہ وسیع و عریض آسمان جس کی وسعتوں کا ہم اندازہ نہیں لگا سکتے، یہ زمین چاند

سورج اور زمین کی پشت پر قوی ہیکل پہاڑ ہمارے نزدیک خاموش ہیں مگر ان سب کا خالق و مالک اور ہم سب کا پیدا فرمانے والا ان سے کلام بھی فرماتا ہے۔ اپنی تمام تر وسعتوں اور عظمتوں کے باوجود آسمان و زمین اور پہاڑ وغیرہ کسی میں اتنا زور نہیں کہ امانت الٰہیہ کا بار اٹھا سکے۔ رب کائنات نے جب آسمانوں پر، زمین پر، پہاڑوں پر اپنی امانت پیش فرمائی تو اس امانت کی عظمت و جلالت سے سب خوفزدہ ہو گئے اور ہر ایک نے اٹھانے سے انکار کر دیا...... ساری کائنات اس ذمہ داری کو سنبھالنے سے عاجز رہ گئی۔

امانت کیا ہے؟

مفسرین کرام کے نزدیک امانت سے مراد تکلیفات شرعیہ ہیں جن میں عبادات، اخلاق اور ہر قسم کے قوانین شامل ہیں، گویا کہ فرمایا: اختیار و ارادہ کی آزادی کے ساتھ اپنے کیے ہوئے اچھے اعمال کی جزا اور اعمال کی سزا اٹھانے کا عہد کرتے ہو؟ تو آسمان و زمین اور پر ہیبت پہاڑوں نے اس بوجھ کے اٹھانے سے عاجزی ظاہر کر دی اور صاف صاف کہہ دیا اے مالک و مولیٰ! ہمیں اطاعات کے ثواب کی امید سے زیادہ، نافرمانی کے عذاب کا اندیشہ ہے۔ ہم تیرے مسخر اور پابند رہ کر ہی تعمیل احکام کرتے رہیں گے۔ اے، ہمارے خالق و مالک! اس عظیم امتحان سے ہمیں محفوظ رکھ۔

اور یہی امانت جب حضرت آدم علیہ السلام پر اور حکمت الٰہیہ سے بالواسطہ تمام بنی آدم پر پیش کی گئی تو انہوں نے اسے اٹھانے کی حامی بھر لی۔ رب کائنات، مالک بے نیاز کی جانب سے آنے والی پیشکش کو انسان نے کس حیثیت سے قبول کیا......؟ اس بارے میں اس آیت کریمہ کے تحت تفسیر روح البیان میں حضرت جنید بغدادی امام الطائفہ کا قول بڑا پیارا ہے۔

"رب تعالیٰ نے حضرت آدم پر جب اپنی امانت پیش فرمائی تو اس وقت آپ کی نظر امانت اور اس کی ذمہ داریوں پر نہ تھی، بلکہ امانت پیش کرنے والے پر تھی اور پیش کرنے والے (کلام میں) میں جو لذت و سرور تھا۔ اس نے امانت کی گرانباری کو نظر سے اوجھل کر دیا تھا۔"

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی فرماتے ہیں کہ آدم نے جب اس ذمہ کو اٹھالیا تو رب کائنات کی رحمت وکرم نے خوش ہو کر فرمایا کہ "برداشتن از تو، و نگاہ داشتن از من" اٹھانا تیرا کام ہے اور توفیق و کامیابی دینا میرا کام۔ (ضیاء القرآن ص ۱۰۳ ج ۴)

اس موقع پر قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمہ نے اپنی تفسیر میں صوفیائے کرام کا مسلک بہت دل نشین انداز میں بیان فرمایا ہے...... تفسیر ضیاء القرآن سے ہم ایک جامع اقتباس پیش کرتے ہیں...... علامہ پانی پتی فرماتے ہیں:

"میں کہتا ہوں کہ اس آیت کا سباق، اس بات کا مقتضی ہے کہ یہاں جو امانت مذکور ہے اس سے وہ امانت مراد ہے جسے صرف انسان ہی اٹھا سکتا ہے اور کوئی مخلوق اسے اٹھانے کی ہمت نہیں رکھتی ...... اگر اس امانت سے مراد احکام شرعیہ ہوں تو انسان کی خصوصیت نہیں بلکہ جن اور ملائکہ بھی مکلف ہیں اسی طرح ملائکہ کی افضلیت انسان پر لازم آئے گی، کیونکہ ان کی شان تو یہ ہے کہ...... يُسَبِّحُونَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُونَ ...... وہ دن رات تسبیح میں مصروف رہتے ہیں اور ذرا نہیں تھکتے اور انسان کی یہ حالت نہیں، اسی لئے صوفیائے کرام نے امانت کی تفسیر "نور العقل" اور "نار العشق" سے کی ہے...... یعنی نور عقل استدلال کے ذریعہ معرفت الٰہی حاصل کرتا ہے اور عشق کی آگ حجابات کو جلا کر معرفت الٰہی تک پہنچاتی ہے۔ بیشک فرشتے بھی اس کے مکرم بندے ہیں لیکن ان میں سے ہر ایک کے لئے ایک مخصوص مقام ہے جس سے آگے وہ تجاوز نہیں کر سکتے اور سوزش عشق کے باعث غیر متناہی درجات تک ترقی کرتے جانا یہ حضرت انسان کی خصوصیت ہے۔ فَالتَّرَقِّيْ اِلٰى مَرَاتِبِ الْغَيْرِ الْمُتَنَاهِيَةِ بِنَارِ الْعِشْقِ اِنَّمَا هُوَ مِنْ خَصَائِصِ الْاِنْسَانِ اس کے بعد علامہ موصوف لکھتے ہیں:

"حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات سے جو نتیجہ میں نے اخذ کیا وہ یہ ہے کہ امانت سے مراد وہ استعداد ہے جو اللہ تعالیٰ نے ماہیت انسان میں ودیعت کی ہے جو تجلیات ذاتیہ دائمہ کو قبول کرتی رہتی ہے۔ صالح جن بھی عبادت و ریاضت سے ملائکہ کی صف میں شامل ہو جاتے ہیں پھر بھی ان کے حصہ میں تجلیات صفاتی آتی ہیں۔

تجلیات ذاتیہ کی اہلیت نہیں ہوتی۔"

آخر میں علامہ موصوف ظَلُوْمًا جَھُوْلاً۔ کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"انسان میں دو قوتیں ہیں ایک سبعیہ اور ایک بہیمیہ، سبعی قوتوں سے اس کے دل میں تفوق اور برتری کا جذبہ پیدا ہوتا ہے...... اور بہیمی طاقتوں کے باعث اس میں جفا کشی اور مشقت جھیلنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، جس کے باعث وہ طویل ریاضتوں اور مشکل عبادتوں کا بوجھ، صبر و تحمل سے برداشت کرتا ہوا منزل محبوب کی طرف بڑھتا چلا جاتا ہے ...... اگر یہ دو قوتیں انسان میں نہ ہوتیں تو وہ بھی ساحل عافیت پر خیمہ زن رہتا اور کبھی آزمائش کے تند و تیز طوفانوں سے نبرد آزما ہونے کے لئے تیار نہ ہوتا۔"

مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ظلوما جھولا کا معنی خوب کیا ہے فرماتے ہیں

غیر انساں کس نہ کرد قبول　　　زانکہ انسان ظلوم بود و جہول

انسان کے بغیر اس امانت کو کسی نے قبول نہ کیا کیونکہ انسان ظلوم اور جہول تھا۔

ظلم او آنکہ ہستیٔ خود را　　　ساخت فانی بقائے سرمدرا

اس کا ظلم یہ تھا کہ اس نے اپنی ہستی کو فنا کر دیا تا کہ بقائے سرمدی حاصل کرے۔

جہل او آنکہ ہر چہ جز حق بود　　　صورت آں زلوح دل نزدود،

اور اس کی جہالت یہ ہے کہ حق کے بغیر جو کچھ تھا اس نے اپنے دل کی لوح سے مٹا دیا۔

نیک ظلمے کہ عین معدلت است،　　　لغز جہلے کہ مغز معرفت است

وہ ظلم بہت اچھا ہے کہ جو عین عدل ہے اور وہ جہالت بہت عمدہ ہے جو معرفت کا مغز ہے۔

ان تمام آیات بالا اور تفاسیر و تقاریر سے یہ بات واضح اور مبرہن ہوتی ہے کہ انسان رب کائنات کی سب سے اچھی خوبصورت، سب سے باہمت اور سب سے عظیم المرتبت مخلوق ہے۔

آسماں بار امانت نتوانست کشید　　　قرعہ فال بنام من دیوانہ زدند

آسمان جس امانت کے بوجھ کو نہ اٹھا سکا۔ وہ قرعہ فال مجھ دیوانہ کے نام نکل آیا۔

گویا...... انسان ہی احسن المخلوقات ہے...... انسان ہی اکرم المخلوقات ہے۔ انسان ہی اجمل المخلوقات ہے۔ رب تعالیٰ کی سب سے پسندیدہ مخلوق انسان ہے۔ بار امانت کو اٹھانے والی مخلوق انسان ہے۔

یہ ہے اسلام کے نزدیک انسان کی حیثیت، یہ ہے دین حنیف میں انسان کی وقعت، یہ ہے نظام مصطفیٰ ﷺ میں انسان کا احترام، اب جس مذہب میں انسان کو اتنا بڑا درجہ حاصل ہے، وہی انسان امن و سلامتی کے حقیقی راستوں اور انسانی بہبودی کے طریقوں کو پیش کر سکتا ہے۔ لعل و جواہر کی قدر و قیمت جاننے والے ہی اس کی حفاظت و ضیافت کا بہترین بندوبست کر سکتے ہیں جو لوگ انہیں بھی کانچ کی گولیاں سمجھتے ہوں وہ اس کی وقعت کیا کر سکتے ہیں۔

مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ رب المسلمین ہی رب العالمین ہے۔ مسلمانوں کو تخلیق کرنے والے پروردگار ہی نے ساری کائنات کی تخلیق فرمائی ہے۔ اسلام صرف ایک فرقہ ایک طبقہ کے لئے نہیں، ساری انسانیت کا مذہب ہے۔ یہی کلام الٰہی کی دعوت ہے اور یہی رسول پاک کا پیغام بھی لیکن سورۂ ناس کا نام اور اس میں بار بار الناس کا لفظ انسان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا خصوصی تعلق ظاہر کرتا ہے۔

(علامہ بدر القادری: ہالینڈ، اسلام میں عظمت انسانی کا تصور)

اولیاء اللہ اور انسانی خیر خواہی کا جذبہ

☆ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری علیہ الرحمۃ کو ایک بار ان کے مرشد حضرت خواجہ عثمان ہارونی (ہرونی) علیہ الرحمۃ نے فرمایا کل میں جب وظائف سے فارغ ہو کر اپنے حجرے سے باہر نکلوں تو میرے سامنے آ جانا، تمہاری بخشش ہو جائے گی مگر یہ بات کسی دوسرے شخص کو نہ بتانا اور اس کو راز ہی رکھنا لیکن حضرت خواجہ معین الدین علیہ الرحمۃ نے اپنے گلے میں دف ڈال لی اور پورا دن رات اعلان کرتے رہے کہ جس نے جنتی بننا ہے کل فلاں وقت میرے مرشد کے حجرے کے پاس پہنچ جائے چنانچہ سارا شہر اور

گردونواح کے لوگ پہنچ گئے جب آپ کے مرشد نے حجرے کا دروازہ کھولا تو ہر طرف انسان ہی انسان تھے۔ مرشد کامل نے مرید صادق سے پوچھا: یہ تو نے کیا کیا؟ انہوں نے عرض کیا! اگر میرے مرشد کی زیارت کر کے میرے نبی کی ساری امت جنت میں چلی جائے تو مجھے یہ بات منظور ہے کہ میں جہاں بھی جاؤں۔ اس دن سے آپ غریب نواز کے لقب سے مشہور ہو گئے۔

☆ حضرت سلطان العارفین سلطان باھو علیہ الرحمۃ کھدر کا لباس پہن کر اپنی زمین میں ہل چلا رہے تھے کہ ایک سائل نے آ کر سوال کیا (غالباً وہ سائل سادات میں سے تھا اور بڑی دور سے آپ کی سخاوت کا شہرہ سن کر آیا تھا لیکن جب آپ کی حالت دیکھی تو مایوسی سی چھا گئی) آپ نے ہل چلانا روک دیا اور تھوڑی دور جا کر پیشاب کیا اور جس ڈھیلے سے استنجا کیا وہ ساتھ ہی لیتے آئے اور آ کر زمین پر مارا تو اتنی جگہ سونا ہو گئی فرمایا جتنا اٹھا سکتے ہو اٹھا لو۔

اس طرح آپ کی ایک مشہور کرامت ہے کہ آپ اپنی زمینوں میں کام کر رہے تھے کہ ہندوؤں کی بارات نے آپ سے احمد پور (جو قریب ہی گاؤں تھا) کا راستہ پوچھا، فرمایا راستہ بتا دوں یا احمد پور پہنچا دوں، انہوں نے کہا پہنچا دو تو زیادہ بہتر ہے۔ فرمایا آنکھیں بند کرو انہوں نے آنکھیں بند کیں فرمایا کھولو! کھولیں تو سامنے گنبد خضریٰ چمکتا نظر آیا۔ وہ نادان ہندو تھے کہنے لگے ہم نے تو احمد پور سیال جانا ہے یہ آپ نے کہاں پہنچا دیا، فرمایا! میں تو اس احمد پور کو جانتا ہوں۔

اوپر اٹھی تو قضا بن گئی — نیچے جھکی تو حیا بن گئی
ترچھی پھری تو ادا بن گئی — مجھ پہ پڑی تو دعا بن گئی

☆ حضرت صاحبزادہ نور سلطان علیہ الرحمۃ کی سجادہ نشینی کے دور میں احمد پور سیال کے ایک کمہار نے سیالوں کی اونٹنی چرا لی دربار شریف کے قریب آیا تو پیچھے سے سیال بھی آ گئے۔ دربار شریف کی طرف بھاگا اور قبر مبارک کے پاس جا کر عرض کیا۔

اگر تو نے میرا مقدر نہ بدلا — بتا پھر یہ کامل نظر کس لئے ہے

سیال پکڑ کر سجادہ نشین کے پاس لے گئے اور ماجرا عرض کیا۔ انہوں نے فرمایا: غریب آدمی ہے اس کی اپنی سواری ہوگی، اچھا یہ بتاؤ تمہارا اونٹ تھا کہ اونٹنی؟ عرض کیا اونٹنی، فرمایا اچھا اونٹ ہوا تو اس کا اونٹنی ہوئی تو تمہاری، جا کر دیکھا تو اونٹ تھا۔ اونٹ لیکر جانے لگا تو قبر انور سے آواز آئی خالی جا رہا ہے اس کے رشتے کا انتظام بھی کرو اور اس کو ولایت کی دستار بھی پہناؤ، آج جا کر دیکھ لو جہاں سلطان العارفین کا عرس ہوتا ہے وہاں بابے رحمت کا بھی عرس دھوم دھام سے منایا جاتا ہے۔

بینم بہ سینہ ہا ضیاء ریزئ او   بیتابی عشق خیزداز ہر بن مو
سبحان اللہ شہباز فقر است   سلطان العارفین حضرت باہو

(حافظ محمد افضل فقیر)

اولیاء الرحمٰن اور اولیاء الشیطن کی طاقت

شیطان ایک بیماری ہے تو اولیاء کرام اس بیماری کا علاج ہیں اور جتنی طاقت بیماری میں ہو اس سے زیادہ طاقت علاج میں ہوگی تو بیماری پہ قابو پایا جا سکے گا اگر کینسر کی بیماری ہو تو اس کے لئے ڈسپرین کافی نہیں ہے' اگر گمراہی پھیلانے والے کی طاقت یہ ہے کہ انہ یراکم ھو وقبیلہ من حیث لا ترونھم اور ثم لاٰتینھم من بین ایدیھم ومن خلفھم کہ وہ ہر وقت ہر جگہ سے ہر شخص کو دیکھتا رہتا ہے اور چاروں سمتوں سے آکر گمراہ کرنے کی کوشش کرتا ہے تو جو اس بیماری کا علاج ہیں ان میں اس سے زیادہ طاقت ماننا پڑے گی لہٰذا وہ اگر ہر طرف سے آکر گمراہ کر سکتا ہے تو وہ ہر طرف سے آکر گمراہی سے بچا سکتے ہیں، جب شیطانی طاقت کا یہ عالم ہے تو رحمٰن کے بندوں کی رحمانی طاقت کا اندازہ کون کر سکتا ہے، شر والوں کی طاقت ماننا اور خیر والوں کی طاقت کا انکار کرنا۔ یہ بذات خود شیطانی سوچ ہے یہ علیحدہ بات ہے کہ کبھی اولیاء اللہ اپنی طاقت کا اظہار نہیں کرتے یا چھپ جاتے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ کچھ نام نہاد ولایت کے دعوے داران کا لباس پہن لیتے ہیں اور لوگ دھوکہ کھا جاتے ہیں کہ اولیاء ایسے ہی ہوتے ہیں حالانکہ وہ تو صرف اس لئے چھپے ہیں کہ

جب سے نااہل بھی ہوئے ہیں بادہ بکف
ہم کو اب جام اٹھانے سے حیاء آتی ہے

ان حالات میں پھر وہ نظروں سے اوجھل ہوتے ہیں مگر دل ان کی برکات و فیوضات کومحسوس کرتے رہتے ہیں کیونکہ وہ بدستور اپنی ڈیوٹی نبھاتے رہتے ہیں۔

ملاعلی قاری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ولی اللہ جب کمال حاصل کر لیتا ہے تو لوح محفوظ کو دل پہ دیکھ لیتا ہے اور دل کی طرف نگاہ کر کے میل اتار دیتا ہے۔ شیخ عبدالعزیز دباغ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ولی اللہ دنیا میں ظاہری حیات کے ساتھ رہے تو اس کی نو توجہات خالق کی طرف ہوتی ہے اور ایک مخلوق کی طرف اور قبر میں جا کر چونکہ وہ مکلّف نہیں رہتا اس لئے خدا کی ساری توجہات اس کی طرف ہو جاتی ہیں اور اس کی دس میں سے نو توجہات مخلوق کی طرف ہوتی ہیں اور ایک خالق کی طرف۔ (الابریز)

حضرت سلیمان علیہ السلام کے امتی نے اتنا بڑا کام کر دکھایا کہ تخت بلقیس باوجود اتنی جسامت کے پلک جھپکنے سے پہلے لے آیا اور اس کو اللہ کا' صرف فضل قرار دیا گیا ھذا من فضل ربی ۔ یہ صرف فضل ہے اور حضور کی امت کے اولیاء کے بارے فرمایا گیا ان پر اللہ بہت بڑا فضل ہے بشر المؤمنین بان لهم فضلا کبیرا ۔ اس کو فضل سلیمان علیہ السلام نے فرمایا اور اس کو فضل کبیر اللہ نے فرمایا۔

حضرت بابا فرید فرماتے ہیں میں نے اپنے مرشد سے سنا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنی محبت میں مست رہنے والوں کو بلائے گا۔ ان کے کندھے پہ گدڑیاں ہوں گی۔ ایک ایک گدڑی میں لاکھوں رسیاں اور طنابیں ہوں گی۔ یہ اپنے مریدین کو بلائیں گے تو ایک ایک گدڑی کو لاکھوں مریدین چمٹ جائیں گے۔ اللہ ان کو اتنی طاقت عطا کرے گا کہ ایک ایک فقیر لاکھوں کو کھینچ کر جنت میں لے جائے گا۔ ان کو جنت میں چھوڑ کر پھر واپس آئیں گے اور اسی جگہ پہ آ کر آواز دیں گے اب وہ آ جاؤ جو ہمارے مرید تو نہیں تھے مگر مخالفت بھی نہ کرتے تھے۔ اس طرح پھر ایک ایک ولی لاکھوں کو جنت میں لے جائے گا۔ (اسرار الاولیاء ص ۱۴۶)

علمی نکتہ

فعل معروف کا فاعل اور مجہول کا نائب الفاعل ہوتا ہے۔ نائب الفاعل بننے سے پہلے اس پر نصب ہوتا ہے کیونکہ مفعول بہ ہوتا ہے اور جب نائب فاعل بن جاتا ہے تو اس پر رفع آ جاتا ہے پھر اس کا وہی حکم ہوتا ہے جو فاعل کا یعنی تثنیہ جمع ہونے میں اور مذکر مؤنث ہونے میں وہی کام کرتا ہے جو فاعل کرتا ہے۔ اللہ فاعل حقیقی ہے اور ولی اللہ اس کا نائب ہے۔ ان کے ہاتھوں میں خدائی طاقت ہوتی ہے اور اس کے ذریعے کام بھی خدائی کرتے ہیں کیونکہ فاعل حقیقی کے نائب جو ہوئے۔

زمین مردہ ہو جائے تو پھر بھی تیل، سونا، پٹرول، گیس اور خزانے اگلتی رہتی ہے تو ولی اللہ مر کر کچھ نہ دے سکے گا؟ دراصل جس کے پاس جو ہو وہ وہی دیتا ہے کپڑے والے کے پاس جاؤ تو کپڑا ملے گا، اللہ اللہ کرنے والے کے پاس جاؤ تو اللہ ملے گا اور جو لوگ ان کی عطا کے منکر ہیں ان کو تو اللہ چاہئے ہی نہیں۔ وہ دنیا کے پجاری ہوتے ہیں۔ یہ دین کے بیوپاری ہیں، اس لئے جب ان کو اپنا مقصود نہیں ملتا تو شور مچا دیتے ہیں کہ ان کے پاس ہے ہی کچھ نہیں ورنہ جو خدا سے ملا سکتے ہیں وہ اور کیا نہیں کر سکتے۔

گدڑیاں وچ لعل جنہاں دے اوہ راتیں جاگن ادھیاں ہو
سک ماہی دی ٹکن نہ دیندی لوکیں دیندے بدیاں ہو
اندر میرا حق تپایا اساں کھلیاں راتیں کڈھیاں ہو
تن تھیں ماس علیحدہ ہویا باہو سوکھ جھلارے ہڈیاں ہو

محبت ہمیشہ دونوں طرف سے ہوتی ہے بالخصوص اولیاء اللہ کی اللہ سے کہ یہ بندے ہو کر اس سے محبت کرتے ہیں اور وہ مولیٰ ہو کر ان سے محبت فرماتا ہے بلکہ بندہ اللہ سے محبت کرتا ہے تب ہی جب پہلے اللہ اس سے محبت کرتا ہے۔

قوت القلوب میں شیخ ابو طالب مکی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام نے ایک مرتبہ اللہ کی بارگاہ میں عرض کیا، یا اللہ! یہ کیسے پتہ چلے کہ تو بندے سے راضی ہو گیا ہے۔ فرمایا بندہ اپنے دل کو دیکھے اگر اس کا دل مجھ سے راضی ہو تو میں بھی اس سے راضی ہوتا

ہوں۔

قرآن مجید میں ایک جگہ ان اولیآء ہ الا المتقون ہے اور دوسری جگہ واللّٰہ ولی المتقین ہے۔ یعنی پہلی جگہ ولایت کی نسبت بندے کی طرف ہے اور دوسری جگہ اللہ کی طرف، اس کی وجہ یہ ہے کہ جب ولایت نصیب ہوتی ہے تو یہ بندہ ہو کر اسے چاہتا ہے اور وہ مولا ہو کر اسے تکتا ہے پھر یحبھم و یحبونہٗ کا معنی سمجھ میں آتا ہے ہم خدا سے بھی محبت نہیں کر سکتے اور خدا خود ان سے محبت فرماتا ہے۔ (رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ)

ہم جب اپنی جلوتیں خلوتیں اور فسق و فجور دیکھتے ہیں تو سوچتے ہیں شاید سب کا یہی حال ہوگا، دوستو! یہی تو مغالطہ ہے اور اس وجہ سے پھر سوچتے ہیں کہ فلاں ولی نے یہ کیسے کر دیا اور وہ کیسے ہو گیا۔ ارے آپ کو جس سے محبت ہو جاتی ہے تو آپ اس کو دوسروں سے ممتاز جانتے ہیں تو جب آپ کی ناقص محبت یہ بات گوارا نہیں کرتی کہ آپ کا محبوب عام لوگوں کی طرح رہے تو خدا کی کامل محبت یہ کیسے گوارا کرے گی کہ اس کے ولی کے ساتھ عام لوگوں کا سا معاملہ کیا جائے۔

انسانوں کے تین طبقات

لوگوں کے عموماً تین طبقات ہوتے ہیں۔

۱۔ولا تطع من اغفلنا قلبه (غافلین)

۲۔تحبون اللّٰه (اللہ سے محبت کے دعویدار)

۳۔یحببکم اللّٰه (محبوبان خدا)

ان تینوں کو ایک جملے میں یوں بیان کر سکتے ہیں کہ اگر تم غافلوں سے نکل کر محبوں میں آنے کا ارادہ رکھتے ہو تو میرے حبیب کی پیروی کرو تمہیں اٹھا کر محبوبوں میں شامل کر دیا جائے گا تو تین طبقے ایک ہی طرح کے کیسے ہو سکتے ہیں، غافل تو محبوں کی طرح بھی نہیں، محبوبوں کی طرح کیسے ہو سکتے ہیں۔ محبوب تو وہ ہوتے ہیں والکاظمین الغیظ و العافین عن الناس کہاں زیادتیاں کرنے والے اور کہاں جرم کرنے والوں کو معاف کرنے والے' کہاں وزارتوں سے محبت کرنے والے اور کہاں مولیٰ کی محبت کے قیدی،

انہی کو دیکھ کر قیامت کے دن ہر کوئی صاحب مرتبہ رشک کرے گا کہ یہ کون ہیں نہ نبی ہیں نہ شہید مگر سارے ان پر رشک کر رہے ہیں

ظاہر کی آنکھ سے نہ تماشا کرے کوئی
ہو دیکھنا تو دیدۂ دل وا کرے کوئی

(اقبال)

ولی اللہ کا دل

خازن، زمخشری وابن کثیر نے اپنی اپنی تفسیروں میں اللّٰہ نور السمٰوٰت والارض کی تفسیر میں لکھا کہ اللہ نے نور کی مثال اپنے بندے کے دل سے دی ہے۔ ارے دل جو چوبیس پسلیوں میں گھرا ہوا ہے اور پسلیاں بھی پہلے بڑی پھر چھوٹی پھر اس سے چھوٹی مگر ولی اللہ کا سینۂ بے کینہ جس میں دل نور بن کر چمک رہا ہے اور پھر المصباح فی زجاجہ چمکنی مزید نور پیدا کر رہی ہے اور اس روشن دل سے انوار وتجلیات کی شعاعیں نکل کر لاکھوں دلوں کو منور کر رہی ہیں پھر اگر پتھر اور پانی شعائر اللہ میں داخل ہے تو ولی اللہ کا دل شعائر اللہ کیوں نہیں ہے اور سنو خدا کو ماننا صرف تقویٰ ہے اور شعائر اللہ کی تعظیم دلوں کا تقویٰ ہے۔ ومن یعظم شعائر اللّٰہ فانھا من تقوی القلوب اور تقویٰ کی اقسام میں یہی افضل ترین تقویٰ ہے۔

شعائر اللہ بننے کے لئے کوئی بڑی قیمتی چیز ہونا ضروری نہیں بلکہ کسی عظیم کی نسبت کا ہونا ضروری ہے۔ اللہ کی ولیہ کے قدموں کی نسبت نے صفا ومردہ کو شعائر اللہ بنا دیا اور مرد کامل کے دل کو نسبت عشق مصطفیٰ نے شعائر اللہ کا درجہ دے دیا۔

در دل مسلم مقام مصطفیٰ است

من دون اللّٰہ میں دون کا معنی خسیس اور گھٹیا ہے لیکن جب کوئی کسی کا ہو جاتا ہے تو وہ اس کو بڑھا چڑھا کر بیان کرتا ہے اور جب بندہ اللہ کا ہو جائے تو اللہ تعالیٰ ساری عزتیں اس کے دامن میں ڈال دیتا ہے۔ لہٰذا دون اللہ میں کافر اور ان کے بت شامل ہیں اور اللہ کے بندے العزۃ للّٰہ ولرسولہ وللمؤمنین ۔ اللہ رسول کے ساتھ سارے جہاں کی

عزتوں میں شامل ہیں۔ وہ زندہ ہو کر بھی مردہ اور یہ مر کر بھی زندہ۔ من عمل صالحا من ذکر اوانثی وھو مومن فلنحیینہ حیوۃ طیبۃ میں اسی حقیقت کو بیان فرمایا کہ پاکیزہ زندگی اعمال صالحہ کے بعد ملتی ہے اور اعمال و ایمان کا تعلق اس دنیا کے ساتھ ہے، اور حیات طیبہ کے لئے اس زندگی کے لوازمات کا ہونا کوئی ضروری نہیں مگر ہزاروں دنیوی زندگیاں اس ایک حیوۃ طیبہ کا مقابلہ نہیں کرسکتیں۔ یہی وجہ ہے کافر روح ہونے کے باوجود لاتسمع الموتٰی ہیں اور یہ گلا کٹ جانے کے باوجود بل احیاء ولکن لاتشعرون کا مصداق ہیں لہٰذا موت وحیاۃ کی دو دو قسمیں ہیں۔ حیات حقیقی وعادی، موت حقیقی وعادی، حیات حقیقی شہید کی زندگی ہے، دنیا کی زندگی حیات عادی ہے اور کافر کی موت حقیقی موت ہے کہ زندہ رہ کر بھی مردہ ہے اور اس کی زندگی عادی ہے جبکہ مومن کی موت عادی اور برائے نام ہے۔ (اسی لئے موتوا قبل ان تموتوا فرمایا گیا)

موت کو سمجھے ہیں غافل اختتام زندگی
ہے یہ شام زندگی صبح دوام زندگی

(اقبال)

ایک وضاحت

اولیاء کرام جو اپنی کتب تصوف میں احادیث درج فرماتے ہیں وہ کتب احادیث میں اگر نہ ملیں تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ غلط یا جھوٹی ہیں کیونکہ ایک عام بندہ بھی حضور علیہ السلام کی طرف جھوٹ کی نسبت کرنے سے لرزتا ہے تو ولی اللہ ایسا کیسے کرسکتا ہے۔ جب اہل علم اتنی احتیاط برتتے ہیں تو اہل ذکر جن کی طرف سائلین کو جانے کا حکم دیا گیا فاسئلوا اھل الذکر وہ احتیاط کیوں نہ کرتے ہوں گے بلکہ بات یہ ہے کہ دنیا والے دولت دنیا کے ذریعے مدینہ جاتے ہیں اور اولیاء اللہ کا دل ہی مدینہ والے کی جلوہ گاہ ہے۔ وہ گردن جھکا کر مراقبے میں جا کر مدینے والے سے پوچھ لیتے ہیں آقا یہ آپ کا فرمان ہے؟ منظوری ہو جائے تو لکھ لیتے ہیں کیونکہ اللہ نے الذین یدعون ربھم کے ساتھ اپنے محبوب کو رہنے کا حکم دیا ہے۔ واصبر نفسک مع الذین یدعون ربھم اور

نہ صرف ساتھ رہو بلکہ **ولا تعد عینك عنهم** بھی فرمایا کہ ان کو اپنی نگاہ کرم میں رکھو۔ حضور ان کے ساتھ ہیں وہ حضور کے ساتھ ہیں اور اسی لیے اللہ نے ہمیں حکم دیا **وکونوا مع الصدقین** ۔ تم ان کے ساتھ رہو کیونکہ ان کے ساتھ رہنا درحقیقت میرے ساتھ رہنا ہی ہے یہ مجھ سے لے کر تمہیں نوازتے رہیں گے۔

جدوں لعل ملدا اے لیراں چوں ملدا
جدوں اللہ ملدا فقیراں توں ملدا

بزرگوں کی باتیں

تو بھی بندہ بننا ان سے سیکھ لے

مولانا روم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ایک غریب مصیبت زدہ نے بادشاہ کے نوکروں چاکروں کو دیکھا کہ عیش وعشرت میں ٹھاٹھ باٹھ سے زندگی گزار رہے ہیں تو اس غریب نے اللہ سے عرض کیا: یا اللہ! تو تو بادشاہوں کا بادشاہ ہے مگر تیرا ماننے والا کس حالت میں ہے اور دنیا کے بادشاہ کے نوکر کس قدر سکون میں ہیں۔ چند دنوں بعد بادشاہ کی حکومت ختم ہوگئی۔ اس کے سارے نوکر بھی پکڑے گئے اور سخت سزاؤں سے دوچار ہوئے۔ بادشاہ بھاگ گیا نوکروں کو لالچ دیا گیا کہ بادشاہ کا پتہ بتادو تمہیں چھوڑ دیا جائے گا۔ انہوں نے کہا ہمارا قیمہ قیمہ بھی کر دیا جائے پھر بھی نہ بتائیں گے کہ وہ ہمارا محسن ہے۔ اس کے بعد مولائے روم اپنی زبان میں اللہ کی طرف سے اس غریب کو جو خدا سے شکوہ شکایت کر رہا تھا جواب دیتے ہیں جس کا ماحصل یہ ہے کہ

تو بھی بندہ بننا ان سے سیکھ لے
پھر کبھی مولا کو تو طعنہ نہ دے

پوری عدالت کلمہ پڑھنے لگی

سرگودھا اسٹیشن پر ضلع سرگودھا ہی کے رہنے والے ایک بزرگ جن کا نام حسن ہے گاڑی کے انتظار میں بیٹھے ہیں ایک مرید دبا رہا تھا کہ پاس سے ایک خوبصورت نوجوان

سکھ گزرا۔ مرید نے عرض کیا، حضرت اتنا خوبصورت نوجوان اگر دوزخ میں چلا جائے تو آپ کی ولایت کا کیا فائدہ، بابا حسن نے سکھ نوجوان کی طرف جونگاہ بھر کے دیکھا تو وہیں سٹیشن پہ سینکڑوں افراد کی موجودگی میں کلمہ پڑھنے لگا، امیر گھرانے کا تھا سکھوں نے سرگودھا عدالت میں مقدمہ کھڑا کر دیا کہ ہمارے نوجوان کو ورغلایا گیا ہے۔ مقررہ تاریخ پہ بابا حسن بھی حاضر ہوئے۔ عدالت کے باہر مصلیٰ بچھا کر اوپر بیٹھ گئے۔ جب آواز پڑی کہ بابا حسن آجائے، بابا جی اندر گئے جج سوال کرتا گیا آپ سر جھکا کر نگاہیں نیچی کر کے جواب دیتے گئے۔ جج نے جھڑک کر کہا میری طرف دیکھ کر بات کرو اور بتاؤ کہ سکھ نوجوان کو تو نے کیوں کلمہ پڑھایا ہے۔ ساری عدالت میں بمع جج ہندو سکھ جمع تھے۔ بابا جی نے ہر طرف نظر پھیری اور فرمایا کیا تمہیں میں نے کہا ہے، پڑھو کلمہ، بس پھر کیا تھا پوری عدالت کلمہ طیبہ کے ذکر سے گونجنے لگی اور سارے غیر مسلم مسلمان ہو گئے۔

مجھے مل گئی دونوں عالم کی دولت
میرا ان کے منگتوں میں نام آ گیا ہے

(اس مضمون میں حوالوں کا الزام گرچہ نہیں ہوسکا تاہم واقعات و کرامات جو لکھے گئے ہیں تمام کے،تمام اولیاء کرام کے حالات پہ لکھی گئی مستند کتب میں بآسانی مل سکتے ہیں)

نہ جانے والے کا حج قبول ہوگیا

حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ نے پیسہ پیسہ جمع کیا اور حج کے لئے نکلے راستے میں دیکھا کہ ایک کتا بیمار پڑا ہے۔ سارا پیسہ اس پر لگا دیا اور حج کو نہ جا سکے۔ حج کا وقت گزر گیا حاجیوں میں سے ایک نے کہا خدا جانے اس سال حج کی قبولیت کی صورتحال کیا ہے۔ آواز آئی کہ اس سال جتنے لوگوں نے حج کیا ہے سب کا حج ہم نے بایزید کی وجہ سے قبول کر لیا ہے۔

وہ کئی بار بے نقاب آئے
مجھ کو میرے حجاب نے مارا

جدھر دیکھتا ہوں ادھر تو ہی تو ہے

آپ ہی کا واقعہ ہے کہ ایک سال حج کو گئے مگر پریشان واپس آئے۔ دوسری مرتبہ پھر گئے تو واپسی پہ قدرے خوش تھے۔ مریدین نے سبب پوچھا تو فرمایا پہلی مرتبہ اس لئے پریشان لوٹا کہ میں تو کعبہ والے کو دیکھنے گیا تھا مگر صرف کعبہ نظر آیا کعبے والا نظر نہ آیا اور اب دوسری بار گیا ہوں تو کعبہ بھی نظر آیا ہے اور کعبے والا بھی۔ مگر پھر بھی پریشانی ہے کہ جب کعبے والا نظر آیا ہے تو کعبہ کیوں نظر آیا ہے یہ شرکت کیوں ہے۔ تیسری مرتبہ گئے تو داتا صاحب لکھتے ہیں کہ بہت خوش تھے کہ الحمد للہ جدھر دیکھا کعبے والا ہی نظر آیا کعبہ بھی نظر نہ آیا۔ ذاکر ہمہ ذکر وذکر مذکور شود

غوث قطب سب اُرے اُرے عاشق جان اگیرے ہو
جھڑی منزل عاشق پہنچن، اُتھ غوث نہ پاون پھیرے ہو
عاشق وچ وصال دے رہندے انہاں لامکانی ڈیرے ہو
میں قربان تنہاں توں باہو جنہاں ذاتو ذات بسیرے ہو

زبان ''ہماری'' کُن برابر

حضرت خواجہ معین الدین چشتی علیہ الرحمۃ جب اجمیر شریف میں آئے تو آپ کے ایک مرید کے ساتھ راجہ پرتھوی کی تلخ کلامی ہوگئی۔ آپ نے پرتھوی کو بلا کر سمجھایا تو اس نے گردن مروڑ کر کہا میں جے پور کا راجہ ہوں تو کون ہوتا ہے میرے معاملہ میں داخل دینے والا! آپ نے فرمایا: پرتھوی را زندہ گرفیتم وسپردیم، ہم نے پرتھوی کو زندہ پکڑ لیا اور سپرد کر دیا چنانچہ چند ہی دنوں بعد سلطان محمد غوری نے حملہ کر کے راجہ کو زندہ گرفتار کر لیا۔

اتنا بھی صبر نہ ہوسکا؟

بصرہ کا ایک بزرگ تین دن سے بھوکا پیاسا تھا مجبور ہو کر کسی کے دروازے پہ گیا۔ ایک روٹی ملی باہر کتا بیٹھا تھا وہ بھونکنے لگا فرمایا چپ کر جا آدھی تیری آدھی میری۔ چنانچہ آدھی کتے کو ڈال دی اور آدھی خود کھا کر اللہ کا شکر ادا کیا تو غائب سے آواز آئی یہ کیسا شکر

ہے تو تین دن کا بھوکا ہو کر اللہ کا در چھوڑ کر غیر کے در پہ آ گیا ہے اور یہ کتا دس دن سے بھوکا تھا مگر اپنے مالک کا در نہیں چھوڑا۔

صبر کیا ہے اور شکر کیا ہے

اس سے اگلی منزل وہ ہے جو حدائق الاخیار میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق کی خانہ کعبہ میں حضرت شفیق بلخی سے ملاقات ہوئی۔ پوچھا کہ بلخ کے اولیاء کا کیا حال ہے عرض کیا مل جائے تو شکر کرتے ہیں نہ ملے تو صبر کر لیتے ہیں۔ فرمایا ہمارے ہاں مدینہ شریف کے کتے بھی ایسا ہی کرتے ہیں جبکہ اپنی حالت تو یہ ہے نہ ملے تو شکر کرتے ہیں مل جائے تو راہ خدا میں بانٹ دیتے ہیں۔

جلوہ کیجئے خواہ پردہ کیجئے
مجھ کو اپنے پاس رکھا کیجئے
دل میں لانا ہے تو ایسا کیجئے کعبۂ دل کو مدینہ کیجئے
پھر مسیحائی کا دعویٰ کیجئے اپنے ماروں کو زندہ کیجئے
عشق کا پھر آپ دعویٰ کیجئے
پہلے پتھر کا کلیجہ کیجئے

سفیان ثوری نام کی وجہ تسمیہ

حضرت سفیان ثوری علیہ الرحمۃ کو ثوری اس لئے کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ مسجد میں داخل ہوتے ہوئے بایاں پاؤں پہلے رکھ بیٹھے تو آواز آئی اے ثور! یعنی اے بیل! تجھے ابھی تک ہمارے گھر میں داخل ہونے کا سلیقہ بھی نہ آیا۔ اسی دن سے آپ ثوری مشہور ہو گئے۔

دوسروں کو شرمندگی سے بچانے کے لیے ساری عمر بہرے بنے رہے

اسی طرح حضرت حاتم عاصم علیہ الرحمۃ کا واقعہ بھی بڑا دلچسپ ہے کہ اصم کا معنی بہرا ہے، چنانچہ کوئی عورت مسئلہ پوچھنے آئے تو اس کی ہوا خارج ہو گئی۔ آپ نے اس کو شرمندگی سے بچانے کے لئے فرمایا اونچا بولو مجھے اونچا سنائی دیتا ہے۔ عورت چلی گئی مگر

آپ نے سوچا کہ اب اگر آہستہ بات سن لوں گا اور اس کو پتہ چل گیا تو بے چاری شرمسار ہو گی کہ وہ تو انہوں نے مجھے شرمندگی سے بچانے کے لئے ایسا کیا تھا چنانچہ ساری زندگی بہرے ہی بنے رہے۔

خشک درخت ہرا ہو گیا

حضرت بابا فرید الدین گنج شکر علیہ الرحمۃ پیر کی تلاش میں ہندوستان تشریف لے گئے دیکھا کہ ایک بزرگ (خواجہ اجمیر) خشک درخت کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھے ہیں۔ خیال آیا یہ کیسا ولی ہے کہ درخت کے ساتھ لگا ہوا ہے اور درخت پھر بھی خشک ہے۔ بابا صاحب نے خود توجہ فرمائی تو درخت سرسبز و شاداب ہو گیا۔ خواجہ نے درخت کو دیکھا تو درخت پھر خشک ہو گیا اور بابا صاحب کو فرمایا کہ جو اس کے جلوؤں میں گم ہو اس کو کیا ضرورت کہ درختوں کو ہرا کرتا پھرے یہ تو ان کا کام ہے جن کی ابھی اس در تک رسائی نہیں ہو اور فارغ بیٹھے رہتے ہوں۔

کیسی ٹوپی تھی؟

ایک بزرگ سے کسی نے عرض کیا مجھے اپنی ٹوپی عنایت فرمائیں۔ انہوں نے فرمایا تو اس ٹوپی کو نہیں پہن سکتا۔ اس نے ضد کی تو آپ نے ٹوپی دے دی بس سر پہ رکھنے کی دیر تھی کہ ادھر اُدھر بھاگنے لگا۔ رنگ زرد ہو گیا، مارے خوف کے کانپنے لگا۔ آپ نے ٹوپی واپس لے لی اور پوچھا کیا ہوا ہے؟ عرض کیا انسان سارے کے سارے جانور نظر آنے لگے کوئی کتا کوئی بندر کوئی سور فرمایا: جو جیسے کام کرتا ہے وہ اسی صفت کا جانور دکھائی دیا کرتا ہے۔ یہ ہمارا ہی حوصلہ ہے کہ سب کو دیکھ بھی رہے ہیں مگر پھر ان کو گلے بھی لگا رہے ہیں۔ (مولانا صوفی اصغر علی روحی صاحب کی بھی یہی حالت تھی تفصیلی واقعہ دیکھئے ہماری کتاب تقریری نکات میں)

اے گرفتار ابوبکر و عمر ہوشیار باش

ایک شخص ایران گیا اور سوچا کہ وہاں چونکہ شیعہ رہتے ہیں اس لئے اپنا نام غلام علی

رکھ لیا۔ اتفاق سے خارجیوں کے گھر چلا گیا۔ انہوں نے نام پوچھا کہا غلام علی، انہوں نے خوب پٹائی کی۔ وہاں سے نکلا تو سوچا اب میں اپنا نام محمد صدیقؓ رکھتا ہوں چنانچہ اگلے دن شیعوں کے قابو آ گیا انہوں نے بھی خوب دھویا۔ اس موقع پر مولانا غوث علی علیہ الرحمۃ نے فرمایا! اے گرفتار ابوبکرؓ و علیؓ ہوشیار باش۔ تجھے یہ مار اس لئے پڑی ہے کہ تو نے ان بزرگوں میں جدائی ڈال رکھی ہے۔

پیر سے بڑھا ہوا مرید

حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمۃ حضرت سرّی سقطی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہیں۔ کسی نے عرض کیا کوئی ایسا مرید بھی ہے جو زہد و کرامت میں پیر سے بڑھ گیا ہو۔ فرمایا ہاں ہمارے جنید کو ہی دیکھ لو (سبحان اللہ) پیر مرید دونوں کی قبریں آج بھی بغداد میں مینارۂ نور ہیں۔ مرید کی قبر پیر کے قدموں میں ہے۔

بدگمانی

سعدی فرماتے ہیں کہ میں بچپن میں اپنے والد کے ساتھ کہیں گیا رات تہجد کے وقت ایک مسجد میں پہنچے تو سارے سوئے ہوئے تھے اور ہم تہجد پڑھ رہے تھے۔ میں نے عرض کیا! یہ کیسے لوگ ہیں کہ خدا کے گھر میں قبولیت کے وقت غفلت سے سوئے ہوئے ہیں۔ والد گرامی نے مجھے ڈانٹا اور فرمایا اس سے تو بہتر تھا تو بھی سو جاتا تجھے کیا معلوم کہ ان کا سونا تیری بیداری سے بہتر ہو۔ (ان بعض الظن اثم ولا تجسوا)

ہم تمہیں سیدھا کر سکتے ہیں

حضرت موسیٰ آہنگر علیہ الرحمۃ: جن کا مزار شریف میکلوڈ روڈ لاہور میں برلب سڑک ہے، انگریز کا دور تھا حکومت نے سڑک سیدھی کرنا چاہی مگر مزار شریف کو چھیڑنے کی کسی میں ہمت نہ ہوئی آخر انگریز نے گینتی لی اور مزار کو گرانے کے لئے ماری تو سیدھی پاؤں پہ لگی اور وہیں مر گیا۔ کسی اللہ والے نے کہا! تمہیں سڑک سیدھی کرنی آتی ہے تو انہیں تمہیں سیدھا کرنا آتا ہے۔

جلال و جمال

پاکستان بننے کے بعد سکھوں نے مذاق کے طور پر حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے مزار پُر انوار پر ناچ گانے کے ساتھ چادر چڑھانے کا ارادہ کیا اور چل پڑے۔ سجادہ نشین کو حضرت مجدد خواب میں ملے اور فرمایا میں تو اپنے رحمۃ للعالمین آقا کی طبیعت پر ہوں۔ میرے بیٹے محمد معصوم جلالی طبیعت کے ہیں۔ سکھوں کو کہو! پہلے ان کے مزار پر چادر چڑھائیں چنانچہ چودہ سکھ روضے میں داخل ہوئے اور چودہ کے چودہ اندر ہی رہے ایک بھی زندہ سلامت باہر نہ آسکا۔

وہ جس کا شاہی بھی بھرتی ہے پانی   وہی تو ہیں مجدد الف ثانی

عاجزی وانکساری

علی پور سیداں میں جماعت علی نام کے دو بزرگ دونوں سید بلکہ قریبی رشتہ دار اور دونوں ایک ہی دور میں ایک امیر ملت تھے جو شاہانہ زندگی گزارتے تھے۔ دوسرے صوفی تھے سادگی پسند اتنے کہ خود ہل چلاتے۔ اگر کوئی شخص امیر ملت کے پاس آتا تو آپ فرماتے میرے پاس کیا رکھا ہے۔ فقیری ساری تو ہل چلانے والا لے گیا ہے۔ کھانا کھاؤ اور روحانی غذا اس سے لو۔ ادھر جاتا تو وہ فرماتے میں تو خود ہل چلا رہا ہوں تجھے کیا دے سکتا ہوں۔

جب تو چوہا نہیں سنبھال سکا......

ایک مرید اپنے پیر کو بار بار کہتا کہ مجھے خلافت دے دیں مگر وہ ٹال مٹول سے کام لیتے کہ اس قابل ہی نہ تھا۔ جب اس کا اصرار بڑھا تو پیر صاحب نے ایک تھیلی دی کہ اس کو کھولنا نہیں اور فلاں آدمی کو دے آؤ، بڑی سنبھال کر لے جانا، اس نے راستے میں کھولا کہ دیکھوں تو کیا ہے اور اس میں چوہا تھا جو بھاگ گیا واپس آیا اور عرض کیا یہ کیا کسی کو دینے والی چیز تھی۔ فرمایا صرف یہ معلوم کرنا اور تجھے بتانا تھا کہ جب تو چوہا نہیں سنبھال سکا تو خلافت کیسے سنبھالے گا۔

تو سکندر ہے تو میں بھی ''قلندر'' ہوں

اٹک کے پرانے پل کے پاس پہاڑ کے اوپر ایک جھنڈا لہرا رہا ہے اور پاس فقیر کا مزار بنا ہوا ہے۔ صاحب مزار کے حالات میں لکھا ہے کہ سکندر اعظم لشکر لے کر آیا اور فقیر کو کہا اپنا جھنڈا اکھیڑ کر ادھر کر لے یہاں سے میرے لشکر نے گزرنا ہے۔ فقیر نے فرمایا! لشکر نے گزرنا ہی ہے تو گزر جائے جھنڈا اتارنے کی کیا ضرورت ہے۔ اس نے کہا! تو جانتا نہیں ہے میں سکندر ہوں؟ فرمایا: ہاں مگر میں بھی قلندر ہوں۔ سکندر کی قبر کا بھی نام ونشان نہیں اور قلندر کا جھنڈا اب بھی فضاؤں میں لہرا لہرا کر اعلان کر رہا ہے

بادشاہاں دے نہ وزیراں دے
دیوے بلدے سدا فقیراں دے

اہل اللہ کا حوصلہ

اہل اللہ بڑے حوصلے والے ہوتے ہیں۔ یوسف علیہ السلام کو بدنام کرنے کی زلیخا نے پوری کوشش کی مگر اپنے آپ پر جب بدنامی آئی تو عرض کیا زنان مصر کے سامنے سے ایک بار گزر جائیں تا کہ میں بے قصور ہو جاؤں، اگر چاہتے تو بدلہ لے سکتے تھے تا کہ عورتیں کہہ سکتیں کہ جس پہ تو فریفتہ ہے وہ تو تیری اتنی بات بھی نہیں مانتا اور زلیخا کی مزید بدنامی ہو جاتی مگر زلیخا نے کہا اخرج علیھن تو یوسف سامنے آ گئے۔ اتنا بھی نہ فرمایا کہ وہ تیرا سلوک تھا اور یہ میرا سلوک ہے

لوہا ہوویں پیا کٹیویں، تاں تلوار سدیویں ہو
کنگھی وانگوں پیا چریویں، زلف محبوب بھریویں ہو
مہندی وانگوں پیا گھٹیویں، تلی محبوب رنگیویں ہو
عاشق صادق ہوویں تائیں، باہو رس پریم دے پیویں ہو

بھلیاں نوں لاج بھلیاں دی

حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی علیہ الرحمۃ آخری عمر میں انتہائی کمزور ہو گئے مگر پالکی

میں بیٹھ کر مسجد میں جاتے اور با جماعت نماز ادا فرماتے، راستے میں ایک ہندو کی دکان تھی۔ وہ آپ کی پالکی دیکھتا تو احتراماً کھڑا ہو جاتا اور ہاتھ جوڑ کر عرض کرتا ''بھلیاں نوں لاج بھلیاں دی'' یعنی نیک نیکوں کے خیر خواہ ہوتے ہیں۔ ایک دن دکان بند تھی تو آپ نے پوچھا! وہ ہندو کہاں ہے؟ عرض کیا بیمار ہے فرمایا! چلو اس کا پتہ کر کے پھر نماز پڑھنے جائیں گے۔ وہاں جا کر دیکھا تو ساری ہندو برادری باہر جمع ہے اور بیمار اندر ہے۔ سارے ہندو احترام میں کھڑے ہو گئے۔ آپ نے فرمایا! اس بیمار سے ملاؤ جس کو ہم پوچھنے آئے ہیں۔ عرض کیا وہ مر رہا ہے اور ہمارے مذہب میں مرنے والے کے پاس مرنے سے پہلے جانا منع ہے۔ آپ نے بہت سمجھایا مگر نہ مانے، آخر فرمایا اچھا جب تک ہم اس کے پاس نہیں جائیں گے وہ مرے گا ہی نہیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور کافی دیر کے بعد مجبوراً ہندوؤں کو دروازہ کھولنا پڑا۔ آپ نے اندر قدم رکھا ہی تھا کہ ہندو تڑپ کر اٹھا اور وہی جملہ عرض کیا بھلیاں نوں لاج بھلیاں دی اور ساتھ یہ بھی عرض کرنے لگا! کلمہ بھی پڑھا دیں اور کلمے والا بھی دکھا دیں۔ کلمہ پڑھا اور مر گیا

لج پال پریت نوں توڑدے نئیں
جہدی بانہہ پھڑدے اونہوں چھوڑدے نئیں

ہندوؤں نے کہا! ہم اس کو جلائیں گے اور خاک اس کی گنگا میں بہائیں گے۔ فرمایا جلے گا تو تبھی خاک بہاؤ کے ناں؟ انہوں نے پورا زور لگایا مگر ایک بال بھی نہ جل سکا۔ فرمایا: بس کرو اس کو تمہاری آگ تو کیا دوزخ کی آگ بھی نہ جلا سکے گی۔ من قال لا اله الا الله دخل الجنة کیونکہ اس نے مصطفیٰ کریم علیہ السلام کا کلمہ پڑھ لیا ہے اور

جلاتی نہیں اس کو نار جہنم
پڑھا جس نے دل سے ہے کلمہ تمہارا

بیری بیر دے اور میں کچھ نہ دوں؟

حضرت شاہ سلیمان تونسوی علیہ الرحمۃ جا رہے تھے کہ بچے بیری کو پتھر مار رہے تھے ایک پتھر آپ کو آ لگا۔ ولی اللہ موج میں آ گیا۔ بچوں سے پوچھا بیری کو پتھر کیوں مارتے ہو

پتھر مارنے سے تمہیں کیا ملتا ہے؟ عرض کیا بیر ملتے ہیں۔ فرمایا اچھا! کمال ہے؟ بیریؑ کو پتھر مارو تو بیر ملیں اور ہمیں مارو تو کچھ بھی نہ ملے۔ نگاہ کی اور سب بچوں کو ولی بنا دیا۔

جذبہ خیر خواہی

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ایک شخص نے اس قدر عبادت کی کہ سجدے کر کر کے پتھر گھسا دیا لیکن اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ یہ شخص دوزخی ہے۔ عرض کیا وہ کیوں؟ فرمایا اس لئے کہ کئی سالوں سے فرشتے کو اس کے پاس جنتی انار دیکر بھیج رہا ہوں جو اس کو دانے نکال کر دیتا ہے۔ یہ سارا انار کھا جاتا ہے۔ اس نے کبھی ایک دن بھی فرشتے کو یہ نہیں کہا کہ دو دانے تو بھی کھا لے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس عبادت گزار کو یہ بات بتائی تو اس نے کہا اے موسیٰ! اگر میرے دوزخ میں جانے سے اللہ خوش ہوتا ہے تو میں دعا کرتا ہوں کہ میرا جسم اتنا بڑا کر دے کہ دوزخ میں میں اکیلا ہی سما جاؤں اور کوئی دوزخ میں نہ جائے۔ اس بات پر اللہ نے اس کو بخش دیا۔

بھول کر منہ سے یا صمد نکل گیا

ایک مرتبہ جبریل امین علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے یا عبدی کی آواز سنی تو عرض کیا یا اللہ! اس وقت کسی مسلمان نے تجھے پکارا تو نہیں جس کو تو یا عبدی سے جواب دے، فرمایا فلاں بت خانے میں ایک بت پرست بت کے سامنے کھڑا ہو کر یا صنم یا صنم کہہ رہا تھا۔ اچانک اس کو اونگھ آئی تو اس کی زبان سے یا صمد نکلا ہے جس کا جواب میں نے یا عبدی کہہ کر دیا ہے۔ عرض کیا! اس نے تو ہوش میں نہیں کہا؟ فرمایا! جیسے بھی کہا ہے اگر بت بھی نہ بولے اور میں بھی نہ بولوں تو فرق کیا رہ جائے۔

میں ابھی مرتا ہی نہیں

حضرت شیخ برہان جن کا مزار چنیوٹ میں ہے لاہور میں انتقال کے وقت وصیت فرمائی کہ مجھے چنیوٹ دفنایا جائے۔ وصال ہو گیا۔ مریدین کے پاس وسائل نہ تھے۔

انہوں نے لاہور ہی میں تدفین کا انتظام کر دیا۔ قبر میں اتارنے سے پہلے عرض کرنے لگے معاف کرنا اگر ہمارے پاس وسائل ہوتے تو ضرور آپ کی وصیت کے مطابق چنیوٹ میں دفن کرتے۔ حضرت کفن سے باہر آگئے اور فرمایا اگر تمہارے پاس وسائل نہیں تو میرے رب کے پاس تو ہیں۔ میں ابھی مرتا ہی نہیں چنانچہ اس کے بعد دس سال زندہ رہے اور چنیوٹ میں وصال فرمایا۔ آج وہیں پہ مزار شریف ہے۔

ساری بارات توحید کے رنگ میں رنگ دی

خانیوال کے قریب ایک سٹیشن عبدالحکیم ہے جو ایک بزرگ کے نام پر ہے جو ایک طرف لوگوں کے کپڑے دھویا کرتے اور دوسری طرف دلوں کی صفائی بھی کیا کرتے تھے

کامل مرشد ایسا ہووے جہڑا دھوبی وانگوں چھٹے ہو
نال نگاہ دے پاک کرے تے سچی صابون نہ گھتے ہو
میلیاں نوں کر دیوے چٹا، ذرہ میل نہ رکھے ہو
ایسا مرشد ہووے جہڑا باہو لوں لوں دے وچ وسّے ہو

دوسرے دھوبیوں اور عبدالحکیم میں فرق یہ تھا کہ جب دوسرے دھوبی کپڑے کو پٹڑی پہ مارتے تو ''چھو'' کی آواز آتی اور جب عبدالحکیم مارتے تو ''ہو'' کی آواز آتی۔ ایک ہندو عورت کپڑے لیکر آئی اور کہا پرسوں میرے بیٹے کی بارات ہے کپڑے اچھی طرح دھو کر تین رنگے رنگ دینا۔ انہوں نے ہاں کرلی لیکن جب وہ وعدہ کے مطابق کپڑے لینے آئی تو آپ مٹی کی کہانی بنا رہے تھے۔ (مکان لیپنے کے لئے مٹی میں بھوسا ڈال کر پاؤں سے مسلنے کو کہانی کہتے ہیں) اور ابھی تک کپڑے دھوئے بھی نہ تھے۔ ہندوانی غصے سے پاگل ہوگئی اور سخت سست کہنے لگی کہ تم مسلمان لوگ جھوٹے ہو تمہیں وعدے کا احساس تک نہیں۔ آپ نے اندر سے کپڑے منگوائے اور کہانی میں پھینک کر اوپر سے لتاڑنے لگے۔ ہندو عورت پیٹنے لگی ہائے میرے بیٹے کی بارات برباد ہوگئی۔ آپ ایک ایک کپڑا نکالتے گئے جو دھلے ہوئے بھی تھے اور رنگے ہوئے بھی، کوئی پیلا رنگ، کوئی سرخ، کوئی سبز، عورت نے ہاتھ جوڑ دیئے کہ اتنا قیمتی رنگ کپڑوں پہ ضائع نہ کریں اگر چڑھانا ہے تو

میرے دل کو رنگ چڑھا دیں

اگر تو نے میرا مقدر نہ بدلا　　　بتا پھر یہ کامل نظر کس لئے ہے

بارانکو پتہ چلا تو دوڑتی آئی اور عرض گزار ہوئی

اگر تیرے دیوانے یوں لوٹ جائیں　　　یہ در کس لئے ہے یہ گھر کس لئے ہے

چنانچہ ناچ گانے والی بارات گلیوں میں کلمہ کا ورد کرتی ہوئی گئی۔

مرشد وانگ سنارے ہووے گھت کٹھالی گالے ہو
پا کٹھالی باہر کڈھے، بندے گھڑے یا والے ہو
کنیں خوباں تدوں سہاون جد کٹھے یا اجالے ہو
نام فقیر تنہاں دا باہو، دم دم دوست سمھالے ہو

محدث اعظم پاکستان کا تقویٰ

حضرت مولانا سردار احمد صاحب محدث اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ بیمار تھے اور مسجد میں تشریف فرما تھے۔ شاگرد کو فرمایا پینے کے لئے پانی لاؤ۔ شاگرد وضو خانے کی ٹوٹی سے پانی لے گیا۔ آپ نے پوچھا! کہاں سے لائے ہو عرض کیا، ٹوٹیوں سے فرمایا یہ واپس وہیں ڈال کے آؤ کیونکہ یہ وضو کے لئے وقف ہے جو پینے کے لئے رکھا گیا ہے اس سے لاؤ۔

وفادار وزیر

سلطان محمود غزنوی کا محبوب وزیر ایاز، صبح صبح سلطان کے نکلنے سے پہلے خوب تیار ہو کر پوری ٹھاٹھ باٹھ کے ساتھ محل سے نکلتا، کسی نے کہا قدرے خود شناس، اپنی اوقات نہ بھولو، بادشاہ سے پہلے اس شان و شوکت سے نکلنا اچھا نہیں۔ فرمایا میں تو صبح کا ستارہ ہوں جو سورج کے نکلنے سے پہلے نکل کر اعلان کر رہا ہوتا ہے کہ میرے بعد آفتاب عالمتاب جلوہ گر ہونے والا ہے۔

زمین سے ہی پوچھ لو کس کی ہے

سید الاقطاب کتاب میں حضرت بابا فرید الدین گنج شکر علیہ الرحمۃ کی ایک کرامت

اس طرح لکھی ہے کہ کسی عقیدت مند نے آپ کو کچھ زمین دی اور ہندوؤں نے آپ پر مقدمہ کر دیا کہ ہماری زمین ہتھیا لی گئی ہے۔ جج نے بابا فرید سے کاغذات مانگے فرمایا کاغذات تو نہیں ہیں آؤ زمین سے ہی پوچھ لیتے ہیں کہ کس کی ہے۔ جج بڑا حیران ہوا کہ یہ کیسا فیصلہ ہے چنانچہ زمین کے پاس گئے تو بابا صاحب نے جج سے فرمایا خود ہی پوچھ لو۔ جج نے پوچھا تو زمین نے بول کر کہا صرف میں ہی نہیں ساری دنیا کی زمین بابا کی ہے اور صرف دنیا کی زمین ہی نہیں جنت کی زمین بھی انہی کی ہے۔ تلك الجنة التی نورث من عباد نا من كان تقيا ۔ ولقد كتبنا فی الزبور من بعد الذكر ان الارض يرثها عبادی الصالحون (لف ونشر غیر مرتب)

بحر بے اندازہ بربادی کند — آپ جو آور کہ آبادی کند
پیش یوسف نازش و خوبی مکن — جز نیاز و آہ یعقوبی مکن
از بہاراں کے شود سرسبز سنگ — خاک شو تا گل بروئے رنگ رنگ
سالہا تو سنگ بودی دلخراش — آزمون ویک زمانے خاک باش

(مولانا روم)

استغناء کی ایک مثال

حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی علیہ الرحمۃ سے سلطان محمود غزنوی نے عرض کیا کوئی حکم فرمائیں کہ میں پورا کروں اور آپ کو خوشی بھی ہو۔ فرمایا حکم یہ ہے کہ آج کے بعد نہ مجھے اپنے پاس بلانا اور نہ خود میرے پاس آنا۔ بس اسی میں میری خوشی ہے۔

آج کل کے علماء و مشائخ بھی اس واقعہ کے پس منظر میں اپنے کردار کا جائزہ لیں جن کو حکمران اشارہ کرتے ہیں تو سر کے بل چل کر جاتے ہیں اور وہ جس طرح بھی اسلام کے خلاف زہر اگلتے ہیں یہ نام نہاد وارثان منبر و محراب گونگے بہرے بن کر سب کچھ برداشت کر لیتے ہیں اور دعوت اڑا کر واپس آ کر ان کی قصیدہ خوانی میں مصروف ہو جاتے ہیں

کوٹھے تے چڑھ ویکھ فریدا گھر گھر بلدی اگ
میں سمجھیا اک میں کٹھی ایتھے کٹھا سارا جگ

از ما بجز حکایت مہر و وفا مپرس

حضرت پیر مہر علی شاہ علیہ الرحمۃ سے کسی نے پوچھا فلاں بادشاہ کیسا ہے اور حیدر آباد کے نوابوں کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ آپ نے فرمایا

ماقصۂ سکندر و دارانہ خداندہ ایم
از ما بجز حکایت مہر و وفا مپرس

مجھ سے پوچھنا ہے تو محبت الٰہی اور عشق مصطفیٰ کی بات پوچھ میں سکندر اور دارا بادشاہوں کے قصے پڑھنے کا شوق نہیں رکھتا۔

ہر کہ عشق مصطفیٰ سامان اوست
بحر و بر در گوشۂ دامانِ اوست

دوسروں کی طرف توجہ وہ کیوں کریں جو ہر وقت خیال یار میں مستغرق رہتے ہوں جن کی نظر یار پر جم جاتی ہے ان کو غیر نظر ہی نہیں آتا۔ یہ ہیں وہ کہ جو دوزخ کے پاس سے گزریں گے تو دوزخ کو بھی جلا کر رکھ دیں گے۔ (یعنی ان کے نور ایمان سے دوزخ کی آگ ٹھنڈی ہو جائے گی)

خیار یار سے فرصت ہی نہیں

حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ اپنے ایک مرید سے روزانہ اس کا نام پوچھتے اور وہ مسلسل انیس سال روزانہ بتاتا رہا اور آخر عرض کر دیا کہ حضرت! انیس سال تو ہو گئے آپ کو میرا نام ہی یاد نہیں ہوا؟ فرمایا غصہ نہ کرنا تو اپنی بات کرتا ہے مجھے خود اپنا نام بھی یاد نہیں رہا

دیدار کی ہوس ہے تو آنکھوں کو بند کر
ہے دیکھنا یہی کہ نہ دیکھا کرے کوئی

واہ گرو نہیں وحدہ

حضرت خواجہ غلام حسن کہروڑ پکا والے کہیں تشریف لے جا رہے تھے کہ ایک سکھ ''واہ گرو واہ گرو'' کہتا ہوا آ رہا تھا، فرمایا کہاں جا رہے ہو کیا کہہ رہے ہو؟ کہہ وحدہ وحدہ

وحدہ۔عرض کیا بیوی ناراض ہو کر میکے چلی گئی ہے اس کو لینے جا رہا ہوں۔ وحدہ وحدہ وحدہ

آپ معراج شریف پہ تقریر فرما رہے تھے کہ ایک غیر مسلم نے سوال کیا حضور آسمانوں سے اوپر کس طرح چلے گئے؟ آسمانوں کو تو دروازہ ہی نہیں؟ آپ محراب میں کرسی پہ جلوہ گر تھے، کرسی سے اٹھے اور محراب سے پار چلے گئے فرمایا حضور بھی ایسے ہی بغیر دروازے کے آسمان سے پار گئے جیسے حضور کا غلام بغیر دروازے کے محراب سے پار گیا ہے اور پھر واپس اسی جگہ سے اندر آ کر کرسی پہ بیٹھ گئے اور فرمایا ایسے ہی حضور واپس بھی آ گئے۔کوئی مولوی ہوتا تو دلائل دیتا۔معترض مانتا یا نہ مانتا مگر اب تو آنکھوں سے دیکھ لیا تھا اب کیوں نہ مانے گا۔

یہ شان ہے ان کے غلاموں کی سردار کا عالم کیا ہوگا اور معترض یہ منظر دیکھ کر

گر کر قدموں پہ قرباں ہو گیا

پڑھ کر کلمہ مسلماں ہو گیا

''کروڑ'' والوں کو ''توڑ'' پہنچا دیا

حضرت خواجہ غلام حسن سواگ علیہ الرحمۃ تشریف فرما تھے کچھ لوگ آئے اور عرض کیا ہم نے کروڑ جانا ہے۔راستہ بتا دیں، وہ قال والے تھے یہ حال والے تھے، وہ ظاہر والے تھے یہ باطن والے تھے، وہ جسم والے تھے یہ روح والے تھے، آپ نے فرمایا کروڑ جانا ہے کہ توڑ جانا ہے؟ انہوں نے سوچا کہ کروڑ بھی توڑ کے راستے میں ہی ہوگا کہا اچھا توڑ ہی پہنچا دو فرمایا آنکھیں بند کرو، لو کھول لو، آنکھیں کھولیں تو سامنے مدینہ شریف میں گنبد خضریٰ نظر آ گیا۔

بن مرشد تینوں راہ نئیں لبھناں

حضرت میاں محمد صاحب علیہ الرحمہ شریف لے جا رہے تھے کہ کسی نے پیچھے سے کہا آگے سے ہٹ جائیں ہمیں گزرنے کے لئے راہ دیں آپ نے فی البدیہ یہ شعر کہہ دیا

ہر کوئی آکھے راہ دے راہ دے میں وی آکھاں راہ دے

بن مرشد تینوں راہ نہیں لبھناں رُل مرسیں وچ راہ دے

غیروں کی زبان سے

مولوی وحید الزمان غیر مقلد اور انور شاہ کاشمیری نے اپنی اپنی شرح بخاری میں لکھا ہے کہ امام بخاری علیہ الرحمہ کا جب وصال ہوا تو لوگ مختلف بیماریوں میں مبتلا ہو گئے۔ امام بخاری کی قبر پہ جاتے اور قبر سے مٹی لے کر جسم پہ ملتے تو شفا ہو جاتی اور امام بخاری کی قبر کی مٹی سے قدرتی خوشبو آتی تھی۔

معلوم ہوا کہ ولی کی قبر سے فیض ملتا ہے تو ولی سے کیوں نہیں ملتا۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ اصحاب کہف کا کتا بھی جان گیا تبھی تو منع کرنے کے باوجود ولیوں کے دامن سے چمٹا رہا۔ اللہ کے بنائے ہوئے کروڑوں انسان دوزخ میں جائیں گے اور ولیوں کا کتا جنت میں جائے گا اور وہ بھی انسانی شکل میں۔ کسی گستاخ انسان کی شکل کتے کو دیکر جنت میں بھیجا جائے گا اور کتے کی شکل اس کو دیکر دوزخ میں داخل کیا جائے گا۔ وہ ادب کر کے جنت میں اور یہ بے ادبی کر کے دوزخ میں۔ اصحاب کہف کا کتا پکار اٹھے گا ؎

کوئی جذبۂ محبت میرے کام آ گیا ہے

حضرت خواجہ عثمان ہارونی علیہ الرحمۃ کا ایک کتنا پیارا شعر ہے آپ فرماتے ہیں

نمی دانم کہ آخر چوں دم دیدار می رقصم
مگر نازم بہر آں کہ پیش یار می رقصم

سورج کے سامنے ہزار شیشہ رکھ دو تو ہر ایک میں پورا سورج دکھائی دے گا اور بمعہ شعاعوں کے مگر یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ شیشے والے سورج اس اصل سورج کا عین ہیں یا غیر، جب ولی اللہ کا دل تجلیات الٰہی سے چمکتا ہے اور اس میں خدا کے جلوے نظر آتے ہیں تو پھر ولی اللہ بھی اگرچہ خدا تو نہیں ہوتا مگر کام خدائی کرتا ہے۔

سائنسی طاقت اور خدائی طاقت

عجیب بات ہے اور کیسا دور آ گیا ہے کہ جدید تعلیم یافتہ لوگ سائنس پڑھ کر بھی گستاخان اولیاء کی باتوں میں آ کر ولی اللہ کی طاقت کا انکار کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ سائنس نے ریڈیو، ٹی وی، ٹیلی فون اور بہت ساری چیزیں ایجادات کی ہیں۔ ولیوں نے

کیا بنایا ہے۔ان کی خدمت میں گزارش ہے کہ ولی اللہ مادیات کی ترقی کے لئے نہیں بلکہ اخلاقیات اور روحانیا کی ترقی کے لئے آتے ہیں۔ ریڈیو، ٹی وی کا بٹن خراب ہو جائے یا فون کی تار کٹ جائے تو تمہارا رابطہ ختم مگر فاروق اعظم بغیر تار کے مدینے سے تین سو میل دور ''نہاوند'' میں اپنی آواز پہنچا رہے ہیں۔ داتا صاحب بغیر ٹی وی کی سکرین کے لاہور میں کھڑے ہو کر کعبہ دکھا رہے ہیں۔غوث اعظم بغیر کسی پلاسٹک کا دل لگانے کے پاؤں کی ٹھوکر سے مردے کو زندہ فرما رہے ہیں۔تمہاری سائنس آلات کی محتاج ہے اور ولی اللہ کو ایسی کوئی محتاجی نہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ سائنس کی طاقت کو مانتے ہو اور ولی اللہ جس کے ہاتھوں میں خدائی طاقت ہوتی ہے اس کا انکار کرتے ہو۔شاید نبوت و ولایت کا تصور تمہارے ذہنوں میں وہ ہے کہ کسی نے پوچھا نبوت و ولایت کیا ہوتی ہے تو باؤ صاحب نے جواب دیا کہ ''ولایت'' سے تو میں ہو کر آیا ہوں اور نبوت بھی کسی جزیرے کا نام ہی ہوگا۔لاحول ولا قوة الا باللہ

سنو! جس جانور کو جوتوں کا ہار پہنا کر خانہ کعبہ کی طرف لے جایا جاتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس جانور اور اس سے منسوب جوتوں کے ہار کو لوگوں کے قیام اور بقاء کا باعث قرار دیا ہے۔(جعل اللہ الکعبة ...... والھدی والقلائد) تو پھر بھلا بتاؤ تو جو خدا کا دوست اور محرم راز ہے اس کا وجود باجود (جس کا دل اللہ کا عرش ہے، جس کی دعا اللہ کے انعامات کا دروازہ ہے) وہ کائنات کی بقاء کا باعث کیوں نہ ہوگا۔

قرآن کی دو صورتیں

امام غزالی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں قرآن کی دو صورتیں ہیں ایک وہ جو بازار سے ملتی ہے۔ یہ اس کی ظاہری صورت ہے اور ایک وہ جو دکان والوں سے نہیں بلکہ اللہ والوں سے ملتی ہے اور یہ اس کی باطنی صورت ہے یعنی ایک بازار سے ملتی ہے اور دوسری ولی کے دربار سے ملتی ہے۔ اولیاء کرام زندہ ہوں تو فیض دینے کے لئے دل کا ایک دروازہ کھولتے ہیں۔ باقی دروازے فیض لینے کے لئے بارگاہ خداوندی کی جانب کھولتے ہیں اور انتقال کر جائیں تو ستر کے ستر دروازے فیض دینے کے لئے مخلوق کی طرف کھل جاتے

ہیں۔(امام غزالی)

ولی کے دل کا تعلق ذات باری سے ہے جس طرح ہر عضو کا تعلق جان سے ہے لیکن کوئی عضو کٹ جائے تو بندہ مرتا تو نہیں اور اگر دل ہی نکل جائے تو موت یقینی ہے۔ معلوم ہوا دل کا جسم کے ساتھ خصوصی تعلق ہے اور جس کی زبان پہ ذکر خدا ہو اور دل میں عشق مصطفیٰ ہو تو اس دل والے کا تعلق بھی اللہ تعالیٰ سے بڑا خاص تعلق ہوتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ولی اللہ ہمارے آگے ہو تو ہمارا امام و مقتداء ہے۔ پیچھے ہو تو ہمارا پشت پناہ ہے، نیچے ہو تو نجات کی کشتی ہے، اوپر ہو تو ہمارے سر کا تاج ہے۔

شیر اور بکری کی صلح

حضرت خواجہ حسن بصری علیہ الرحمۃ حضرت رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا کی زیارت کو گئے تو عجیب منظر دیکھا کہ آپ نماز پڑھ رہی ہیں اور آپ کی بکریاں اور شیر اکٹھے پھر رہے ہیں، سلام پھیرا تو حسن بصری نے پوچھا: بکریوں اور شیر کی کب سے صلح ہوئی ہے؟ فرمایا جب سے ہم نے خدا کے ساتھ صلح کر لی ہے۔ انہوں نے آپس میں صلح کر لی ہے

عاشقاں را روز محشر با قیامت کار نیست
کار عشق جز تماشائے جمال یار نیست

پھانسی کا پھندا چوم لیا

حضرت غازی عبدالرشید دھلوی علیہ الرحمۃ کو جب ایک مردود کو مارنے کی پاداش میں پھانسی کی سزا سنائی گئی تو آپ نے آگے بڑھ کر پھانسی کے پھندے کو چوما اور فرمایا! اے مجھے میرے محبوب سے ملانے والے تو نے اتنی دیر کیوں لگا دی؟

جیسے ہمارے اعمال ویسے حکمران

حضرت حسن بصری علیہ الرحمۃ سے عرض کیا گیا کہ حجاج بہت ظلم کر رہا ہے دعا کریں اللہ تعالیٰ اس کو بدل دے۔ فرمایا، تم اپنے اعمال بدل لو اللہ تمہارے حکمران بدل دے گا۔ برے حکمران اللہ کا عذاب ہوتے ہیں اور عذاب تلوار سے نہیں ٹلتے، توبہ سے ٹلتے ہیں۔

یہ تمہارے اعمال کی سزا بن کر آیا ہے۔ اعمال اچھے کر لو پھر اس کو بدلنے کے لئے دعا کی بھی ضرورت نہ رہے گی۔

چالیس ہزار دس ہزار کا مکان ہمسائے کا

حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے ایک ہمسائے نے اپنا مکان بیچنا چاہا مکان دس ہزار کا تھا تو قیمت پچاس ہزار مانگی۔ لوگوں نے حیرت سے پوچھا کہ اتنی بھاری قیمت رکھنے کی وجہ کیا ہے تو اس نے کہا مکان دس ہزار کا ہی ہے چالیس ہزار کی رقم جعفر طیار جیسے اچھے ہمسائے کی وصول کر رہا ہوں۔

میرے ہمراہی کریں گے اس طرح جانیں نثار
مغفرت کی ذرے ذرے کو دعا دینی پڑے
اتنا کر دوں گا میں ماؤں کی محبت کو بلند
دل کے ٹکڑوں کو شہادت کی دعا دینی پڑے
خاک ارض پاک سے ایسے اٹھاؤں گا شہید
جن کے مدفن کو زمین کربلا دینی پڑے

ستم ظریفی یا احسان فراموشی؟

تحریک پاکستان کا حوالہ آئے تو ظفر علی خاں کا نام تو آتا ہے مگر اس شیخ القرآن کا نام نہیں آتا جس کی تقریر سن کر ظفر علی خاں قائداعظم کا جلسہ چھوڑ کر ادھر آ گیا اور فی البدیہ شعر پڑھا

میں آج سے مرید ہوں عبدالغفور کا
چشمہ ابل رہا ہے محمد کے نور کا

ہم اقبال ڈے تو بڑی دھوم دھام مناتے ہیں مگر اس امیر ملت کا یوم نہیں مناتے کہ اقبال نے جن کے قدموں میں بیٹھ کر کہا تھا کہ میں کتنا خوش نصیب ہوں کہ امیر ملت کے قدموں میں جگہ مل گئی ہے اور انہوں نے جواب میں فرمایا! میں کیا کم خوش قسمت ہوں کہ میرے قدموں میں خود اقبال (نصیب) چل کر آ گیا ہے؟ اور اس پیر روشن ضمیر کا دن نہیں مناتے کہ جس کے بارے میں اقبال کہتے ہیں

پیر رومی مرشد روشن ضمیر
کاروان عشق و مستی را امیر

قائداعظم کا دن مناتے ہیں مگر محدث کچھوچھوی علیہ الرحمۃ کو بھول جاتے ہیں کہ جنہوں نے ہزاروں مشائخ کی موجودگی میں آل انڈیا سنی کانفرنس کے موقع پر فرمایا کہ اگر قائداعظم بفرض محال مطالبہ پاکستان سے دستبردار بھی ہو جائیں تو ہم پھر بھی پاکستان بنا کر رہیں گے۔

اور پھر اس سفیر اسلام و پاکستان کا دن نہیں مناتے جو پوری دنیا میں جا کر پاکستان بنانے کے لئے زمین ہموار کرتے رہے اور جب قائداعظم ناراض ہو کر لندن چلے گئے تو ان کو منا کے لائے، ایک لاکھ کے قریب غیر مسلموں کو کلمہ پڑھا کر مسلمان کیا اور برناڈ شا جیسوں نے ان کی علمی عظمت کو تسلیم کیا یعنی مولانا عبدالعلیم میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ۔

کیا یہ ہماری اہل اللہ کے ساتھ درپردہ دشمنی تو نہیں ہے جس کی سزا ہم آج بھگت رہے ہیں

ہے سوچنے کی بات اسے بار بار سوچ

اتنی سی بات پہ بخشش

نفحات الانس میں مولانا جامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ایک جہنمی مسلمان سے پوچھے گا کیا تو میرے کسی نیک بندے کو جانتا ہے وہ نفی میں جواب دے گا، پھر پوچھا جائے گا کسی کا نام معلوم ہے؟ وہ پھر بھی نہیں عرض کرے گا مگر ہاں اے اللہ! تیرے ایک بندے کے بارے سنا تھا کہ وہ ہماری بستی میں آ رہے ہیں نہ زیارت کر سکا نہ نام معلوم ہے۔ حکم ہوگا چلو اتنا ہی کافی ہے جا تجھے بخش دیا۔

بت بت ہے ولی ولی ہے

تفسیر عزیزی میں ثم اماته فاقبره کی تفسیر میں لکھا ہے پھر اس کو (انسان کو) موت دی پھر قبر دکھائی (تاکہ فیض حاصل کرلے)

بعض لوگ اولیاء کرام کے مزارات کو بتوں سے تشبیہ دیتے ہیں اور شاید یہ نہیں

جانتے کہ بت بت ہے ولی ولی ہے۔ بت کی آنکھ میں لکیر ہے ولی کی آنکھ میں تاثیر ہے، بت پہ خدا کی مار ہے ولی سے اللہ کو پیار ہے، بت اپنی جسامت دکھاتا ہے، ولی اپنی کرامت دکھاتا ہے، بت کا ماننے والا بت پرست ہے ولی کا ماننے والا مست شراب الست ہے۔

برکاتِ مزارات

ان تحت المیزاب قبر اسماعیل وامه ۔ بین الرکن والحجر سبعین نبیا (تاریخ الحرمین ص ۶۰ طبع مکہ، عباس کرار مصری، فتاویٰ رضویہ ج ۲ ص ۳۷۵، نزہۃ المجالس ج ۱ ص ۱۸۲) میزاب رحمت کے نیچے حضرت اسماعیل اور ان کی والدہ بی بی ہاجرہ علیہما السلام کی قبریں ہیں۔ رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان ستر نبیوں کے مزارات ہیں۔

باطنی حکومت

آیۂ قرآنی: **قل اللھم ملك الملك** ...... (آل عمران)

سے دو طرح کی حکومت ثابت ہوتی ہے۔ ایک ظاہری ایک باطنی یا ایک دنیوی دوسری روحانی۔ دنیا کی حکومت چند دن کے بعد ختم ہو جاتی ہے اور عبرت کا نشان بن جاتی ہے کسی حکمران کو پھانسی ہوگئی تو کوئی ملک بدر ہو گیا۔ کسی کو کتا کتا کہہ کے تخت حکومت سے اتار دیا گیا لیکن دینی منصب چھوٹے سے چھوٹا بھی کیوں نہ ہو تا قیامت بلکہ بعد القیامۃ بھی قائم رہے گا مثلاً دنیا والا دنیا میں ہی سابق ہو جاتا ہے آج وزیر کل سابق وزیر، آج صدر کل سابق صدر مگر سابق ولی سابق غوث یا سابق عالم حافظ نہیں کہا جاتا اور جب دنیا والا سابق ہوتا ہے تو وہی سجدہ کرنے والے اب گالیاں بک رہے ہوتے ہیں، مگر دین والے کی عزت دن بدن بڑھتی جاتی ہے۔ یقین نہیں آتا تو صاحبان مزارات کو دیکھ لو۔ جتنا دھوم دھام سے آج داتا صاحب کا عرس ہوتا ہے چند سال پہلے نہیں ہوتا تھا۔ زندگی میں ہاتھ چومنے والے اب قبر کے پتھر بھی چوم رہے ہیں۔

دنیا والے کی حکومت محدود ہوتی ہے، دین والے کی غیر محدود، دنیا والا اپنے ملازمین کی اطلاعات پہ حکومت چلاتا ہے، دین والا اللہ کے علم سے روحانی حکومت چلاتا ہے، دنیا والا لشکر کشی سے ترقی کرتا ہے دین والا فاقہ کشی سے اوپر جاتا ہے، ظاہری حکومت

والا ڈنڈے کے زور سے لوگوں کے جسم پھیرتا ہے مگر باطنی و روحانی حکومت والا اللہ ہو کی ضرب سے لوگوں کے دل پھیرتا ہے

نہیں فقر و سلطنت میں کچھ امتیاز ''اتنا''
وہ سپاہ کی تیغ بازی یہ نگاہ کی تیغ بازی

فرق صاف ظاہر ہے

دہلی میں جاؤ تو ایک طرف ہمایوں بادشاہ کی قبر ہے تو دوسری طرف مرد درویش محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء علیہ الرحمۃ کا مزار پر انوار ہے۔ دونوں آمنے سامنے سو رہے ہیں۔ فقیر کے دربار پہ میلا لگا ہوا ہے، خوشبوئیں آ رہی ہیں، پھول چڑھائے جا رہے ہیں اور بادشاہ کے مقبرے کی ہر اینٹ پکار رہی ہے

بر مزار ما غریباں ۔نے چراغ و نے گلے
نے پر پروانہ سوزد نے صدائے بلبلے

لاہور میں آؤ تو دریا کے اس پار اپنے وقت کے تاج دار بادشاہ جہانگیر کا مزار ہے جہاں جاتا کوئی نہیں، کوئی جاتا بھی ہے تو دعا کرنے نہیں بلکہ سیر کرنے اور اس پار مرد درویش لخت جگر علی المرتضیٰ حضرت علی بن عثمان المعروف داتا گنج بخش کا مزار پاک رشد و ہدایت کا مرکز بنا ہوا ہے اور ہر وقت قرآن کی تلاوت اور ذکر و اذکار کی صدائیں گونج رہی ہیں اور آپ کے روضۂ پاک پر مندرجہ ذیل اشعار حقیقت کا روپ دھارے ہوئے ہیں۔

جائیکہ زاہداں بہزار اربعیں رسند
مست شراب عشق بیک آہ میرسد

چہ حسنت آنکہ دریکدم رخت راصد نظر بینم
ہنوزم آرزو باشد کہ یکبار دگر بینم

اے پاسبانِ ملت بیضاء کے ترجمان
لاہور تیرے دم سے عروس البلاد ہے

داتا تیرا دربار ہے رحمت کا خزانہ
قدموں کو تیرے چومنے آتا ہے زمانہ

ایک نکتہ

بندہ جب اکیلا نماز پڑھے تو اس کو ایاك نعبد کی بجائے ایاك اعبد کہنا چاہیے کہ اے اللہ! میں تیری ہی عبادت کرتا ہوں مگر اس طرح پڑھنے سے نماز نہ ہوگی کیوں؟ فرمایا اگر اپنی عبادت قبول کروانی ہے تو میرے نیکوں کی عبادت کے ساتھ ملا کر میرے

دربار میں پیش کر۔ چھلکا بادام سے ملا ہوگا تو جس بھاؤ گری بکے گی وہی بھاؤ چھلکے کا بھی ہوگا اور اگر علیحدہ ہوگا تو چولہے کی زینت بنے گا۔

پیاز کو گھی میں ڈالو تو بدبودار ہوتا ہے مگر گھی کی صحبت ملتی ہے تو بدبو ختم ہو جاتی ہے مگر کب؟ جب اپنے آپ کو گھی میں فنا کر دیتا ہے تب گھی کہتا ہے اگر تجھے مجھ سے اتنا انس اور فدائیت ہے تو میں بھی تیری بدبو ختم نہ کروں تو مجھے گھی نہ کہنا۔ غوث پاک نے فرمایا! اے میرے دربار میں آنے والے تو چور سہی! لیکن اگر تیری چوری کی بدبو کو مار کر تجھ میں قطبیت کی خوشبو پیدا نہ کروں تو مجھے غوث اعظم نہ کہنا۔

غوث اعظم کرم نہیں بھرن جھولیاں　　　کوئی نہ جھولی پھیلاوے تے میں کی کراں

جو اینٹ مسجد پہ لگ جائے اس کی عزت کرو، جو کاغذ قرآن کو لگ جائے اس کا احترام کرو، جس پانی کو نبی کے قدم لگ جائیں اس کی توقیر کرو، جو لکڑی رحل کو لگ جائے اس کی تعظیم کرو اور جو بندہ خدا سے مل جائے اس کا بھی احترام کرو کیونکہ

یہ ملے تو ملے ہم کو غوث الوریٰ　　　جو ملے غوث اعظم، ملے مصطفیٰ
جب ملے مصطفیٰ تو گیا مل خدا　　　فیض کا یہ خزانہ سلامت رہے
ان کی نظروں کا جو بھی اسیر ہو گیا　　　بے مثال ہو گیا بے نظیر ہو گیا
درحقیقت زمانے کا پیر ہو گیا　　　یہ نظر کا نشانہ سلامت رہے
اللہ والے جدھر بھی اشارہ کریں　　　لاکھوں بگڑوں کی بگڑی سنوارا کریں
ان کے در پہ ہزاروں گزارا کریں　　　ایسا مہمان خانہ سلامت رہے
ان کی نگری میں پہلا پڑے جب قدم　　　بھول جاتے ہیں سارے زمانے کے غم
پھر میں کیوں نہ کہوں یہ خدا کی قسم　　　اولیاء کا دوارہ سلامت رہے

آخری بات

جو لوگ آج ہمیں الزام دیتے ہیں کہ یہ سنی لوگ پیروں کو بڑھا چڑھا کر کہاں سے کہاں پہنچا دیتے ہیں ان کے اپنے حکیم الامت اور مجدد الملت زوائد النوادر میں لکھتے ہیں۔

فردا قیامت خدارا نخواہم دید و اگر صورت مرشد آید خواہم دید

قیامت کے دن جب تک خدا میرے مرشد کی صورت میں نہ آئے گا میں نہیں دیکھوں گا

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

اوددوں علم تے عقل نہیں کم اوندے — جدوں قسمت انسان دی ہار جاوے
خیر پاندا نہیں اوس نوں جگ سارا — بھاویں لنگھ سمندروں پار جاوے
بے ادباں مراد نہیں کدے حاصل — بھاویں کعبے وی پیا سووار جاوے
پلہ پھڑ حیات کملی والڑے دا — جہڑا ڈوبیاں نوں پھڑ کے تار جاوے

بے وقوف نہ بنو! جس کا جو مرتبہ و مقام ہے وہ تسلیم کرو، بتوں کی آیات ولیوں پر چسپاں کر کے لعنتی نہ بنو۔ اگر تمہارا اپنا دماغ خراب ہے تو لوگوں کا تو ٹھیک رہنے دو نہ کہ

ہم تو ڈوبے ہیں صنم
تمہیں بھی لے ڈوبیں گے

ایک شخص سڑک پر بھاگتا آ رہا تھا۔ لوگوں نے چور سمجھ کر پیچھا کیا اور پکڑ لیا۔ اتنی تیز دوڑنے کا سبب پوچھا تو بڑے متکبرانہ انداز میں کہتا ہے ارے جاہلو! تم میں کوئی بھی پڑھا ہوا نہیں۔ وہ دیکھتے نہیں جگہ جگہ سڑک پہ بورڈ لگے ہوئے ہیں "رفتار فی گھنٹہ پچاس میل"

جس طرح اس بے وقوف نے گاڑیوں کا حکم اپنے لئے سمجھ لیا۔ خود بھی تنگ ہوا دوسروں کو بھی پریشان کیا۔ اس طرح بتوں کی آیات کو ولیوں پر فٹ کرنے والے بھی اپنی بے وقوفی کا اعلان کرتے ہیں اور لوگوں کو پریشان کرتے ہیں

شاید کہ تیرے دل میں اتر جائے میری بات

الحمد لله على نعمائه الوافية والائه الصافية والصلوة والسلام على من بعث بالادلة الشافية و المعجزة الباهرة وعلى اله واصحابه الذين هم للاهتداء الزاهرة . سبحن ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين .

واٰخر دعوانا ان الحمد لله ربّ العالمين .

(۴)

مضامینِ سورۂ الحجرات

الحمد للّٰہ رب الکون والبشر — حمدا یدوم دواما غیر منحصر
وافضل الصلوات الزاکیات علی — خیر البریہ منجی الناس من سقر
بک العیاذ الٰھی ان اشأحکما — سواک یاربنا یا منزل النذر

اما بعد!

فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم ۔

یاایھا الذین امنوا لا یسخر قوم من قوم ...... الی آخر الایۃ

یا ایھا الذین امنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ...... الی اخرالایۃ

(سورۂ الحجرات آیت نمبر ۱۱ و نمبر ۱۲)

سورۂ حجرات کی مندرجہ بالا دو آیات مبارکہ میں چھ احکام یعنی منہیات بیان فرمائے گئے جن میں سے تین کا تعلق مجلسی گناہوں کے ساتھ ہے اور تین کا پس پشت کئے جانے والے گناہوں کے ساتھ، یہ چھ کے چھ گناہ باہمی محبت کے قاتل ہیں۔ نفرتوں کو پیدا کرنے والے، خاندانوں اور قبیلوں کو آپس میں دست و گریبان کرنے والے، خونریزی اور قتل و غارت کا بازار گرم کرنے والے گویا شیطان کی انگلیاں ہیں جن کے بعد تباہی کا کام شروع ہو جاتا ہے۔ شیطان کا کام بس انگلی لگا دینا ہے۔ آگے سارا معاملہ انسان خود سنبھال لیتا ہے۔ کہتے ہیں کہ شیطان سے پوچھا گیا کہ تو لوگوں کو کیسے لڑاتا ہے اس نے کہا یہ کوئی مشکل کام نہیں بلکہ میری ایک انگلی کا ''کمال'' ہے۔ چنانچہ پوچھنے والے کو ایک

حلوائی کی دکان پہ لے گیا اور شیرے میں انگلی لگا کر دیوار پہ لگائی۔ وہاں مکھیاں جمع ہو گئیں، مکھیوں پہ چھپکلی نے حملہ کیا، چھپکلی پہ بلی جھپٹی، بلی کو کتے نے آلیا دکاندار نے کتے کو بھگانے کے لئے کارروائی کی تو کتے کا مالک اور دکاندار آپس میں دست و گریباں ہو گئے

ایں کا راز تو آید و مرداں چنیں کنند

اللہ نے مندرجہ بالا آیات میں پانچ گناہوں کو اجمالاً بیان کیا اور چھٹے گناہ غیبت کو تفصیلاً۔ اللہ تعالیٰ کی سنت وطریقے پہ عمل کرتے ہوئے میرا پروگرام بھی یہی ہے کہ پانچ کو اجمالا بیان کروں اور چھٹے کو مفصل۔

صنفِ نازک کا خصوصاً ذکر کیا

ایک بات یاد رہے کہ ان گناہوں کے حوالے سے عورت کا خاص طور پر ذکر فرمایا گیا۔ نیکی کے کاموں میں تغلیباً مردوں کا ذکر کر کے عورتوں کو بھی اس میں شامل رکھا جیسا کہ واقیموا الصلوٰۃ و اتوا الزکوٰۃ میں۔ مگر یہاں یہ بالخصوص ولا نسآء من نسآء عسٰی ان یکن خیرًا منھن فرمایا کیونکہ مرد کاروبار میں مشغولیت کی وجہ سے ان گناہوں میں بہ نسبت عورتوں کے کم ملوث ہوتے ہیں۔

پھر طنز کرنا، تمسخر اڑانا اور طعنہ دینا روبرو ہوتا ہے ورنہ ان کاموں کے کرنے کا کچھ مطلب ہی نہیں رہے گا اور مقصد فوت ہو جائے گا۔

ان تمام گناہوں میں اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو حقیر جاننا لازم آتا ہے۔ مثلاً کسی کو لنگڑا، لولا، اندھا، کانا کہہ کر اللہ تعالیٰ کی شانِ تخلیق پہ حملہ کرنے کے مترادف ہے کیونکہ معذور کی مرضی کا اس میں قطعاً کوئی دخل نہیں ہے اور اگر دخل ہوتا تو کون چاہتا ہے وہ عیب دار ہو۔

حدیث شریف میں کسی عیب والے کو دیکھ کر تمسخر اڑانے کی بجائے ایک بڑی خوبصورت دعا بتائی گئی ہے اور وہ دعا یہ ہے۔

الحمد للہ الذی عافانی مما ابتلاك به و فضلنی علی کثیر ممن خلق تفضیلا جس کا ترجمہ یہ ہے: تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے اس عیب سے مجھے محفوظ رکھا جس عیب میں اس نے تجھے مبتلا فرمایا ہے اور مجھے اپنی بہت ساری

مخلوق پر فضیلت عطا فرمائی۔

عین ممکن ہے کہ مذاق اڑانے والے کو اس عیب میں مبتلا کر دیا جائے اور اس معذور کو اللہ پاک اس عیب سے چھٹکارا عطا فرما دے کیونکہ اس کی شان ہے۔

(ان اللہ علی کل شیءٍ قدیر ان ربك فعال لما یرید ۔ لا یسئل عما یفعل وھم یسئلون)

فرمایا اے ایمان والو! کوئی قوم کسی قوم کا مذاق نہ اڑائے ہو سکتا ہے جس کا مذاق اڑایا جا رہا ہے وہ اللہ کے ہاں مذاق اڑانے والوں سے بہتر ہو۔

دیکھتے نہیں ہو کہ بلال حبشی رضی اللہ عنہ کے پاس ان امور میں سے کچھ بھی نہ تھا جن کی وجہ سے آج ہم ایک دوسرے کی عزت کرتے ہیں، رنگ کالا، نقش و نگار موٹے، نہ گھر بار نہ کاروبار نہ ساز و سامان مگر شان کیا ہے؟ عمر فاروق رضی اللہ عنہ سیدنا بلال کہہ کر پکارتے ہیں۔ حضور علیہ السلام ان کے قدموں کی آواز جنت میں سنتے ہیں اور ساری دنیا نیچے ہے جبکہ بلال کعبہ کی چھت پر چڑھ کر اذان پڑھ رہے ہیں۔ ثابت ہوا کہ عزت کے معیار جو ہم نے بنا رکھے ہیں وہ جھوٹے ہیں اور اس سورت میں آیت نمبر ۱۳ کے اندر عزت کا جو معیار اللہ نے ارشاد فرمایا ہے وہی درست ہے اور وہ ہے تقویٰ۔

ان اکرمکم عند اللہ اتقکم ۔

ولا تلمزوا انفسکم میں دوسرے کو عیب لگانا اپنے آپ کو عیب لگانا قرار دیا گیا کیونکہ آیت نمبر 10 میں صاف فرمایا گیا انما المؤمنون اخوۃٌ ۔ تمام اہل ایمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں

حدیث مبارکہ میں حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا تری المؤمنین فی تراحمھم و توادھم و تعاطفھم کمثل الجسد اذا اشتکی عضوا تداعٰی لہ سائر الجسد بالسھر و الحمی

(متفق علیہ۔ مشکوٰۃ ص ۴۲۲)

مسلمانوں کو آپس کی محبت، مہربانی اور رحمت میں ایک جسم کی طرح دیکھو گے کہ جب ایک عضو بیمار ہوتا ہے تو پورے جسم کے اعضاء بے خوابی اور بخار کی طرف ایک دوسرے کو بلاتے ہیں۔

یعنی ایک عضو بیمار ہو تو سارے اعضاء بے قرار ہو کر اس کی تکلیف کو دفع کرنے کی کوشش کرتے ہیں جب تک اس کو آرام نہ آجائے پورے جسم کو چین نہیں آتا۔ کسی کا کتنا اچھا شعر ہے

اخوت اس کو کہتے ہیں چبھے کانٹا جو کابل میں
تو ہندوستان کا ہر پیر و جواں بے تاب ہو جائے

انہی سے ایک اور روایت ہے کہ آپ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا المؤمنون کرجل واحد ان اشتکی عینہ اشتکی کلہ وان اشتکی راسہ اشتکی کلہ

(رواہ مسلم۔ مشکوۃ ص۴۲۲)

تمام مسلمان ایک جسم کی طرح ہیں اگر جسم کی آنکھ دکھے تو تمام اعضاء اور پورا جسم بیمار ہو جائے اگر سر میں درد ہو تو سارا جسم بیمار ہو جائے۔ یعنی مسلم قوم ایک جسم کی طرح ہے اور اس کے افراد اعضائے جسم کی طرح، ایک مسلمان کی تکلیف ساری قوم کی تکلیف ہے۔ ان تعلیمات کو دوسری قوموں نے اپنا لیا ہے اور مسلمان غفلت میں سوئے ہوئے ہیں ؎

سوئی ہوئی قومیں جاگ اٹھیں
بیدار مسلمان سوتا ہے

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: المومن للمؤمن کالبنیان یشھد بعضہ بعضاثم شبک بین اصابعہ (متفق علیہ۔ مشکوۃ)

مسلمان مسلمان کے لئے دیوار کی طرح ہے کہ اس کا بعض حصہ بعض دوسرے کو مضبوط کرتا ہے پھر آپ نے اپنی ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر (بات کو سمجھایا)

تو جس طرح دیوار کی ایک اینٹ اکھیڑنے سے پوری دیوار کمزور ہوتی ہے اسی طرح دوسرے کے والدین کو گالی دینا اپنے والدین کو گالی دینا ہے اور جس طرح کسی کی ماں، بہن بیٹی سے بدکاری کرنا اپنی ماں بہن بیٹی سے بدکاری کرنے کے مترادف قرار دیا۔ اسی طرح دوسرے مسلمان کو عیب لگانا گویا اپنے آپ کو عیب لگانا ہے۔ اس لئے فرمایا ولا تلمزوا انفسکم)

سورۃ الھمزہ میں فرمایا ویل لکل ھمزۃ لمزہ ہر اس شخص کے لئے خرابی ہے جو دوسروں کو عیب لگائے سامنے اور پس پشت۔

دوسرے مسلمان کی خیر خواہی کے بارے میں مزید چند احادیث ملاحظہ ہوں۔

مسلمان کی خیر خواہی کرنے کا اجر و ثواب

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا لا یرحم اللہ من لا یرحم الناس ۔ اللہ تعالیٰ اس پر رحم نہیں فرماتا جو دوسروں پر ترس نہیں کھاتا۔ (متفق علیہ مشکوۃ ص ۴۲۱)

یہ فرمان بطور بددعا ہو یا بطور خبر بہرحال یہ بات پکی ہے کہ اپنے دل میں دوسرے مسلمان کے بارے میں خیر خواہی کا جذبہ نہ رکھنے والا اللہ کی مہربانی اور اس کے کرم سے محروم رہ جاتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا انصر اخاک ظالما او مظلومًا ۔ اپنے بھائی کی مدد کر چاہے وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ ایک بندے نے عرض کیا حضور! مظلوم کی مدد کا مطلب تو سمجھ میں آتا ہے۔ ظالم کی مدد کرنے کا کیا مطلب ہے، قال تمنعہ من الظلم فذلك نصرك اياه اس کو ظلم سے روک دینا یہی اس کی مدد ہے۔ (متفق علیہ۔ مشکوۃ ص ۴۲۲)

ظلم کرنے والا تو ظلم کر کے رات کو سو جائے گا مگر مظلوم کو کیسے نیند آئے۔ وہ تو رات بھر برستی آنکھوں اور دکھتے دل کے ساتھ ظالم کے لئے بددعا میں مصروف رہے گا اور مظلوم کی دعا اور اللہ کی بارگاہ میں کوئی پردہ نہیں ہے۔ ادھر اس کے منہ سے دعا نکلتی ہے ادھر قبول

ہو جاتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا المسلم اخو المسلم لایظلمه ولا یسلمه مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ (ایسا کہ سگے بھائی کو تو اس کے نسب نے بھائی بنایا ہے مگر مسلمان کو مسلمان کا بھائی اللہ اور اس کے رسول نے بنایا ہے لہٰذا یہ رشتہ ماں باپ کے رشتے سے بھی زیادہ مضبوط ہونا چاہئے) نہ اس پر ظلم کرے اور نہ اس کو بے یار و مددگار چھوڑ کر تکلیف پہنچائے۔ ومن کان فی حاجة اخیه کان اللّٰه فی حاجته جو اپنے مسلمان بھائی کی حاجت روائی میں لگا رہتا ہے اللہ اس کی حاجات کو پورا فرماتا رہتا ہے۔ ومن فرج عن مسلم کربة فرج اللّٰه عنه کربة من کربات یوم القیمة ۔ جو کسی مسلمان کی دینوی تکلیف کو دور کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی قیامت کی مصیبت کو دور کر دے گا۔ ومن ستر مسلماستره اللّٰه یوم القیمة ۔ جو دنیا میں کسی مسمان کی پردہ پوشی کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے عیب چھپا کر اس کو ذلت سے بچا لے گا۔ (متفق علیہ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ اس پر ظلم کرتا ہے نہ اس کو حقیر سمجھتا ہے۔ تقویٰ کا مرکز دل ہے، انسان کے لئے یہی شر کافی ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کو ذلیل سمجھے کل المسلم علی المسلم حرام دمه و ماله و عرضه ۔ مسلمان کی مسلمان پر ہر شئی حرام ہے۔ اس کا خون، اس کا مال اور اس کی عزت و آبرو۔ (رواہ مسلم۔ مشکوٰۃ ص ۴۲۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا والذی نفسی بیده لا یؤمن عبد حتی یحب لاخیه ما یحب لنفسه ۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ بندہ اس وقت تک (کامل) مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک کہ اپنے (مسلمان) بھائی کے لئے بھی وہی کچھ پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

(متفق علیہ)

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تین مرتبہ ارشاد فرمایا الدین

النصیحة ۔ دین تو سراپا خیر خواہی کا نام ہے۔ہم نے عرض کیا کس کی خیر خواہی، قال للّٰہ ولکتابہ ولرسولہ ولائمۃ المسلمین وعامتھم ۔ فرمایا: اللہ کی خیر خواہی (اس کی ذات وصفات پہ کما حقہ ایمان لا کر) قرآن پاک کی خیر خواہی (اس پر عمل کر کے) اللہ کے رسول کی خیر خواہی (ان کی اطاعت، ان سے محبت اور ان کی عظمت کو تسلیم کر کے) مسلمانوں کے ائمہ کی خیر خواہی (مسلمان حکمرانوں کی جائز امور میں اطاعت کر کے) اور عام اہل اسلام کی (ان کے جملہ حقوق ادا کر کے)

(مشکوٰۃ شریف باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق کی پہلی فصل سے صرف چند احادیث بیان کی گئی ہیں ورنہ کتب احادیث میں اس موضوع پہ احادیث کا ایک ذخیرہ موجود ہے)

زبان کے گناہ

تلاوت کردہ آیات مبارکہ میں جن چھ گناہوں کا ذکر ہے ان سب کا تعلق زبان سے ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ زبان سے جہاں نیکی کے بے شمار کام لئے جا سکتے ہیں وہاں پر بے شمار کبیرہ گناہ بھی زبان کے ذریعے سرزد ہوتے ہیں۔ چنانچہ علماء کرام فرماتے ہیں سو میں سے اسی گناہ صرف زبان سے کئے جاتے ہیں اور باقی بیس دیگر تمام اعضاء سے۔ ثابت ہوا کہ زبان گناہوں کا بدترین آلہ ہے۔ یہ پورے جسم کی نائب ہے۔ عقل و خیال میں جو کچھ آتا ہے زبان ہی اس کو الفاظ کا جامہ پہناتی ہے، سارے جسم پہ زبان ہی حکمرانی کرتی ہے۔ اس کا تعلق دل سے بھی ہے اور وہ اس طرح کہ اس سے اچھے الفاظ نکلیں تو دل خوش ہوتا ہے۔ اس میں نور و سرور پیدا ہوتا ہے۔ برے الفاظ نکلیں تو دل پریشان ہوتا ہے اور اس میں تاریکی پیدا ہوتی ہے۔ یہی زبان بندے کو جنت میں بھی لے جا سکتی ہے اور اس کے دوزخ میں جانے کا سبب بھی بن سکتی ہے۔ ایک حدیث پاک کا مفہوم یہ ہے کہ صبح ہوتے ہی تمام اعضاء زبان کے سامنے منت سماجت کرتے ہیں کہ اگر تو درست رہے گی تو ہماری عزت ہوگی اور غلط بولے گی تو ہماری ہی پٹائی اور ذلت ہوگی (کیونکہ تو تو بکواس کر کے منہ میں چھپ جائے گی لوگ ہمیں ہی ماریں گے) کبھی زبان

سے ایسا لفظ نکل جاتا ہے کہ بندے کو پرواہ بھی نہیں ہوتی مگر یھوی بھا سبعین خریفا فی النار ۔ اس کی پاداش میں ستر سال کی مسافت کے برابر دوزخ میں گرادیا جائے گا۔

کسی کو محض ہنسانے کیلئے غلط بات زبان پہ لانا اس کا گناہ حدیث میں اس طرح بیان کیا گیا ہے ویل لہ ویل لہ اس کے لئے خرابی ہے بربادی ہے۔

(ترمذی ۲ ص ۵۷)

ایک صحابیؓ نے عرض کیا ما اخوف ما تخاف علی ۔ حضور مجھ سے آپ کو سب سے زیادہ کس چیز کا خطرہ ہے۔ فاخذ بلسان نفسہ تو آپ (ﷺ) نے اپنی زبان مبارک پکڑ لی۔ یعنی تیری زبان کا خطرہ سب سے بڑا خطرہ ہے۔ عرض کیا ما النجاۃ ۔ نجات کی راہ کیا ہے؟ فقال املک علیک لسانک و الیسعک بیتک و ابک علی خطیئتک اپنی زبان کو کنٹرول میں رکھ۔ زیادہ وقت اپنے گھر میں دیا کر (کام سے فارغ ہوتے ہی فوراً گھر آجا) اور اپنے گناہوں پہ رویا کر۔

مذاق کرنے والے سے قیامت کے دن مذاق کا بدلہ یوں لیا جائے گا کہ جنت کا دروازہ کھول کر اس کو بلایا جائے گا اور اس کے بھاگ کر قریب آنے پر دروازہ بند کر دیا جائے گا۔ کبھی اس دروازے سے کبھی اس دروازے سے بلایا جائے گا اور اس طرح اس کو بھگا بھگا کر جنت سے محروم رکھا جائے گا۔

صحیح بخاری شریف میں ہے ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث اپنے آپ کو گمان سے بچاؤ کیونکہ یہ (بدگمانی) سب سے بڑا جھوٹ ہے اور مسلم شریف میں ہے کفی بالمرء کذبا ان یحدث بکل ماسمع ۔ بندے کے جھوٹا ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ ہر سنی سنائی بات کو بغیر تحقیق کے آگے بیان کرنا شروع کر دے۔

ان بعض الظن اثمٌ ولا تجسسوا گمان اور کسی کے عیبوں کی ٹوہ میں لگے رہنا سے جاسوسی کے ادارے جو تحقیق و تفتیش کے لئے ملکی مفاد میں کام کرتے ہیں مستثنیٰ ہیں کہ یہ ایک ضرورت ہے۔ اسی طرح رشتے وغیرہ کی تلاش میں کھوج لگانا اور معلومات حاصل کرنا بھی ایک ضرورت ہے۔ یونہی مسلمان بھائی کے سامنے خیر خواہی کے ارادے سے نہ

کہ اس کو ذلیل کرنے کے لئے، اس کا عیب بیان کرنا تا کہ وہ اس کی اصلاح کرے۔ اعلیٰ درجے کی دوستی اور نیکی ہے۔ اسی طرح ذخیرۂ حدیث کی حفاظت کے لیے اسماء الرجال کی ابحاث بھی غیبت کے زمرے میں نہیں آتیں۔

غیبت کا گناہ

سورۂ الحجرات کی آیت نمبر ۱۲ میں غیبت کا گناہ تفصیلاً بیان فرمایا گیا۔ عجیب بات یہ ہے کہ غیبت جھوٹ نہ ہونے کے باوجود بہت بڑا گناہ ہے، کیونکہ اگر کسی میں عیب نہ ہو اور پھر اس کے بارے میں اس عیب کو بیان کیا جائے تو یہ غیبت نہیں بلکہ بہتان ہے جو غیبت سے بھی بڑا گناہ ہے۔ غیبت یہ ہے کہ واقعی کسی میں کوئی خرابی ہو اور پھر اس کو بیان کیا جائے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں قصیرہ کا لفظ بولا یعنی چھوٹے قد والی تو حضور علیہ السلام نے فرمایا لقد قلت لو مزج بها البحر لمزجته تو نے ایسا لفظ بولا ہے کہ اگر اس کو سمندر میں ڈالا جائے تو سارے سمندر کے پانی کو خراب اور کڑوا کر دے۔ (امہات المؤمنین میں یا کسی بھی شخص کی ایک سے زیادہ بیویاں ہوں تو اس طرح کی بات کا ہو جانا کوئی ناممکن نہیں بلکہ خاوند کی محبتوں کو حاصل کرنے کی کوشش سمجھی جائے گی کہ ہر ایک ان میں سے یہ چاہتی ہے کہ میرا خاوند صرف میرے ساتھ ہی ساری محبت کرے)

غیبت کرنے سے مسلمان کے اوصاف حمیدہ سے چشم پوشی ہو جاتی ہے۔ باقی گناہ ایسے ہیں کہ ان الحسنت یذھبن السیئات کہ نیکیاں ان گناہوں کو ختم کر دیتی ہیں یا توبہ سے معاف ہو جاتے ہیں مگر غیبت کا گناہ اس وقت تک معاف نہیں ہوتا کہ جب تک جس کی غیبت کی ہے وہ نہ معاف کرے یا اگر معافی کا امکان نہیں مثلاً جس کی غیبت کی ہے وہ ہزاروں میل دور ہے یا فوت ہو گیا ہے تو اس کے لئے استغفار کرے ان لفظوں سے اللھم اغفر لنا ولہ اے اللہ مجھے بھی معاف کر اور اس کو بھی۔ (مشکوٰۃ ص ۴۱۳)

دو شخص جو روزہ دار تھے نماز کی ادائیگی کے لئے مسجد میں آئے نماز ادا کی تو حضور

علیہ السلام نے ان کو فرمایا اعیدوا وضوء کما و صلوتکما و امضیا فی صومکما و اقضیاہ فی یوم اخر ۔ اپنا وضو اور نماز لوٹاؤ اور آج کا روزہ مکمل کر کے اس کی قضا کرو، قالا لم یا رسول اللہ انہوں نے عرض کیا! یارسول اللہ (ہم نے کوئی بظاہر ایسا کام تو نہیں کیا پھر) کیوں نماز روزہ اور وضو لوٹائیں؟ قال اغتبتم فلانا ۔ تم نے فلاں بندے کی غیبت کر کے اپنا سب کچھ ضائع کر لیا ہے۔ (اس لئے تمہیں قضا کا حکم دیا جا رہا ہے)

غیبت کو اشد من الزنا ۔ زنا سے بھی شدید تر قرار دیا گیا ہے کیونکہ زنا کی توبہ ہو جائے تو اللہ معاف کر دیتا ہے لیکن غیبت کا گناہ اس وقت تک معاف نہ ہو گا جب تک وہ بندہ معاف نہ کرے جس کی غیبت کی ہے۔

جس طرح توبہ گناہوں کو کھا جاتی ہے ایسے کہ جیسے آگ خشک لکڑیوں کو، اس طرح غیبت سے بندے کی نیکیاں ضائع ہو جاتی ہیں اور جس کی غیبت کی ہے اس کو اس کی نیکیاں دے دی جاتی ہیں۔ اسی لئے بزرگان دین میں سے بعض کے بارے میں آتا ہے کہ جب ان کو پتہ چلتا کہ فلاں شخص نے میری غیبت کی ہے تو اس کو تحائف بھیجتے کہ تو نے اپنی نیکیاں مفت میں میرے حوالے کر دی ہیں لہٰذا تحفہ قبول کر لے تیرا بہت شکریہ۔

غیبت دوزخیوں کی خوراک ہے

حضرت امام عالی مقام امام حسین رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک بندے نے کسی کی غیبت کی تو آپ نے فرمایا چپ ہو جا یہ دوزخیوں کی خوراک ہے۔

یہ بھی غیبت ہے کہ آنکھ یا ہاتھ یا تحریر سے ہی کسی کے عیب کی طرف اشارہ کیا جائے۔ اس طرح کسی کے اخلاق، افعال، لباس اور بدن کے بارے میں اس کا کوئی عیب بیان کرنا بھی غیبت کے زمرے میں آتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ اگر غیبت کرنے والے کی توبہ قبول بھی ہو جائے اور جس کی غیبت کی ہے وہ اس کو معاف کر بھی دے تب بھی غیبت گو سب سے آخر جنت میں جائے گا ورنہ تو حدیث شریف میں ہے لا یدخل

الجنة قتات ۔ چغل خور ہرگز جنت میں داخل نہ ہو سکے گا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا لما عرج بی مررت بقوم لھم اظفار من نحاس یخمشون وجوھھم وصدورھم فقلت من ھؤلاء یا جبریل قال ھؤلاء الذین یا کلون لحوم الناس ۔

معراج کی رات میں ایک ایسی قوم کے پاس سے گزرا کہ سرخ تانبے کے ان کے ناخن تھے جن سے وہ اپنے چہروں اور سینوں کو کھرچ رہے تھے میں نے جبریل امین علیہ السلام سے پوچھا! یہ کون لوگ ہیں؟ تو انہوں نے کہا! یہ وہ لوگ ہیں جو (غیبت کر کے) لوگوں کا گوشت کھاتے تھے اور ان کی عزتوں کو اچھالتے تھے۔

اسی طرح واقعات معراج میں ہے کہ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں میرا گزر کچھ ایسے لوگوں کے پاس سے بھی ہوا کہ جن کے پہلوؤں سے گوشت کاٹا جا رہا تھا اور انہیں کہا جا رہا تھا کھاؤ جس طرح دنیا میں اپنے بھائیوں کا گوشت کھاتے تھے، میں نے جبریل سے ان کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے بتایا یہ غیبت کرنے والے اور عیب جوئی کرنے والے ہیں۔

ہر شئی سے خیر کا پہلو تلاش کرو

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے ساتھیوں کے ساتھ جا رہے تھے کہ راستے میں ایک مرا ہوا بدبودار کتا دیکھا۔ حواریوں نے عرض کیا کتنی بدبو ہے، فرمایا! دیکھو اس کے دانت کتنے چمکدار ہیں۔ مطلب آپ کا یہ تھا کہ ہر چیز سے خیر کا پہلو ہی تلاش کرنا چاہئے۔ برائی تو سب کو نظر آجاتی ہے مگر اچھائی کسی کسی کو ہی دکھائی دیتی ہے۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام کے پاس سے خنزیر گزرا تو آپ نے اس کو فرمایا سلامتی سے جا عرض کیا گیا آپ اس منحوس کو دعا دے رہے ہیں۔ فرمایا! تمہیں زبان سے اچھی بات نکالنے کا عادی بنا رہا ہوں۔ (موطا امام مالک) حضور علیہ السلام سے شر کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا شر کے بارے میں سوال نہ کیا کرو خیر کے بارے میں پوچھا کرو۔

حضرت حسن بصری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں جو کسی کا عیب تیرے سامنے بیان کرے

اس پہ اعتبار نہ کر کیونکہ وہ تیرا عیب بھی کسی کے سامنے بیان کرتا ہوگا۔

چغلخور کا حال

معراج ہی کی رات حضور علیہ السلام کا گزر ایک چھوٹے سے پتھر کے پاس سے ہوا دیکھتے ہی دیکھتے اس پتھر سے ایک بڑا بیل برآمد ہوا پھر وہ بیل واپس اس پتھر میں جانے کی کوشش کرنے لگا لیکن کامیاب نہ ہوسکا۔ آپ (ﷺ) نے پوچھا! اے جبریل، یہ کیا معاملہ ہے؟ عرض کیا حضور! یہ اس شخص کا حال ہے جو اپنے منہ سے بری بات نکالتا ہے اور پھر اس پہ نادم ہو کر اس کو واپس منہ میں لانا چاہتا ہے مگر واپس نہیں کر سکتا۔

کسی شخص نے ایک اللہ والے کو کہا کہ فلاں شخص آپ کے بارے میں ایسے ایسے کہہ رہا تھا۔ انہوں نے فرمایا تو اتنی دیر کے بعد میرے پاس آیا ہے مگر افسوس کہ تو آتے ہی تین خیانتوں کا مرتکب ہوگیا ہے۔ ایک مسلمان بھائی کا مرتبہ میرے دل سے گرانے کی کوشش کر کے تو نے خیانت کی۔ دوسرا میرے فارغ دل کو بری بات کی طرف مشغول کرنے کی خیانت کی۔ تیسرا تو نے اپنے آپ کو میری نظروں میں فاسق بنا دیا (اور عظمت مسلم کے بارے میں خیانت کا مرتکب ہوا) قرآن پاک میں ایسے شخص کو فاسق فرمایا گیا۔

(یا ایھا الذین امنوا ان جاء کم فاسق بنبأ فتبینوا)

حضرت عمر بن عبدالعزیز (جن کو عمر ثانی کہا جاتا ہے) کے دور حکومت کا واقعہ ہے کہ ایک شخص نے آ کر ان کے سامنے کسی کی غیبت کی تو آپ نے فرمایا، اگر تو جھوٹا ہے تو ان لوگوں میں سے ہے جن کو قرآن نے فاسق فرمایا ہے۔ (**ان جاء کم فاسق بنبأ**) اور اگر تو سچا ہے تو ان میں سے ہے۔ **ھماز مشآء بنمیم** ۔ لہٰذا توبہ کرتا کہ تجھے معاف کر دوں (ورنہ سزائے کے لئے تیار ہو جا) اس نے عرض کیا میں توبہ کرتا ہوں فرمایا! جا میں تجھے معاف کرتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ کو اپنی مخلوق سے بڑا پیار ہے اور اللہ چاہتا ہے کہ میری مخلوق بھی آپس میں پیار و محبت سے رہے جو ذات جانوروں سے زیادتی اور ظلم برداشت نہیں کرتی وہ اشرف المخلوقات کی تذلیل کو گوارا کیسے کرے گی۔ انسان کے انسان پہ حقوق کیا ہیں اس کا اندازہ

مندرجہ ذیل تقریر سے لگا لیجئے کہ جب جانوروں کے حقوق یہ ہیں تو انسانوں کے حقوق کیا ہوں گے چونکہ ایک قسم کا تعلق تھا اس لئے ۂ حجرات کے مضامین کے ضمن میں لکھ دی ہے۔

اسلام اور جانوروں کے حقوق

اسلامی نظام حیات جو حضور محمد رسول اللہ ﷺ نے نافذ فرمایا اس میں نہ صرف افراد انسانی کے پورے پورے حقوق کی نگہداشت ہے بلکہ حیوانات و نباتات کے ساتھ ظلم وستم کو بھی ناروا رکھا گیا ہے...... وہ اسلام ہی ہے جس نے جانوروں تک کے حقوق کے لئے قوانین مقرر کئے ہیں اور تعلیم دی ہے کہ کسی جانور پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ ہرگز نہ لادا جائے...... سید فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا یہ موقف تھا کہ میری حدود خلافت میں اگر کوئی خارشی بکری اپنے مرض کا علاج نہ پا سکی تو مجھے خوف ہے کہ رب تعالیٰ کے حضور مجھ سے اس کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے اپنے تمام عاملین (گورنروں) کو یہ حکم جاری فرمایا تھا کہ کسی اونٹ پر چھ سو رطل سے زیادہ وزن ہرگز نہ لادا جائے...... یہ انہی پاکیزہ تعلیمات کا اثر ہے جو رسول آخر الزمان سیّدنا سرکار محمد رسول اللہ ﷺ نے دنیا کو دیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

''ایک انصاری کا اونٹ سرکش ہو کر بھاگ گیا، وہ انصاری حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! میرا اونٹ سرکش ہو کر فرار ہو گیا ہے اور مجھ میں اتنی طاقت نہیں کہ اس کے نزدیک جا سکوں کیونکہ میں ڈرتا ہوں وہ مجھے ہلاک نہ کر دے...... حضور سید عالم ﷺ اس اونٹ کی طرف چلے، جب اونٹ نے حضور کو دیکھا تو آواز نکالتا ہوا آیا اور حضور کے آگے اپنا سر رکھ دیا اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

حضور سید عالم ﷺ نے انصاری سے فرمایا:

اَرٰی بِعِیْرَکَ یَشْکُوْکَ فَاَحْسِنْ اِلَیْهِ فَجَآءَ بِحَبْلٍ فَاَلْقَاهُ بِرَاْسِهٖ

(الخصائص الکبریٰ ص ۵۸ ج ۲)

یہ اونٹ تمہاری شکایت کر رہا ہے۔ اس کے ساتھ اچھا سلوک رکھو، پھر رسی لے کر اسی کے سر میں ڈال دی اور اس کے حوالے کر دیا۔

جس قانون کی نگاہ جانوروں اور چوپایوں کی تکالیف پر اتنی گہرائی سے پڑ رہی ہے کیا کوئی ذی عقل یہ باور کر سکتا ہے کہ وہ قانون انسانی حقوق کے کسی گوشہ کو اپنی فیض رسانیوں اور شامیانۂ رحمت سے محروم رکھے گا؟

رسول رحمت ﷺ ذی روح کے حقوق کی نگہداشت کے لئے حکم دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

اِتَّقُوْا اللّٰهَ فِیْ هٰذِهِ الْبَهَآئِمِ الْعَجَمَةِ فَارْكَبُوْهَا صَالِحَةً وَاتْرُكُوْهَا صَالِحَةً ۔ (رواہ ابوداؤد)

ان حیوانات کے معاملے میں خدا کا خوف کرو جو بول نہیں سکتے ان پر سواری کرو جبکہ وہ اس کے قابل ہوں اور (پھر) انہیں چھوڑ دو اچھائی کے ساتھ۔

سواری کے جانور پر بیٹھے بیٹھے دیر تک رک کر کسی سے باطمینان بات چیت کرنے لگنا بھی اس جاندار کی حق تلفی ہے، ایسے میں جانور کو آرام دینے کے لئے سواری سے نیچے اتر آنا چاہئے۔ اسلام نے یہی تعلیم دی ہے۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے۔

لَا تَتَّخِذُوْا ظُهُوْرَ دَوَابِّكُمْ كَرَاسِيَّ ۔ (رواہ احمد و حاکم)

اپنے حیوانات کی پشتوں کو کرسیاں نہ بناؤ۔

صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا

''رسول خدا ﷺ نے جانور کے چہرے پر مارنے اور اسے داغنے سے منع فرمایا ہے۔''

اسلامی تعلیمات کے مطابق بعض اوقات حیوانوں کے ساتھ رحم و شفقت کے باعث انسان جنت کا مستحق بن جاتا ہے اور ان کے ساتھ سنگ دلی، بے مروتی اور ظلم کرنے کی وجہ سے عذاب میں ڈالا جاتا ہے۔

کتے کی پیاس بجھانے سے بخشش

بخاری و مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

''رسول خدا ﷺ نے فرمایا، ایک آدمی کہیں جا رہا تھا اسے سخت پیاس لگی تلاش کرنے پر ایک کنواں ملا وہ اس میں اترا اور پانی پی کر باہر نکل آیا۔ کیا دیکھتا ہے کہ ایک کتا پیاس کی وجہ سے ہانپ رہا ہے، اور پیاس کی شدت سے مٹی چاٹ رہا ہے اس آدمی نے سوچا کہ یہ کتا بھی پیاس کی شدت سے اسی طرح بے تاب ہو رہا ہے جس طرح کہ میں بے تاب ہو رہا تھا...... وہ دوبارہ کنویں میں اترا اور اپنے چمڑے کے موزے کو پانی سے بھر کر منہ سے تھامے باہر آیا اور کتے کو پانی پلایا۔''

فَشَكَرَ اللّٰهُ لَهُ فَغَفَرَ لَهُ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَاِنَّ فِي الْبَهَائِمِ اَجْرًا؟
فَقَالَ نَعَمْ فِي كُلِّ ذَاتِ كَبِدٍ رَطْبَةٍ اَجْرٌ (رواہ الشیخان عن ابی ہریرۃ)

تو اللہ تعالیٰ نے اس کی اس نیکی کو پسند کیا اور اسے بخش دیا لوگوں نے سوال کیا چوپایوں پر بھی رحم کرنے سے ثواب ملتا ہے یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا، ہر جگر دار، چارہ کھانے والے کے ساتھ رحم پر ثواب ملتا ہے۔

خدا کی بے زبان مخلوق حیوانات، چرند پرند کے ساتھ سنگدلی اور ظلم کا برتاؤ غضب ربانی کا موجب ہوتا ہے، انہیں بلاوجہ ستانا، مار ڈالنا اور لطف اندوزی کے لئے انہیں ایذاء دہی کا کھیل کھیلنا اسلام میں سخت ممنوع ہے۔ بخاری شریف کی روایت ہے کہ

بلی کو بھوکا مارنے کی وجہ سے دوزخ میں

''ایک عورت محض ایک بلی کی وجہ سے جہنم میں ڈالی گئی کہ اس نے اسے باندھ رکھا تھا، نہ اسے کھانے کو دیا اور نہ ہی آزاد کیا کہ وہ زمین پر رینگنے والی چیزیں کھا لیتی۔''

تمام مخلوقات میں انسان کو یقیناً معزز بنایا گیا ہے......اور خالق کائنات نے اشیاء کو انسان کی ضروریات پوری کرنے کے لئے بنایا ہے......مگر اس کا یہ ہرگز مطلب نہیں کہ انسان خدا کی مخلوق کو اپنے من مانے ظالمانہ طریقوں سے بازیچۂ اطفال بناتا رہے۔ حلال جانوروں کے گوشت سے انسانی غذا مہیا ہوتی ہے......مگر ان جانوروں کو بھی ذبح کرنے کے آداب ہیں کہ انہیں کم سے کم اذیت ہو...... اور اسلامی طریقہ ذبح ہی ترقی یافتہ تحقیق کے مطابق جانوروں کے لئے کم سے کم تکلیف دہ ہے۔ اس سلسلہ میں صحیح مسلم

سے حضرت شداد بن اوس کی روایت کا تھوڑا سا حصہ نقل کیا جاتا ہے...... رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

وَاِذَا ذَبَحْتُمْ فَاَحْسِنُوا الذَّبْحَ وَلْيُحِدَّ اَحَدُكُمْ شَفْرَتَهٗ وَلْيُرِحْ ذَبِيْحَتَهٗ

(رواہ مسلم عن شداد بن اوس)

اور جب تم ذبح کرو تو اچھے طریقے سے ذبح کرو اور تم میں سے ہر ایک کو چاہئے کہ اپنی چھری تیز کر لے اور ذبح ہونے والے جانور کو راحت پہنچائے (یوں ذبح کرے کہ جانور زیادہ دیر تک نہ تڑپے اور بآسان جان نکل جائے)

اور آقا و مولیٰ ﷺ نے تنبیہ فرمائی ہے۔

''جس نے کسی چھوٹی چڑیا کو بھی ناحق قتل کیا تو اس کے بارے میں خدائے تعالیٰ باز پرس فرمائے گا، پوچھا گیا یا رسول اللہ! چڑیوں کا حق کیا ہے؟ تو حضور نے ارشاد فرمایا ''ان کا حق یہ ہے کہ ان کو ذبح کر کے کھایا جائے اور سر کاٹ کر یونہی پھینک نہ دیا جائے۔'' (المشکوٰۃ عن عبداللہ بن عمرو بن العاص)

اس حدیث پاک نے بتایا کہ خلق خدا جانداروں کی اسلام میں کیا قدر و منزلت ہے اور دین فطرت نے ذوی الارواح کے دکھ درد اور ان کی تخلیقی مقصدیت کو بھی نظر انداز نہیں کیا ہے۔

قابل غور بات ہے کہ اسلام نے یہ احکام و قوانین اس وقت لاگو کئے جب انسانوں پر انسانی پنجۂ استبداد نے عرصہ حیات تنگ کر رکھا تھا...... ظلم و بربریت سے زمین کا سینہ ابال کھا رہا تھا۔

غیر مسلم اقوام کا انسانیت پر ظلم

روم و ایران کی استبدادی حکمرانی کے درمیان انسانی عظمت و اقدار چکنا چور ہو رہی تھیں...... اس کا ایک معمولی حصہ یہ بھی تھا کہ انسانوں کو درندوں سے لڑایا جاتا تھا، جانوروں کی جانوروں سے بازی کی جاتی اور سرخ سرخ انسانی خون شراٹے مارتا ہوا نکلتا تو تماش بینوں کی تالیاں بجتیں اور شور مسرت ابل پڑتا۔

آیئے تاریخ اخلاق یورپ سے اس سلسلہ میں رومی قوم کی حالت دیکھتے چلیں۔

رومی قوم میں سیافی کے نام سے انسانوں کو انسانوں سے جان لیوا لڑائیاں کرائی جاتیں۔ کبھی انسانوں کو خونخوار جانوروں سے لڑایا جاتا، ان لوگوں میں اس رسم کو مذہبی حیثیت حاصل تھی۔ ان کے خیال میں ایسا کرنے سے روحوں کو خوشی حاصل ہوتی تھی۔ اسی لئے وہ لوگ یہ خون آشام تماشہ قبرستانوں میں کیا کرتے تھے۔ بعد میں یہ رسم اتنی ترقی کر گئی کہ ہر خوشی و مسرت کے موقع پر، شادی غمی پر، جنگ میں کامیابی وغیرہ کے مواقع پر انسانی جان سے کھیلنے کا تماشا ہونے لگتا۔ اور ایک موقع پر سینکڑوں سیافوں (لڑنے مرنے والوں) کی جانیں چلی جاتیں...... زمانہ آگے بڑھا تو کچھ بادشاہوں نے اس پر پابندی لگانے کے قوانین بنائے مثال کے طور پر آگسٹس کے بارے میں ملتا ہے کہ اس نے یہ قانون بنایا تھا۔

''ایک موقع پر ایک سو بیس سے زائد سیافوں کو اپنے کرتب دکھانے کی اجازت نہ دی جاتی اور کوئی شخص یہ تقریب خوں ریز سال میں دوبار سے زیادہ نہ منائے۔''

(تاریخ اخلاق یورپ باب ۲، اخلاق قبل مسیح)

انہی لوگوں سے مستعار لے کر یورپین اقوام میں سے بعض میں تادیر یہ خطرناک تماشا کاری رائج رہی تا آنکہ اسلام کی روشنی نے تہذیبوں کی کثافت چاک چاک کر دی۔

رسول خاتم ﷺ نے چوپایوں اور حیوانوں کو تختۂ مشق اور سامان تماشا بنانے سے منع فرمایا اور ایسا کرنے والوں کو ملعون قرار دیا ہے۔ صحیحین میں ہے۔

لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اتَّخَذَ شَيْئًا فِيْهِ الرُّوْحُ غَرَضاً۔

رسول اللہ ﷺ نے اس شخص پر لعنت بھیجی ہے جو کسی ذی روح کو بطور نشانہ استعمال کرتا ہے۔

اور فرمایا کہ جس کسی نے ایک چڑیا کو بھی کھیل کے طور پر قتل کیا، تو وہ قیامت کے دن اللہ کے سامنے فریاد کرے گی کہ اے اللہ اس نے مجھے کھیل کے لئے مار ڈالا کسی فائدہ

کے لئے نہیں ...... شریعت اسلامیہ میں حیوانوں کا باہم لڑانا، ان کا نشانہ بنانا، ان کے چہروں کو جھلسانا، انہیں گرم سلاخوں سے داغنا ممنوع ہے...... رسول رحمت ﷺ نے ایک ایسے گدھے کو دیکھا جس کے چہرے پر داغا گیا تھا تو فرمایا ''جس شخص نے یہ کام کیا ہے، اس پر خدا کی لعنت...... ابوداؤد میں چڑیا کے ان بچوں کا واقعہ آیا ہے جنہیں صحابہ رضی اللہ عنہم نے پکڑ لیا تھا اور ان کی ماں پر کھولے منڈلانے لگی تھی۔ نبی اکرم ﷺ یہ دیکھ کر بے چین ہو گئے اور انہیں چھڑوا دیا تھا...... اسی طرح چیونٹیوں کی بلیں جن میں لوگوں نے آگ لگا دی تھی رسول رحمت ﷺ نے دیکھا تو لوگوں کو اس کام سے باز رہنے کا حکم دیا۔

ظلم کی تعریف اور ظالم کا انجام

ظلم کی تعریف یہ ہے **وضع الشیء فی غیر محله** شئی کو اس کی جگہ پر نہ رکھنا۔ اس تعریف کے لحاظ سے ہر نافرمانی ظلم ہے چاہے اس کا تعلق حقوق سے ہو (پھر وہ حقوق اللہ ہوں یا حقوق العباد ہوں) یا معاملات وعبادات سے ہو۔

قرآن پاک میں ظلم کے بارے میں واضح تصریحات موجود ہیں۔ شرک کو ظلم عظیم قرار دیا گیا۔ **ان الشرک لظلم عظیم** ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات سے کلیتاً ظلم کی نفی فرمائی۔ **ان اللہ لا یظلم مثقال ذرة** ۔ اللہ تعالیٰ ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا۔

انبیاء کرام میں سے بعض نے ظلم کی نسبت جو اپنی طرف فرمائی ہے تو یہ ان کی عاجزی یا اگر خطا بھی ہے تو ان کی شان کے مطابق ہے۔ (**حسنات الابرار سیئات المقربین**)

معروف معنون میں ظالم کی سزا اور اس کا انجام قرآن پاک میں کئی جگہ بیان ہوا ان میں سے ایک مقام سورۃ ابراہیم کا آخری رکوع ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

ولاتحسبن اللہ غافلا عما یعمل الظالمون ○ انما یؤخرهم لیوم تشخص فیه الابصار ○ مهطعین مقنعی رؤسهم لایرتد الیهم طرفهم وافئدتهم هواء ○ وانذر الناس یوم یاتیهم العذاب فیقول الذین ظلموا ربنا اخرنا الی اجل قریب نجب دعوتك ونتبع

الرسل اولم تکونوا اقسمتم من قبل مالکم من زوال٥

اللہ تعالیٰ کو ظالموں کے کام (ظلم) سے بے خبر نہ جان، انہیں اللہ تعالیٰ ڈھیل صرف ایسے دن کے لئے دے رہا ہے جس دن آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی۔ (جس دن) سر اٹھائے ہوئے بے تحاشا دوڑیں گے، پلک بھی نہ جھپکیں گے اور ان کے دلوں میں کچھ سکت باقی نہ ہوگی اور لوگوں کو اس دن سے ڈراؤ جب ان پر عذاب آئے گا تو ظالم پکار اٹھیں گے۔ اے ہمارے رب ہمیں تھوڑی مہلت اور دے دے تاکہ ہم تیرا کہا مانیں اور رسولوں کی پیروی کریں۔ (ارشاد ہوگا) تو کیا تم پہلے قسم نہ اٹھا چکے تھے کہ ہمیں دنیا سے کہیں ہٹ کر جانا نہیں۔

اور حدیث شریف میں ہے **ان اللّٰہ لیملی للظالم فاذا اخذہ لم یفلتہ** (متفق علیہ) بے شک اللہ تعالیٰ ظالم کو ڈھیل دیتا ہے اور جب پکڑتا ہے تو پھر نہیں چھوڑتا۔

ظالم کا اپنا انجام تو بڑا خطرناک ہوگا جبکہ اس کے ساتھ چلنے والے اور اس کا ساتھ دینے والے کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا۔

من مشی مع ظالم لیقویہ وھو یعلم انہ ظالم فقد خرج من الاسلام (بیہقی)

جو جان بوجھ کر ظالم کے ساتھ چلے تاکہ اس کے ہاتھ مضبوط کرے وہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

جبکہ اسلام کی عظمت ملاحظہ ہو کہ وہ اپنے ماننے والوں کیا پاکیزہ تعلیم عطا کرتا ہے۔

بارگاہِ رسالت میں اونٹ کی فریاد

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ انصار کے ایک شخص کے باغ میں داخل ہوئے تو اس باغ میں ایک اونٹ تھا جو حضور علیہ السلام کو دیکھ کر بلبلانے لگا **وذرفت عیناہ فاتاہ النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فمسح ذفراہ فسکت فقال من رب ھذا الجمل فجاء فتی من الانصار**

فقال لی یا رسول اللّٰہ قال افلا تتقی فی ھذہ البھیمۃ التی ملکك اللّٰہ ایاھا فانہ شکا الی انك تجیعہ و تدئبہ

(ابوداؤد شریف ج ا ص ۳۴۵)

اور اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بہنے لگیں۔ حضور علیہ السلام اس کے پاس تشریف لائے اس کی کنپٹیوں پر ہاتھ پھیرا تو اس نے رونا بند کر دیا۔ پس آپ نے فرمایا یہ کس کا اونٹ ہے؟ انصار کا ایک جوان آیا اور اس نے عرض کیا حضور! میرا ہے۔ آپ نے فرمایا ان جانوروں کے بارے میں اللہ سے کیوں نہیں ڈرتے ہو جس نے تمہیں ان کا مالک بنایا ہے، کیونکہ یہ اونٹ میرے پاس شکایت کر رہا تھا کہ تو اس کو بھوکا رکھتا ہے اور اس پر ظلم کرتا ہے۔

اس حدیث کا دس مسائل کا استنباط

اس حدیث پاک سے کئی ایمان افروز اور باطل سوز مسائل کا استنباط کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً

○ صرف انسان ہی نہیں جانور بھی مصیبت میں حضور علیہ السلام کو پکارتے ہیں کیونکہ آخر جانور بھی تو آپ ہی کے امتی ہیں ناں اور وہ نبی کیسا ہے جس کو اپنی امت کے ایک ایک فرد کی پوری پوری خبر نہ ہو

بندہ مٹ جائے نہ آقا پہ وہ بندہ کیا ہے
بے خبر ہو جو غلاموں سے وہ آقا کیا ہے

○ اونٹ کو حضور علیہ السلام کی مشکل کشائی پہ اعتقاد تھا تبھی تو اس نے حضور علیہ السلام سے فریاد کی (پتہ نہیں یہ کیسے اونٹ ہیں کہ جو کسی کو مشکل کشا ماننا ہی شرک کہتے ہیں اور حضور کی فریاد رسی کا بھی عقیدہ نہیں رکھتے)

فریاد امتی جو کرے حال زار میں
ممکن نہیں کہ خیر بشر کو خبر نہ ہو

○ حضور علیہ السلام کا **عزیزٌ علیہ ماعنتم** ہونا صرف انسانوں کے لئے ہی نہیں یہ

فیض جانوروں کے حصے میں بھی آیا ہے۔ یعنی ہمارے آقا کی بارگاہ ہر مخلوق کے لئے ہے اگر اس بارگاہ سے سید الملائکہ جبریل امین فیض پاتا ہے تو ایک عام سی مخلوق بھی محروم نہیں رہتی۔

اسی لئے اگر ولیوں کے سردار ہندالولی، عطائے رسول حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں یارسول اللّٰہ انظر حالنا عرض کررہے ہیں تو ایک اونٹ بھی اپنی زبان میں یا حبیب اللہ اسمع قالنا کی فریاد کررہا ہے۔

اور مولانا حاجی علیہ الرحمۃ نے اپنے دور کی بات کرتے ہوئے عرض کیا کہ حضور وہ تو ایک اونٹ تھا جس کی فریاد سن کر آپ تڑپ گئے اور اب حالت یہ ہے کہ

زمہجوری برآمد جان عالم ترحم یا نبی اللہ ترحم
نہ آخر رحمۃ للعالمینی زمحروماں چرا "غافل" نشینی

جب جانور کی حضور کی بارگاہ میں سنی جاتی ہے اور اس کو مایوس نہیں کیا جاتا تو اشرف المخلوقات اگر سچے جذبے سے اپنے نبی کو پکارے تو وہ کیسے مشکل میں پھنسا رہ سکتا ہے مگر شرط یہ ہے کہ

جن کے لب پر رہا اُمتی اُمتی یاد ان کی نہ بھولو نیازی کبھی
وہ کہیں امتی تو بھی کہہ یا نبی میں ہوں حاضر تیری چاکری کے لئے

○ ہمارے آقا علیہ السلام دنیا کی ہر زبان جانتے ہیں۔ کوئی جتنا بھی پڑھا لکھا ہو وہ صرف انسانوں کی زبان ہی جانے گا مگر حضور علیہ السلام صرف انسانوں ہی کی نہیں جبریل آئے تو اس کی زبان بھی سمجھتے ہیں اور جانور بولیں تو ان کی زبان بھی جانتے ہیں۔ دیکھو! حضور علیہ السلام کو تو نورنبوت سے علم ہوگیا کہ یہ اونٹ رورہا ہے مگر دوسرا شخص کیسے جان سکتا ہے کہ اونٹ روتا کب ہے اور ہنستا کب ہے۔ اس کے رونے اور ہنسنے کی آواز میں کیا فرق ہے اور بات یہاں پر ہی ختم نہیں ہوتی بلکہ یہ بھی ماننا ہوگا کہ دنیا کی ہر شئی حضور علیہ السلام کو جانتی بھی ہے پہچانتی بھی ہے اللہ کا نبی ورسول مانتی بھی ہے ورنہ اونٹ کو کس نے بتایا تھا کہ ان کے آگے فریاد کروں گا تو بات بنے گی یقیناً اس کو پتہ تھا کہ یہ اللہ کے نبی ہیں اور نبیوں کی بارگاہ میں ہر کسی کی بات بنتی ہے۔

مشکل جو سر پہ آ پڑی　　تیرے ہی نام سے ٹلی
مشکل کشا ہے تیرا نام　　تجھ پہ درود اور سلام
صلی علیٰ نبینا　　صل علی محمد

تو جب دنیا کی ہر شے جانتی ہے کہ حضور اللہ کے نبی ہیں تو پھر بھلا حضور علیہ السلام دنیا کی ہر شے کو کیونکر نہ جانتے ہوں گے۔

حضرت مولانا سردار احمد صاحب علیہ الرحمۃ محدث اعظم پاکستان سے کسی نے طنزاً کہا حضور علیہ السلام اس تنکے کو جانتے ہیں؟ آپ نے پوچھا کیا یہ تنکا حضور کو جانتا ہے؟ کیونکہ روایت میں ہے کہ ہر شئی حضور علیہ السلام کو جانتی ہے۔ اس نے کہا! اس روایت کے مطابق تو تنکا حضور کو جانتا ہے فرمایا پھر شرم آنی چاہیے یہ کہتے ہوئے کہ تنکا تو حضور کو جانتا ہو اور حضور علیہ السلام تنکے کو نہ جانتے ہوں ۔ مگر بے خبر، بے خبر جانتے ہیں۔

○ رونا اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے۔ معراج کی رات براق رو رو کر حضور کی سواری بن گیا اور اونٹ نے رو رو کر حضور کا دل جیت لیا۔ جھڑا روو ے اوہدا کم ہووے۔ حضور علیہ السلام کے فراق میں لکڑیاں روتی ہیں۔

جہناں دلاں وچ عشق سمایاں رونا کم انہاں ہیں
اٹھدے رودن بہندے رودن رودن چلدیاں راہیں

○ حضور علیہ السلام کا دست رحمت جب کسی کی تسکین کے لئے اٹھتا ہے تو وہ جتنا بھی دکھی اور مصیبت کا مارا ہوا ہو اس کو تسکین نصیب ہو جاتی ہے۔ آپ نے اونٹ کی کنپٹی پہ دست رحمت پھیرا تو اس کو سکون آ گیا اور بلبلاتا ہوا اونٹ چپ ہو گیا۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں

جس کی تسکیں سے روتے ہوئے ہنس پڑے
اس تبسم کی عادت پہ لاکھوں سلام

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو جب حضور علیہ السلام نے قاضی بنانے کا ارادہ فرمایا تو انہوں نے عرض کیا حضور! مجھے تو فیصلہ کرنے میں کچھ رکاوٹ ہوتی ہے۔ حضور علیہ السلام

نے ان کے سینے پر ہاتھ پھیرا تو حضرت علی فرماتے ہیں ساری زندگی کبھی فیصلہ کرنے میں دقت نہیں ہوئی۔

○ ایک شخص کو حضور نے فرمایا ام قومك اپنی قوم کی امامت کیا کر۔ عرض کیا ان اجد فی نفسی شیئا حضور میں کچھ ہچکچاہٹ محسوس کرتا ہوں۔ یا اپنے آپ کو اس قابل نہیں پاتا آپ نے فرمایا ادنہ (ہائے سکتہ ہے) قریب ہو جا۔ وہ کہتا ہے: فاجلسنی بین یدیه ثم وضع کفه فی صدری بین ثدیی ثم قال تحول فوضعها فی ظهور بین کتفی ثم قال ام قومك (مشکوۃ ص ۱۰۱)

حضور نے مجھے اپنے سامنے بٹھا کر اپنا دست کرم میرے سینے پہ رکھا پھر فرمایا اب منہ دوسری طرف کر لے، پھر آپ نے میرے کندھوں کے درمیان ہاتھ رکھا اور پھر فرمایا جا اب امامت کر (ساری رکاوٹیں دست رحمت سے دور ہو گئیں)

ہاتھ جس طرف اٹھا غنی کر دیا
موج بحر سماحت پہ لاکھوں سلام

○ حضور علیہ السلام جب ایک اونٹ پہ ظلم برداشت نہیں فرما سکتے اور بے چین ہو جاتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضور کے سینے میں اللہ تعالیٰ نے کیسا دل رکھا ہوا ہو گا۔ کسی نے کیا خوب کہا

خنجر چلے کسی پہ تڑپتے ہیں ہم ادھر
سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

○ جب جانور پہ ظلم حضور کو گوارا نہیں تو جو لوگ انسانوں پہ ظلم کرتے وہ حضور کے دل کو کس قدر ستاتے ہوں گے اور کس منہ سے حضور کا امتی ہونے کی بات کرتے ہیں۔

○ اور جب اس دنیا میں حضور علیہ السلام جانور کی تکلیف نہیں دیکھ سکتے تو قیامت کے دن اپنے امتی کا دوزخ میں جانا کیسے دیکھیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ

کہیں گے اور نبی اذھبوا الی غیری
میرے حبیب کے لب پر انا لھا ہو گا

عزیز بچے کو جیسے ماں پیار کرے
خدا گواہ ہے یہی حال آپ کا ہو گا

آج مسلم امہ کس قدر غفلت کا شکار ہے کہ ان کا نبی تو وہ ہے کہ جو جانور پہ ہونے والے ظلم پہ تڑپ جائے اور ہماری آنکھوں کے سامنے کشمیر لٹ رہا ہے، فلسطین برباد ہو گیا ہے، افغانستان وعراق کی اینٹ سے اینٹ بجادی گئی ہے مگر ہم خواب خرگوش کے مزے لے رہے ہیں

شرم سے گڑھ جا! اگر احساس تیرے دل میں ہے

(تلك عشرة كاملة)

ایک گواہ کا ایمان افروز واقعہ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک بار نبی صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ کسی محفل میں بیٹھے تھے۔ اتنے میں بنی سلیم کا ایک اعرابی آ گیا اس نے گوہ پکڑ رکھی تھی اور اسے اپنی آستین میں ڈال رکھا تھا تا کہ اسے اپنی قیام گاہ میں لے جا کر کھائے۔ وہ کہنے لگا یہ لوگ کس کے گرد جمع ہیں؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا اس کے گرد جس نے دعوائے نبوت کیا ہے تو وہ لوگوں کے درمیان سے گزرتا ہوا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب چلا آیا اور کہنے لگا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کسی عورت کا بیٹا تم سے بڑھ کر جھوٹا اور مجھے ناپسند نہیں ہو گا اگر یہ نہ ہوتا کہ تم مجھے جلد باز کہو گے تو میں تم پر تیزی سے حملہ کر کے تمہیں قتل کر دیتا اور تمہارے قتل سے سب لوگوں کے لئے خوشی کا سامان پیدا کر دیتا۔

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ اجازت دیں کہ میں اس کا سر اڑا دوں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمر! تم جانتے نہیں کہ حلیم و بردبار آدمی ہی مرتبہ نبوت کے لائق ہوتا ہے۔ (تمہیں بردباری کرنی چاہئے) پھر وہ اعرابی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا مجھے لات وعزیٰ کی قسم میں تم پر ایمان نہیں رکھتا۔ آپ نے اسے فرمایا اے اعرابی تم کیوں ایمان نہیں رکھتے۔ کس سبب سے تم نے یہ باتیں کہیں اور میری مجلس کی تکریم کو بالائے طاق رکھ کر ناحق گفتگو کی؟ وہ کہنے لگا (ہاں) میری گفتگو اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شان

کے خلاف تھی اور مجھے لات وعزیٰ کی قسم میں آپ پر تب تک ایمان نہیں لاؤں گا جب تک یہ گوہ آپ پر ایمان نہیں لاتی۔ ساتھ ہی اس نے آستین سے گوہ نکال کر نبی ﷺ کے سامنے پھینک دی اور کہا اگر یہ گوہ اظہار ایمان کر دے تو میں بھی داخل اسلام ہو جاؤں گا۔

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا ضَبُّ! فَتَكَلَّمَ الضَّبُّ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ فَفَهِمَهُ الْقَوْمُ جَمِيْعًا لَّبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ يَارَسُوْلَ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَمَنْ تَعْبُدُ يَا ضَبُّ؟ فَقَالَ اللّٰهُ الَّذِيْ فِي السَّمَآءِ عَرْشُهُ وَفِي الْاَرْضِ سُلْطَانُهُ وَفِي الْبَحْرِ سَبِيْلُهُ وَفِي الْجَنَّةِ رَحْمَتُهُ وَفِي النَّارِ عَذَابُهُ فَقَالَ مَنْ اَنَا يَاضَبُّ؟ فَقَالَ اَنْتَ رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَخَاتَمُ الْمُرْسَلِيْنَ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ صَدَّقَكَ وَقَدْ خَابَ مَنْ كَذَّبَكَ۔

نبی ﷺ نے فرمایا اے گوہ! تو گوہ نے صاف عربی زبان میں جسے سب لوگ سمجھ رہے تھے یہ کہا لبیک وسعدیک یا رسول رب العالمین اے پروردگار ہر عالم کے رسول میں حاضر ہوں میں حاضر ہوں۔

نبی ﷺ نے اسے فرمایا اے گوہ تو کس کی عبادت کرتی ہے؟ کہنے لگی میں اس خدا کی عبادت کرتی ہوں جس کا آسمان میں عرش ہے۔ زمین میں قبضہ ہے سمندر پر حکومت ہے جنت میں رحمت ہے اور دوزخ میں اس کا عذاب ہے۔ آپ نے فرمایا میں کون ہوں؟ گوہ کہنے لگی آپ رسول رب العالمین اور خاتم المرسلین ہیں۔ آپ کی تصدیق کرنے والا کامیاب ہے اور انکار کرنے والا ناکام ونامراد۔

اعرابی یہ دیکھ کر بول اٹھا اشهد ان لا اله الا الله واشهد انك رسول الله حقا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے رسول برحق ہیں۔ قسم بخدا جب میں آیا تھا تو روئے زمین پر کوئی شخص مجھے آپ سے زیادہ ناپسند نہ تھا اور بخدا اس وقت آپ مجھے اپنی جان اور اولاد سے بھی زیادہ عزیز ہیں۔ میرے جسم کا بال بال

اور رونگٹا رونگٹا آپ پر ایمان لا چکا اور میرا عیاں ونہاں اور ظاہر د باطن آپ پر قربان ہو چکا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا اس اللہ کے لئے ہر تعریف ہے جس نے تجھے اس دین کی طرف ہدایت دی ہے جو غالب رہے گا۔ مغلوبیت سے نا آشنا ہے اس دین کو اللہ تعالیٰ صرف نماز سے قبول کرتا ہے اور نماز قرآن کے پڑھنے سے قبول ہوتی ہے۔

پھر آپ نے اسے سورۂ فاتحہ اور اخلاص سکھلائیں وہ عرض کرنے لگا یا رسول اللہ میں نے نثر اور نظم میں کوئی بھی کلام اس سے حسین تر نہیں سنا۔ آپ نے فرمایا یہ رب العالمین کا کلام ہے شعر نہیں۔ جب تم نے قل ھو اللہ احد (سورہ اخلاص) کو پڑھ لیا تو سمجھو ایک تہائی قرآن پڑھنے کا ثواب مل گیا اگر اسے دو مرتبہ پڑھا تو تم نے دو تہائی قرآن کی تلاوت کا اجر پا لیا اور اسے تین بار پڑھنے سے تمہیں پورے قرآن کی تلاوت کا مقام حاصل ہو گیا۔ اعرابی کہنے لگا ہمارا خدا کتنا اچھا خدا ہے جو تھوڑا سا عمل بھی قبول کر لیتا ہے اور بہت سا اجر عطا فرما دیتا ہے۔

پھر نبی ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا اس اعرابی کی کچھ مدد کرو۔ تو انہوں نے اسے اتنا دیا کہ اسے (کثرت مال کی وجہ سے) درجہ تکبر تک پہنچا دیا۔ (مطلب یہ نہیں کہ واقعی وہ مال لے کر متکبر ہو گیا مطلب یہ ہے کہ اسے اتنا مال دیا گیا جسے لوگ اچانک حاصل کر کے متکبر ہو جایا کرتے ہیں۔) عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کرنے لگے یا رسول اللہ! میرا خیال ہے میں اسے اپنی اونٹنی دے کر قربت الٰہی کا ایک ذریعہ حاصل کروں۔ میری اونٹنی فارسی نسل سے چھوٹی اور عربی اونٹوں سے بڑی ہے۔ دس ماہ کی حاملہ ہے اور اتنی شاہزور ہے کہ پیچھے سے دوڑ کر پہلے سے گذرے ہوئے اونٹوں سے جا ملتی ہے مگر کوئی اونٹ اس سے نہیں مل سکتا مجھے بطور ہدیہ کہیں سے ملی تھی۔

نبی ﷺ نے فرمایا جو اونٹ تم دو گے اس کی تعریف تم نے کر دی اور جو اونٹ اللہ تجھے اس کی جزا میں دے گا اس کی تعریف میں بیان کرتا ہوں۔ انہوں نے کہا ہاں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا تمہیں سوراخ دار موتیوں کی اونٹنی ملے گی جس کے پاؤں سبز زبرجد کے ہوں گے اور اس پر کریب اور ریشم کا کجاوہ رکھا ہو گا۔ وہ تمہیں لپکنے والی بجلی کی سی تیزی

سے پل صراط سے گزار دے گی۔

پھر وہ اعرابی نبی ﷺ کی مجلس سے اٹھ کر باہر نکلا۔ آگے اسے ایک ہزار اعرابی ملے جو ہزار جانوروں پر سوار اور ہزار نیزوں اور ہزار تلواروں سے مسلح تھے وہ ان سے کہنے لگا کدھر جا رہے ہو؟ انہوں نے کہا ہم جھوٹے شخص سے جنگ کرنے جا رہے ہیں جو خود کو نبی سمجھتا ہے۔ اس اعرابی نے (جو انہی کی قوم کا ایک فرد اور ان کا رئیس تھا) کہا میں تو گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ انہوں نے کہا تم نے بھی یہ نیا دین اختیار کر لیا ہے؟ اس نے کہا ہاں کر لیا ہے۔ پھر اس نے انہیں (گوہ کی گواہی سے متعلق) ساری بات کہہ سنائی۔ تو ان میں ہر کوئی یہ کہنے لگا اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمدًا رسول الله۔

نبی ﷺ کو ان کے ایمان لانے کی خبر پہنچی تو آپ انہیں ملنے کے لئے تشریف لائے۔ وہ آپ کو دیکھ کر سواریوں سے کود پڑے اور نبی ﷺ کے وجود پاک کے جس حصہ تک ان کی رسائی ہو رہی تھی اسے چوم رہے تھے اور ساتھ ساتھ کہہ رہے تھے لا اله الا الله محمد رسول الله پھر وہ عرض کرنے لگے یا رسول اللہ آپ ہمیں جو حکم دینا پسند فرماتے ہیں ارشاد فرمائیں آپ نے فرمایا تم خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے جھنڈے تلے ہو گے۔ (شاید وہ کسی غزوہ کی تیاری کا وقت ہو گا)

راوی کہتا ہے سارے عرب میں بیک وقت اسلام لانے والے ایک ہزار آدمی (سب سے پہلے) صرف بنو سلیم ہی سے تھے۔ (دلائل النبوۃ لابی نعیم ص ۳۴۵ تا ص ۳۴)

جانوروں کا حضور علیہ السلام کی تعظیم بجا لانا

بکریوں کا سجدہ ریز ہونا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ انصار کے ایک باغ میں تشریف لے گئے۔ آپ کے ساتھ ابوبکر صدیق، عمر فاروق اور کچھ انصار رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ باغ میں بکریاں تھیں۔ وہ آپ کو دیکھتے ہی آپ کے آگے سجدہ ریز ہو گئیں۔ ابوبکر صدیق

نے عرض کیا یارسول اللہ! ان بکریوں سے زیادہ ہمارا حق بنتا ہے کہ آپ کو سجدہ کریں۔

آپ نے فرمایا میری امت کو یہ جائز نہیں کہ کوئی شخص کسی دوسرے کو سجدہ کرے اور اگر ایک دوسرے کو سجدہ کرنا جائز ہوتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔

جانور آپ کو دیکھ خوشی سے کودنے لگے

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کے بعض گھر والوں نے کچھ جانور رکھے ہوئے تھے۔ جب نبی ﷺ باہر نکلتے تو وہ آپ کو دیکھ کر خوشی سے اچھلنے کودنے لگتے اور جونہی انہیں آپ کی آمد کا احساس ہوتا (کہ آپ تشریف لا رہے ہیں) تو وہ گھٹنوں کے بل کھڑے ہونے لگتے۔

اونٹ سجدہ کرنے لگا

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم کی ایک محفل میں تشریف فرما تھے۔ اتنے میں ایک اونٹ آیا اور آپ کے آگے سر بسجود ہو گیا۔

اونٹ گردن جھکا کر حاضر ہو گیا

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ ہم نبی ﷺ کے ساتھ سفر پر تھے۔ جب ہم واپس آئے اور بنی نجار کے ایک باغ تک پہنچے تو معلوم ہوا کہ باغ میں ایک طاقتور اور غصہ سے بپھرا ہوا اونٹ ہے جو باغ میں کسی کو داخل نہیں ہونے دیتا جو بھی داخل ہونا چاہے اس پر حملہ آور ہو جاتا ہے۔ ۱

نبی ﷺ (بلا ردو کد) باغ میں تشریف لے گئے اور اونٹ کو آواز دی۔ تو وہ گردن جھکا کر چلا آیا اور نبی ﷺ کے سامنے بیٹھ گیا۔ آپ نے فرمایا اس کی لگام حاضر کرو۔ پھر آپ نے اس کے منہ میں لگام دے کر اسے اس کے مالک کے حوالے کر دیا اور لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا بے شک زمین و آسمان میں کوئی ایسی چیز نہیں جو یہ نہ جانتی ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں سوا سرکش جنوں اور انسانوں کے۔

بپھرا ہوا اونٹ تابع ہوگیا

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم غزوۂ ذات الرقاع (۵ ہجری میں جب قبائل انمار و ثعلبہ نے مدینہ طیبہ پر چڑھائی کا ارادہ کیا تو نبی ﷺ ان کی سرکوبی کے لئے تشریف لے گئے جب آپ مقام ذات الرقاع تک پہنچے تو کفار ڈر کر پہاڑوں میں جا چھپے اور کوئی جنگ نہ ہوئی۔) سے واپس ہوئے جب ہم میدان حرہ سے اترے (اور بنی نجار کی بستی میں پہنچے) تو ایک اونٹ تیزی سے دوڑتا ہوا آیا۔ آپ کے سامنے بیٹھ گیا اور اپنی گردن آپ کے قدموں میں ڈال دی۔ آگے حدیث سابق کی طرح ہے۔

سرکش اونٹ تعظیم کرنے لگا

جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں میں نبی ﷺ کے ساتھ ایک سفر پر نکلا جب ہم واپس ہوئے تو دوران واپسی میں نے محسوس کیا جیسے کچھ پرندے ہمارے اوپر سایہ کرتے ہیں اسی دوران ایک سرکش اونٹ آیا جب وہ راستے کے دونوں کناروں کے درمیان (آپ کے سامنے) آیا تو سجدے میں گر گیا نبی ﷺ اس کے پاس بیٹھ گئے پھر آپ کھڑے ہوئے اور فرمایا اس اونٹ کا مالک کون ہے؟ تو انصار کے کچھ جوانوں نے کہا یا رسول اللہ یہ ہمارا ہے۔ آپ نے فرمایا اس کی کیا صورت حال ہے؟ کہنے لگے ہم نے اپنے باغ کو پانی دینے کے لئے اس سے بیس سال مشقت لی ہے۔ اس کا جسم خوب چربی دار ہے۔ ہم نے (اس کے بوڑھا ہو جانے کے سبب) ارادہ کیا ہے کہ اسے ذبح کر کے اپنے غلاموں میں تقسیم کریں۔ تب سے یہ ہم پر سرکش ہو گیا ہے۔ آپ نے فرمایا! اسے میرے ہاتھ بیچ دو وہ عرض کرنے لگے نہیں بلکہ یہ آپ کے لئے ہدیہ ہے۔ آپ نے فرمایا میں تو اسے لینا نہیں چاہتا مگر تم اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتے رہو تا آنکہ اسے موت آجائے۔

اونٹ کو سجدہ کرتے ہوئے دیکھ کر صحابہ نے عرض کیا......

ثعلبہ بن ابی مالک سے روایت ہے کہتے ہیں کہ بنی مسلمہ کے ایک آدمی نے اونٹ خریدا تا کہ اس پر پانی لاد کر لایا کرے اس نے اسے اپنے جانور باندھنے والی جگہ میں لا

کر باندھ دیا مگر اس نے بندھن توڑ لیا تا کہ اس پر کچھ لادا نہ جا سکے اب جو آدمی بھی اس کے پاس جاتا وہ اسے مار بھگاتا۔

اتنے میں نبی ﷺ تشریف لے آئے آپ سے ماجرا بیان کیا گیا آپ نے فرمایا دروازہ کھول دو (تا کہ میں اندر چلا جاؤں) وہ لوگ کہنے لگے یا رسول اللہ ہمیں ڈر ہے کہیں اونٹ آپ کو نقصان نہ دے۔ آپ نے فرمایا دروازہ کھول دو چنانچہ انہوں نے کھول دیا۔

اونٹ نے جب آپ کو دیکھا تو فوراً سجدے میں گر گیا لوگ یہ دیکھ کر تسبیح کہنے لگے اور عرض کرنے لگے یا رسول اللہ! ان جانوروں سے زیادہ ہمارا حق ہے کہ آپ کو سجدہ کریں۔ آپ نے فرمایا اگر کسی کو یہ جائز ہوتا کہ وہ اللہ کے سوا کسی کو سجدہ کرے تو عورت پر حق ہوتا کہ وہ شوہر کو سجدہ کرے۔

معلوم ہوا! کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو سدہ کرنے کے لیے دل چاہتا مگر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا حکم مانتے ہوئے آپ کو سجدہ نہ کرنا ایمان کا تقاضا اور صحابہ کرام کا ذوق تھا۔

تین معجزات

یعلیٰ بن مرہ ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں میں نے نبی ﷺ سے تین امور (معجزات) دیکھے ہیں۔ ایک مرتبہ ہم آپ کے ساتھ کہیں جا رہے تھے، ایک اونٹ پر ہمارا گزر ہوا جس پر پانی لادا جا رہا تھا۔

اونٹ نے جب آپ کو دیکھا تو بڑبڑانے لگا اور اپنی گردن زمین پر ڈال دی (آداب بجا لایا) نبی ﷺ اس کے پاس آ کر کھڑے ہو گئے اور فرمایا اس کا مالک کون ہے؟ جب وہ آیا تو آپ نے فرمایا! اسے میرے ہاتھ بیچ دو۔ وہ کہنے لگا نہیں بلکہ میں اسے آپ کے لئے ہبہ کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ یہ ہم تجھے دیتے ہیں کیونکہ یہ ایسے گھرانے کی ملک ہے جن کا ذریعہ معاش اس کے سوا کچھ بھی نہیں۔ پھر آپ نے فرمایا اگر تمہارے ذہن میں یہ بات آئے کہ اس اونٹ نے ایسا کیوں کیا ہے تو یاد رکھو اس نے

زیادہ مشقت لئے جانے اور کم چارہ ڈالے جانے کی شکایت کی تھی تو تم اس سے اچھا برتاؤ رکھو۔

اونٹ کی آہ وزاری

یعلیٰ بن مرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کہیں تشریف لے چلے۔ اتنے میں ایک اونٹ بلبلاتا ہوا آیا اور آپ کے آگے سربسجود ہو گیا۔ مسلمانوں نے یہ دیکھ کر کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کرنے کے لئے ہم زیادہ حق دار ہیں۔ آپ نے فرمایا اگر میں غیر خدا کے لئے سجدہ کی اجازت دیتا ہوتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔ تم جانتے ہو یہ اونٹ کیا کہہ رہا تھا؟ کہتا تھا کہ اس نے اپنے آقاؤں کی چالیس برس خدمت کی ہے اور جب وہ بوڑھا ہو گیا ہے تو اس سے مشقت زیادہ لیتے ہیں اور چارہ کم ڈالتے ہیں تا آنکہ ان کے ہاں شادی تھی۔ انہوں نے چھری اٹھائی تا کہ اسے ذبح کر دیں (تو وہ دوڑ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ گیا)

آپ نے اس کے مالکوں کو بلوالیا اور انہیں ساری بات سنائی۔ وہ کہنے لگے یارسول اللہ اس نے سچ کہا ہے آپ نے فرمایا! میں چاہتا ہوں کہ تم اسے میرے پاس رہنے دو۔ چنانچہ وہ اسے آپ کے پاس چھوڑ گئے۔

اونٹ ادب کرنے لگا

اغیلان بن سلمہ ثقفی سے روایت ہے کہتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی سفر میں تھے ہم نے دوران سفر آپ سے نہایت تعجب خیز کام (معجزہ) دیکھا۔ ہوا یوں کہ ہم چلتے ہوئے ایک منزل پر اترے وہاں ایک آدمی آیا اور عرض کرنے لگا یا رسول اللہ! میرا ایک باغ ہے جو میری اور میرے اہل وعیال کی کل معیشت ہے اور باغ میں میرے دو اونٹ بھی ہیں جو اس باغ کو پانی دینے کے لئے ہیں۔ وہ دونوں مجھ سے سرکش ہو گئے ہیں اور مجھے اپنے یا باغ کے نزدیک تک نہیں آنے دے رہے اور نہ ہی کوئی دوسرا شخص ان کے قریب جا سکتا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سمیت کھڑے ہو گئے اور اس باغ کو چل دیئے۔ آپ نے

باغ والے شخص سے فرمایا دروازہ کھول دو وہ عرض کرنے لگا یا رسول اللہ وہ نہایت سرکش ہیں اور یوں قابو میں آنے والے نہیں۔ آپ نے فرمایا تم دروازہ کھول دو۔ جب دروازے کو حرکت ہوئی تو وہ طوفان کے سے شور وغوغا کے ساتھ دروازے کی طرف لپک کر آئے۔

مگر جب دروازہ کھلا اور اونٹوں کی نظر رخ مصطفیٰ ﷺ پر پڑ گئی تو فوراً آپ کے سامنے مؤدب بیٹھ گئے اور سر سجدے میں رکھ دیا نبی ﷺ نے انہیں سروں سے پکڑ کر ان کے مالک کے حوالے کر دیا اور فرمایا ان سے کام بھی لو اور چارہ بھی اچھا ڈالو۔

لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ جانور آپ کو سجدہ کرتے ہیں اور آپ کے طفیل اللہ کا احسان ہم پر تو ان سے کہیں زیادہ ہے۔ اللہ نے آپ کے صدقے ہمیں گمراہی سے نکال کر ہدایت دی اور ہلاکتوں سے بچایا۔ تو کیا آپ ہمیں بھی اپنے آگے سجدہ کی اجازت دیں گے؟ نبی ﷺ نے فرمایا! سجدہ میرے لئے جائز نہیں۔ وہ تو صرف اس زندہ جاوید خدا کے لئے ہے جسے کبھی موت نہیں آ سکتی، اگر میں اپنی امت میں سے کسی کو غیر خدا کے لئے سجدہ کی اجازت دیتا تو (سب سے پہلے) عورت کو شوہر کے آگے سجدہ کرنے کا حکم دیتا۔

☆ عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم نبی ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ ایسے میں ایک آدمی آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! فلاں خاندان کا پانی لانے والا اونٹ سرکش ہو گیا ہے۔ نبی ﷺ فوراً کھڑے ہو گئے ہم بھی ساتھ ہو لئے۔ (وہاں پہنچ کر) ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ اونٹ کے قریب نہ جائیں وہ آپ کو کہیں نقصان نہ دے مگر نبی ﷺ اس سے قریب ہو گئے۔ اونٹ نے آپ کو دیکھتے ہی سجدہ کر دیا۔ پھر آپ نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا اور فرمایا اس کی لگام حاضر کرو جو حاضر کر دی گئی آپ نے اس کے منہ میں لگام ڈال دی اور فرمایا اس کے مالک کو میرے پاس بلاؤ جو بلا لیا گیا۔ آپ نے اس سے پوچھا یہ تیرا اونٹ ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا اسے چارا اچھا ڈالا کرو اور طاقت سے زیادہ مشقت نہ لیا کرو وہ کہنے لگا ایسے ہی کیا کروں گا۔

صحابہ رضی اللہ عنہم عرض کرنے لگے یا رسول اللہ! یہ جانور آپ کو سجدہ کرتے ہیں کیونکہ ان

پر آپ کا عظیم حق ہے تو ہم آپ کو سجدہ کرنے کے زیادہ حق دار ہیں۔ آپ نے فرمایا نہیں! اگر میں اپنی امت میں یہ امر جائز رکھتا کہ وہ باہم ایک دوسرے کو سجدہ کریں تو عورتوں سے کہتا کہ وہ اپنے شوہروں کو سجدہ کیا کریں۔

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مدینہ طیبہ میں انصار کا ایک گھرانہ تھا جو اپنے اونٹ پر پانی لایا کرتے اور اپنے باغ کو سیراب کیا کرتے تھے۔ ایک بار اونٹ سرکش ہو گیا اور اپنی پشت کو کسی کے کام آنے سے روک لیا۔ انصار نبی ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا کہ ہم اپنے اونٹ پر پانی لایا کرتے ہیں مگر وہ ہم پر برانگیختہ ہو گیا ہے اور ہمارے استعمال کا نہیں رہا جبکہ کھجوریں اور کھیتی سوکھتی جا رہی ہے۔ آپ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا اٹھو وہاں چلیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم آپ کے ساتھ چل پڑے۔

آپ باغ میں تشریف لائے۔ اونٹ ہنوز باغ کے ایک کونے میں موجود تھا۔ آپ اس کی طرف بڑھے۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ کتے کی طرح خوفناک ہو چکا ہے ہمیں ڈر ہے یہ کہیں آپ پر حملہ نہ کر دے۔ آپ نے فرمایا! مجھے اس کی طرف سے کوئی خطرہ نہیں چنانچہ وہ اونٹ چلتا ہوا آیا اور آپ کے آگے سجدہ ریز ہو گیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یہ بے عقل جانور ہے اور ہم صاحب عقل ہیں ہم آپ کو سجدہ کرنے کے زیادہ حقدار ہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا کسی انسان کو جائز نہیں کہ وہ دوسرے انسان کو سجدہ کرے اگر ایسا کرنا جائز ہوتا تو میں عورت کو شوہر کے آگے سجدہ ریز ہونے کے لئے کہتا۔ کیونکہ اس پر شوہر کا بہت بڑا حق ہے۔

بھیڑیا بولنے لگا

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک چرواہا میدان حرہ میں بکریاں چرا رہا تھا اتنے میں بھیڑیا آیا اور ایک بکری کو اٹھا کر چلتا بنا۔ چرواہا پیچھے دوڑا اور اس سے بکری چھڑوائی' بھیڑیئے نے پیچھے مڑ کر دیکھا اور کہنے لگا اے چرواہے! تجھے خوف خدا نہیں تم نے مجھ سے وہ رزق چھین لیا جو مجھے اللہ نے دیا تھا۔

چرواہے نے کہا بڑا تعجب ہے کہ ایک بھیڑیا اپنی دم پر بیٹھا مجھ سے انسانوں کی سی

باتیں کرتا ہے؟

فَقَالَ الذِّئْبُ اَفَلَا اُخْبِرُكَ بِمَا هُوَ اَعْجَبُ مِنْ هٰذَا؟ هٰذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الْحَرَّتَيْنِ يَدْعُوا النَّاسَ اِلٰى اَنْبَآءِ مَا قَدْ سَبَقَ ۔

بھیڑیئے نے کہا کیا میں تجھے اس سے بھی عجیب تر بات نہ بتلاؤں؟ دیکھو یہ رسول خدا ﷺ ہیں جو دو میدانوں کے درمیان (شہر مدینہ میں) گزشتہ کی خبریں بتلاتے ہیں۔

بعدازاں چرواہا واپس آیا اور بکریوں کو مدینہ طیبہ میں کسی جگہ ٹھکانے پر چھوڑ کر نبی ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور بھیڑیئے کی بات سنائی۔ آپ نے فرمایا چرواہا سچ کہتا ہے یاد رکھو! قیامت کی نشانیوں میں سے ہے کہ درندے انسانوں سے باتیں کریں گے اس خدا کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے اس وقت تک قیامت نہ آئے گی جب تک درندے انسانوں سے باتیں نہیں کریں گے اور جب تک آدمی سے اس کی جوتی کا تسمہ گفتگو نہیں کرے گا اور جب تک آدمی کو اس کا چابک یہ نہیں بتلائے گا کہ اس کی غیرموجودگی میں اس کے گھر والوں نے کیا کیا تھا۔

(آج کے سائنسی دور میں پیغمبر صادق و برحق ﷺ کی یہ پیش گوئیاں پوری ہو چکی ہیں چنانچہ مغرب میں آج کل جوتیوں اور ہاتھ کی چھڑیوں میں جاسوسی آلات فٹ کر دیئے گئے ہیں اور گھر میں پڑی ہوئی جوتی گھر میں موجود تمام افراد کی گفتگو ریکارڈ کر لیتی ہے اور جس نے وہ جوتی رکھی ہوتی ہے وہ گھر آ کر جب جوتی میں لگے ہوئے ریکارڈر کو آن کرتا ہے تو اسے سب پتا چل جاتا ہے کہ میرے بعد گھر والے کیا کیا باتیں اور کیا کام کرتے رہے ہیں۔)

بھیڑیے نے علم نبوت کو تسلیم کر لیا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بھیڑیا کسی ریوڑ سے ایک بکری اٹھا کر بھاگ نکلا چرواہے نے اس کا پیچھا کیا اور اس کے منہ سے بکری نکلوالی بھیڑیا (افسوس کے

ساتھ) ایک ٹیلے پر گھٹنے اٹھا کر بیٹھ گیا۔ اور کہنے لگا! تم نے میرے منہ سے وہ رزق نکال لیا جو اللہ نے مجھے دیا تھا۔ آدمی نے کہا بخدا! آج سا دن میں نے کبھی نہ دیکھا تھا بھیڑیا باتیں کر رہا ہے؟

(یہ شخص یہودی تھا اور ہبار بن اوس خزاعی نام تھا بعد میں اسے معلم الذئب کہتے تھے یعنی وہ شخص جسے بھیڑیئے نے راہ ہدایت کی تعلیم دی سبحان اللہ۔ ویرزقه من حیث لا یحتسب)

فَقَالَ اَعْجَبُ مِنْ هٰذَا رَجُلٌ فِی النَّخَلَاتِ بَیْنَ الْحَرَّتَیْنِ یُخْبِرُ بِمَا مَضٰی وَمَا هُوَ کَائِنٌ بَعْدَکُمْ ۔

بھیڑیئے نے کہا اس سے بھی عجیب تر بات یہ ہے کہ ایک آدمی دو میدانوں کے درمیان واقع نخلستان (مدینہ) میں بیٹھ کر بتلا رہا ہے کہ کیا ہو چکا ہے اور آئندہ کیا ہوگا۔

تو وہ آدمی نبی ﷺ کے پاس آیا اور یہ واقعہ بتلا کر اسلام لے آیا۔ نبی ﷺ نے اس کی تصدیق فرمائی اور ارشاد فرمایا یہ قیامت سے قبل واقع ہونے والی نشانیوں میں سے ایک ہے اور وہ وقت قریب ہے جب آدمی گھر سے نکلے گا اور اس کی جوتی اور چابک اسے بتلائیں گے کہ اس کے گھر والوں نے اس کے بعد کیا کیا۔

درندوں کے نمائندے نے حاضری دی

مطلب بن عبداللہ بن حنطب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک روز نبی ﷺ مدینہ طیبہ میں اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ بیٹھے تھے کہ اچانک ایک بھیڑیا آ گیا اور نبی ﷺ کے سامنے کھڑے ہو کر کچھ بولنے لگا۔ (اپنی زبان میں کچھ کہنے لگا۔)

نبی ﷺ نے فرمایا "یہ درندوں کی طرف سے تمہارے پاس نمائندہ آیا ہے اگر تم چاہتے ہو کہ ان بھیڑیوں کے لیے اپنے مال میں سے کچھ حصہ مخصوص کر دو تو پھر وہ کسی اور کو نہ دو اور اگر چاہتے ہو کہ ان سے بچ کر رہو اور انہیں ان کے حال پر چھوڑ دو تو پھر جو کچھ یہ اٹھا سکیں وہ ان کا رزق ہوگا۔"

یعنی نبی ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ بھیڑیا اپنی قوم کی طرف سے پیغام لایا ہے اور کہتا ہے کہ یا تو ہمارے لیے لوگ اپنے مال میں سے ایک حصہ مقرر کر دیں جو وہ کسی اور کو نہ دیں تو پھر ہم اس حصہ پر قناعت کر لیں گے اور یا پھر ہم اپنی مرضی سے جو چیز اٹھا کر لے جاسکیں اس پر اعتراض نہ کیا جائے اور ہم سے وہ چیز چھین کر واپس لینے کی کوشش نہ کی جائے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ ہم تو انہیں کچھ بھی دینے پر راضی نہیں ہیں۔ تو نبی ﷺ نے اس بھیڑیئے کی طرف اپنی تین انگلیوں کے ساتھ اشارہ فرمایا۔ (یعنی اسے کہا کہ لوگوں سے بچ کر بھاگ جائے) تو وہ پیچ وتاب کھاتا ہوا واپس ہو گیا۔

ہرنی فریاد کرتی ہے

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں میں نبی ﷺ کے ساتھ مدینہ طیبہ کی کسی گلی میں جا رہا تھا ہم ایک اعرابی کے خیمہ پر سے گزرے وہاں خیمہ میں ایک ہرنی بندھی ہوئی تھی۔ وہ کہنے لگی یارسول اللہ ﷺ اس اعرابی نے کچھ دیر پہلے مجھے شکار کیا (اور یہاں لا کر باندھ دیا) جنگل میں میرے دو بچے ہیں۔ میرے تھنوں میں دودھ اکٹھا ہو چکا ہے۔ اب یہ نہ مجھے ذبح کرتا ہے کہ مجھے استراحت مل جائے اور نہ ہی چھوڑتا ہے کہ میں اپنے بچوں کے پاس چلی جاؤں؟ نبی ﷺ نے فرمایا اگر میں تجھے چھوڑ دوں تو تو واپس آ جائے گی؟ کہنے لگی ہاں۔ ورنہ مجھے اللہ سخت عذاب دے گا۔

تو نبی ﷺ نے اسے چھوڑ دیا۔ وہ تھوڑی دیر بعد واپس آ گئی وہ اپنے ہونٹوں کو زبان سے صاف کر رہی تھی (کیونکہ کچھ کھا پی کر آئی تھی) نبی ﷺ نے اسے حسب سابق خیمے میں باندھ دیا اتنے میں وہ اعرابی ہاتھ میں مشکیزہ لیے آ پہنچا۔ نبی ﷺ نے فرمایا! کیا تم اسے بیچو گے؟ وہ عرض کرنے لگا یارسول اللہ ﷺ! یہ آپ کے لیے ہدیہ ہے تو نبی ﷺ نے اس ہرنی کو کھول کر آزاد کر دیا۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں بخدا میں نے اسے دیکھا کہ وہ زمین پر چلتی جا رہی تھی اور کہہ رہی تھی **اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمدا رسول اللہ**

(ﷺ)

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کا ایک قوم پر گزر ہوا جنہوں نے ایک ہرنی شکار کر کے خیمے کے ایک بانس سے باندھ رکھی تھی۔ وہ عرض کرنے لگی یا رسول اللہ ﷺ! مجھے شکار کر لیا گیا ہے جبکہ میرے دو بچے ہیں آپ مجھے اجازت دیتے ہیں تا کہ میں جا کر انہیں دودھ پلاؤں اور واپس آ جاؤں؟ آپ نے فرمایا! اس کا مالک کون ہے؟ لوگوں نے کہا! ہم ہیں یا رسول اللہ ﷺ! آپ نے فرمایا! اسے کھول دو تا کہ یہ اپنے دونوں بچوں کو دودھ پلا کر واپس آ جائے۔ وہ کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ اگر یہ نہ آئی تو اس کا ضامن کون ہوگا؟ آپ نے فرمایا میں ضامن ہوں گا۔ تو انہوں نے اسے آزاد کر دیا ہرنی گئی بچوں کو دودھ پلایا اور لوگوں کے پاس واپس آ گئی انہوں نے اسے باندھ لیا۔ نبی ﷺ واپس وہاں سے گزرے اور فرمایا ہرنی کا مالک کہاں ہے۔ لوگوں نے کہا یہ ہے یا رسول اللہ ﷺ! آپ نے فرمایا! کیا تم اسے بیچو گے؟ وہ کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ یہ آپ کے لیے ہدیہ ہے آپ نے فرمایا! اسے چھوڑ دو۔ انہوں نے اسے آزاد کر دیا اور وہ اپنے بچوں کے پاس چلی گئی۔

زہر میں بھنی ہوئی بکری بول پڑی

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک یہودی عورت بھنی ہوئی بکری (عرب میں یہ رائج ہے کہ وہ گائے کا بچھڑا یا بکرا سالم بھون کر کھاتے ہیں اور نہ صرف یہ کہ آج بھی رائج ہے بلکہ اس کی تاریخ بہت پرانی ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔ "ابراہیم علیہ السلام اپنے گھر گئے اور نفیس بھنا ہوا بچھڑا لے آئے" (مہمانوں کے لیے) (سورۃ ہود آیت ۶۹) نبی کریم ﷺ کے لیے ہدیہ لائی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اسے کھانا چاہا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہاتھ روک لو!

فان عضوا لها یخبرنی انها مسمومة ۔

"اس بکری کا ایک ٹکڑا مجھے بتلا رہا ہے کہ وہ زہر آلود ہے۔"

چنانچہ آپ نے اس یہودی عورت کو پیغام بھیجا کہ آیا تم نے اس کھانے میں زہر

ملایا تھا؟ کہنے لگی ہاں! میرا خیال تھا کہ اگر آپ جھوٹے ہیں تو میں آپ سے لوگوں کو نجات دلا دوں گی اور اگر سچے ہیں تو اللہ آپ کو ضرور خبردار کردے گا۔

نبی کریم ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا اللہ کا نام لو اور کھاؤ۔ چنانچہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کھایا اور کسی کو کچھ نقصان نہ ہوا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک یہودی عورت نبی کریم ﷺ کے پاس زہر آلود بھنی ہوئی بکری لے کر آئی۔ آپ نے اس سے کچھ کھایا بعد ازاں تحقیقات کے لیے اس عورت کو آپ کے پاس لایا گیا تو آپ نے اس سے اس بارے میں سوال کیا تو وہ کہنے لگی ہاں۔ میں آپ کو قتل کرنا چاہتی تھی۔

آپ نے فرمایا! اللہ تمہیں مجھ پر کبھی غالب نہیں کرے گا یا آپ نے فرمایا کہ اللہ تمہیں کسی مسلمان پر غالب نہیں کرے گا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کیا ہم اسے قتل نہ کردیں؟ فرمایا نہیں!

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب میں جنگ سے فارغ ہو کر (مدینہ منورہ میں) واپس آیا تو مجھے سخت بھوک لگی تھی۔ اتنے میں ایک یہودی عورت سامنے سے مل گئی اس کے سر پر تھال تھا جس میں بکری کا بچہ بھنا ہوا رکھا تھا اور ہاتھ میں کچھ شکر بھی تھی۔ کہنے لگی اللہ کی تعریف ہے جس نے آپ کو سلامتی سے مدینہ پہنچایا میں نے اللہ کے لیے نذر مانی تھی کہ اگر آپ سلامتی سے واپس تشریف لے آئے تو میں یہ بکری ذبح کروں گی اور بھون کر آپ کو کھانے کے لیے ہدیہ کروں گی۔

فاستنطق اللہ الجدی فاستوی قائما علی اربع قوائم فقال یا محمد لا تأکلنی فانی مسموم۔

''اللہ تعالیٰ نے بکری کو قوت گویائی دی اور وہ چاروں قدموں پر کھڑے ہو کر کہنے لگی اے نبی کریم ﷺ مجھے نہ کھانا میں زہر آلود ہوں۔''

پرندے کی فدائیت

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ قضاء حاجت کے لیے دور تشریف

لے جایا کرتے تھے۔ ایک دن اسی طرح آپ تشریف لے گئے۔ پھر وضو کیا اور موزے پہننے لگے۔ ابھی ایک موزہ پہنا تھا کہ ایک سبز پرندہ آیا اور دوسرا موزہ لے اڑا۔ اور اوپر لے جا کر اسے پھینک دیا۔ تو اس موزے سے ایک نہایت سیاہ سانپ نکل کر گر پڑا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا یہ اللہ کی طرف سے میری تکریم و تعظیم ہے۔ پھر آپ نے یہ دعا فرمائی۔

اللھم انی اعوذبك من شر من یمشی علی بطنه و شر من یمشی علی رجلین و شر من یمشی علی اربع ۔

"اے اللہ! میں تیری پناہ طلب کرتا ہوں ہر اس مخلوق کے شر سے جو اپنے پیٹ کے بل چلتی ہے (جیسے سانپ) اور جو دو پاؤں پر چلتی ہے (جیسے انسان) اور جو چار پاؤں پر چلتی ہے (جس طرح کہ چوپائے درندے)

درختوں کا حضور علیہ السلام کی تعظیم کرنا

☆ سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں مکہ میں نبی ﷺ کے ساتھ رہتا تھا ایک بار ہم مکہ کی کسی جانب پہاڑوں اور درختوں سے گزر رہے تھے

فلم یمر بشجر ولا جبل الا قال السلام علیك یا رسول اللہ ۔

تو جس بھی پہاڑ یا درخت کے قریب سے آپ گزرتے اس سے آواز آتی تھی السلام علیک یا رسول اللہ ﷺ۔

☆ سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ مکہ مکرمہ کے بالائی حصہ میں مقام حجون پر بڑے پریشان و غمزدہ بیٹھے تھے۔ آپ نے وہاں دعا کی اے اللہ! مجھے ایسی نشانی دکھا جس کے بعد میں اپنی قوم کی تکذیب سے پریشان نہ ہوں۔ چنانچہ آپ نے اللہ کے حکم سے اپنے پیچھے کھڑے ایک درخت کو آواز دی تو وہ زمین کا سینہ چاک کرتا ہوا آپ کے حضور حاضر ہو گیا اور سلام کا نذرانہ پیش کرنے لگا۔ آپ نے اسے واپس جانے کو کہا تو اپنی جگہ واپس جا کر کھڑا ہو گیا۔ تب آپ نے فرمایا اب مجھے کوئی پروا نہیں کہ قوم میں سے کون مجھے جھٹلاتا ہے۔

☆ ابن بریدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نبی ﷺ کے پاس آیا اور عرض کرنے لگا یا رسول اللہ ﷺ! میں اسلام لا چکا ہوں مجھے کوئی نشانی دکھلائیے تا کہ میرا یقین بڑھ جائے۔ آپ نے فرمایا تو کونسی نشانی دیکھنا چاہتا ہے؟ اس نے کہا اس درخت کو حکم فرمائیں کہ وہ آپ کے پاس آجائے۔ آپ نے فرمایا جاؤ اسے بلا لاؤ۔ وہ اعرابی اس درخت کے پاس گیا اور اسے کہا اے درخت! رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں آؤ۔

قال فمالت علیٰ جانب من جوانبها فقطعت عروقها ثم مالت علی الجانب الاخر فقطعت عروقها حتی اتت النبی صلی الله علیه وسلم فقالت السلام علیك یا رسول الله ۔

کہتے ہیں کہ درخت پہلے ''ایک طرف گرا پھر دوسری طرف گرا اس نے اپنی جڑیں اکھیڑیں اور چلتا ہوا نبی ﷺ کے پاس حاضر ہو گیا اور اس سے آواز آئی السلام علیک یا رسول اللہ ﷺ!'' اعرابی نے کہا بس بس مجھے کافی ہے۔ نبی ﷺ نے درخت سے کہا! واپس چلے جاؤ تو وہ واپس ہو گیا اور حسب سابق اپنی جڑوں اور ٹہنیوں کے ساتھ اپنی جگہ کھڑا ہو گیا۔

اعرابی نے کہا یا رسول اللہ ﷺ مجھے اجازت دیں کہ میں آپ کا سر انور اور قدم ہائے مبارک چوم لوں۔ تو آپ کی اجازت سے اس نے اپنا یہ ارمان پورا کر لیا پھر اس نے کہا کیا آپ اجازت دیں گے کہ میں آپ کو سجدہ کر لوں؟ آپ نے فرمایا کوئی کسی کو سجدہ نہیں کر سکتا اگر میں اس کی اجازت دیتا تو (سب سے پہلے) عورت سے کہتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے کیونکہ عورت پر اس کا عظیم حق ہے۔

درخت آئے بھی اور واپس گئے بھی

وکیع ابن مرہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کے ساتھ کہیں (جا رہا) تھا، ہم ایک جگہ ٹھہرے جہاں بہت درخت تھے۔ آپ نے مجھے فرمایا ان (دور کھڑے) درختوں سے کہو ''تمہیں اللہ کا رسول حکم دیتا ہے کہ اکٹھے ہو جاؤ'' میں ان کے

پاس گیا اور میں نے کہا۔ میں رسول خدا کا فرستادہ ہوں وہ تمہیں حکم فرمارہے ہیں کہ ایک دوسرے کے ساتھ مل جاؤ۔ میری بات سنتے ہی وہ دونوں اکٹھے ہوگئے۔ نبی ﷺ نے ان کی آڑ میں قضاء حاجت فرمائی اور واپس آ کر مجھے فرمایا ان درختوں سے کہو کہ اپنی اپنی جگہ واپس ہو جائیں میں نے انہیں یہ پیغام دیا تو وہ جدا ہو گئے۔

درخت نے سلام کرنے کی اجازت مانگی

یعلیٰ بن مرہ ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی ﷺ کے ساتھ سفر پر تھے۔ ایک جگہ ہم نے پڑاؤ کیا۔ نبی ﷺ وہاں محو استراحت ہو گئے اتنے میں ایک درخت زمین کو پھاڑتا ہوا آیا اور آپ پر سایہ فگن ہو گیا کچھ دیر وہاں ٹھہر کر واپس چلا گیا۔ آپ کے بیدار ہونے پر ہم نے اس کا ماجرا عرض کیا۔ تو آپ فرمانے لگے اس درخت نے اپنے رب عزوجل سے اجازت مانگی تھی کہ مجھ پر سلام پڑھے۔ چنانچہ اسے اجازت دے دی گئی۔

(گویا وہ درخت آپ پر سایہ کرنے کے لیے نہیں آیا تھا ممکن ہے آپ پہلے سے سائے میں سوئے ہوں بلکہ وہ صرف بارگاہ نبوت میں سلام پیش کرنے کے لیے آیا تھا گویا درخت نبی ﷺ کی پہچان رکھتے ہیں اور آپ کی عظمت یہ ہے کہ آپ درختوں کو نہ بھی بلائیں تو بھی وہ خود آپ کے پاس حاضری کو اپنے لیے سعادت سمجھتے ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ حالت خواب میں بھی اپنے ماحول سے غافل و بے خبر نہیں ہوتے اسی لیے آپ نے بیدار ہو کر فرمایا کہ اس درخت نے اللہ سے اذن لے کر حاضری دی تھی۔

یہی وہ مقام ہے جہاں امام بوصیری فرماتے ہیں۔

لا تنکر الوحی من رویاہ ان لہ قلبا اذا نامت العینان لم قنم

ترجمہ:۔ ''نبی ﷺ کے لیے عالم خواب میں وحی کے آنے کا انکار نہیں کرنا چاہئے کیونکہ آپ کا قلب مبارک آنکھوں کے سو جانے کے باوجود بیدار رہتا ہے۔'')

حکیمہ زوجہ یعلیٰ بن مرہ کی روایت کے مطابق بھی یعلیٰ سے ایسی ہی خبر مروی ہے۔

قضائے حاجت کے لئے درختوں کو بلا لیا

غیلان بن سلمہ ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہتے ہیں ایک بار ہم نبی ﷺ کے ساتھ

سفر میں ہمرکاب تھے، ہم نے اس موقع پر آپ سے نہایت تعجب خیز امر (معجزہ) دیکھا۔ وہ یہ کہ ایک جگہ سے ہمارا گزر ہوا جہاں درخت تو تھے مگر دور دور۔ نبی علیہ السلام نے مجھے فرمایا: اے غیلان! ان دو درختوں کے پاس جاؤ اور انہیں کہو کہ آپس میں مل جائیں میں ان کی آڑ میں استنجاء کرنا چاہتا ہوں، تو میں ان کے پاس گیا اور انہیں کہا کہ نبی ﷺ تمہیں حکم فرما رہے ہیں کہ آپس میں مل جاؤ۔

فمالت احداهما ثم انقلعت تخد الارض جتی انضمت الیٰ صاحبتها، فنزل رسول الله صلی الله علیه وسلم فتوضا خلفهما ورکب، ثم عادت تخدالارض الیٰ موضعها .

چنانچہ ان میں سے ایک درخت اوپر کی طرف لمبا ہوا اور زمین سے اکھڑ گیا۔ پھر وہ چلتا ہوا دوسرے درخت کے ساتھ جاملا۔

نبی ﷺ سواری سے اترے ان کی آڑ میں ہاتھ دھوئے اور پھر سوار ہو گئے۔ پھر درخت واپس چلتا ہوا اپنی جگہ پر جا کر کھڑا ہو گیا۔

☆ عبادہ بن ولید بن عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں ہم حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے پاس آئے۔ انہوں نے ہمیں یہ واقعہ سنایا کہ ہم ایک بار سفر میں نبی ﷺ کے ساتھ تھے۔ آپ ایک کشادہ وادی میں اترے۔ اور قضاء حاجت فرمانے کے لیے ایک طرف چلے میں آپ کے پیچھے پانی کا برتن لے کر آیا۔ آپ نے چاروں طرف دیکھا مگر وہاں آڑ لینے کے لیے کوئی چیز (درخت وغیرہ) نظر نہ آئی۔ البتہ وادی کے کنارے پر دو درخت کھڑے تھے۔

فانطلق رسول الله صلی الله علیه وسلم الیٰ احداهما فاخذ بعصن من اغصانها وقال انقادی علی فاذن الله عزوجل لها فانقادت معه کالبعیر المخشوش الذی یطاوع قائده، حتیٰ اتی الشجرة الاخری فاخذ بعضن من اغضانها فقال لها انقادی علی باذن الله فانقادت معه کذالك حتیٰ اذا کان بالمنصف بینهما

جمعهما وقال التئما باذن اللہ تعالٰی علی فالتئمتا ۔

نبی ﷺ ان میں سے ایک کے پاس گئے اور اسے ایک ٹہنی سے پکڑ کر فرمایا میرے ساتھ چلو۔ تو وہ اللہ کے اذن سے آپ کے ساتھ یوں چل پڑا جیسے نکیل انداختہ اونٹ شتربان کے پیچھے چلتا ہے۔ پھر آپ دوسرے درخت کے پاس گئے اور اسے بھی یونہی کھینچ لائے اور دونوں کو درمیان میں لاکر اکٹھا کردیا اور انہیں فرمایا کہ باہم مل جاؤ تو وہ مل گئے۔

(اور ان کے ملنے سے آڑ بن گئی جس کی اوٹ میں نبی ﷺ نے قضائے حاجت فرمائی لہٰذا یہ نبی ﷺ کی سنت ٹھہری کہ آدمی کو کھلے میدان میں پاخانہ یا پیشاب کی حاجت ہو تو کسی نہ کسی آڑ اور پردے کی تلاش کرے خواہ اسے کچھ مشقت ہی برداشت کرنی پڑے کیونکہ اللہ تعالیٰ حیا کرنے والا ہے ہمیں بھی حیا اپنانا چاہئے۔)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں دور جا کر ایک جگہ بیٹھ گیا (کچھ دیر بعد) مجھے آپ کی آہٹ محسوس ہوئی میں نے (پلٹ کر) دیکھا تو آپ میری طرف تشریف لا رہے تھے اور دونوں درخت ایک دوسرے سے الگ ہو کر سیدھے کھڑے تھے۔ میں نے دیکھا کہ نبی ﷺ نے کچھ دیر کھڑے رہنے کے بعد اپنے سر سے دائیں بائیں اشارہ کیا (یعنی دونوں درختوں کو سر کے اشارے سے فرمایا کہ اپنی اپنی جگہ پر جا کر گڑ جاؤ۔) (یہ حدیث مشکوٰۃ باب المعجزات میں بروایت مسلم موجود ہے۔)

معالج کا اپنا علاج ہوگیا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ بنی عامر بن صعصعہ سے ایک آدمی نبی ﷺ کے پاس آیا وہ معالج تھا لوگوں کا علاج معالجہ کیا کرتا۔ آپ سے کہنے لگا اے محمد! (ﷺ) تم کچھ (عقل سے ماوریٰ) باتیں کرتے ہو کیا میں تمہارا علاج نہ کروں؟

نبی ﷺ نے کھجور کے ایک درخت کو آواز دی تو وہ سجدے کرتا اور سجدے سے اپنا سر اٹھاتا ہوا نبی ﷺ کے پاس آ گیا اور آپ کے سامنے کھڑا ہوگیا۔ آپ نے اسے فرمایا!

واپس چلے جاؤ تو اپنی جگہ واپس چلا گیا۔ اس عامری حکیم نے یہ دیکھ کر کہا! خدا کی قسم آئندہ میں تمہاری کسی بات کو جھٹلایا نہیں کروں گا۔ پھر اس نے قبیلہ بنو صعصعہ سے بھی کہہ دیا کہ آئندہ میں آپ کی کسی بات کو نہیں جھٹلاؤں گا۔

یہاں امام بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے قصیدہ بردہ میں کیا خوب فرمایا ہے۔

فجآء ت لدعوته الا شجار ساجدة　　تمشی الیه علیٰ ساق بلا قدم

آپ کے بلانے پر درخت سجدہ کرتے ہوئے آئے۔ جو قدموں کے بغیر پنڈلیوں پر چلتے ہوئے آئے تھے۔

کانما سطرت سطرا لما کتبت　　فروعها من بدیع الخط فی اللقم

گویا ان درختوں کی شاخوں نے راہ میں انوکھے رسم الخط کے ساتھ تحریر (آپ کی تعریف) لکھی۔

درخت اور پتھر آپس میں جمع ہونے لگے

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج پر روانہ ہوئے، جب آپ وادی روحا (جو مدینہ منورہ سے تین میل دور ہے) پہنچے تو آپ نے مجھے فرمایا اے ''اسیم!'' (زھری کہتے ہیں کہ آپ حضرت اسامہ کو پیار سے تصغیر کے ساتھ اسیم کہتے تھے) اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے باہر جانے کے لیے تمہیں کہیں کوئی آڑ نظر آتی ہے۔

اسامہ کہتے ہیں میں باہر نکلا اور کافی تلاش کی تا آنکہ میں تھک گیا مگر نہ کوئی ایسی جگہ مل سکی جہاں لوگ موجود نہ ہوں اور نہ ہی کوئی آڑ نظر آئی جس کے پیچھے آدمی چھپ کر قضاء حاجت کر سکے۔ میں واپس آ گیا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو حق دے کر بھیجنے والے رب کی قسم میں نے بہت تلاش کی مگر کوئی ایسی جگہ نہ مل سکی جہاں آدمی چھپ کر قضاء حاجت کر لے اور لوگوں سے وادی کے دونوں کنارے بھرے پڑے ہیں۔ آپ نے فرمایا! کیا کوئی درخت یا کچھ پتھر بھی کہیں نظر پڑے ہیں؟ میں نے کہا ہاں چند چھوٹے چھوٹے کھجور کے درخت ہیں اور ان کے قریب ہی پتھر کی کچھ سلیں ہیں۔

آپ نے فرمایا! تو پھر تم ان درختوں کے پاس جاؤ اور انہیں کہو کہ اللہ کا رسول تمہیں حکم دے رہا ہے کہ آپس میں مل جاؤ تا کہ ان کے لیے پردے کی جگہ بن جائے اور پتھروں سے بھی جا کر یہی کہو، تو میں ان درختوں کے پاس آیا اور انہیں کہا کہ اللہ کے رسول ﷺ تمہیں فرما رہے ہیں کہ باہم مل جاؤ تا کہ ان کے لیے پردہ کی جگہ بن جائے۔

فو الذی بعثه بالحق لقد رأيتهن يتقافزن بعروقهن و ترابهن حتی لصق بعضهن ببعض فكانهن نخلة واحدة وقلت ذالك للحجارة فو الذی بعثه بالحق لقد رأيتهن يتقافزن حجرا حجرا حتی صرن كانهن جدار .

تو اس خدا کی قسم جس نے نبی ﷺ کو حق دے کر بھیجا ہے۔ میں نے دیکھا کہ وہ درخت اپنی جڑوں اور مٹی کے ساتھ زمین سے اچھل اچھل کر باہر نکل رہے ہیں پھر یوں آپس میں مل کر کھڑے ہو گئے جیسے ایک ہی درخت ہو۔ پھر میں نے پتھروں کو بھی آپ ﷺ کا حکم سنایا تو اللہ عزوجل کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق دے کر بھیجا ہے میں نے دیکھا کہ وہ بھی کود کود کر ایک دوسرے پر بیٹھ رہے ہیں اور دیکھتے ہی دیکھتے ان کی دیوار بن گئی۔

میں آپ کے پاس آیا اور ساری بات سنائی۔ آپ نے فرمایا اے اسیم! یہ پانی کا برتن اٹھا لو۔ میں نے اٹھا لیا اور آپ کے ساتھ چل پڑا۔ جب ہم ان درختوں والی جگہ پر پہنچے تو آپ نے برتن مجھ سے لے لیا اور چل دیئے۔ آپ نے وہاں قضاء حاجت فرمائی اور برتن اٹھائے میرے پاس واپس آئے۔ ہم واپس اپنے خیمے میں آئے آپ نے مجھے فرمایا اے اسیم! ان درختوں کے پاس جاؤ اور انہیں کہو رسول اللہ ﷺ تمہیں حکم دے رہے ہیں کہ اپنی اپنی جگہ واپس ہو جاؤ اور پتھروں کو بھی پیغام دے دو۔

فاتيت النخلات فقلت لهن ما امرنی، فو الذی بعثه بالحق لقد رأيتهن يتقافزن بعروقهن و ترابهن حتی رجعت كل نخلة الی مكانها، وقلت ذالك للحجارة فو الذی بعثه بالحق لقد رأيتهن

یتقافزن حجرا حجرا حتیٰ رجع کل حجر الیٰ مکانه، فاتیته فاخبرته صلی اللہ علیه وسلم ۔

چنانچہ میں درختوں کے پاس آیا اور انہیں آپ ﷺ کا پیغام پہنچایا۔ تو اس اللہ تعالیٰ کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق دے کر بھیجا ہے وہ اپنی جڑوں اور مٹی کے ساتھ اچھلتے ہوئے اپنی اپنی جگہ واپس چلے گئے۔ پھر میں نے پتھروں کو بھی آپ ﷺ کا حکم پہنچایا تو اللہ عزوجل کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق دے کر بھیجا ہے میں نے دیکھا وہ بھی ایک ایک کر کے اچھلے اور اپنی اپنی جگہ پر جا گرے۔ (اور میں نے واپس آ کر آپ ﷺ کو سارا ماجرا کہہ سنایا۔) (یہ تمام واقعات دلائل النبوۃ لامام ابی نعیم سے لیے گئے ہیں)

الحمد للہ المتوحد — بجلاله المتفرد
وصلاته دواما علی — خیر الانام محمد
والال والاصحاب هم — ماویٰ عند شدائدی
فالی العظیم توسلی — بکتابه و باحمد



(۵)

معجزۂ شق القمر

الحمدلله الذی انعم علینا بنعمه العظام وتفضل علینا بمننه الجسام و رفع معالم العربیة و منارها واشاع فیما بین الناس اضواء ها وانوارها وجعل علم الاعراب اقربها فائدة واربحها عائدة وارجحها معیارا واسناها عظمة ومقدارا حیث صیرها مفتاحا بتائیده فی معرفة العلوم الاسلامیة ومصباحا بنوره یستضاء فی سائر فنون الادبیة فنصبه سلما به یتیسر الارتفاع الی علم البیان فیمکن الاطلاع علی نکت نظم القران والصلوٰة علی رسوله محمد ن الذی کسر بثاء الجهل فی الانام وحفر الشکوك والشبهات عن طرق الاسلام وعلیٰ اله واصحابه الکرام ۔

اما بعد

فاعوذ الله من الشیطن الرجیم٥

بسم الله الرحمن الرحیم٥

اقتربت الساعة وانشق القمر ۔ (سورۃ القمر آیت:۱)

قیامت کی گھڑی قریب آ پہنچی اور چاند پھٹ گیا۔

(معجزہ شق القمر جہاں ایک طرف حضور علیہ السلام کی عظمت وشان کی بہت

بڑی علامت ہے تو دوسری طرف قیامت کے دن نظام عالم کے درہم برہم ہونے کی بھی دلیل ہے، اس تقریر میں صرف پہلے جزو پہ بحث کی جائے گی۔ مختلف کتب کے مطالعہ سے میرے پاس اس موضوع پر جو مواد جمع ہے وہ قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔ **وما توفیقی الاباللہ علیہ توکلت والیہ انیب)**

ماہ از انگشت اوشق می شود	پنجۂ او پنجۂ حق می شود
آمد اندر بیعت و اندر قتال	دست احمد عین دست ذوالجلال

اپنے انداز میں:-

حضور ﷺ کی دعوت کو روکنے سے جب کفار ومشرکین مکہ پوری طرح پٹ چکے اور اتنا ہی یہ ابھرے گا جتنا کہ دباؤ گے۔ کا مصداق بن کر دین اسلام دن بدن پھیلتا چلا جارہا تھا تو حاکم شام حبیب بن مالک (جو کہ ابوجہل کا گہرا دوست تھا) کو ابوجہل نے ایک خط لکھا، جس کی عبارت کچھ اس طرح تھی **کلما قابلناہ بالحجة غلب علینا فالیوم ضعف دینك و دین آباء ك فالحق به قبل ان ینتشر دینك** ۔ہم نے جب بھی دلیل کے ساتھ اس (محمد ﷺ) سے بات کی ہے وہ ہم پر غالب آ گیا ہے پس آج تیرا اور تیرے آباؤ واجداد کا دین کمزور ہو چکا ہے لہٰذا قبل اس کے کہ اس کا دین (اسلام) پھیل جائے تو آ کر اسکو مل۔ یہ حبیب چونکہ حکیم بھی تھا اور کفار ومشرکین حضور علیہ السلام کو مجنون بھی کہتے تھے لہٰذا حضور علیہ السلام کا علاج کرنے کے بہانے اس کو بلا لیا گیا جبکہ قدرت کو خود حضور علیہ السلام کے ہاتھوں حبیب کا علاج کرنا مقصود تھا۔

حبیب بارہ سواروں کے ساتھ مکہ میں داخل ہوا اور اہل مکہ نے اس کا خوب استقبال کیا۔ اس نے پوچھا مریض کہاں ہے اور وہ کس طرح کی باتیں کرتا ہے ابوجہل نے کہا: نام اس کا محمد ہے مکہ میں پیدا ہوا ہے۔ میرا بھتیجا ہے، چالیس سال تک ہم خود اس کو صادق وامین مانتے رہے مگر اب اس نے اپنے آپ کو نبی کہنا شروع کر دیا ہے (اتنی سی سیرت تو ابوجہل بھی مانتا تھا جو آجکل بھی بیان کی جاتی ہے اس کے بعد والی کا وہ بھی انکار

کرتا تھا) حبیب نے کہا! مجھے اس کے پاس لے چلو، ابو جہل نے کہا، اتنی جلدی نہ کر پہلے سوچ لے تجھ سے پہلے بھی اس کے پاس کئی گئے ہیں مگر واپس نہیں آئے اور ہمارے ہاتھ سے نکل کر دامن مصطفیٰ سے وابستہ ہو گئے ہیں اور ہر جگہ اعلان کرتے پھر رہے ہیں کہ

؎ دونوں عالم میں تمہیں مقصود گر آرام ہے
ان کا دامن تھام لو، جن کا محمد نام ہے

جو بھی اس کے پاس جاتا ہے اس کی زلفوں کا اسیر ہو جاتا ہے اور ہمارے دین سے متنفر ہو جاتا ہے اور جب ہم اس کو لالچ یا دھمکی سے واپس لانے کی کوشش کرتے ہیں تو برملا اعلان کرتا ہے۔

؎ سر کٹے کنبہ مرے یا گھر لٹے
دامن احمد نہ ہاتھوں سے چھٹے

حبیب سوچ میں پڑ گیا اور کہنے لگا یہ کیسا مریض ہے؟ اچھا اس کو یہاں بلالو میں اس کے ہاتھ پہ ہاتھ رکھ کر بیماری پہنچان لوں گا۔ ابو جہل نے کہا! پہلے عمر بن خطاب بھی اس کے ہاتھ پہ ہاتھ رکھ کر ہمارے ہاتھوں سے نکل چکا ہے اور اس کا غلام بن کر ہمارے لیے موت کا پیغام بن چکا ہے اور گلی گلی اعلان کر رہا ہے۔

؎ محمد کی الفت بڑی چیز ہے
خدا دے یہ نعمت بڑی چیز ہے

اور اپنے خاندان، قبیلے اور مذہب کو خیر آباد کہہ چکا ہے اور لاکھ سمجھائیں تو ہماری ایک بھی نہیں سنتا بلکہ جب بھی اس کو محمد (ﷺ) کا ساتھ چھوڑنے کو کہا جاتا ہے تو آگے سے ایک ہی جواب ملتا ہے،

؎ جے چھڈ دیواں دنیا ہو سکدا گزارا
محمد نوں چھڈیاں گزارا نہیں ہوندا

حبیب نے کہا اچھا اس کو بلاؤ تو سہی میں اس کی نبض بھی نہ دیکھوں گا بلکہ آنکھیں دیکھ کر اس کی بیماری کا پتہ چلا لوں گا اگر پیلی ہوں گی تو یرقان ہوگا، سرخ ہوں گی تو گرمی

ہوگی جس کی وجہ سے اس کے دماغ پر اثر ہو چکا ہوگا۔ ابوجہل نے کہا: پہلے بلال نے بھی اس کی آنکھوں ہی کو دیکھا تھا جو آج تک گرم پتھروں، تپتی ریت اور جسم میں گرم سلاخیں پیوست کرا کے بھی یہی نعرہ لگا رہا ہے

اکھ اکھ وچ پا کے تکیا اے　　میرے دل دے کر گیا دو ٹکڑے

اور جب ہم اس کو سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں تو ہمیں جواب دیتا ہے

افسوس کروانیہاں اکھیاں تے　　اوھدا وار بچاو ناں نہ آیا

اک دن وہ مل گئے تھے سر راہ گزر کہیں
پھر دل نے بیٹھنے نہ دیا عمر بھر کہیں

حبیب سوچ میں پڑ گیا اور کہنے لگا، اچھا میں اس کی آنکھوں میں آنکھیں بھی نہیں ڈالوں گا، اس کی نبض پہ ہاتھ بھی نہیں رکھوں گا اس کی باتوں سے اس کی بیماری کا اندازہ لگالوں گا۔ ابوجہل نے کہا، وہ تو باتوں باتوں میں پتھروں سے باتیں کرا لیتا ہے اور یہ واقعہ تو خود میرے ساتھ بھی ہو چکا ہے۔

سنگہا اندر کف بوجہلؔ بود　　گفت اے احمد بگوایں چیست زود
گر رسولی چیست در دستم نہاں　　چوں خبرداری زمین وآسماں
لا الہ گفت الا اللہ گفت　　گوھر احمد رسول اللہ گفت

(مولائے روم)

پھر ابوجہل خود ہی کہنے لگا کہ اے حبیب! اگر تجھے میری باتوں پر اعتبار نہیں آ رہا تو ''فائل بنی ہاشم۔ بنو ہاشم سے اس (محمد ﷺ) کے بارے میں پوچھ لے۔ حبیب نے بنو ہاشم سے پوچھا تو سب نے بیک زبان جواب دیا **کنا نعرفہ بالصدق فی صغرہ ولما بلغ اربعین سنۃ جعل یسب الھتنا و یظھر دنیا غیر دین اباء نا** ۔ ہاں ہم ان کو بچپن سے ہی سچا جانتے ہیں اور جب وہ (محمد ﷺ) چالیس سال کے ہوئے ہیں تو ہمارے خداؤں کو گالیاں دینے لگے اور ہمارے بڑوں کے دین کے علاوہ نیا دین پیش کر دیا۔ چنانچہ طے یہ پایا کہ ان کو بلایا جائے (اور اس سے پہلے ابوجہل نے سب سے

وعدہ لے لیا کہ ان کے آنے پر کوئی ان کی تعظیم میں کھڑا نہ ہو اور نہ ہی ان کو سلام کیا جائے۔ سلام وقیام کرنے سے روکنے کی ''ریت'' بہت پرانی ہے اور اس کا بانی ابو جہل ہے۔ مگر عجیب بات ہے کہ) جب ہمارے آقا سیاہ عمامہ اور سبز کلہ پہن کر تشریف لائے۔ حضور کی دائیں جانب ابوبکر ہیں پیچھے حضرت خدیجہ ہیں تو حضور علیہ السلام کی ان پر ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ قیام وسلام سے روکنے والا ابو جہل سب سے پہلے کھڑا ہو گیا یا فرشتوں نے زبردستی کانوں سے پکڑ کر کھڑا کر دیا۔ (آج بھی کوئی صلوٰۃ وسلام کے لیے مسرور ہو کر کھڑا ہوتا ہے اور کسی کو قومی ترانے کے لیے مجبور ہو کر کھڑا ہونا پڑتا ہے۔)

؎ یہ بڑے کرم کے ہیں فیصلے ‏ ‏ ‏ یہ بڑے نصیب کی بات ہے
؎ وہ جس کو خدا نے بڑھایا ہے ‏ ‏ ‏ کوئی اور ''گھٹانا'' کیا جانے

اب گفتگو کا آغاز ہوا تو حبیب نے کہا **یا محمد انت تعلم ان للانبیاء کلھم معجزات الک معجزۃ** ۔ اے محمد! تو جانتا ہے کہ نبیوں کے معجزات ہوتے ہیں کیا تیرے پاس بھی کوئی معجزہ ہے؟ سرکارؐ نے فرمایا **ماذا ترید** ۔ تو چاہتا کیا ہے؟ (یعنی کوئی ایک معجزہ ہو تو بتاؤں، تو خود بتا کیسا معجزہ دکھاؤں) حبیب بولا **ارید ان تغیب الشمس و تخرج القمر و تنزلہ الی الارض وتجعلہ منشقا نصفیں ثم یعود الی السماء قمرا منیرا** ۔

میں یہ چاہتا ہوں کہ تو پہلے سورج کو غروب کرے پھر چاند کو طلوع کر کے اس کو دو ٹکڑے کر کے زمین پر لائے پھر چاند واپس آسمان پہ جائے اور وہاں جا کر چمکنے لگے (کافر ہو کر وہ بھی یہ تو جانتا تھا کہ جو نبی ہو وہ ایسا کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔)

ہے سوچنے کی بات اسے بار بار سوچ

حضور علیہ السلام نے بغیر کسی گھبراہٹ کے بڑے سکون کے ساتھ اس کا یہ مطالبہ مان لیا اور فرمایا **ان فعلتہ تؤمن** ۔ اگر میں ایسا کر دوں تو میرے اوپر ایمان لے آئے گا؟ (اس نے سوچا کہ اتنا بڑا کام کرنے کی حامی بھر چکے ہیں کیونکہ نہ اپنا کام بھی کروالوں) **نعم بشرط ان تخبر بما فی قلبی** ۔ ہاں مگر ساتھ آپ کو یہ بھی بتانا ہوگا

کہ میرے دل میں کیا ہے؟ حبیب نے کہا۔

خیال آیا مسلماں نیک و بد پہچان جاتے ہیں
محمد آدمی کے دل کی باتیں جان جاتے ہیں

حضور علیہ السلام جبل ابی قبیس پہ تشریف لے گئے دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ کافر آسمان کے چاند کو دیکھنے لگے اور صحابہ آمنہ کے چاند کے چاند سے زیادہ روشن چہرے کو تکنے لگے۔ کافروں کو یہ یقین تھا کہ چاند نہیں ٹوٹ سکتا (جس طرح آج کے سائنس دان کہتے ہیں کہ اتنا بڑا چاند کیسے ٹوٹ سکتا ہے مگر چاند نہیں۔ جس نے چاند کو اتنا بڑا بنایا ہے اس نے ہی اپنے محبوب کے ہاتھوں میں اس کو تڑوایا ہے اور وہ اگر چاہے تو بڑی سے بڑی شئی کو چھوٹی سے چھوٹی بنا دے) مگر صحابہ رضی اللہ عنہم کو یقین تھا یہ تو چاند ہے اگر آسمان کو بھی اشارہ کر دیا تو وہ بھی ٹوٹ جائے گا کیونکہ

رب کعبہ کی رضا میں ہے رضائے مصطفیٰ
ہے رضائے مصطفیٰ میں رب کعبہ کی رضا

جو پتھروں سے کلمہ پڑھوا سکتے ہیں، درختوں کو بلوا سکتے ہیں وہ چاند کے ٹکڑے بھی فرما سکتے ہیں۔

فنزل جبرئیل علیہ السلام ومعہ اثنا عشر الفامن الملائکۃ پس جرائیل امین بارہ ہزار فرشتوں کے ساتھ اترے اور خدا کا سلام پیش کرنے کے بعد پیغام عرض کیا کہ اللہ فرماتا ہے حبیبی لا تخف ولا تحزن وانا معك حیثما کنت۔ اے میرے محبوب نہ ڈر اور نہ غم کر تو جہاں ہوگا میں بھی تیرے ساتھ ہوں گا (بس تو ایک اشارہ کر دے چنانچہ حضور نے اشارہ فرمایا تو پہلے سورج غروب ہوا) ثم طلع القمر منیرا۔ پھر روشنی بکھیرتا ہوا چاند نکلا۔

انگلی کا اشارہ:۔

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے چاند ستارے اور سورج کے طلوع ہونے کا انتظار فرمایا اور جب وہ اپنے اوقات پر طلوع ہوئے تو فلما جن علیہ الیل راکو کبا۔

فلما را القمر بازغا فرمایا یعنی ان کو انتظار کی زحمت اٹھانا پڑی اور حبیب اللہ نے اشارہ کیا تو سورج غروب ہوگیا اور چاند طلوع ہوگیا۔ معلوم ہوا کہ خلیل اللہ چاند کا انتظار فرماتے ہیں اور چاند ہمارے آقا کے اشارے کے انتظار میں ہے۔ انشاء اللہ قیامت کے دن ہم جیسے لاکھوں کے لیے بھی آپ کا ایک اشارہ ہی کافی ہوگا۔ اور دنیا کھلی آنکھوں سے دیکھے گی کہ

؎ فقط اشارے سے سب کی نجات ہو کے رہی

جب سرکار کا اشارہ زمین پر کھڑے ہوکر آسمان پہ چلتا ہے تو بروز قیامت بھی یہی اشارہ چلے گا اور

؎ ہر نظر کانپ اٹھے گی محشر کے دن خوف سے ہر کلیجہ دھل جائیگا
اوڑھ کر کالا کمبل وہ آجائیں گے تو قیامت کا نقشہ بدل جائیگا

مصطفیٰ کریم علیہ السلام نے پوری طاقت استعمال نہیں کی فقط اشارہ فرمایا ہے تو جس کے اشارے میں اتنی طاقت ہے اس کی قوت بازو کا کون اندازہ کرسکتا ہے۔

اشارہ کیا ہوتا ہے؟ یہ ایک وہمی لکیر ہے جس کی ابتداء انگلی تھی اور انتہا مشار الیہ یعنی چاند تھا جو دو لاکھ چالیس ہزار میل کی بلندی پر تھا مگر وہ ٹکڑے ہوگیا خدا ہی جانتا ہے جس کی انگلی کی طاقت یہ ہے اس کے ہاتھ کی طاقت اس کے بازو کی طاقت اور بازو والے کی طاقت کیا ہوگی۔

؎ دست احمد عین دست ذوالجلال

حبیب کو بھی پتہ چل گیا کہ جس کی انگلی کے اشارے پہ آسمانوں کا چاند ٹوٹ گیا اور سورج چلتا بنا اس کے نقش پا کو اپنانے سے ہی خدا ملے گا۔ ادھر اس کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا اور ادھر اس کی گوشت کا لوتھڑا بیٹی کو صحت مل گئی اور اس کا کوڑھ ختم ہوگیا اور یہی وہ دل کی بات تھی کہ جس کو بتانے کی اس نے شرط لگائی تھی (بشرط ان تخبر بما فی قلبی۔ جسمانی کوڑھ بھی حضور کی نگاہ کرم سے دور ہوتا ہے اور ایمان کے کوڑھے کو بھی حضور ہی کے کرم سے شفا ہوسکتی ہے۔)

حبیب نے فوراً عرض کیا میرا دوسرا کام فرمایا ان لك نبتا سطیحة و ان الله قدرد علیها جوارها ۔ ہاں ہاں وہ تیری بیٹی کا مسئلہ ہے جو بالکل اپاہج ہے میرے اللہ نے اس کو بھی تندرست کر دیا ہے۔

واہ واہ شان محمد تیری واہ واہ رتبے تیرے
بیٹھا وچ مکے دے ہووے ہتھ یمن وچہ پھیرے

خلیل اللہ علیہ السلام نے چاند سورج اور ستاروں کا تغیر دیکھ فرمایا فلما افل قال لا احب الافلین ۔ جو تغیر پذیر ہو وہ میرا اللہ نہیں ہوسکتا اور حبیب اللہ نے چاند کے دو ٹکڑے کر کے بتا دیا کہ جو میرا اشارہ برداشت نہیں کرسکتا وہ خدا کیسے ہوسکتا ہے۔

حبیب یمنی کا قبول اسلام:۔

یہ منظر دیکھ کر اور حضور علیہ السلام کی زبان سے اپنی بیٹی کی تندرستی کی خوش خبری سن کر حبیب پکار اٹھا۔

یااھل مکة لا کفر بعد الایمان اعلموا انی اشھد ان لا الہ الا اللہ وان محمد اعبدہ و رسولہ ۔

اے مکہ والو! ایمان کے بعد کفر نہیں ہوسکتا جان لو کہ میں اللہ اور اس کے رسول پہ ایمان لے آیا۔

اور جب حبیب واپس اپنے گھر گیا تو ابھی اپنے گھر کے دروزے کے پاس پہنچا ہی تھا کہ فاستقبلتہ بنتہ قائلة اشھد ان لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔تو اس کی بیٹی کلمہ پڑھتی ہوئی گھر سے باہر اپنے باپ کے استقبال کو آئی۔ باپ نے حیران ہو کر پوچھا! تو تندرست کیسے ہوئی اور تجھے کلمہ کون پڑھا گیا ہے؟ تو اس نے عرض کیا۔

اتی الی فی المنام رجل فقال لی ان اباك قد اسلم فان کنت مسلمة فقدر ددنا علیك اعضاء ك سالمة فاسلمت فی منا می واصبحت کما ترانی ۔

میری خواب میں ایک شخص آیا اور اس نے مجھے کہا! تیرا باپ تو ایمان لے آیا ہے۔

اگر تو بھی ایمان لے آئے تو تیرے اعضاء صحیح وسلامت ہو جائیں گے پس میں اسلام لے آئی تو تندرست ہوگئی جیسا کہ تو دیکھ رہا ہے۔ بالفاظ اگر

؎ تھوڑی دیر ہوئی اک آیا کالیاں زلفاں والا
اک دو گھڑیاں ٹھہریا ایتھے کر گیا نور اجالا

مصطفیٰ کریم علیہ السلام نے ایک ہی وقت میں حبیب کو مکے میں اور اس کی بیٹی کو یمن میں کلمہ پڑھا دیا (اور حاضر ناظر کس بلا کا نام ہے۔)

دلائل النبوۃ میں امام حافظ ابونعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی علیہ الرحمۃ (التوفی ۴۳۰ھ) نے اس واقعہ کو اس طرح بیان فرمایا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انشق القمر فرایتہ فرقتین۔ چاند پھٹ گیا اور میں نے اس کے دو ٹکڑے خود اپنی آنکھوں سے دیکھے۔

؎ سورج الٹے پاؤں پلٹے چاند اشارے سے ہو چاک
اندھے نجدی دیکھ لے قدرت رسول اللہ کی

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

انشق القمر علٰی عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم اشهدوا .

(نبی ﷺ کے زمانہ میں چاند پھٹ گیا تو نبی ﷺ نے فرمایا گواہ رہو)

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی تفسیر مروی ہے۔

اقربت الساعة وانشق القمر . (سورۃ القمر آیت نمبر۱)

ترجمہ:- قیامت قریب آ گئی اور چاند پھٹ گیا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مشرکین مکہ نبی ﷺ کے پاس آئے ان میں ولید بن مغیرہ ابوجہل بن ہشام عاص بن وائل عاص بن ہشام اسود بن یغوث اسود بن مطلب بن اسد بن عبدعزی، زمعہ بن اسود، نضر بن حارث اور ایسے ہی دیگر افراد بھی شامل تھے۔ یہ لوگ نبی ﷺ سے کہنے لگے اگر تم سچے ہو تو ہمارے لیے چاند دو ٹکڑے کر دکھاؤ۔ ایک ٹکڑا

کوہ ابوقبیس پر ہو تو دوسرا کوہ قعیقعان پر۔

(کوہ ابوقبیس مکہ مکرمہ میں حرم شریف سے متصل ہے اور کوہ قعیقعان بھی مکہ مکرمہ میں ہے یعنی کفار کا تقاضا تھا کہ چاند کے دو ٹکڑوں میں اتنا فاصلہ ہو جائے کہ ایک ٹکڑا کوہ ابوقبیس پر نظر آئے تو دوسرا قعیقعان پر نظر آنا چاہئے۔)

نبی ﷺ نے فرمایا اگر میں یہ کر دکھاؤں تو تم ایمان لاؤ گے؟ کہنے لگے ہاں! وہ چودھویں کا چاند تھا۔ نبی ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی کہ انہیں یہ نشانی دکھا دی جائے۔

فامسی القمر قد مثل نصفا علیٰ ابی قبیس و نصفا علیٰ قعیقعان و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینادی یآ ابا سلمة بن عبد الاسد والارقم بن ابی الارقم اشهدوا ۔

تو دیکھتے ہی دیکھتے چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے ایک ابوقبیس پر تھا اور دوسرا قعیقعان پر اور نبی ﷺ آواز دے رہے تھے او ابوسلمہ بن عبدالاسد! اوارقم بن ابی ارقم گواہ رہنا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کے پاس یہود کی خبریں پہنچیں کہ وہ کہتے ہیں ہمیں کوئی نشانی دکھائی جائے۔ تاکہ ہم ایمان لا سکیں آپ نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ انہیں کوئی قدرت دکھائی جائے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ دکھلایا کہ چاند پھٹ گیا اور دو چاند نظر آنے لگے ایک صفا پر تھا اور دوسرا مروہ پر۔ یہ منظر اتنی دیر قائم رہا جتنا عصر سے رات تک وقت ہوتا ہے۔ سب لوگ دیکھتے رہے پھر چاند ڈوب گیا تو کہنے لگے یہ سحر مستمر ہے۔ (دیر پا جادو ہے)

قرآن کریم میں انہی الفاظ کو دہرایا گیا ہے۔

اقتربت الساعة وانشق القمر وان یروا ایة یعرضوا ویقولوا سحر مستمر ۔

ترجمہ:- قیامت قریب آ گئی اور چاند پھٹ گیا اور جب بھی کفار کوئی معجزہ دیکھ لیں تو منہ پھیر کر کہتے ہیں یہ تو دیر پا جادو ہے۔ (سورۃ قمر آیت نمبر۱)

ے تیری مرضی پا گیا سورج پھرا الٹے قدم
تیری انگلی اٹھ گئی ماہ کا کلیجہ چر گیا

چاند کے دوٹکڑے سب دنیا میں دیکھے گئے:۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی ﷺ کے زمانہ میں چاند پھٹا تو کفار قریش کہنے لگے یہ ابن ابی کبشہ (کفار نبی ﷺ کو ابن ابی کبشہ کہتے تھے کیونکہ ابو کبش آپ کے اجداد میں سے ایک شخص تھا اور بت پرستی کے خلاف تھا) کا جادو ہے نبی ﷺ نے فرمایا ذرا انتظار کرو باہر سے مسافر آئیں گے تو تصدیق ہو جائے گی۔ محمد (ﷺ) سب دنیا پر تو جادو نہیں کرتا ناں؟

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب ہم مکہ میں تھے چاند دوٹکڑے ہو گیا۔ کفار قریش نے کہا یہ جادو ہے۔ ابن ابی کبشہ نے تمہاری نگاہوں پر جادو کر دیا ہے۔ اب دیکھو باہر سے مسافر آئیں گے تو پتا چلے گا اگر وہ بھی ایسے ہی کہیں جیسے تم نے دیکھا ہے تو پھر محمد ﷺ کی بات سچی ہے۔

قال فما قدم عليهم احد من وجه من الوجوه الا اخبروهم بانهم رأوه .

کہتے ہیں پھر دنیا کے جس کونے سے بھی لوگ آئے سب نے یہی بتلایا کہ ہم نے خود ایسا دیکھا ہے۔

چنانچہ سید سلیمان ندوی اپنی کتاب خطبات مدراس میں لکھتے ہیں کہ ابھی ابھی سنسکرت کی ایک کتاب ملی ہے جس میں لکھا ہے کہ اس وقت ہندوستان میں مالا بار کے راجہ نے اپنی آنکھوں سے چاند کو دوٹکڑے ہوتے دیکھا تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ معجزہ شق القمر پر احادیث اس قدر ہیں کہ ان کا انکار ممکن نہیں۔

علامہ آلوسی روح المعانی میں لکھتے ہیں۔

والاحاديث في الانشقاق كثيرة .

امام تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ شرح المختصر میں لکھتے ہیں۔

الصحيح عندى ان انشقاق القمر متواتر منصوص فى القران مروى فى الصحيحين وغيرهما من طرق شتى بحيث لا يتمارى فى تواتره ۔

ترجمہ:- میرے نزدیک صحیح رائے تو یہ ہے کہ چاند کا شق ہونا متواتر ہے۔ قرآن میں اس پر نص موجود ہے۔ بخاری اور مسلم وغیرھما محدثین نے مختلف طرق سے اسے روایت کیا ہے۔ تو اب اس کے تواتر میں کیا شک ہوسکتا ہے۔

(قلت) واقعہ شق القمر کو بخاری اور مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی۔ جبکہ مسلم اور ترمذی نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مندرجہ بالا حدیث روایت کی ہے جس میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چاند کے پھٹ جانے کے بعد فرمایا اشهدوا۔ اور ترمذی نے اس حدیث کے بعد کہا حسن صحیح۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور بیہقی نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے یہ واقعہ روایت کیا ہے اسی طرح ایک حدیث کو محدث ابو داؤد طیالسی نے عبداللہ بن مسعود ہی سے اپنی مسند میں روایت کیا ہے۔ دیکھئے مسند ابی داؤد طیالسی جلد اول ص ۳۸ طبع حیدر آباد۔

۲۰۰ھ کے بعد ہندوستان میں اس واقعہ کی تصدیق اور کافر بادشاہ ساحری کا قبول اسلام (دیکھیے تاریخ فرشتہ فارسی ص ۳۶۹)

سائنس والے اگر چاند پہ پہنچے ہیں تو یہ اس لیے اتنا بڑا کمال نہیں کہ ہمارے آقا تو وہ ہیں جو چاند تو کیا قاب قوسین کی بلندیوں کو پیچھے چھوڑ گئے ہیں اور انہی کی زبان سے یہ الفاظ ہم تک پہنچے ہیں لترکبن طبقا عن طبق ۔ کہ تم بلندیوں تک جا تو سکتے ہو لیکن جس بلندی پہ محبوب خدا پہنچا ہے اس کی گرد و غبار کو بھی نہیں پا سکتے۔

سینکڑوں سال کے بعد چاند پر پہنچ جانا اگر سائنس کا کمال ہے تو تو سینکڑوں سال پہلے مکہ میں کھڑے ہو کر انگلی کے اشارے سے چاند کو ٹکڑے کر کے قدموں میں بلانا کمال کیوں نہیں؟

سائنس دانوں کا چاند پر جانا بھی حضور ہی کا کمال سمجھا جائے گا کہ آپ ہی کی زبان سے یہ الفاظ نکلے کہ لترکبن طبقاعن طبق اور ان کے لیے چاند پر جانے کا راستہ بن گیا اگر آپ یہ نہ فرماتے تو ان کی کیا مجال تھی کہ وہاں پہنچ سکتے لہٰذا درحقیقت یہ بھی حضور علیہ السلام کا کمال سمجھا جائے گا۔

سائنس تو وہ ہے جو سورج چاند کو ایک لمحہ کے لیے روک نہیں سکتی مگر ہمارے آقا نے صرف سورج کو روکا نہیں بلکہ ڈوبے ہوئے سورج کو واپس لائے ہیں۔ ایک ہاتھ سے چاند توڑا۔ دوسرے سے ڈوبا ہوا سورج موڑا

اندھے نجدی دیکھ لے قدرت رسول اللہ کی

قدتمت هذه الخطبة بعون الله تعالٰی وفضله فله الحمد وعلى رسول الذى اسمه احمد و محمد (ﷺ) الصلوٰة والسلام عليه وعلى اله واصحابه المخصوصين بكراماته اللهم متع المسلمين بهذه الخطبه وزين صدورهم بفراء دهاوارزق الراغبين الى الله من مقاصدها والمرجو منهم ان يدعو الى بالخير و الغفران عسٰى ان يجتمعنى الله سبحانه بالسعادة مع الاهمال .



(۶)

سُنّت کے دنیوی وطبی فوائد

الحمد لله وحده حمدا كثير الا يقطعه العدد ولا يحصره الابد كما ينبغي لجلال وجهه وعظم جلاله وصلى الله تعالىٰ عليه وسلم على النبي محمد ن الاكرم مولود وافضل من فى الوجود وعلى اله ذوى الكرم والجود و على اصحابه ذوى العظم والاحسان والحمد لله رب العلمين وصلى الله عليه وعلىٰ اله واصحابه الطيبين الطاهرين .

اما بعد!

فاعوذ بالله من الشيطن الرجيمo

بسم الله الرحمن الرحيمo

لقد كان لكم فى رسول الله اسوة حسنة . (الاحزاب:۲۱)

اے اہل ایمان! بے شک تمہارے لیے اللہ کے رسول (ﷺ) کی پاکیزہ زندگی میں (اتباع و پیروی کا) بہترین نمونہ ہے۔ (جس سے وہی لوگ فیض حاصل کرسکتے ہیں جن کا دل نور ایمان سے روشن ہے، جو اللہ سے ملاقات کی امید رکھتے ہیں۔ آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں اور اپنے رب کو کثرت سے یاد کرتے ہیں۔)

لی حبیب حبه يشوى الحشا   لو يشا يمشى علىٰ عينى مشى

سید و سرور محمد نور جاں — مهتر و بهتر شفیع مجرماں
عقل قرباں کن به پیش مصطفیٰ — حسبی الله گو که الله ام کفیٰ
اذکر الله کار هر اوباش نیست — ارجعی بر پائے هر قلاش نیست
عجلوا الطاعات قبل الفوت گفت — مصطفیٰ چوں دُرّ وحدت را بسفت
اتنا فی دار دنیانا حسن — اتنا فی دار عقبانا حسن

(مولانا روم علیہ الرحمۃ)

جائے شادی نیست دنیا، هوش دار

زندگی ایک نہ ایک دن ختم ہو جانے والی ہے کیوں نہ اس کو مصطفیٰ کریم ﷺ کی سنتوں اور آپ کی پاکیزہ اداؤں کی روشنی میں گزارا جائے۔ پتہ نہیں کون سی ادا اللہ کو پسند آ جائے اور اس زندگی کا مول پڑ جائے۔ جس قوم نے اپنے نبی و رسول کے طریقہ زندگی کو بھلا دیا اللہ نے اس قوم کا نام ونشان مٹا دیا اس لیے اللہ نے امت مصطفیٰ کو بالخصوص یہ حکم فرمایا۔

وما اٰتٰکم الرسول فخذوه وما نهٰکم عنه فانتهوا ۔ (الحشر)

اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لے لو اور جس سے منع فرمائیں رک جاؤ۔

درهمه اقوال و افعال اے فتیٰ
قبلۂ خود ساز خلق مصطفیٰ (ﷺ)

سنت ایک ایسا عمل ہے کہ اس کے بغیر فرض کی تکمیل بھی ممکن نہیں۔ کوئی شخص نماز جیسا فرض بھی بغیر سنت کے ادا نہیں کر سکتا۔ اگر قیام، رکوع، سجدہ فرض ہے تو تعوذ، تسمیہ اور تسبیحات سنت ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وعدہ الٰہی ہے **اذا ذکرت ذکرت معی** ۔ اے پیارے! جہاں میرا ذکر ہوگا وہاں تیرا ذکر ہوگا جہاں میرا فرض ہوگا وہاں تیری سنت ہوگی۔

فرض تو بالغ ہونے کے بعد شروع ہوتے ہیں جبکہ سنتیں پیدا ہوتے ہی شروع ہو جاتی ہیں۔ کان میں آذان پڑھنا، بال اتارنا، ختنہ وعقیقہ کرنا یہ سب کام سنت ہی تو ہیں۔

ہم اہل سنت کیوں ہیں :-

یہی وجہ ہے کہ ہم اہل سنت ہیں اہل واجب یا اہل فرض نہیں ہیں اگر چہ مرتبہ زیادہ فرض و واجب کا ہے مگر پھر بھی ہم اہل سنت اس لیے ہیں کہ فرض کی ادائیگی اور تکمیل بھی بغیر سنت کے نہیں ہوسکتی۔ ہم نے وضو کیا مسجد میں آئے اللہ کا فرض نماز ادا کرنے کے لیے مگر حکم ہوا کہ میرے فرض بعد میں ادا کرو پہلے میرے حبیب کی سنتیں ادا کرو۔ فرض پندرہ سال کے بعد شروع ہوتا ہے اور سنت پیدا ہوتے ہی شروع ہو جاتی ہے۔ سنت نکاح ہوگی تو انسان حلالی ہوگا ورنہ حرامی۔

ہر سنت عمل کرنے کے لیے ہے اس لیے ہم اہل سنت ہیں جبکہ جو اپنے آپ کو اہل حدیث کہلاتے ہیں وہ ہر حدیث پر عمل کر کے دکھائیں، کیونکہ

حدیث تو یہ بھی ہے کہ حضور علیہ السلام نے چاند کو توڑا، ڈوبے ہوئے سورج کو واپس لوٹایا، پتھروں کو کلمہ پڑھایا۔ جو ہر حدیث کو مانتے ہیں اور ہر سنت پر عمل کرتے ہیں۔ وہ اہل سنت کہلاتے ہیں۔ اور سنت پر عمل کیے بغیر نہ دعا قبول نہ عبادت منظور۔

ہزار سجدے کرو پھر بھی میں دعاؤں کو
بغیر تیرے وسیلے کے بے اثر دیکھوں

کام تو بغیر سنت کے بھی ہو ہی جاتا ہے لباس پہننا ہو، تیل لگانا ہو، پانی پینا ہو تو خلاف سنت طریقے سے بھی کرو گے تو ہو جائے گا لیکن اگر یہی کام سنت کے مطابق کر لیے جائیں مثلاً پانی پینا ہے تو بیٹھ کے پیو، دائیں ہاتھ میں برتن پکڑ کر پانی کو دیکھ کر پیو، بسم اللہ پڑھ کے پیو، تین سانسوں میں پیو اور پینے کے بعد الحمد للہ کہو تو یہ تمام کام سنت کے زمرے میں آ کر ایک مسلمان کو ڈھیروں ثواب کا حقدار قرار دیتے ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ جس دور میں میری سنت کو بھلا دیا گیا ہو اس دور میں میری اس سنت کو زندہ کرنے سے سو شہیدوں کا ثواب ملتا ہے۔

کبھی دیکھنے میں بندہ ایک سنت پر عمل نہیں کر رہا ہوتا مگر اس کے ضمن میں کئی سنتوں کے ثواب سے محروم ہو جاتا ہے مثلاً اگر داڑھی مبارک کی سنت سے محروم رہا تو داڑھی میں

تیل لگانا، کنگی کرنا، خلال کرنا یہ سارے کام سنت ہیں جن سے بندہ محروم ہو جاتا ہے۔

بزرگان دین فرماتے ہیں دوپہر کے وقت سونا (قیلولہ کرنا) اگر سنت سمجھ کر کیا جائے ہزاروں نوافل سے بہتر ہے۔ اور عید کے دن کھانا ہزاروں نفلی روزوں سے بہتر ہے۔

نام ہی نام ہے جو کچھ ہے حقیقت کے سوا
راستہ کوئی نہیں انکی شریعت کے سوا

بچہ پیدا ہو تو روتا ہے ڈاکٹرز کہتے ہیں خوراک مانگتا ہے مگر ہمارے آقا کی تعلیمات بتاتی ہیں کہ خوراک تو ساری عمر کھاتا رہے گا اب رو کر خوراک نہیں آذان مانگ رہا ہے، تاکہ اس کو معلوم ہو کہ جس عالم (ارواح) سے آیا ہے اگر وہاں مصطفیٰ ﷺ کی عظمت کے ڈنکے بج رہے ہیں تو جس جہاں میں آیا ہے وہاں بھی اسی آقا کی شان میں آذانیں گونج رہی ہیں۔

عرش پہ تازہ چھیڑ چھاڑ فرش پہ طرفہ دھوم دھام
کان جدھر لگائیے تیری ہی داستان ہے

(اعلیٰ حضرت)

الغرض، حضور علیہ السلام کی سنت کی اتباع ہی انسان کی نجات کا ذریعہ ہے۔ شیخ محی الدین اکبر فرماتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ السلام کی تمام سنتوں پہ عمل کرلیا ہے سوائے ایک کے اور وہ یہ کہ کاش میری کوئی بیٹی ہوتی۔ جس کا نکاح میں اپنے کسی عزیز سے کرتا (اس طرح کی ایک حسرت حضرت مجدد صاحب علیہ الرحمۃ کے دل میں بھی رہی کہ کاش میرا نواسہ ہوتا وہ میری گود میں آتا اور آپ نے وصیت فرمائی کہ میری مرنے کے بعد بھی اگر میرا نواسہ پیدا ہو تو اس کو میری قبر پر بٹھا دینا۔ ہوسکتا ہے اس طرح اس سنت پر بھی عمل ہو جائے۔)

حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ ایک صاحب کرامت شخص کی ملاقات کو گئے۔ آپ نے دیکھا کہ اس نے قبلہ کی طرف منہ کر کے تھوکا ہے۔ آپ نے اس کو سلام بھی نہ کیا اور یہ کہہ کر واپس آ گئے کہ یہ شخص (ولی کیسے ہوسکتا ہے جو) سنت کا تارک ہے۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک جماعت میں تھا کہ لوگ ننگے ہو کر حمام میں گھس گئے ہیں۔ جبکہ میں حضور علیہ السلام کی سنت پر عمل کرتے ہوئے تہبند باندھ کر گیا رات کو میں نے غیبی اعلان سنا کہ اے احمد! رب نے تمہارے سارے گناہ بخش دیئے اور تمہیں لوگوں کا امام بنا دیا اس ایک سنت پر عمل کرنے کی وجہ سے۔ میں نے پوچھا تم کون ہو فرمایا میں جبرئیل ہوں۔ فرشتے حضور انور کی عظمت کرتے ہیں، اور حضور کی وجہ سے حضور کی امت کی حضور کے قرآن کی بلکہ جس قبر پر قرآن پڑھا جاوے اس قبر کا ادب واحترام کرتے ہیں۔

حکایت:۔

مثنوی شریف کے دفتر سوم کے آخر میں ایک عجیب حکایت لکھی، حکایت مندیل در تنور داشتن الخ کہ حضرت انس کے ہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی دعوت تھی عین کھانے کے وقت کپڑے کا دسترخوان جب بچھانے لگے تو وہ میلا تھا آپ نے اپنی خادمہ کو حکم دیا کہ اسے جلتے ہوئے تنور میں ڈال دو مہمانوں نے تعجب کیا اور دھوآں نکلنے خوان جلنے کا انتظار کرنے لگے مگر دیکھا یہ کہ چند لمحوں کے بعد اسے آگ سے نکالا تو وہ بالکل محفوظ تھا البتہ اس کا میل کچیل جل چکا تھا۔ دسترخواں صاف ہو گیا تھا۔

قوم گفتند اے صحابی اے عزیز　　　چوں نہ سوزید و منقہ گشت نیز
گفت زانکہ مصطفٰے دست و دہاں　　　پس بمالید اندریں دستار خواں

انہیں نے پوچھا کہ اے صحابی رسول یہ جلا کیوں نہیں فرمایا ایک دفعہ حضور انور نے اس دسترخوان سے اپنا منہ اور ہاتھ مبارک پونچھ لیے تھے جب سے یہ آگ میں جلا نہیں کرتا فرماتے ہیں

اے دل ترسندہ از نار عذاب　　　باچناں دست و دہن کن انتساب
چون جمادے راکند تشریف دار　　　جان عاشق راجہا خواہد کشاد

اے دل اگر تجھے عذاب کی آگ سے ڈر لگتا ہے تو ان ہاتھوں اور ہونٹوں سے نسبت قائم کر جب ان کی نسبت نے کپڑے کو جلنے سے بچا لیا تو عاشق رسول کو جلنے سے

کیوں نہیں بچائے گی۔ (روح البیان)

قصائد قاسمیہ میں قاسم نانوتوی لکھتے ہیں۔

؎ جیوں تو ساتھ سگان حرم کے تیرے پھروں
مروں تو کھائیں مدینے کے مجھ کو مورو مار
لگے ہیں سگ کو ترے گو مرے نام سے عیب
تمہارے نام کا لگنا ہے مرے لیے عزو وقار

سبق آموز مثال:۔

کسی سکھ کو کہا گیا کہ اپنی داڑھی کے ہر بال کے بدلے روپیہ دو روپے پانچ روپے لیتے جاؤ اور سارے بال دے دو اس نے کہا اگر جان بھی دے دو تو یہ سودا منظور نہیں کیونکہ یہ ہمارے بابے گرونانک کا حکم ہے، میں اتنا بے غیرت نہیں ہوں کہ پیسوں کے لیے بابے کا حکم ٹھکرا دوں۔

مگر ہائے مسلمان تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تو پیسے بھی جیب سے دیتا ہے اور اپنے محبوب علیہ السلام کی پیاری پیاری سنت کو منڈا کر گندی نالیوں میں پھینک دیتا ہے۔

؎ اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

آپ کہتے ہیں سنی وہ ہوتا ہے جو سنی سنائی بات پہ عمل کرے میں کہتا ہوں آپ غلط سمجھے ہیں سنی تو وہ ہوتا ہے جو مر کر بھی حضور کی سنت کو نہ چھوڑے اور جس کو دیکھنے سے حضور علیہ السلام کی سنت یاد آ جائے اور اس کو ہر وقت یہی فکر دامن گیر رہے کہ

غم تو یہ ہے کہ دل کے جلنے سے تیری تصویر جل گئی ہوگی

تم نبی کی سنت کی توہین میں اپنی عزت تلاش کرتے ہو اور حسن و جمال کے لیے اپنے آقا کی سنت پاک کا منہ چڑھاتے ہوئے انگریز کی نقالی کرتے ہو۔ ہوسکتا ہے یہ سارا کچھ کر کے بھی تمہیں کوئی دیکھنا بھی گوارا نہ کرے مگر محبوب خدا کی سنت اپناؤ گے تو خدائی دیکھے نہ دیکھے خدا ضرور تمہیں محبت سے دیکھے گا۔ اور نہ صرف دیکھے گا بلکہ یحببکم اللہ۔ وہ تمہیں اپنا محبوب بنالے گا۔

یہود و نصاریٰ کی سی شکل بنا کر عزت کی بھیک مانگنے والو

؎ ایں خیال است و محال است و جنون

دنیا و آخرت کی عزت حضور کے قدموں سے وابستہ ہے، اور سارے جہان کا حسن و جمال تو حضور کی بابرکت اداؤں میں ہے۔

ہم نے دیکھا ہے اس گئے گزرے دور میں بھی دوسرا کوئی عمل پلے نہ بھی ہو صرف چہرہ سنت رسول سے سجا ہوا ہو تو بڑے بڑے عزت والے بھی راستے سے ہٹ جاتے ہیں، جب ایک سنت کا کمال یہ ہے تو جو سراپا سنت بن جائے اس کی شان کا اندازہ کون کرسکتا ہے۔

اے مسلمانو! کہاں جارہے ہو! ناول پڑھتے ہو جن میں جھوٹ ہی جھوٹ بھرا ہوا ہوتا ہے اور قرآن سے اعراض کرتے ہو جس میں قصے بھی ہیں اور احکام بھی، غیب کی خبریں بھی ہیں اور اوامر و نواہی بھی۔ ڈائجسٹ کی بجائے اپنے نبی کی احادیث پڑھنے کا دلوں میں شوق پیدا کرو۔ جوئے کی گولیوں سے کھیلنے کی بجائے تسبیح کے دانوں سے دل کو سکون بخشو، انگریز کی نقل کرنے کی بجائے محمد عربی سے اپنے تعلق کو مضبوط کرو۔

؎ محمد مصطفیٰ کی عظمتوں سے منحرف ہو کر
یہ دعویٰ مسلمانی کبھی مانا نہ جائے گا

دنیا کی معمولی شرمندگی بھی ہم برداشت نہیں کرسکتے اور اس سے بچنے کے لیے جان تک لڑا دیتے ہیں مگر آخرت کی شرمندگی سے بچنے کے لیے بھی تو کوئی انتظام کرو۔

؎ اس دن آکڑ تے مغروری نکل جائے گی تیری
جس دن کہیا سرور عالم ایہہ نہیں امت میری

بزرگانِ دین میں سے بعض نے تو ساری عمر کئی پھل اس لیے نہیں کھائے کہ اس بارے میں ہمیں معلوم نہیں کہ سنت کیا ہے؟ لہٰذا ساری عمر اس پھل کو ہاتھ نہ لگایا۔ ہم ان کو ماننے کی بات تو کرتے ہیں مگر ہمارا فعل ہمارے قول کی تردید کرنے کے لیے کافی ہے۔

مولانا روم فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے اپنے گھر کی کھڑکی مسجد کی طرف نکالی اور

اس سے کسی بزرگ نے پوچھا کہ اس سے تیرا کیا ارادہ ہے؟ اس نے کہا: یہی کہ مسجد کی آب و ہوا اور خوشبو میرے گھر میں آئے گی۔ فرمایا! کاش تو یہ نیت کر لیتا کہ آذان و تلاوت کی آواز میرے گھر میں آئے گی تو خوشبو اور ہوا تو پھر بھی آتی رہتی مگر اس نیک نیتی کا ثواب بھی تمہیں ملتا رہتا۔ ہم جیسے ہی کم ہمتوں کے بارے میں رئیس امروھوی کی ایک مزاحیہ رباعی ہے

غیر کو چیلنج دے سکتے نہیں — آپ خود اپنے کو للکارا کریں
کچھ نہ کچھ تو شغل ہو سرکار کا — بیٹھے بیٹھے مکھیاں مارا کریں

اس دور کا انسان سائنس سے بڑا متاثر ہے اور ہر کام کرنے سے پہلے اس کے دنیوی فائدے کے متعلق سوچتا ہے۔ آج کی تقریر میں اختصار کے ساتھ اسی موضوع پر اظہار خیال ہوگا۔ آیئے جائزہ لیتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کے مبارک طریقوں میں کس قدر فوائد ہیں۔ مگر اس سے پہلے ایک تمہید کا ہونا ضروری ہے۔

تحقیقاتِ سائنسی اور تعلیمات نبوی:-

ہمہ شہر پُر زخوباں من درخیال ماھے
چہ کنم کہ چشم بد خواہ نہ کند بہ کس نگاھے

اس کائنات میں اللہ تعالیٰ نے جو بھی نبی اور رسول مبعوث فرمایا اس کو دیگر معجزات کے علاوہ کوئی ایک ایسا معجزہ بھی عطا کیا جو لوگوں کے اس کمال کے ساتھ ظاہری مشابہت رکھتا تھا کہ جس کو اس دور کے لوگ اس دور کا سب سے بڑا کمال سمجھتے تھے اگرچہ وہ ناجائز اور باطل ہی کیوں نہ ہوتا لیکن چونکہ لوگوں کی نگاہوں میں وہ کمال سمجھا جاتا تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو غلبہ عطا فرمانے کے لیے معجزے کے سامنے اس کمال کو مغلوب فرمایا۔ مثلاً عیسیٰ علیہ السلام کے دور میں حکمت عروج پر تھی، جب حکماء علاج کے ذریعے بیمار کو تندرست کرنے کا دعویٰ کرتے تو آپ لاعلاج مریضوں کو ہاتھ لگا کر اللہ کے حکم سے تندرست فرما دیتے، اندھوں کو بینا کر دیتے اور مردوں کو زندہ فرما دیتے لہٰذا آپ کے سامنے سارے حکماء عاجز آ گئے۔ موسیٰ علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام کے دور میں جادو

کو بہت بڑا کمال سمجھا جاتا تھا اور جادو بڑا عروج پر تھا۔ جب فرعون کے دربار میں جادو گروں نے رسیاں پھینکیں جو سانپ نظر آنے لگیں تو اللہ کے نبی موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا مبارک پھینکا (جو اگرچہ معجزہ تھا مگر بظاہر ان کے کمال سے مشابہت رکھتا تھا) جس نے ساری رسیاں نگل لیں۔ اس طرح اللہ نے اپنے نبی کو غلبہ عطا فرما دیا۔ سلیمان علیہ السلام ہوا کے کندھوں پر اپنا تخت اٹھائے پھرتے تھے۔

صالح علیہ السلام کے دور میں پہاڑوں کو کرید کر محل بنانے کو بہت بڑا کمال سمجھا جاتا (وتنحتون من الجبال بیوتا فرحین) اور جب آپ نے پتھر سے اونٹنی کو نکال دکھایا تو اس کمال کے سامنے وہ لوگ بے بس ہو گئے چونکہ حضور علیہ السلام کے زمانہ نبوت و رسالت میں سائنسی علوم و تحقیقات کو کمال سمجھا جاتا تھا لہٰذا آپ نے اس حوالے سے ایسی ایسی تعلیمات عطا فرمائیں کہ آج سائنس ان کے سامنے دنگ اور انگشت بدنداں نظر آتی ہے۔

آج سائنس بھی اس حقیقت کو تسلیم کر چکی ہے کہ ہر جاندار کو پانی سے پیدا کیا گیا ہے اور کائنات کا آغاز پانی سے ہوا جبکہ حضور علیہ السلام نے چودہ سو سال پہلے یہی کچھ فرما دیا (وجعلنا من الماء کل شیء حی۔ القرآن)

دور کی آواز سننے کی سائنس میں صلاحیت ہے مگر یہ کمال اس کو کہاں سے ملے کہ ہمارے آقا اپنی والدہ ماجدہ کے بطن اقدس میں لوح محفوظ پہ چلتے قلم کی آواز سن رہے ہیں، اور سائنس تو آلات کے ذریعے آواز دور تک پہنچاتی ہے جبکہ حضور کے غلام بغیر کسی آلے کے مدینہ میں بیٹھ کر سینکڑوں میل دور نہاوند میں اپنی آواز پہنچا رہے ہیں۔ (یا ساریۃ الجبل) معلوم ہوا کہ جہاں سائنس کے کمالات کی انتہا ہو رہی ہے اس سے آگے کمالات مصطفیٰ کی ابتداء ہو رہی ہے۔

ٹی وی کی سکرین کے ذریعے دور کی چیز دیکھنا سائنس کا کمال ہے مگر ابھی ان کو یہ کمال نصیب نہیں ہوا اور نہ قیامت تک ہو سکتا ہے کہ مدینے میں بیٹھ کر حبشہ میں ہونے والی جنگ (موتہ) کا آنکھوں دیکھا حال بیان کریں اور وہ بھی بغیر کسی ذریعے اور آلے کے، اور مسجد نبوی کے مصلے پہ کھڑے ہو کر جنت و دوزخ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ سکیں۔

یہ کمالات دنیا میں اگر کسی کو حاصل ہیں تو وہ ایک ہی ہستی ہے جو محبوب خدا کی ہستی ہے۔

ہر یک بقدر خویش بجائے رسیدہ است
آنجا کہ جائے نیست تو آنجا رسیدہ ای

سائنس کب سے اس کوشش میں ہے کہ انسان کی طرح کا انسان تیار کیا جائے جو انسان جیسے کام کرے تا کہ بغیر ڈرائیور کے گاڑی چلتی رہے مگر آج تک نہیں ہوسکا مگر حضور کے ہجر و فراق میں تو کھجور کے خشک تنے (اسطوانہ حنانہ) نے انسانوں کی طرح رو کر دکھا دیا ہے۔

روشنی کی رفتار فی سیکنڈ ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل ہے جو ہمارے پاس آٹھ سال میں پہنچتی ہے اور کہیں سو سو سال بعد پہنچی اور یہ سارا نظام پہلے آسمان سے نیچے کا ہے (ولقد زینا السمآء الدنیا بمصابیح) اس سے اوپر کیا ہے ابھی سائنس اس سے ناواقف و نابالغ ہے۔ تو جس کو پہلے آسمان کی خبر نہیں وہ ساتویں آسمان کے اوپر کے حالات کیا جانے؟ پھر ساتوں آسمان تو ایک ذرے کی مانند ہیں عرش معلیٰ کے سامنے، جب مکان کی وسعتیں یہ ہیں تو لامکاں کی وسعتیں کیا ہوں گی اور ہمارے آقا تو اس سے بھی آگے قاب قوسین کی منزلوں کو عبور کر کے او ادنی کے نظارے لیتے رہے اور مکہ سے اٹھ کر یہاں تک اور یہاں سے واپس مکہ تک سارا معاملہ چشم زدن میں ہو گیا (سبحن الذی اسریٰ بعبدہ لیلا) جہانوں کے فاصلے مٹ گئے اور کمانوں کی دوری بھی ختم ہو گئی۔ یہ ہے عظمت مصطفیٰ۔

جملہ عالم جسم آقا جاں توئی
دل توئی دلبر توئی ایماں توئی

لہٰذا اب یہ کہنا کہ دنیا کا ہر کمال حضور علیہ السلام کے کمالات کے سامنے ہیچ ہے یہ بھی چھوٹی بات رہ گئی ہے بلکہ یوں کہا جائے کہ ہر کمال نبوت کے خاک پا کے ذروں کی پیداوار ہے اور اگر کسی نے مردہ زندہ کرنیکا بھی کمال حاصل کر لیا تو یہ بھی کمالات نبوت ہی کی بھیک اور خیرات ہو گی۔

سائنس ایک حقیقت کو خود ہی تسلیم کر کے چند سالوں کے بعد اس کا انکار کر دیتی ہے مگر ہمارے آقا نے جو بات فرمادی اگرچہ خواب کی حالت کی کسی حقیقت کو بیان فرمادیا، زمانہ بدلتا ہے تو بدل جائے صداقت نبوی میں فرق نہ آئے گا۔

عرصۂ گفتگو ہے تنگ قصۂ درد و غم دراز
کوئی سنے تو کیا سنے کوئی کہے تو کیا کہے

اگر کمالات مصطفیٰ کی حد بندی کرنا مقصود ہوتا تو بات قاب قوسین پہ ختم کر دی جاتی لیکن اوادنی فرما کر چیلنج کر دیا گیا کہ اب سمجھو کیا سمجھ سکو گے؟ قاب قوسین تک تو بات پھر بھی سمجھ میں آتی تھی، اس کے آگے زبانیں بند کرلو، بس یہ کہو کہ خالق ومخلوق کا فرق ہی باقی رہ گیا ہے، جس طرح اس فرق کو مٹانے کی اجازت نہیں اس طرح کوئی اور فرق لانے کی اجازت بھی نہیں۔

تم ذات خدا سے نہ جدا ہو نہ خدا ہو
اللہ ہی کو معلوم ہے کیا جانیے کیا ہو

اس لیے فاوحی الی عبدہٖ ما اوحی کے پردے میں حقیقت معراج کو بیان فرمادیا، کیونکہ جب محبوب کی صفات کی حد نہیں جہاں سے چاہو قرآن پڑھ لو۔ جئنابك علیٰ هٰؤلآء شهیدًا ۔ وما ارسلنك الا رحمة للعلمین و کان فضل الله علیك عظیمًا ۔ تو ذات وصفات خداوندی تو ویسے ہی لامحدود ہیں۔ نہ اسکی عظمتیں الفاظ کے احاطے میں آسکتی ہیں نہ اس کی۔ اور یہ رنگ حضور کی ذمہ داریوں میں بھی پیدا کر دیا مثلاً ادع الی سبیل ربك ۔ یا ایها المدثر قم فانذر ۔ یا ایها الرسول بلغ ما انزل الیك من ربك ۔ کس کو بلانا ہے رب کی راہ کی طرف، کس کو ڈرانا ہے، کس کو پیغام پہنچانا ہے، اس کا ذکر نہیں کیونکہ حکم دینے والے کی خدائی لامحدود ہے اور جس کو حکم دیا جارہا ہے اس کی مصطفائی لامحدود ہے۔

اگر خاموش رہوں تو تو ہی ہے سب کچھ
جو کچھ کہا تو تیرا حسن ہوگیا محدود

اسلام کا نظام طہارت :۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مسجد قباء کے نمازیوں کے بارے میں فرمایا فیہ رجال یحبون ان یتطھروا ۔اس میں ایسے لوگ (نمازی) ہیں جو خوب صاف ستھرا ہونا پسند کرتے ہیں۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ تم کیسے طہارت کرتے ہو تو انہوں نے بتایا۔ ہم قضائے حاجت کے بعد ڈھیلے اور پھر پانی استعمال کرتے ہیں۔آج اگرچہ سائنس والوں نے ٹشو کو استعمال کرنے کی بات کی ہے مگر وہ خود ہی کہتے ہیں کہ اس سے پاخانے کی جگہ پہ ایک پھوڑا نکلنے کا خطرہ ہے جس کا علاج سوائے آپریشن کے کوئی نہیں۔ جبکہ پانی استعمال کرنے والے اس بیماری سے محفوظ رہتے ہیں۔ اس طرح ٹشو کے استعمال سے پیشاب کے راستے اور گردوں میں پیپ پیدا ہو جانے کا امکان ہے، بالخصوص عورتوں کو معلوم ہوا ان بیماریوں کا علاج مغربی تعلیم میں نہیں بلکہ فاطھروا کے شفا بخش حکم ربانی میں ہے۔

جو اعضاء ننگے رہتے ہیں وہ مختلف بیماریوں کے جراثیم کی زد میں آجاتے ہیں، بالخصوص ناک اور منہ کے ذریعے بیماریاں اندر جانے کا خطرہ ہوتا ہے۔ اسلام نے پانچ بار روزانہ وضو کر کے نماز پڑھنے کا حکم دے کر اپنے ماننے والے کو ان بیماریوں سے بچا لیا۔ یہی حکمت کھانا کھانے سے ہاتھ دھو کر تولیہ استعمال نہ کرنے میں ہے تاکہ تولیہ کے ساتھ اگر کوئی گندے جراثیم ہیں تو ہاتھوں کے ذریعے منہ اور منہ کے ذریعے پیٹ میں نہ چلے جائیں۔ پانی یا کوئی اور مشروب پیتے وقت اس میں سانس نہ لینے میں بھی یہی فلسفہ کارفرما ہے کہ منہ سے نکلنے والی سانس (کاربن ڈائی آکسائیڈ) کے گندے جراثیم سے بچا جاسکے۔ اس لیے ہی مسواک کی بہت زیادہ تاکید فرمائی گئی اور مسواک کو طولاً نہیں بلکہ عرضاً کرنے کا حکم دیا۔ آج کی طب بھی یہی کچھ کہہ رہی ہے کہ برش یا مسواک عرضاً کرنے سے دانتوں کا پوری طرح خلال ہو جاتا ہے۔ جس کا حدیث میں حکم دیا گیا ہے۔ (مشکوۃ ص ۴۳) اور کوئی ذرہ منہ میں رہ کر بیماری کا باعث نہیں بنتا۔ بتاؤ حضور علیہ السلام نے کس میڈیکل کالج سے تعلیم حاصل کی تھی؟ آپ تو اُمی تھے۔

ے اُمی و دقیقہ دان عالم   بے سایہ و سائبان عالم

کئی مرتبہ سننے میں آیا کہ سوراخ میں پیشاب کرنے سے شرمگاہ پر سانپ یا بچھو نے ڈس لیا۔ اس لیے بزرگ سوراخ میں پیشاب کرنے سے منع کرتے ہیں مگر بزرگوں کو بھی یہ فیض بارگاہ رسالت علیٰ صاحبھا الصلوٰۃ والسلام سے حاصل ہوا ہے کیونکہ ہمارے آقا نے اپنی امت کو سینکڑوں سال پہلے اس عمل سے منع فرما دیا ہے۔

حضور علیہ السلام نے استنجاء کرتے وقت مذاکیر (جائے استنجاء) پہ پانی کے چھینٹے مارنے کا حکم دیا ہے۔ (ابن ماجہ ص ۲۵) آج حکماء سے پوچھو کہ جہاں یہ عمل وہم و وسوسہ جیسی بیماری کا علاج ہے وہاں معدے کی بیماریوں اور احتلام جیسے مرض کے لیے بھی شفاء بخش ہے۔ فطرت کی دس چیزیں موئے زیر ناف اتارنا، بغلوں کی صفائی، مونچھیں پست کرانا اور داڑھی بڑھا، ناخن اتارنا وغیرہ میں کیا کیا فوائد ہیں اگر مسلمان حکماء اور ڈاکٹرز اس بارے میں تحقیق کریں تو حکمت وطب کے انمول موتی ان کو مل سکتے ہیں۔

یہ وہ نعمتیں ہیں جو ہمیں حضور علیہ السلام کی سنت طہارت سے عطا ہو رہی ہیں اور اللہ کے رسول نے بن مانگے ہمیں صحت کے وہ زریں اصول عطا فرمائے ہیں جو کسی اور مذہب والے کے پاس نہیں ہیں۔

ے جو بے طلب ہی ملے تو دعا سے کیا مانگوں
بجز رسول میں، اللہ سے کیا مانگوں
خدا سے مانگ لیا ہے رسول تو میں نے   اب اسکے بعد رسول خدا سے کیا مانگوں
میری طلب ہے بہت کم تیری سخاوت سے   تو خود عطا ہے تو دست عطا سے کیا مانگوں
فقط یہی کہ تیرے در کی خاک ہو جاؤں
شکستہ پا ہوں تیرے نقش پا سے کیا مانگوں

نظام خورد و نوش:۔

کم خوری ہزاروں بیماریوں سے نجات دلاتی ہے اور یہی اسلام کی تعلیمات ہیں کہ پیٹ کا ایک حصہ کھانے کے لیے، ایک پانی کے لیے اور ایک تہائی سانس کے لیے رکھو

(ہم کہتے ہیں کہ سارا پیٹ کھانے سے بھرو، پانی اپنی جگہ خود بنالے گا اور "ساہ دا کی وساہ آوے آوے نہ آوے نہ آوے)

ایں کا راز تو آیدو مرداں چنیں کنند

شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے گلستان میں لکھا کہ کسی علاقے کے بادشاہ نے حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں ایک حکیم کو بھیجا کہ آپ کے غلام جب بیمار ہوں تو ان کا علاج معالجہ کرے لیکن ایک عرصہ تک مدینہ میں رہا اور کوئی بھی بیمار اس کے پاس نہ گیا۔ آخر واپس جانے کی اجازت طلب کرنے کے ساتھ سوال کیا کہ وجہ کیا ہے یہاں کے لوگ بیمار کیوں نہیں ہوتے تو اس کو بتایا گیا کہ یہ لوگ اپنے نبی کی تعلیم پہ عمل کرتے ہوئے اس وقت کھاتے ہیں جب ان کو خوب بھوک لگتی ہے اور اس وقت چھوڑ دیتے ہیں جب ابھی بھوک باقی رہتی ہے۔

دل کے تمام امراض بسیار خوری کی پیداوار ہیں، اس سے دل کی رگیں (وال) بند ہوتے ہیں، موٹاپا، بلڈ پریشر کے امراض جنم لیتے ہیں اور مخبوط الحواسی کے دورے پڑتے ہیں۔ اگر ان تمام بیماریوں کا علاج اس ایک سنت (کم کھانے) پر عمل کرنے سے ہو جائے تو اور کیا چاہئے۔ گویا اس سے ظاہر بھی سنورتا ہے اور باطن میں بھی نورانیت پیدا ہوتی ہے۔ چند اشعار ملاحظہ فرمائیں جن میں صحت و تندرستی کے بارے میں حکمت کے اصول بڑے خوبصورت انداز میں لکھے گئے ہیں۔

جہاں تک کام چلتا ہو غذا سے
وہاں تک چاہئے بچنا دوا سے
اگر تجھ کو لگے جاڑے میں سردی
تو استعمال کر انڈوں کی زردی
جو ہو محسوس معدے میں گرانی
تو پی لے سونف یا ادرک کا پانی
اگر خوں کم ہے اور بلغم زیادہ

تو کھا گاجر ، چنے ، شلغم زیادہ
جگر کے بل پہ ہے انسان جیتا
اگر ضعف جگر ہے کھا پپیتا
تھکن سے ہوں اگر عضلات ڈھیلے
تو فوراً دودھ گرما گرم پی لے
جو طاقت میں کمی ہوتی ہو محسوس
تو مصری کی ڈلی ملتان کی چوس
زیادہ گر دماغی ہے تیرا کام
تو کھالے شہد کے ہمراہ بادام
اگر ہو قلب میں گرمی کا احساس
مربہ آملہ کھا اور اناناس
جو دکھتا ہو گلا نزلے کے مارے
تو کر نمکین پانی کے غرارے

گائے کے گوشت کے بارے میں اب تحقیق سامنے آئی ہے کہ اس میں کینیا (بجنٹیا) نام کا ایک کیڑا ہوتا ہے جس سے کچھ امراض، قابل علاج جنم لیتی ہیں جن کا تعلق پیٹ سے ہوتا ہے۔ حضور علیہ السلام نے آج سے سینکڑوں سال پہلے جبکہ کوئی اس کیڑے کا نام بھی نہیں جانتا تھا اس کو **سوء الهضم** فرما کر اس کا دودھ پینے، گھی کھانے اور اس میں شفا و دوا کی نشاندہی فرمائی اور گوشت سے پرہیز کا اشارہ دیا۔

مگر گوشت کھانا حلال ہے جس طرح طلاق میں کراہت کے باوجود اس کو جائز رکھا گیا۔ بکرے کی گردن کے گوشت کو مفید قرار دیا گیا کیونکہ اس میں چربی کم ہوتی ہے جس میں چربی زیادہ ہو اس سے بیماری کا زیادہ امکان ہے۔ اس لیے جنت میں پرندوں کا گوشت ہوگا۔

مچھلی کو حضور علیہ السلام نے پسند فرمایا اور وہ بھی تیل میں پکا کر، آج طب جدید میں

اس کے بے شمار فوائد بیان کئے گئے ہیں۔

سینے کے درد کے لیے زیتون کے تیل کو استعمال کرنے کا فرمایا گیا۔ چند سال پہلے طب جدید والے تیل سے بھاگتے تھے آج خود کہتے ہیں تیل استعمال کیا کرو۔

؎ یورپ کی غلامی پہ رضا مند ہوا تو
مجھ کو تو گلہ تجھ سے ہے یورپ سے نہیں ہے

ایسے ہی جن جانوروں کو حرام قرار دیا گیا ان میں بے شمار نقصانات ہیں۔ مثلاً جس جانور کو ذبح نہ کیا گیا ہو یا گلا گھٹ کے مر جائے، اس کا چونکہ خون نہیں نکل سکتا۔ جس سے بیماریاں جنم لیتی ہیں اس لیے اس کو حرام فرمایا گیا اور ذبح کرنے سے وہ سارا خون بہہ جاتا ہے جو بیماریوں کا سبب بنتا ہے۔

خنزیر کو یہود و نصاریٰ بڑے شوق سے کھاتے ہیں اور اسلام پہ اعتراض کرتے ہیں کہ اس کو کیوں حرام کیا گیا حالانکہ خود ان کے اپنے ماہرین کہہ رہے ہیں کہ اس کے گوشت میں دو طرح کے کیڑے ہوتے ہیں ان میں سے ایک مرگی کے مرض کا باعث بنتا ہے اور دوسرا دماغ میں سوزش کا۔ مزید براں اس میں چربی بہت زیادہ ہوتی ہے جس سے اکثر امراض قلب پیدا ہوتے ہیں اور موٹاپا جنم لیتا ہے۔

شراب سے معدے کا سرطان، سوزش معدہ اور ہاضمہ کو خراب کرنے والی کئی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں، جگر کے امراض اور معدہ کے زخم اسی سے ہوتے ہیں، حیاتین کی کمی، خون کا انجماد اور استقاء کا مرض لاحق ہو جاتا ہے علاوہ ازیں بھی متعدد موذی امراض کا موجب ہے۔

جس شی میں حضور علیہ السلام نے بیماری کی نشاندہی فرمائی ہے اس میں ہمیشہ بیماری رہے گی اور شہد میں شفا کی نشاندہی کی ہے تو آج کی تحقیقات کے مطابق بھی اس میں شفاء ہے۔ اس لیے اس کے تمام اجزاء دوائیوں میں استعمال ہوتے ہیں۔ شہد میں خون کے اندر طاقت پیدا کرنے کی صلاحیت، جسم میں چستی اور رنگت میں نکھار پیدا کرتی ہے۔

لبنان کے ہسپتال میں ایک شخص کا تین ماہ سے علاج ہو رہا تھا اور کوئی فرق نہیں پڑ

رہا تھا۔ مصر سے اس کا ایک دوست اس کے لیے شہد کا تحفہ لے کر گیا جو اس نے استعمال کیا، اس کے بعد اس کا خون چیک کیا گیا تو ڈاکٹر حیران تھے کہ یہ اس کا خون ہی نہیں۔ دوبارہ ٹیسٹ ہوا۔ مشین چیک کی، ڈاکٹر انگشت بدنداں تھے۔ تھوڑے ہی عرصے بعد مریض ٹھیک ہو گیا اور ڈاکٹر جو تین ماہ سے اس پہ محنت کر رہے تھے وہ حیران رہ گئے اور مریض سے پوچھا تو نے کیا استعمال کیا ہے؟ اس نے قرآن اٹھایا اور سورۃ نحل نکال کر آگے رکھ دی کہ مجھے اس شہد نے شفا دی ہے۔

پھیلے ہوئے دنیا میں ہیں افکار محمد — ہر سمت نظر آتے ہیں انوار محمد
اس بات کو غیروں نے بھی تسلیم کیا ہے — ہر طور سے لا ریب ہے کردار محمد
جو چیز بھی مانگو ملے گی اس در سے — ہر وقت سجا رہتا ہے دربار محمد
کس درجہ مقدر کے سکندر تھے صحابہ — ہر روز جنہیں ہوتا تھا دیدار محمد

آج آپریشن کو سائنس کا کمال سمجھا جاتا ہے مگر کیا آج تک اور قیامت تک سائنس اس طرح کا آپریشن کر سکے گی کہ جب حضور علیہ السلام کی عمر چار سال تھی تو آپ کا دل مبارک نکال کر باہر رکھ دیا گیا۔ سینہ زم زم سے دھویا گیا اور حضور علیہ السلام یہ سارا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ نہ کوئی مشین نہ کوئی آلہ نہ آپ کے قلب انور کی جگہ پلاسٹک کا دل لگایا گیا کہ جس کے بغیر آج کے ترقی یافتہ دور میں امریکہ اور لندن میں بھی آپریشن نہیں ہو سکتا۔ اور حضور فرماتے ہیں میں یہ ساری کارروائی ملاحظہ کر رہا تھا۔

شان نبی دا اللہ پاک جانے — ایتھے پیش نہیں عقل دیاں گھوڑیاں دی
سارے تارے وی ریس نہیں کر سکدے — میرے نبی دے شہر دیاں روڑیاں دی
جہڑے نبی نوں نور ای نہیں مندے — کی گل کرنی اوہنا کوڑھیاں دی
چن وچہ غبار جو نظر آوے — اوتے دھوڑ اے آقا دے جوڑیاں دی

بخار اور دیگر بیماریوں کا علاج:۔

پرانے لوگ (گرمی کے) بخار کا علاج پانی سے کرتے تھے جبکہ پرانی سائنس اس کا انکار کرتی تھی کہ بخار والے پر پانی نہیں ڈالنا چاہئے اور آج خود ڈاکٹر ہائی بخار کا علاج

پانی سے بلکہ برف کی پٹیوں سے کرتے ہیں۔

بات کرنی بھی نہ آتی تھی تمہیں
یہ تو میرے سامنے کی بات ہے

حضور نے بخار والے مریض کو غوطے لگوا کر اس کا علاج فرمایا اور فرمایا بخار ایک آگ ہے اور آگ کو پانی سے بجھایا جاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ بعض باتیں ہوسکتا ہے ہماری سمجھ میں نہ آسکیں مگر جوں جوں زمانہ گزرتا جائے گا حکمت مصطفوی نکھرتی جائے گی۔

حضور علیہ السلام نے تر اور کھجور و تربوز کو ملا کر استعمال فرمایا اور فرمایا کھجور کی گرمی کو تر اور تربوز کی ٹھنڈک سے مارو اور انکی ٹھنڈک کو کھجور کی گرمی سے مارو۔ آج طب کی دنیا ہمارے آقا علیہ السلام کے ان فرمودات عالیہ کو پڑھ کر وجد کرتی ہے۔

عمر بھر دیکھوں تجھے سیری نہ ہو
بات کچھ ایسی تیری صورت میں ہے

☆......ایک اعرابی مسجد نبوی میں آ کر پیشاب کرنے لگا' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کو روکنا چاہا مگر حضور علیہ السلام نے منع فرما دیا جب وہ پیشاب سے فارغ ہوا تو آپ نے اس کو مسجد کے آداب کے بارے میں بتایا۔ یہ واقعہ صحاح ستہ میں موجود ہے اس سے حضور علیہ السلام کا خلقِ عظیم تو روزِ روشن کی طرح واضح نظر آ رہا ہے۔ ایک اور نکتہ بھی اس میں موجود ہے جو اب ظاہر ہوا ہے جب ماہرین طب نے ہمیں بتایا کہ پیشاب اگر آدھا روک دیا جائے تو اس سے مثانے کے برباد ہونے کا خطرہ ہے مگر اس وقت یہ نکتہ کون جانتا تھا سوائے محبوبِ خدا علیہ التحیۃ والثناء کے۔ طب کے سرچشمے تو ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں سے پھوٹتے ہیں' ہم کاسۂ گدائی لے کر غیروں کے در پہ کیوں جاتے ہیں اور ان کے قصیدے پڑھتے پڑھتے کیوں نہیں تھکتے۔

؎ چھانی ہے خاک ہم نے بھی صحرائے نجد کی
مجنوں کا نام ہو گیا قسمت کی بات ہے

لیکن سنو اور کان کھول کر سنو! حقیقت کو چھپایا نہیں جا سکتا اور

؎ دامانِ توکل کی یہ خوبی ہے کہ اس میں
پیوند تو ہوتے ہیں دھبے نہیں ہوتے

اور اگر تم کھلی آنکھوں سے یہ حقائق دیکھ کر بھی اپنے نبی کی تعلیمات سے اعراض کرو گے، منہ پھیرو گے تو اس کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے۔

؎ گو ذرا سی بات پہ برسوں کے یارانے گئے
لیکن اتنا تو ہوا کچھ لوگ پہچانے گئے

☆...... ایک ڈاکٹر نے مجھے خود بتایا کہ ہم نے کتابوں سے یہ مسئلہ پڑھا تھا کہ قضائے حاجت کرتے ہوئے دائیں پاؤں کی ایڑھی اُٹھا کر اور بایاں پاؤں پورا زمین پر لگا کر بیٹھنا چاہیے مگر بات سمجھ میں اب آئی جب میڈیکل کالج میں گئے اور انسانی بطن کے سسٹم کو ملاحظہ کیا کہ اللہ تعالیٰ نے انتڑیوں کو اس طرح کا بنایا ہے کہ مذکورہ طریقے سے بیٹھا جائے تو نالیوں سے غلاظت کا اخراج آسانی سے ہو جاتا ہے۔

ہم اگر نہ سمجھ سکیں تو یہ ہماری بدقسمتی نہیں تو کیا ہے۔

؎ آپ کہتے ہیں پرایوں نے کیا ہم کو تباہ
بندہ پرور! کہیں اپنوں کا ہی یہ کام نہ ہو

☆...... زخم ہو جائے تو اس کو راکھ سے بھر دینا اتنا آسان اور سستا علاج ہے کہ اس سے خون فوراً بند ہو جاتا ہے اور زخم مندمل ہو جاتا ہے جب حضور پاک ﷺ غزوۂ احد کے موقع پر زخمی ہوئے تو حضرت فاطمہ الزہرہ رضی اللہ عنہا نے آپ کا یہی علاج کیا۔

نماز اور صحتِ جسمانی

نماز ایسی عبادت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ ہونے کے ساتھ ساتھ اس میں دائمی ورزش کی وجہ سے جسمانی صحت کا راز بھی ہے اور ورزش یہ مداومت ہی مفید ہے۔ نماز میں اگرچہ بندے کی ہلکی پھلکی ورزش ہو جاتی ہے لیکن اگر صحیح طریقے سے تمام سنن اور مستحبات کے ساتھ ادا کی جائے تو کافی حد تک جسم کی ورزش بھی ہو جاتی ہے اور بغیر آداب کے سستی کے ساتھ نماز ادا کرنے کو قرآن میں منافق کی نماز قرار دیا گیا ہے۔

واذا قاموا الی الصلوٰۃ قاموا کسالیٰ ۔

ورزش سے شریانوں میں جمی ہوئی چربی پگھل جاتی ہے' صبح کے وقت چونکہ پیٹ خالی ہوتا ہے اس لیے چار رکعت نماز مقرر ہوئی۔ دوپہر کو کھانا کھانے کے بعد کچھ زیادہ ورزش کی ضرورت ہوتی ہے لہٰذا بارہ رکعت کا حکم دیا گیا' رات کو کھانا کھانے کے بعد چونکہ نیند کرنی ہوتی ہے اس لیے کچھ زیادہ ورزش کی ضرورت تھی تو سترہ رکعت رکھی گئیں۔ رمضان شریف میں عموماً افطاری کے وقت زیادہ کھایا جاتا ہے تو ساتھ بیس تراویح بھی رکھ دی گئیں تاکہ بسیار خوری کی وجہ سے گڑبڑ نہ ہو۔

پھر نماز کے لیے استنجا اور وضو کے بعد تکبیر تحریمہ کہہ کر ایک خاص طریقے سے کھڑا ہونا کہ پاؤں کی انگلیوں کا رُخ قبلہ کی طرف ہو' ہاتھوں کو خاص انداز سے ناف کے نیچے باندھنا کہ دائیں ہاتھ کی درمیان والی تین انگلیاں بائیں ہاتھ کی کلائی کے اوپر ہوں' انگوٹھے اور چھنگلی سے دائرہ بنا کر بازو کو پکڑا جائے' قیام میں سیدھا کھڑا ہونا' رکوع میں سر کو پشت کے برابر رکھنا کہ اگر پیٹھ پہ پانی کا پیالا بھر کر رکھا جائے تو پانی نہ گرے' ہاتھ گھٹنوں پہ رکھنا اور ٹانگیں سیدھی رکھنا' پورے جسم کی کتنی شاندار ورزش ہے پھر سجدے میں کلائیوں کو زمین پہ نہ بچھانا' ہاتھ پاؤں کی انگلیوں کو زمین پہ دبا کے رکھنا کہ ان کے پیٹ زمین پہ لگیں' تعدیل ارکان اور نظر کو ہر رُکن میں خاص جگہ پہ رکھنا' تشہد میں بیٹھنے کا خاص انداز کہ بایاں پاؤں بچھا کر رکھنا اور دائیاں کھڑا رکھنا اس سے جسم میں چستی پیدا ہوتی ہے' سلام پھیرتے وقت گردن کو دونوں طرف پھیرنا' سر اور گردن کی ورزش ہے اس طرح عبادت بھی ہوگئی اور ہر عضو کی ہلکی پھلکی ورزش بھی جو صحت کی ضمانت بھی ہے اور دینِ اسلام کی تعلیمات میں شامل بھی ہے۔

☆...... باجماعت نماز پڑھنے کے لیے صفوں کو بالکل سیدھا رکھنے کی تعلیم فرمائی گئی اور فرمایا کہ اگر صفیں سیدھی رکھو گے تو تمہارے دل سیدھے رہیں گے اور اگر ٹیڑھی کرو گے تو دل ٹیڑھے ہو جائیں گے۔ آج تک لوگ حیران تھے کہ صف کے سیدھا اور ٹیڑھا ہونے سے دل کے سیدھا اور ٹیڑھا ہونے کا کیا تعلق مگر ماہرین نفسیات نے بتایا کہ ظاہر

اعماں باطن پہ اثر انداز ہوتے ہیں' ظلم کرنے سے دل سخت' گناہ کرنے سے دل کا سیاہ ہونا بھی اسی قبیل سے ہے۔

ختنہ کی سنت

جو قومیں ختنہ نہیں کرتیں مثلاً انگریز' سکھ وغیرہ ان کو اب نقصانات کا اندازہ ہونے لگا ہے کہ شرم گاہ میں میل جم جانے کی وجہ سے کیڑے پڑ جاتے ہیں' دوائی رکھیں تو پیشاب کے ساتھ باہر آ جاتی ہے اور وہ کیڑے ریڑھ کی ہڈی تک کو متاثر کرتے ہیں اب وہ بھی اس بارے میں سوچ رہے ہیں اور جبکہ اس سلسلے میں حضور علیہ السلام کی تعلیمات کو دیکھتے ہیں تو دنگ رہ جاتے ہیں کہ جس بات کو ہم نے عروج و کمال کے زمانے میں جا کر سمجھا' محمد رسول اللہ ﷺ نے اس کو پنگھوڑے میں ہی سمجھ لیا پھر وہ مسلمانوں کے مقدر پہ رشک کرتے ہوئے زبانِ حال سے یوں کہتے ہیں۔

؎ میرے دامن میں تو کانٹوں کے سوا کچھ بھی نہیں
آپ پھولوں کے خریدار نظر آتے ہیں

مکھی مشروب میں گر جائے تو

☆......آج تک دشمنانِ اسلام مذاق اُڑاتے رہے کہ یہ کیسا ویز یکھم کی شان والا نبی ہے اور یہ کیا نفاست ہے کہ مکھی اگر مشروب میں گر جائے تو کہتا ہے اس کو غوطہ دے کر نکالو اور پی جاؤ مگر اب ساری دنیا کو معلوم ہو گیا ہے اور باقاعدہ لیبارٹریوں میں تجربے ہو چکے ہیں کہ مکھی جب مشروب میں گرتی ہے تو اپنا صرف ایک پر ڈبوتی ہے' دوسرا اوپر رکھتی ہے اور جب اس کا تجزیہ کیا گیا تو جو پر اس نے ڈبویا اس سے بیماری کے جراثیم نکل کر مشروب میں پھیل گئے اور جب اس کو غوطہ دے کر دوسرا پر بھی ڈبویا گیا تو اس سے شفا والے جراثیم نکلے جنھوں نے بیماری والے جراثیموں کو مار دیا۔ ہمارے آقا نے ٹیلوں پہ بیٹھ کر جو باتیں فرمائی تھیں آج دشمن بھی ان کی صداقتوں کو سلام کرتے نظر آ رہے ہیں۔

اور پھر آقا علیہ السلام صرف امیروں کے ہی تو رسول نہیں' وہ جانتے تھے کہ میری اُمت میں ایسے ایسے غریب بھی ہوں گے کہ ہو سکتا ہے کہ سال کے بعد ان کو دودھ کا پیالا

ملے اور منہ کے ساتھ لگانے لگیں تو مکھی گر جائے اگر میں کہوں کہ اس کو گرا دیا جائے تو اس کی حسرتوں کا جنازہ نکل جائے گا لہٰذا اگر پینا چاہے تو مذکورہ طریقے سے پی لے ورنہ کوئی حکم نہیں ہے کہ ضرور ہی پیئے اگر طبع ناپسند کرتی ہے تو نہ پیئے۔ مسجد نبوی کے فرش پہ بیٹھنے والے آقا کو اپنی قیامت تک آنے والی اُمت کی کتنی فکر ہے؟

گاندھی کہا کرتا تھا اگرچہ میں مسلمان نہیں ہوں مگر کھدر کا لباس' سادگی' خدمتِ خلق' اسلام کی وہ سنہری تعلیمات ہیں کہ ان کے ذریعے سارے مسائل حل ہو سکتے ہیں۔ میں کہتا ہوں اے گاندھی! کاش تو مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لیے اپنی تقریروں میں رونے اور حضور علیہ السلام کی باتیں سنا کر اپنی لیڈری چمکانے کی بجائے اندر سے بھی مان لیتا تو تیری آخرت خراب نہ ہوتی۔

کس قیامت کی کشش اس اسوۂ کامل میں ہے
تیر ان کے ہاتھ میں پیکان میرے دل میں ہے

کھانا کھانے کی سنت

خدا جانے آج مسلمانوں کو کیا ہو گیا ہے کہ انگریز کی غلامی کا ایسا رنگ اپنے اوپر چڑھا بیٹھے ہیں کہ پہلے کھڑے ہو کر کھانا کھاتے تھے اور اب چل پھر کر کھانا شروع کر دیا ہے۔ شادی بیاہ کے موقع پر ایک جنگ کا سماں ہوتا ہے' سالن کی ڈش کو ایسے للچاتی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہیں کہ جیسے زندگی بھر کبھی کھانا کھایا ہی نہیں اور پھر اس کی طرف ایسے بھاگتے ہیں جیسے...... ہڈی کی طرف۔ اپنے برتن میں جتنا سالن آ سکتا ہے' ڈال لیا چاہے اس کا دسواں حصہ بھی نہ کھا سکتے ہوں باقی سارا ضائع گیا اور بے چارے بچے اور بوڑھے دیکھتے ہی رہ جاتے ہیں۔ ارے ہمارے آقا علیہ السلام نے تو نماز کے لیے بھی اس طرح دوڑ دوڑ کر جماعت کے ساتھ شامل ہونے سے منع فرمایا ہے اور حکم دیا ہے علیکم السکنیۃ والوقار اپنا وقار برقرار رکھو' سکون سے پڑھ لینا اور اے مسلمان تو پیٹ کا دوزخ بھرنے کے لیے کیا کر رہا ہے۔

صداقت کے بیاں کرنے سے مومن رُک سکتا نہیں

اُتر سکتا ہے سر خود دار کا پر جھک سکتا نہیں

اپنی حالت یہ ہے اور نام مولویوں کا کرتے ہیں کہ مولوی زیادہ کھاتے ہیں۔

؎ سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے

پھر ہاتھ سے کھانے کی بجائے پہلے تو صرف چمچ تھے اور اب خدا جانے کیا کیا چھریاں، کانٹے آ گئے ہیں جن سے خوب کانٹے دار مقابلہ ہوتا ہے تاکہ جراثیم سے بچا جا سکے (شاید اسی لیے باؤ جی استنجا وغیرہ بھی نہیں کرتے تاکہ جراثیم سے بچا جائے یا پھر کانٹے سے ہی استنجا کیا جائے) حالانکہ کبھی کھانا اتنا گرم ہوتا ہے کہ منہ میں پہلا چمچہ ڈالتے ہیں تو بندہ تارے گننے شروع کر دیتا ہے "نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن" ہاتھ سے کھائیں گے تو کم از کم ٹھنڈے گرم کا تو پتہ چلے گا اور یہ مصیبت تو نہ دیکھنا پڑے گی۔ اور پھر بعد میں انگلیاں چاٹنے میں (جس کو اب تک نفاست کے خلاف سمجھا جاتا تھا) مگر اسے ڈاکٹر خود کہتے ہیں کہ اس میں شفا کے جراثیم ہیں، ان سے بھی محرومی رہتی ہے جن تک تیری عقل اب پہنچی ہے مگر مصطفیٰ کریم ﷺ نے پہلے ہی بتا دیا۔

حضرت قبلہ سید ابوالبرکات علیہ الرحمۃ کے سامنے کوئی شخص چمچ سے کھانا کھا رہا تھا تو آپ نے پوچھا، ہاتھ سے کیوں نہیں کھاتے ہو؟ تو اس نے کہا، ہاتھ خراب ہو جاتے ہیں۔ فرمایا، ہاتھ خراب ہو گئے تو دھوئے جا سکتے ہیں مگر دل خراب ہو گیا تو کیا کرو گے؟ (بروایت حافظ حفیظ الرحمٰن)

ایک مرتبہ افغانستان کا کوئی بادشاہ پاکستان میں آیا اور حکومتی سطح پہ اس کی دعوت کا اہتمام کیا گیا، سب لوگ چمچ سے کھا رہے تھے مگر بادشاہ ہاتھ سے کھانے لگا، بعض وزراء نے آپس میں کانا پھوسی شروع کر دی کہ یہ کیسا بادشاہ ہے؟ اس نے بھی معاملہ سمجھ لیا اور ان مذاق کرنے والوں کو کہا، تمہارے یہ چمچ ہو سکتا ہے سینکڑوں مونہوں میں گئے ہوں لیکن میرا یہ ہاتھ صرف میرے ہی منہ میں جاتا ہے لہٰذا مذاق تمہارا اُڑایا جانا چاہیے نہ کہ میرا۔

حضرت حذیفہ بن یمان حضور علیہ السلام کے سفیر بن کر ایران گئے تو کسریٰ ایران

نے اپنے محل میں ان کی دعوت کی' کھانا کھاتے ہوئے لقمہ گرا تو آپ نے صاف کر کے کھالیا' کچھ لوگوں نے بُرا محسوس کیا تو آپ کو جلال آ گیا اور فرمایا' میں تمہارے عالی شان محل کی وجہ سے اپنے نبی کی سنت کو نہیں چھوڑ سکتا۔

؎ تخت سکندری پر وہ تھوکتے نہیں ہیں
بستر لگا ہوا ہے جن کا تری گلی میں

(اس طرح کا ایک واقعہ حضرت معقل بن سیار کا بھی ابن ماجہ ص ۲۴۳ پہ ہے)

حضور علیہ السلام نے کھانا کھانے کے آداب بیان کرتے ہوئے فرمایا' بسم اللہ پڑھ کر کھاؤ' اپنے آگے سے کھاؤ (کل مما یلیق) اور برتن صاف کرو۔

من اکل فی قصعة ثم لحسها استغفرت له القصعة ۔ (ترمذی)

جو برتن کو اچھی طرح صاف کرے' برتن اس کے لیے بخشش کی دعا کرتا ہے اس طرح کی باتیں بتا کر ہمارے نبی علیہ السلام نے ہم پر کس قدر احسان فرمائے ہیں۔ کیا کوئی باپ بھی اپنے بیٹے کو ایسی ایسی باتیں بتاتا ہے؟ یہ ہے بالمؤمنین رؤف رحیم۔

آج کل بالخصوص اس (کھانے پینے کے) میدان میں' شادی بیاہ' پارٹیوں اور دیگر تقریبات میں جو بے احتیاطیاں ہوتی ہیں' سات سات کھانے اور دیگر لوازمات پہ اس قدر دولت ضائع کی جاتی ہے کہ الامان' الحفیظ جبکہ آقا علیہ السلام نے ساری عمر دو سالن اکٹھے نہیں کھائے۔ ہم پیٹ تو بھر لیتے ہیں مگر اپنے نبی کی عاداتِ مبارکہ کو بھلا دیتے ہیں اس لیے عمدہ سے عمدہ کھانا بھی ہمارے اندر نور پیدا نہیں کرتا اس سے پھر ہاضمہ خراب' جگر کام نہیں کرتا' یہ خرابی' یہاں درد وہاں تکلیف کی شکایات ہوتی ہیں۔

؎ عجب درد است اندر دل اگر گویم زباں سوزد
وگر دم درکشم ترسم کہ مغز استخواں سوزد

اشارات

ناخن بڑھانے والی خواتین ناخن کاٹنے والیوں سے زیادہ بیماریوں کا شکار ہوتی ہیں۔ (ڈاکٹر آف سڈنی' روزنامہ جنگ لاہور)

☆...... مسلمانوں کے نبی نے جو یہ فرمایا ہے کہ کتا اگر برتن کو چاٹ لے تو اس کو سات مرتبہ دھوو اور ایک مرتبہ مٹی سے دھولو میں تحقیق کرتا رہا کہ آخر اس میں حکمت کیا ہے بالآخر اس نتیجے پر پہنچا کہ کتے کے لعاب میں جو جراثیم پائے جاتے ہیں' ان کو نوشادر ختم کر سکتا ہے اور مٹی میں نوشادر کے اجزا ہوتے ہیں۔

(ایک جرمن ڈاکٹر' بحوالہ ماہنامہ ہمایوں لاہور)

☆...... پیدا ہوتے ہی بچے کے کان میں اذان پڑھنا اس بارے میں میں نے پچیس سالہ تحقیق سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ اذان سے بچے کے نظام اعصاب اور دماغی قوتوں پر مدت تک اثرات رہتے ہیں۔ (ڈاکٹر بوہلد کثری ماہر نفسیات ویانا یونیورسٹی)



ہم آج تک وہ چوٹ ہیں دل پہ لیے ہوئے

اللھم ثبت قلوبنا علی الایمان وتوفنا علی الاسلام وارزقنا شفاعة خیر الانام علیه الصلوٰة والسلام وادخلنا بجاهه عندك دار السلام امین یاارحم الرحمین والحمدلله رب العلمین ۔

﴿﴾••••••••••••••﴿﴾

(۷)

حضور علیہ السلام کے والدین کریمین رضی اللہ عنہما

الحمدللہ الذی انزل القران وھدانا بہ الی عقائد الایمان واظھر ھذا الدین القویم علی سائر الادیان والصلوٰۃ والسلام الاتمان فی کل حین واٰن علی سید ولدعدنان سید الانس والجان الذی جعلہ اللہ تعالیٰ علی الغیوب فعلم مایکون وما کان وعلیٰ الہ وصحبہ وابنہ وحزبہ ومن تبعھم باحسان و اجعلنا منھم یارحمن یامنان ۔

امابعد

فاعوذباللہ من الشیطٰن الرجیم ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔

قرآنی دلیل نمبرا

اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ ۔ (الانعام:۱۲۴)

''اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جہاں اپنی رسالت رکھتا ہے۔''

مندرجہ بالا آیہ کریمہ سے صراحت کے ساتھ یہ عقیدہ مل رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی نبوت ورسالت کے لیے سب سے اعلیٰ مقام کا انتخاب فرماتا ہے اسی لیے اس نے کبھی کسی رذیل کو رسالت نہ دی اور کفر وشرک سے زیادہ رذیل کیا چیز ہو سکتی ہے کہ اس میں نورِ رسالت کو رکھے کیونکہ کفار ومشرکین تو محل غضب ولعنت ونجاست ہیں۔ (انما

المشر کون نجس)

ایک دن حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پہ خوفِ الٰہی کا غلبہ تھا اور آپ گریہ وزاری فرما رہی تھیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے عرض کیا' کیا آپ کا یہ خیال ہے کہ اللہ نے دوزخ کی ایک چنگاری کو اپنے محبوب کا جوڑ بنایا ہے؟ (یعنی یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ محبوبِ خدا کی بیوی دوزخ میں جائے لہٰذا آہ وبکا بند کیجئے) اس پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

فرجت عنی فرج اللہ عنك ۔

''اے ابن عباس! تو نے میرا غم دُور کیا ہے' خدا تیرا غم دُور کرے۔''

ایک حدیث شریف میں حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

ان اللہ ابی لی ان ازوج الامن اھل الجنۃ ۔

؟؟اللہ تعالیٰ نے سوائے جنتی عورتوں کے میرے نکاح میں عورت دینے سے انکار فرمادیا۔''

یعنی میری بیوی جنتی ہی ہوسکتی ہے۔ (رواہ ابن عساکر من ہند بن ابی ہالہ)

تو جب ذاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اللہ نے ایسی بیوی کو پسند نہیں کیا جو جنتی نہ ہو تو اللہ تعالیٰ یہ کیسے گوارا فرما سکتا ہے کہ نورِ رسالت کو کفر کی جگہ پہ رکھے اور جس سینے میں رسالت کی امانت کو رکھنا تھا' وہ جسم کفار کے خون سے بنائے؟ تھوڑا سا دودھ بھی آپ نے اگر رکھنا ہو تو اس کے لیے گندا برتن منتخب نہیں کرتے تو اللہ نے نورِ رسالت کے لیے کس طرح نجس ارحام وبطون کو پسند کرلیا۔

؎ ایں خیال است و محال است و جنون

قرآنی دلیل نمبر۲

ولعبد مؤمن خیر من مشرك ۔

''اور البتہ مسلمان غلام مشرک سے بہتر ہے۔'' (البقرہ)

ہر زمانے میں روئے زمین پر کم از کم سات مسلمانوں کا ہونا بشرط شیخین صحیح احادیث سے ثابت ہے۔

چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے جس کو عبدالرزاق اور ابن منذر نے سند صحیح سے روایت فرمایا ہے۔

ماخلت الارض من سبعة يدفع الله بهم عن اهل الارض .

(حضرت نوح علیہ السلام کے بعد) کبھی بھی زمین سات بندگانِ خدا سے خالی نہیں رہی۔ انہی کے طفیل اللہ تعالیٰ زمین والوں سے عذاب دُور فرماتا ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ سے یہ الفاظ بھی مروی ہیں:

فلولا ذلك هلكت الارض ومن عليها .

اگر ایسا نہ ہوتا تو زمین واہل زمین ہلاک ہو جاتے۔

اور صحیح بخاری میں ہے، حضور علیہ السلام نے فرمایا:

بعثت من خير قرون بنی ادم قرنا فقرنا حتى كنت فی القرن الذی كنت فيه . (عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

''میں ہر دور میں بنی آدم کے بہترین لوگوں میں بھیجا گیا ہوں یہاں تک کہ میرے پیدا ہونے کا دور آ گیا۔''

قرآن مجید کی آیت اور مندرجہ بالا احادیث سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ حضور علیہ السلام کے آباء واُمہات ہر دور میں مقبولانِ خدا میں سے ہوئے ہیں کیونکہ کافر کتنا ہی بلند نسب والا ہو، مسلمان غلام سے بھی بہتر نہیں ہو سکتا جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہترین لوگوں میں تشریف لاتے رہے۔

قرآنی دلیل نمبر ۳

وتوكل على العزيز الرحيم الذی يراك حين تقوم وتقلبك فی الساجدين . (الشعراء)

''اللہ تعالیٰ غالب، مہربان پہ بھروسہ کیجیے جو آپ کو کھڑے ہوتے اور سجدہ کرنے والوں میں گھومنے کو دیکھتا ہے۔''

امام رازی نے مندرجہ بالا آیت سے حضور علیہ السلام کا سجدہ کرنے والوں میں نسل

درنسل منتقل ہونا بیان فرمایا۔ امام سیوطی، ابن حجر، زرقانی وغیرہ نے اس سے حضور علیہ السلام کے تمام آباء کا مسلمان ہونا ثابت فرمایا اور اسی مؤقف کی تائید میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے امام ابونعیم نے روایت بھی نقل فرمائی۔

لم یزل اللہ ینقلنی من الاصلاب الطیبة الطاھرة......

لم ازل انقل من اصلاب الطاھرین الی ارحام الطاھرات ۔

(دلائل النبوۃ لابی نعیم عن ابن عباس)

ایک حدیث شریف میں ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا:

لم یزل اللہ ینقلنی من الاصلاب الکریمة والارحام الطاھرة حتی اخرجنی من بین ابوی ۔ (رواہ ابن عمر رضی اللہ عنہما)

''اللہ تعالیٰ ہمیشہ مجھے عزت وطہارت والی پشتوں سے پاکیزہ شکموں میں منتقل فرماتا رہا یہاں تک کہ میرے والدین سے مجھے پیدا فرمایا۔''

تو جب حضور علیہ السلام عزت وطہارت وکرامت والے رحموں، پشتوں میں منتقل ہوتے رہے اور قرآن پاک سے ثابت ہے کہ کسی کافر کے لیے عزت وطہارت نہیں۔

انما المشرکون نجس۔ العزة للہ ولرسولہ وللمؤمنین ۔

تو معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کے والدین ماجدین کا کفر وشرک سے کوئی تعلق نہیں رہا۔

قرآنی دلیل نمبر ۴

ولسوف یعطیك ربك فترضٰی ۔ (سورۃ الضحیٰ)

''عنقریب آپ کا پالنے والا آپ کو اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔''

حدیث قدسی میں ہے:

سنرضیك فی امتك ولانسوٴك به ۔

آپ کا رب آپ کو آپ کی اُمت کے بارے میں راضی فرما دے گا اور آپ کو پریشان نہ کرے گا۔

اگر ساری اُمت بھی بخشی جائے اور جنت میں چلی جائے اور آپ کے والدین خدانخواستہ نہ بخشے جائیں تو کیا حضور علیہ السلام جو بالمؤمنین رؤف رحیم اور رحمۃ للعالمین ہیں، آپ خوش ہوں گے؟ اور کیا ایک وفادار بیٹے کے لیے اس سے بڑی کوئی پریشانی ہو سکتی ہے کہ اس کی آنکھوں کے سامنے اس کے والدین دوزخ میں جائیں جب اُمت کو حضور ﷺ کی نسبت سے اتنا بڑا اعزاز مل رہا ہے تو والدین تو اس اعزاز کے زیادہ مستحق ہیں۔

قرآنی دلیل نمبر ۵

حضرت نوح علیہ السلام کو ان کے بیٹے (کنعان) کے بارے فرمایا گیا:

انه ليس من اهلك انه عمل غير صالح ۔ (سورۂ ھود)

''یہ تیرے اہل سے نہیں ہے کیونکہ یہ اچھے کام نہیں کرتا۔''

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مسلم و کافر کا نسب منقطع ہے نہ یہ اس کا وارث نہ وہ اس کا۔ ایک کا ترکہ دوسرے کو نہیں مل سکتا جبکہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

نحن بنو النضر بن كنانا لامنتفى من ابينا ۔

''ہم نضر بن کنانہ کے بیٹے ہیں اور ہمارا نسب ہمارے باپ سے جدا نہیں ہے۔''

(رواہ ابوداؤد الطیاسی وابن سعد والامام احمد وابن ماجہ)

آپ (ﷺ) نے متعدد بار اپنا نسب یوں بیان فرمایا۔ میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم...... اسی طرح اکیس پشتوں تک بیان کیا۔

اے سعد! میرے ماں باپ تم پر قربان

حضور علیہ السلام نے ایک جنگ کے موقع پر حضرت سعد کی جاں نثاری دیکھ کر (اور صحیح بخاری ص ۵۲۷ ج ۱ میں ہے، ایک موقع پر حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی) فرمایا:

ارم ياسعد فداك ابى وامى ۔

''اے سعد! تیر پھینک میرے ماں باپ تجھ پر قربان۔''

اس طرح ایک موقع پر بڑھ چڑھ کر خرچ کرنے والی مسلمان خواتین کے لیے بھی آپ نے فرمایا کہ میرے ماں باپ تم پر قربان۔ ظاہر بات ہے کہ یہ ایک اعزاز تھا اور ایسے موقع پر اچھی ؟؟ کے بارے میں ایسا کہا جائے گا۔ ایک مثال جو صرف سمجھانے کے لیے پیش کر رہا ہوں مثلاً آپ ایک بڑا کارنامہ سرانجام دیتے ہیں تو کوئی آپ پہ خوش ہو کر آپ سے کہتا ہے' تجھ پہ گدھا یا کتا قربان تو یہ آپ کے لیے اعزاز کی بجائے توہین ثابت ہوگی اور جب یہ توہین ہے تو مشرک تو گدھے اور کتے سے بھی زیادہ پلید اور گندے ہیں۔

انما المشرکون نجس ۔ اولئلک کالانعام بل ھم اضل ۔

اگر خدانخواستہ حضور علیہ السلام کے والدین مسلمان نہ ہوتے تو صحابہ رضی اللہ عنہم عرض کرتے' حضور ہمیں یہ کیا اعزاز دے رہے ہیں کہ نعوذ باللہ ہم پہ اپنے ان والدین کو قربان کر رہے ہیں جو مسلمان ہی نہیں۔ (نقل کفر کفر نہ باشد)

سوال:

بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کے والدین مشرک تھے' وہ بھی تو حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں عرض کیا کرتے تھے:

فداك ابی وامی یارسول اللہ ۔

جواب

اس کا مطلب یہ ہوتا کہ آج اگر ہمارے والدین زندہ ہوتے تو آپ کے حکم کے مقابلے میں ہم ان کو قربان یعنی قتل کرنا بھی گوارا کر لیتے مگر آپ کا حکم نہ ٹھکراتے جیسا کہ بعض جنگوں میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور علیہ السلام کے مقابلے میں آنے والے اپنے قریبی رشتہ داروں کو قتل کر دیا اور دنیا کو بتا دیا کہ

ے بہت سادہ سا ہے اپنا اصول زندگی کوثر
جو ان سے بے تعلق ہے ہمارا ہو نہیں سکتا

سوال

مسلم شریف میں حدیث ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا' میں نے اپنے والدین

کے لیے استغفار کی درخواست کی اور ان کی قبر پہ حاضری کے لیے اللہ تعالیٰ سے اجازت چاہی تو اللہ نے قبر پہ جانے کی اجازت تو دے دی مگر استغفار کرنے کی اجازت نہ دی۔

جواب

اگر مشرک ہوتے تو ان کی قبر پہ جانے کی اجازت کیوں دی جاتی کیونکہ کافر کی قبر پہ تو خود اللہ نے کھڑا ہونے سے بھی منع فرمایا ہے چہ جائیکہ زیارت کی اجازت دی جائے۔

باقی رہا کہ استغفار کی اجازت نہیں دی گئی تو جو پہلے ہی بخشا ہوا ہے اور جس کے صدقے لاکھوں کی بخشش ہوگی اس کے لیے استغفار کی کیا ضرورت ہے؟

وہ اصحاب فترت میں سے تھے

اور پھر یہ حدیث خبر واحد ہے جس کے ذریعے قرآن پہ زیادتی جائز نہیں کیونکہ قرآن نے اصحاب فترت کے بارے میں فرمایا:

وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا ۔

اور رسول بھیجے بغیر ہم عذاب کرنے والے نہیں۔

تو جب حضور علیہ السلام کے والدین کریمین آپ کی بعثت سے پہلے ہی دنیا سے رخصت ہو گئے تو ان کے لیے حکم کفر و عذاب چہ معنی دارد؟

جب ان تک احکام پہنچے ہی نہیں اور وہ احکام کے مکلف ہی نہیں اور انہوں نے خلاف ورزی کی ہی نہیں تو عذاب کس بات کا؟

اس لیے نابالغ بچے کی نمازِ جنازہ میں اس کی بخشش کی دعا کرنے کی بجائے اس کے ذریعے اپنی بخشش کی دعا کی جاتی ہے تو نابالغ بچہ بلکہ دیگر احادیث کے مطابق (السقط المراغم) کچا بچہ تو جھگڑا کر کے اپنے والدین کو بخشوا لے اور حضور علیہ السلام دیکھتے رہ جائیں اور آپ کے والدین ''خاکم بدھن'' دوزخ میں چلے جائیں۔

ذلک ان لم یک ربک مھلک القری بظلم و اھلھا غفلون ۔

''یہ اس لیے ہے کہ تمہارا رب ظلماً بے خبر بستی والوں کو ہلاک نہیں فرماتا۔''

حدیث شریف میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا' فترت میں مرنے والا کہے گا

اے اللہ! میرے پاس نہ کتاب آئی نہ رسول آیا پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

ولو انا اهلکنٰهم بعذاب من قبله لقالوا ربنا لولا ارسلت الینا رسولاً فنتبع آیاتك من قبل ان نذل ونخزیٰ .

اور اگر ہم انہیں رسول کے آنے سے پہلے عذاب کے ذریعے ہلاک کر دیتے تو ضرور کہتے کہ اے ہمارے رب! تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہ بھیجا کہ ہم ذلیل و رسوا ہونے سے پہلے تیری آیات پہ چلتے۔ (ابن ابی حاتم)

مسند احمد میں ہے کہ قیامت کے دن چار آدمی جھگڑا کریں گے۔ (۱) بہرہ جو بالکل ہی نہ سُن سکتا ہو۔ (۲) احمق (۳) دیوانہ (۴) وہ جو زمانہ فطرت میں مر جائے۔

بہرا کہے گا' اے اللہ! جب میں کچھ سُن ہی نہ سکتا تھا تو میں کیا کرتا؟

احمق کہے گا' اے رب! بے شک اسلام آیا مگر مجھے تو بچے مینگنیاں مارتے تھے۔

دیوانہ کہے گا' اے مولیٰ! میرے اندر تو سمجھ ہی نہ تھی اور فترت میں مرنے والا کہے گا' اے خدا! میرے زمانے میں تو کوئی رسول ہی نہ آیا تھا پھر ان کا امتحان ہوگا ان کو آگ میں جانے کا حکم ہوگا جو تعمیل کرے گا اس پر آگ ''بردًا و سلامًا'' ہو جائے گی اور جو تعمیل ارشاد نہ کرے گا اس کو گھسیٹ کر آگ میں ڈالا جائے گا۔

☆ ...... جس شئی کو حضور علیہ السلام ہاتھ لگائیں' اس کو آگ نہ جلا سکے جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے گھر دعوت کے موقع پر حضور علیہ السلام نے رومال کے ساتھ ہاتھ پونچھے تو رومال جب بھی میلا ہو جاتا وہ اس کو آگ میں ڈال دیتے' میل جل جاتی اور رومال اُجلا ہو کر باہر آ جاتا تو جس بطن انور میں اللہ کا محبوب نو ماہ جلوہ گر رہے' بھلا اس کو دوزخ کیسے چھو سکے گی۔

میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں

غزوۂ حنین اور اس کے علاوہ دیگر کئی غزوات میں حضور علیہ السلام نے کافروں کے مقابلے میں بطور فخر فرمایا:

انا النبی لاکذب انا ابن عبدالمطلب .

''میں سچا نبی ہوں' میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔'' (رواہ احمد' بخاری' مسلم)

جبکہ آپ نے خود فرمایا:

من انتسب الی تسعه اباء کفار یرید بھم عزا و کرامة کان عاشرھم فی النار ۔

''جو شخص عزت و کرامت چاہتا ہوا اپنے آپ کو نویں پشت کے کافر باپ کی طرف بھی منسوب کرے کہ میں فلاں بن فلاں ہوں ایسا شخص خود ان کا دسواں جہنمی ہوگا۔''

(رواہ احمد عن ابی ریحانہ رضی اللہ عنہ بسند صحیح)

اگر کہو کہ چونکہ عبدالمطلب مشہور سردار تھے اس لیے اپنے آپ کو ان کی طرف منسوب فرمایا تو نبی شہرت کا بھوکا نہیں ہوتا جب آپ نے خود ہی فرمایا کسی عربی کو عجمی پہ اور کسی عجمی کو عربی پہ کوئی فضیلت نہیں سوائے تقویٰ کے تو اگر آپ کے آباؤ اجداد مشرک ہوتے تو آپ کبھی ان پر فخر نہ فرماتے۔

آزر کتنا مشہور تھا مگر ابراہیم علیہ السلام نے ایک بار بھی اس کا نام نہ لیا بلکہ فرمایا:

انی اراك وقومك فی ضلل مبین ۔

''تو اور تیری قوم کھلی گمراہی میں ہے۔''

مگر یہاں صحابہ کرام حضور علیہ السلام کی سواری کی لگام تھامے ہوئے ہیں اور حضور علیہ السلام ان کو فرماتے ہیں قدماھا میری سواری آگے جانے دو اور فخریہ فرما رہے ہیں:

انا النبی لا کذب انا ابن عبدالمطلب ۔

آپ نے فرمایا:

انا خیر کم نسبا و خیر کم ابا ۔

''میں نسب اور باپ کے لحاظ سے ہر دور میں تم سے بہتر رہا ہوں۔''

چودہ سو سال کے بعد مسجد نبوی کی توسیع کے دوران حضور علیہ السلام کے والد ماجد کا جسم صحیح سلامت اور تروتازہ' خوشبودار نکلنا ان کے اہل ایمان ہونے کی کتنی واضح دلیل

ہے۔

سوال

مسلم شریف میں ہے' آپ (ﷺ) نے ایک شخص کو فرمایا:

ان ابی و اباك فی النار .

''بے شک میرا اور تیرا باپ آگ میں ہے۔''

جواب

پہلی بات تو یہ ہے کہ ان الفاظ پہ راویانِ حدیث متفق نہیں ہیں کیونکہ دیگر کتب میں ان ابی و اباك کی بجائے اذا مررت بقبر کافر فبشر بالنار کے الفاظ ہیں لہٰذا آپ کے والدین کریمین کے ساتھ ان الفاظ کا کوئی تعلق ہی نہیں ہے اس سوال کا جواب امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے اس طرح دیا ہے:

میں بسر و چشم اس کا جواب دیتا ہوں کہ حدیث کے یہ الفاظ کہ ان ابی و اباك فی النار اس پر راوی متفق نہیں ہیں البتہ اسے حماد بن سلمہ سے بروایتِ حضرت انس رضی اللہ عنہ ذکر کیا ہے۔ یہ وہ سند ہے جسے مسلم نے روایت کیا ہے اور معمر نے بروایتِ ثابت اس کے خلاف روایت کیا ہے اور انہوں نے ان الفاظ کا ذکر نہیں کیا بلکہ بیان کیا کہ اذا مررت بقبر کافر فبشرہ بالنار یعنی جب تو کافر کی قبر پر گزرے تو اسے جہنم کی خبر دے۔ یہ لفظ حضور نبی کریم ﷺ کے والد ماجد پر یقیناً کسی قسم کی دلالت نہیں کرتا اور روایت کے لحاظ سے یہ زیادہ ثابت ہے کیونکہ حضرت معمر' حماد سے اثبت ہیں اور اس کے کہ حماد کے حافظہ پر کلام کیا گیا اور ان کی احادیث میں منکر باتیں واقع ہیں۔ محدثین بیان کرتے ہیں کہ ربیبہ نے ان کو کہہ کر پڑھایا اور حماد حفظ نہ کر سکے لہٰذا جب وہ بیان کرتے تو اس میں انہیں شک ہوتا اسی بناء پر امام بخاری نے ان سے کوئی حدیث نہیں لی اور نہ امام مسلم نے ''اصول'' میں ان سے کوئی حدیث لی مگر وہ روایت جو حضرت ثابت سے ہے' حاکم نے ''المستدرک'' میں کہا ہے کہ امام مسلم نے ''اصول'' میں حماد کی کوئی روایت نہیں لی مگر وہ حدیث جو حضرت ثابت سے مروی ہے بلاشبہ ایک جماعت نے ''الشواہد'' میں نقل کیا ہے

لیکن حضرت معمر! تو ان کے حافظہ پر کسی نے کلام نہیں کیا اور نہ ان کی کسی حدیث میں کوئی منکر بات بتائی اور امام بخاری و مسلم نے ان کی روایت لینے پر اتفاق کیا ہے لہٰذا ان کے لفظ زیادہ ثابت ہیں۔

پھر یہ کہ ہم نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بھی انہی الفاظ کو مروی پایا ہے جو حضرت معمر بروایت ثابت از انس رضی اللہ عنہ کی روایت کے لفظ ہیں۔ چنانچہ بزار' طبرانی اور بیہقی بسند ابراہیم بن سعد از زہری از عامر بن سعد (بن ابی وقاص زہری مدنی) وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک بدوی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا ''میرے باپ کہاں ہیں؟'' آپ نے فرمایا' جہنم میں اس نے کہا ''اور آپ کے والد کہاں ہیں؟'' آپ نے فرمایا ''جب بھی تم کسی کافر کی قبر پر گزرو تو اسے جہنم کی خبر دے دو اس روایت کی تخریج بخاری و مسلم کی شرط پر ہے لہٰذا اس لفظ پر اعتماد اور اسے اس کے غیر پر مقدم رکھنا لازم ہے اور طبرانی اور بیہقی نے اس حدیث کے آخر میں اتنا اضافہ کیا ہے۔

راوی نے کہا ہے کہ وہ بدوی اس کے بعد اسلام لے آیا پھر وہ کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بڑی مشکل بات کا ذمہ دار بنایا کہ میں جب بھی کسی کافر کی قبر پر گزروں تو اسے جہنم کی خبر دے دیا کروں۔

اور ابن ماجہ نے بطریق ابراہیم بن سعد از زہری از سالم (بن عبداللہ میں عمر العدوی مدنی فقیہ از فقہاء سبعہ التوفی ۱۰۶ھ وہ اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا' ایک بدوی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر دریافت کیا کہ میرا باپ صلہ رحمی کرتا اور ایسا ایسا تھا' وہ کہاں ہے؟ فرمایا' جہنم میں۔ راوی کہتا ہے گویا کہ اس نے اسے پالیا پھر پوچھا یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے والد کہاں ہیں؟ فرمایا جب بھی تم کسی مشرک کی قبر پر گزرو تو اسے جہنم کی خبر دے دو اس کے بعد وہ بدوی اسلام لے آیا اور کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بڑی دشوار بات کا ذمہ دار بنایا ہے کہ میں جب بھی کسی کافر کی قبر پر گزروں تو اسے جہنم کی خبر دے دیا کروں لہٰذا یہ روایت پہلے سے بہت زیادہ واضح ہے

اس لیے اس میں عام طور پر وہی الفاظ ہیں جو نبی کریم ﷺ سے صادر ہوئے ہیں اور اس میں بدوی نے اسلام لانے کے بعد بمقتضائے حکم امتثالِ امر کو دیکھا اور اس کی بجا آوری میں دشواری کو پایا اور اگر جواب پہلے لفظ کے ساتھ ہو تو اس میں یقیناً کچھ بھی حکم نہیں نکلتا اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے الفاظ راوی کے تصرف سے ہیں جسے اس نے اپنے فہم کے مطابق حدیث بالمعنی بیان کی ہے۔ بلاشبہ بخاری و مسلم میں بکثرت روایات اس نہج کی واقع ہیں جن میں راوی کا تصرف موجود ہے اور ان کے سوا اس سے زیادہ ثابت ہیں۔ مثلاً مسلم شریف کی وہ حدیث جو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بسم اللہ کی قرأت کی نفی میں مروی ہے اور اس کی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے تعلیل فرمائی ہے اور فرمایا کہ دوسری سند سے اس کے سماع کی نفی کرنے والی حدیث ثابت ہے لہٰذا راوی نے اس سے نفی قرأت کو سمجھا اور اپنے فہم کے مطابق حدیث بالمعنی روایت کر دی اور اسے خطا لاحق ہوئی۔

اب ہم اس مقام میں مسلم شریف کی حدیث کا جواب اس نہج پر دیتے ہیں جیسے ہمارے امام امام شافعی رضی اللہ عنہ نے بسم اللہ کی قرأت کی نفی میں مسلم کی حدیث کا جواب دیا ہے پھر اگر لفظ اوّل سے راویوں کے اتفاق کو فرض کر لیں تو گزشتہ دلائل سے وہ متعارض بن جاتے ہیں اور حدیث صحیح جب اس کے معارض دوسرے ایسے دلائل ہوں جو اس سے ارجح ہوں تو اس کی تاویل واجب ہوتی ہے اور ان دلائل کو مقدم رکھا جاتا ہے جیسا کہ اصول کا قاعدہ ہے اور دوسرے جواب کی رو سے حضور پاک ﷺ کا اپنی والدہ کے استغفار کی اجازت نہ ملنے والی حدیث کا جواب یوں ہوگا کہ ممکن ہے اس میں مسلسل پوشگی کی ایسی ممانعت ہو جیسے کہ شروع اسلام میں اس شخص کی نمازِ جنازہ ممنوع تھی جس پر قرض ہو باوجودیکہ وہ مسلمان ہو پھر یہ کہ اس کا بھی امکان ہے کہ یہ ممانعت دیگر کافروں کے ضمن کی بناء پر ہوئی ہو اس وجہ سے ان کے لیے بھی استغفار کرنے سے روک دیتا ہو لیکن پہلا جواب زیادہ درست ہے۔ یہ ایک قسم کی تاویل ہے۔

پھر میں نے حضرت معمر کی روایت کے الفاظ کی مانند ایک حدیث دیکھی جو اس سے زیادہ واضح ہے اس میں صراحت ہے کہ سائل چاہتا تھا کہ نبی کریم ﷺ کے والد کے

بارے میں سوال کرے مگر اسے ادب اور تائل نے باز رکھا۔ چنانچہ حاکم ''المستدرک'' میں صحیح قرار دے کر لقیط بن عامر سے روایت نقل کی وہ نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں نہیک بن عاصم بن مالک بن المنتفق کے ساتھ حاضر ہوئے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم رجب گزارنے کے لیے مدینہ میں حاضر ہوئے اور فجر کی نماز حضورِ اکرم ﷺ کے ساتھ پڑھی اور اس کے بعد لوگوں کو خطبہ دینے کھڑے ہوئے۔ راوی نے اس کے بعد حدیث بیان کی یہاں تک کہ اس نے کہا' میں نے عرض کیا یارسول اللہ! ﷺ کیا ہم میں سے کوئی زمانۂ جاہلیت میں بھلائی پر ہے؟ اس پر فرمایا' اے قریشی جوان! بے شک تیرا باپ المنتفق جہنم میں ہے اس وقت گویا میرا چہرہ اور میرا گوشت پسینہ پسینہ ہو گیا کیونکہ حضور پاک ﷺ نے تمام لوگوں کے سامنے میرے باپ کا حال بیان کر دیا تھا پھر اس کے بعد میں نے ارادہ کیا کہ میں کہوں یارسول اللہ! آپ ﷺ کے والد کہاں ہیں؟ مگر میں نے کچھ سوچ کر اچھے طریقہ سے بدل کر عرض کیا۔ یارسول اللہ! ﷺ آپ کے اہل کا کیا حال ہے؟ فرمایا جب تم کسی مشرک قرشی یا عامری کی قبر پر گزرو تو اس سے کہنا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے تمہارے پاس بھیجا ہے تاکہ میں تمہیں بتا دوں کہ تمہارے لیے کیا بشارت وخبر دی گئی ہے۔

اس روایت میں کوئی اشکال نہیں ہے اور یہ سب سے زیادہ واضح روایت اور روشن تر بیان ہے اور وہ کون سی چیز سائل کو مانع ہوئی کہ وہ پوچھے کہ آپ کے والد کہاں ہیں؟ اور یہ کہ حضور ﷺ کے قول میں جو انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں لفظ ''ابی'' ہے اگر اس کی مراد ثابت ہو جائے تو اس کا مطلب حضور ﷺ کے چچا حضرت ابوطالب ہوں گے نہ کہ آپ کے والد ماجد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ جیسا کہ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لفظ ''اب'' سے مراد چچا لیا ہے۔ بلاشبہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مجاہد و ابن جریج اور سدی کی روایتیں پہلے نقل کی جا چکی ہیں اس جگہ ہر دو باتیں مترشح ہوتی ہیں۔

پہلی بات یہ کہ لفظ ''اب'' (باپ) کا اطلاق حضرت ابوطالب کے لیے نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں عام رائج تھا اسی بناء پر وہ لوگ حضرت ابوطالب سے کہتے تھے کہ

ابوطالب تم اپنے بیٹے کو ہمارے معبودوں کو بُرا کہنے سے باز رکھو اور حضرت ابوطالب نے ان کے کہنے پر ایک مرتبہ حضور ﷺ سے عرض بھی کیا تھا پھر جب کفار نے ان سے یہ کہا کہ تم اپنے بیٹے کو ہمارے سپرد کر دو تا کہ ہم اسے قتل کر دیں اور اس کے بدلہ تم ہم سے اس بچہ کو لے لو (اس کے جواب میں حضرت ابوطالب نے فرمایا' میں اپنے بیٹے کو تو تمہیں قتل کرنے کے لیے دے دوں اور تمہارے بیٹے کو لے کر میں اس کی کفالت کروں۔) اور جبکہ حضرت ابوطالب شام کی طرف سفر کر رہے تھے اور ان کے ساتھ نبی کریم ﷺ بھی تشریف لے جا رہے تھے تو بحیرہؒ راہب نے ان کے پاس آ کر دریافت کیا' یہ فرزند تمہارا کون ہے؟ انہوں نے کہا' یہ میرا بیٹا ہے اس پر اس راہب نے کہا کہ اس فرزند کے لیے سزاوار نہیں ہے کہ اس کا والد زندہ ہو۔

معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کے لیے حضرت ابوطالب کو والد کہلانا ان کے نزدیک عام دستور تھا کیونکہ وہ حضور ﷺ کے چچا تھے اور انہوں نے آپ کے بچپنے سے خدمت و کفالت کے فرائض انجام دیئے تھے' وہ آپ کو اپنی نگہداشت و حفاظت اور حمایت میں رکھتے تھے اسی بناء پر عام لوگ والد ہی گمان کر کے ان کے بارے میں پوچھا کرتے تھے۔

دوسری بات یہ کہ اسی کے مشابہ ایک حدیث میں واقعہ ہے کہ جسے اپنے مقصد کے دلائل میں حضور نے ﷺ نے حضرت ابوطالب کا ذکر فرمایا۔ چنانچہ طبرانی حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے نقل کرتے ہیں کہ حجتہ الوداع کے دن حارث بن ہشام آئے' انہوں نے عرض کیا' یارسول اللہ! ﷺ آپ ہمیں صلہ رحمی' ہمسایہ کے ساتھ حسن سلوک' یتیموں کے ساتھ بھلائی' مہمان کی خاطر تواضع اور مسکینوں کو کھانا کھلانے پر ترغیب و تحریص فرماتے ہیں' یہ سب باتیں ہشام بن مغیرہ بھی کرتا تھا لہٰذا یارسول اللہ! ﷺ آپ کا اس کے بارے میں کیا گمان ہے؟ حضور پاک ﷺ نے فرمایا' ہر وہ قبر والا جو لا الہ الا اللہ کی شہادت نہیں دیتا' وہ جہنم کے گڑھے میں ہے۔ بلاشبہ میں نے اپنے چچا ابوطالب کو جہنم میں غوطہ زن پایا لیکن اللہ تعالیٰ نے میری منزلت اور مجھ پر ان کے احسان ہونے کی بناء پر اسے نکال کر جہنم کی تمازت و تپش میں کر دیا۔

بارے میں سوال کرے مگر اسے ادب اور تائل نے بار رکھا۔ چنانچہ حاکم ''المستدرک'' میں صحیح قرار دے کر لقیط بن عامر سے روایت نقل کی وہ نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں نہیک بن عاصم بن مالک بن المنتفق کے ساتھ حاضر ہوئے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم رجب گزارنے کے لیے مدینہ میں حاضر ہوئے اور فجر کی نماز حضورِ اکرم ﷺ کے ساتھ پڑھی اور اس کے بعد لوگوں کو خطبہ دینے کھڑے ہوئے۔ راوی نے اس کے بعد حدیث بیان کی یہاں تک کہ اس نے کہا' میں نے عرض کیا یارسول اللہ! ﷺ کیا ہم میں سے کوئی زمانۂ جاہلیت میں بھلائی پر ہے؟ اس پر فرمایا' اے قریشی جوان! بے شک تیرا باپ المنتفق جہنم میں ہے اس وقت گویا میرا چہرہ اور میرا گوشت پسینہ پسینہ ہو گیا کیونکہ حضور پاک ﷺ نے تمام لوگوں کے سامنے میرے باپ کا حال بیان کر دیا تھا پھر اس کے بعد میں نے ارادہ کیا کہ میں کہوں یارسول اللہ! آپ ﷺ کے والد کہاں ہیں؟ مگر میں نے کچھ سوچ کر اچھے طریقہ سے بدل کر عرض کیا۔ یارسول اللہ! ﷺ آپ کے اہل کا کیا حال ہے؟ فرمایا جب تم کسی مشرک قرشی یا عامری کی قبر پر گزرو تو اس سے کہنا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے تمہارے پاس بھیجا ہے تا کہ میں تمہیں بتا دوں کہ تمہارے لیے کیا بشارت و خبر دی گئی ہے۔

اس روایت میں کوئی اشکال نہیں ہے اور یہ سب سے زیادہ واضح روایت اور روشن تر بیان ہے اور وہ کون سی چیز سائل کو مانع ہوئی کہ وہ پوچھے کہ آپ کے والد کہاں ہیں؟ اور یہ کہ حضور ﷺ کے قول میں جو انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں لفظ ''ابی'' ہے اگر اس کی مراد ثابت ہو جائے تو اس کا مطلب حضور ﷺ کے چچا حضرت ابوطالب ہوں گے نہ کہ آپ کے والد ماجد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ جیسا کہ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لفظ ''اب'' سے مراد چچا لیا ہے۔ بلاشبہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مجاہد و ابن جریج اور سدی کی روایتیں پہلے نقل کی جا چکی ہیں اس جگہ ہر دو باتیں مترشح ہوتی ہیں۔

پہلی بات یہ کہ لفظ ''اب'' (باپ) کا اطلاق حضرت ابوطالب کے لیے نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں عام رائج تھا اسی بناء پر وہ لوگ حضرت ابوطالب سے کہتے تھے کہ

ابو طالب تم اپنے بیٹے کو ہمارے معبودوں کو بُرا کہنے سے باز رکھو اور حضرت ابو طالب نے ان کے کہنے پر ایک مرتبہ حضور ﷺ سے عرض بھی کیا تھا پھر جب کفار نے ان سے یہ کہا کہ تم اپنے بیٹے کو ہمارے سپرد کر دو تاکہ ہم اسے قتل کر دیں اور اس کے بدلہ تم ہم سے اس بچہ کو لے لو (اس کے جواب میں حضرت ابو طالب نے فرمایا' میں اپنے بیٹے کو تو تمہیں قتل کرنے کے لیے دے دوں اور تمہارے بیٹے کو لے کر میں اس کی کفالت کروں۔) اور جبکہ حضرت ابو طالب شام کی طرف سفر کر رہے تھے اور ان کے ساتھ نبی کریم ﷺ بھی تشریف لے جا رہے تھے تو بحیرہ راہب نے ان کے پاس آ کر دریافت کیا' یہ فرزند تمہارا کون ہے؟ انہوں نے کہا' یہ میرا بیٹا ہے اس پر اس راہب نے کہا کہ اس فرزند کے لیے سزاوار نہیں ہے کہ اس کا والد زندہ ہو۔

معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کے لیے حضرت ابو طالب کو والد کہلانا ان کے نزدیک عام دستور تھا کیونکہ وہ حضور ﷺ کے چچا تھے اور انہوں نے آپ کے بچپنے سے خدمت و کفالت کے فرائض انجام دیئے تھے' وہ آپ کو اپنی نگہداشت و حفاظت اور حمایت میں رکھتے تھے اسی بناء پر عام لوگ والد ہی گمان کر کے ان کے بارے میں پوچھا کرتے تھے۔

دوسری بات یہ کہ اسی کے مشابہ ایک حدیث میں واقعہ ہے کہ جسے اپنے مقصد کے دلائل میں حضور نے ﷺ نے حضرت ابو طالب کا ذکر فرمایا۔ چنانچہ طبرانی حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے نقل کرتے ہیں کہ حجۃ الوداع کے دن حارث بن ہشام آئے' انہوں نے عرض کیا' یارسول اللہ! ﷺ آپ ہمیں صلہ رحمی' ہمسایہ کے ساتھ حسن سلوک' یتیموں کے ساتھ بھلائی' مہمان کی خاطر تواضع اور مسکینوں کو کھانا کھلانے پر ترغیب و تحریص فرماتے ہیں' یہ سب باتیں ہشام بن مغیرہ بھی کرتا تھا لہٰذا یارسول اللہ! ﷺ آپ کا اس کے بارے میں کیا گمان ہے؟ حضور پاک ﷺ نے فرمایا' ہر وہ قبر والا جو لا الہ الا اللہ کی شہادت نہیں دیتا' وہ جہنم کے گڑھے میں ہے۔ بلاشبہ میں نے اپنے چچا ابو طالب کو جہنم میں غوطہ زن پایا لیکن اللہ تعالیٰ نے میری منزلت اور مجھ پر ان کے احسان ہونے کی بناء پر اسے نکال کر جہنم کی تمازت و طپش میں کر دیا۔

تنبیہ

ایک جماعت نے ان تمام جوانوں کو بے حد پسند فرمایا ہے اور جو حدیثیں حضور کے والدین کریمین کے بارے میں ہیں‘ ان کے جواب میں وہ کہتے ہیں کہ وہ سب منسوخ ہیں جس طرح وہ احادیث جو مشرکوں کے بچوں کے جہنمی ہونے کے بارے میں مروی ہیں‘ منسوخ ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ مشرکوں کے بچوں کے بارے میں حدیثوں کو منسوخ کرنے والی یہ آیتِ کریمہ ہے:

ولاتزروا زرۃ و زر اخریٰ ۔

”کوئی جان دوسرے کا بوجھ نہیں اُٹھائے گی۔“

اور حضور پاک ﷺ کے والدین کے بارے میں احادیث کا ناسخ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا ۔

”ہم کسی کو عذاب کرنے والے نہیں جب تک کہ ہم رسول نہ بھیجیں۔“

اور یہ عجیب اتفاقی نکتہ ہے کہ دونوں فریقوں کے دونوں جملے ایک آیت کے ایک ہی سیاقِ کلام میں حرفِ عطف کے ساتھ نظمِ قرآن میں یکجا جمع ہیں۔

یہ جواب تمام جوابوں سے زیادہ مفید و مختصر ہے مگر یہ کہ مسلکِ اوّل کے نزدیک ہے جو کہ مسلکِ ثانی کے نزدیک جیسا کہ واضح ہے۔

اور پھر جب ابوطالب کے بارے میں تمام کتب احادیث کے اندر صراحت موجود ہے تو ان کو مراد کیوں نہیں لیا جا سکتا۔

مسلم میں ہے:

وجدتہ فی غمرات من النار فاخرجتہ الی ضحضاح ۔

”میں نے اسے آگ میں ڈوبا پایا تو کھینچ کر ٹخنوں تک آگ میں کر دیا۔“

بخاری میں ہے:

ولولا انا لکان فی الدرک الاسفل من النار ۔ وفی روایتہ اھون

اهل النار عذابا ۔

''اور عم الرجل صنو ابیہ آدمی کا چچا اس کے باپ کی طرح ہی ہے۔ کیا ان ابی میں اس لیے ابوطالب مراد نہیں ہو سکتے کہ اس سے نبی علیہ السلام کی قرابت کا نفع پہچانے کا عقیدہ واضح ہو رہا ہے۔

کوئی بڑا ہی پلید اور جہنمی ہوگا جو اپنے آپ کو اور اپنے والدین کو تو جنتی کہے اور ان کو دوزخی کہے جن کے بارے میں فرمایا **لقد جاء رسول من انفسکم** ایک قرأت میں **انفسکم** فا کے فتح اور سین کے کسرہ کے ساتھ ہے یعنی اللہ نے اپنے رسول کو نفیس ترین لوگوں میں سے بھیجا۔ کیا کافر نفیس بھی ہوسکتا ہے چہ جائیکہ نفیس ترین۔

حافظ شمس الدین بن ناصر الدین دمشقی نے کیا خوب کہا:

تنقل احمد نورا عظیما
تلألأ فی جباہ الساجدینا
تقلب فیھم قرنا فقرنا
الی ان جاء خیر المرسلینا

یعنی مصطفیٰ کریم علیہ السلام کا نور عظیم سجدہ کرنے والوں کی پیشانیوں میں چمکتا رہا تا آنکہ آپ اس کائنات میں جلوہ گر ہو گئے۔

خیر المرسلین تشریف لے آئے انہی نے یہ بھی کہا ہے کہ:

حفظ الالہ کرامۃ لمحمد
ابائہ الامجاد صونا لاسمہ
ترکوا السفاح فلم یصبھم عارہ
من ادم الی ابیہ وامہ

یعنی اللہ تعالیٰ نے حضور پاک ﷺ کی بزرگی کو محفوظ رکھا' آپ کے آبائے کرام آپ کے اسمِ مبارک سے محفوظ رہے۔ انہوں نے فحاشی کو کبھی ہاتھ نہ لگایا لہٰذا کوئی عیب انہیں نہ چھو سکا۔ حضرت آدم (علیہ السلام) سے لے کر آپ کے والدین کریمین تک اب

نیک اور ساجد تھے۔

اور امام بوصیری صاحب قصیدہ بُردہ شریف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

کیف ترقی رقیك الانبیاء یاسماء ما طاولتها سماء
لم یساوك فی علاك وقد حال سماء منك دونهم وسماء
انما مثلوا صفاتك للناس کما مثل النجوم الماء
انت مصباح کل فضل فما لصدر الاعن ضوئك الاضواء
لك ذات العلوم من عالم الغیب ومنها لارم الاسماء
ولم تزل فی ضمائر الغیب یختارنك الامهات والاباء
مامضت فترة من الرسل الا بشرت قومها بك الانبیاء
نتباهی بك العصور وتسمو یك علیاء بعدها علیاء
ویدا للوجود منك کریم من کریم اباؤه کرماء
نسب نحسب العلی بحلاه تلاتها نجومها الجوزا
ومنها فهنیئاً به الامنة الفضل الذی شرِفت به حواء
من الحواء انها حملت احمد وانها به نفساء
یوم نالت بوضعه ابنة وهب من فخار مالم تنله النساء
واتت قومها بافضل مما حملت قبل مریم العذراء

ابونعیم نے ''دلائل النبوۃ'' میں بسند ضعیف بروایتِ زہری از اُم سماعہ بنت ابی رہم وہ اپنی والدہ سے روایت کیا ہے کہ وہ کہتی ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی والدہ ماجدہ سیدنا آمنہ رضی اللہ عنہا کی اس بیماری میں جس میں ان کی وفات ہوئی' موجود تھی اور محمد ﷺ پانچ سال کی عمر کے بچے' ان کے سرہانے بیٹھے ہوئے تھے۔ آمنہ (رضی اللہ عنہا) نے ان کے چہرے پر نظر ڈال کر کہا

بارك فیك الله من علام یاابن الذی من حومة الحمام
نجایعون الملك المنعام قودی عداة الضراب بالهام

بمائة من اهل سوام ان صح ما ابصرت في المنام فانت مبعوث الى الاغام من عند ذى الجلال و الاكرام تبعث في الحل وفي الحرام تبعث بالتحقيق و الاسلام دين ابيك البرابر ابراهام فالله ينهاك عن الاصنام

ان لا توا لبها مع الاقوام

اس کے بعد فرماتی ہیں' ہر جینے والی کے لیے موت ہے' ہر نئی چیز پرانی ہو جاتی ہے اور ہر بوڑھے کے لیے فنا ہے اور میں بھی مرنے والی ہوں اور میری یاد باقی رہنے والی ہے۔ بلا شبہ میں نے بہتر کو چھوڑا اور پاکیزہ بچہ تولد کیا ہے اس کے بعد وہ انتقال فرما گئیں اور ہم ان پر جنات کے رونے کی آواز سنتے تھے' ان کے کچھ اشعار ہم نے یاد کر لیے

نبكى الفتاه البرة الامينه ذات الجمال العفة الرزينه

زوجة عبدالله و القرينه ام بنى الله ذى السكينه

و صاحب المنبر فى المدينه صارت لدى حضرتها رهينه

یعنی ہم اس نوعمر' نیکوکار' امانت دار' حسن و جمال کی پیکر' صاحبِ عفت و عصمت جو حضرت عبداللہ کی زوجہ' اللہ کے نبی صاحبِ سکینہ' مدینہ منورہ میں منبر و محراب کے مالک کی والدہ ماجدہ کی رحلت پر روتے ہیں اب یہ اپنی قبر کے گوشہ میں اقامت گزیں ہوں گی۔

تم نے دیکھ لیا کہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کا یہ کلام' بتوں اور بت پرست قوموں کی ممانعت میں کتنا صریح ہے اور دینِ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا اعتراف ہے اور یہ کہ ان کے فرزند' رب العزت ذی الجلال والاکرام کے پاس سے لوگوں کی طرف اسلام کے ساتھ مبعوث ہوں گے۔ یہ تمام الفاظ شرک کے منافی ہیں اور ان کا قول ''تبعث بالتحقیق'' ایسا ہی اس نسخہ میں ہے لیکن میرے پاس قلمی نسخہ ہے اس میں ''بالتخفیف'' ہے۔

پھر یہ کہ میں نے انبیاء علیہم السلام کی اُمہات کی جستجو کی تو ان سب کو مومن پایا چنانچہ سیدنا اسحاق و موسیٰ و ہارون و عیسیٰ علیہم السلام کی ماؤں اور حوا ام شیث علیہ السلام کا ذکر تو قرآن کریم میں ہے بلکہ ایک قول یہ ہے کہ یہ نبی بھی تھیں اور احادیث میں حضرت

اسماعیل علیہ السلام کی والدہ ہاجرہ اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی والدہ اور ان کی اولاد کی مائیں اور داؤد و سلیمان زکریا یحیٰی' شمویل و شمعون اور ذوی الکفل علیہم السلام کی ماؤں کا ایمان دار ہونا مذکور ہے اور بعض مفسرین نے اُم نوح اور اُم ابراہیم علیہما السلام کے ایمان کی بھی تصریح کی ہے اور اسے ابن حبان نے اپنی تفسیر میں ترجیح دی ہے۔

اور یہ پہلے گزر چکا ہے کہ حضرتِ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت نوح اور حضرت آدم علیہما السلام کے درمیان کوئی والد کافر نہ تھا اسی وجہ سے انہوں نے دعا کی۔

رب اغفرلی والوالدی ولمن دخل بیتی مؤمنا ۔

''اے رب! مجھے اور میرے والدین کو اور جو میرے گھر میں مسلمان داخل ہو' بخش دے۔''

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی:

رب اغفرلی ولوالدی وللمؤمنین یوم یقوم الحساب ۔

''اے رب! مجھے اور میرے والدین کو اور سب مسلمانوں کو جس دن حساب قائم ہو' بخش دے۔''

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قرآن میں استغفار سے خاص طور پر اپنے اب یعنی چچا آزر کے لیے زبان روکی نہ کہ والدہ کے لیے لہٰذا یہ دلالت ہے اس پر کہ وہ مومنہ تھیں۔

اور حاکم نے ''المستدرک'' میں صحت کرتے ہوئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا' تمام انبیاء بنی اسرائیل میں سے تھے مگر بارہ نبی یعنی حضرت نوح' حضرت ہود' حضرت صالح' حضرت لوط' حضرت شعیب' حضرت ابراہیم' حضرت اسماعیل' حضرت اسحاق' حضرت یعقوب' سیدنا محمد (حضرت آدم' حضرت شیث) صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہم اجمعین

اور بنی اسرائیل سب کے سب مومن تھے' ان میں کوئی کافر نہ تھا یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مبعوث ہوئے تو ان کے ساتھ کفر کیا جسے کفر کرنا تھا لہٰذا تمام انبیاء بنی اسرائیل کی مائیں سب کی سب مومنہ تھیں۔ نیز اکثر انبیاء بنی اسرائیل علیہم السلام کی

اولاد یا ان کی اولاد کی اولاد نبی ہوتی تھی کیونکہ نبوت ان کے اسباط میں نسلاً بعد نسل ہوتی تھی جیسا کہ ان کی مشہور خبروں میں ہے۔

لیکن مذکورہ دس انبیاء غیر بنی اسرائیل علیہم السلام تو ان میں سے اُم نوح' اُم ابراہیم' اُم اسماعیل' اُم اسحاق اور اُم یعقوب علیہم السلام کا ایمان یقیناً ثابت ہے۔ باقی رہیں اُم ہود' اُم صالح' اُم لوط اور اُم شعیب علیہم السلام کا ایمان تو اس کے انکار کے لیے نقل یا دلیل کی حاجت ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ ان کا بھی ایمان دار ہونا ظاہر ہے لہٰذا اسی طرح نبی کریم صلی ﷺ کی والدہ ماجدہ کا ایمان دار ہونا ہے اور اس میں بھید یہ تھا کہ وہ نورِ مصطفیٰ ﷺ کو دیکھتی تھیں اور یہ حدیث میں وارد ہے۔

امام احمد' بزار' طبرانی' حاکم اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

انی عنداللہ لخاتم النبیین وان ادم لمنجدل فی طینۃ ۔

یعنی یقیناً میں اللہ تعالیٰ کے حضور خاتم النبیین تھا درآنحالیکہ حضرت آدم مٹی کے خمیر میں تھے اور عنقریب میں تمہیں اس بارے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت اور ان کی والدہ کا وہ خواب جو انہوں نے دیکھا' بیان کروں گا اسی طرح تمام نبیوں کی مائیں دیکھتی تھیں اور بلاشبہ رسول اللہ ﷺ کی والدہ ماجدہ نے ولادت کے وقت وہ نور دیکھا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے اور اس میں شک نہیں ہے کہ نبی کریم ﷺ کی والدہ ماجدہ نے حالتِ حمل میں ولادت میں بکثرت نشانیاں دیکھیں اور سب سے بڑی نشانی یہ ہے کہ انہوں نے انبیاء علیہم السلام کی تمام اُمہات کو دیکھا جیسا کہ اس بارے میں ''کتاب المعجزات'' میں خبریں ہمیں سیراب کرتی ہیں اور بعض علماء نے بیان کیا ہے کہ آپ نے کسی دودھ پلانے والی کا دودھ نہ پیا مگر یہ کہ وہ اسلام لے آئی۔ کہا ہے کہ آپ کو دودھ پلانے والیاں چار تھیں۔ ایک آپ کی والدہ' دوسری حضرت حلیمہ سعدیہ' تیسری ثویبہ اور چوتھی حضرت اُم ایمن (رضی اللہ عنہن) انتہیٰ۔

(مسلک الحنفاء لابویہ المصطفیٰ علیہ الوف التحیۃ والثناء امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ)

امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے حضور علیہ السلام کے والدین کریمین کے ایمان پہ کیے جانے والے اعتراضات کے جوابات جس محبت کے ساتھ لکھے ہیں اس کا صلہ حضور ﷺ نے یہ دیا ہے کہ آپ کو جاگتے ہوئے بہتر مرتبہ اپنی زیارت سے مشرف فرمایا ہے چند اعتراضات اور ان کے جوابات ایک ہی اعتراض جواب کے عنوان کا ترجمہ فرمائیں۔

اعتراض

اب اگر تو یہ کہے کہ ان احادیث کا تم کیا کرو گے جو ان کے کفر پر دلالت کرتی ہیں کہ وہ نار میں ہیں، وہ حدیث یہ کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

لیت شعری مافعل ابوائی ۔

''ہائے افسوس میرے والدین کے ساتھ کیا ہوا۔

اس پر یہ آیت اُتری:

ولاتسئل عن اصحب الجحیم ۔

''جہنمیوں کے بارے میں آپ نہ پوچھیں۔''

اور ایک حدیث یہ ہے کہ استغفار نہ کیجیے اور ایک حدیث یہ ہے کہ ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی کہ:

ماکان لنبی والذین امنوا ان یستغفروا للمشرکین الآیۃ ۔

''نبی اور ایمان داروں کے لیے لائق نہیں ہے کہ مشرکوں کے لیے استغفار کریں۔''

اور ایک حدیث یہ ہے کہ نبی کو قدرت نہیں تم دونوں کی ماں آگ میں ہے۔ لہٰذا دونوں پر یہ شاق گزرا پھر آپ نے دعا کی اور فرمایا، میری ماں تمہاری ماں کے ساتھ ہے۔

جواب

میں اس کے جواب میں کہتا ہوں کہ جو روایتیں بیان کی گئی ہیں، وہ زیادہ ترضعیف ہیں اور یہ نبی کریم ﷺ کی والدہ ماجدہ کے بارے میں صحیح نہیں ہیں بجز اس حدیث کے

جس میں آپ نے استغفار کی اجازت چاہی تھی اور اجازت نہ دی گئی اور مسلم کی وہ روایت بھی آپ کی والدہ ماجدہ کے حق میں صحیح نہیں ہے عنقریب دونوں کا جواب آنے والا ہے۔

لیکن تمہاری بیان کردہ احادیث میں سے یہ حدیث کہ لیست شعری مافعل ابوای فنزلت الایة (ہائے افسوس میرے والدین کے بارے میں کیا ہوا اس پر آیتِ کریمہ نازل ہوئی) یہ روایت احادیث کی کسی معتمد کتاب میں کسی نے نقل نہیں کی البتہ منقطع سند کے ساتھ تفسیر کی بعض کتابوں میں اس کا تذکرہ ہے اس بناء پر یہ روایت نہ قابلِ حجت ہے اور نہ لائقِ اعتناء۔

اب اگر تم واہی ولغو روایتوں کے ذریعے ہم پر حجت قائم کرتے ہو تو ہم بھی واہی و لغو روایتوں کے ذریعے تم سے معارضہ کرتے ہیں۔ چنانچہ ابن جوزی سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے مرفوع حدیث نقل کرتے ہیں کہ حضور پاک ﷺ نے فرمایا ''میرے پاس جبرائیل آئے' انہوں نے کہا' آپ پر خدا سلام بھیجتا ہے اور فرماتا ہے کہ میں نے آپ کے اجداد کی ہر پشت پر آگ حرام کر دی ہے جن سے آپ تشریف لائے ہیں اور ان شکموں پر بھی آگ حرام کر دی ہے جنہوں نے آپ کو اُٹھایا اور آپ کو گود میں رکھا۔ یہ صرف معارضہ کی غرض سے واہی روایت' واہی روایت کے جواب میں نقل کر دی ہے ورنہ ہم اسے لائقِ التفات جانتے ہیں اور نہ قابلِ حجت واستناد گردانتے ہیں۔

پھر یہ کہ یہ نسبت ایک اور وجہ سے بھی مردود ہے اور اصول و بلاغت اور اسرارِ بیان کے لحاظ سے بھی قابلِ رد ہے کہ یہ آیتِ کریمہ یعنی ولاتسئل عن اصحب الجحیم اور اس سے پہلی اور بعد کی تمام آیتیں یہود کے بارے میں ہیں۔ چنانچہ یہ سلسلہ بیان' آیت کریمہ

یابنی اسرآئیل اذکروا نعمتی التی انعمت علیکم واوفوا بعهدی اوف بعهدکم وایای فارهبون ۔ (الٰی قوله تعالٰی) واذابتلٰی ابراهیم ربه ۔ الایه (پ ا' سورۂ بقرہ)

''اے اولادِ یعقوب! یاد کرو میرا وہ احسان جو میں نے تم پر کیا اور میرا عہد پورا کرو میں تمہارا عہد پورا کروں گا اور خاص میرا ہی ڈر رکھو (یہاں تک یہ سلسلہ ہے کہ) اور جب ابراہیم کو اس کے رب نے کچھ باتوں سے آزمایا تو......

لہٰذا جس طرح یہ قصہ شروع ہوا تھا اسی طرح یہاں تک قصہ ختم ہو جاتا ہے یعنی یا بنی اسرائیل سے شروع ہوتا ہے اور اس کے بعد والی آیتوں تک جاری رہ کر اصحاب الجحیم پر پورا ہو جاتا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اصحابِ جحیم سے مراد اہلِ کتاب کے کفار ہیں اور یہ بات حدیث مبارک میں صراحت کے ساتھ وارد ہے جسے عبدابن حمید' فریابی' ابن جریر اور ابن المنذر اپنی اپنی تفسیروں میں مجاہد سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا سورۂ بقرہ میں پہلی چار آیتیں مسلمانوں کی صفت میں ہیں اس کے بعد دو آیتیں کافروں کے بارے میں پھر تیرہ آیتیں مسلمانوں کی صفت میں پھر چالیس سے ایک سو بیس تک بنی اسرائیل کے حالات کی طرف صحیح اشارہ کرتی ہیں اور اسی ضمن میں ایک بات یہ بھی ہے کہ سورۂ بقرہ مدنیہ ہے اور اس میں اکثر مخاطبین یہود ہیں اور مناسبت کے اعتبار سے یہ بات بھی مترشح ہوتی ہے کہ اصحاب جحیم ان لوگوں کو کہا گیا ہے جو بڑے بڑے جہنمی ہیں جیسا کہ لغت و آثار کا اقتضاء ہے۔ چنانچہ ابن حاتم' ابی مالک سے بہ تحت آیت مذکورہ نقل کرتے ہیں کہ اصحابِ جحیم بڑے بڑے دوزخی ہیں' فرماتے ہیں کہ پہلا دروازہ جہنم پھر لظیٰ پھر حطمہ پھر سعیر پھر سقر پھر جحیم پھر ہاویہ ہے۔ فرماتے ہیں کہ جحیم میں ابوجہل ہوگا اس روایت کی سند بھی صحیح ہے لہٰذا اس درجہ کے وہی لائق ہیں جن کا کفر بہت بڑا ہو اور ان کا گناہ بے حد سخت ہو اور بوقت دعوت ان کا عناد شدید ہو اور عناد میں' علم کے باوجود' تبدیل و تحریف اور جحد و انکار کے درپے رہے ہوں نہ کہ وہ لوگ مستحق ہوں جن کے لیے کمی عذاب کا امکان و گمان ہو۔

اور جبکہ یہ بات صحیح ہے کہ حضرت ابوطالب' نبی کریم کی قرابت اور حسن سلوک کی وجہ سے اہلِ دوزخ میں سب سے کم عذاب پانے والے ہیں باوجودیکہ انہوں نے حضور کی دعوت کو سمجھا اور اس کے قبول کرنے سے انکار کیا اور ان کی عمر بھی بہت طویل رہی۔

اب تمہارا حضور علیہ السلام کے والدین کے بارے میں کیا گمان ہے؟ کیونکہ وہ دونوں حضور ﷺ سے قربت میں سب سے زیادہ قریب' محبت میں سب سے زیادہ شدید' عذر میں سب سے زیادہ نزدیک اور عمر میں سب سے کم تھے تو کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ معاذ اللہ وہ دونوں طبقہ جحیم میں ہیں؟ اور ان پر بہت زیادہ شدید اور سخت عذاب ہو رہا ہے؟ جسے ادنیٰ ذوقِ سلیم ہے' وہ ایسا سمجھ ہی نہیں سکتا۔

اب رہی وہ حدیث جس میں ہے کہ جبرائیل نے حضور ﷺ کے سینہ مبارکہ پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ حالتِ شرک پر مرنے والے کے لیے استغفار نہ کیجیے تو اس حدیث کو بزار نے ایسی سند کے ساتھ نقل کیا ہے جسے کوئی جانتا ہی نہیں۔

رہی نزولِ آیت والی حدیث تو یہ بھی ضعیف ہے اور صحیح حدیث میں یہ ثابت ہے کہ یہ آیت حضرت ابو طالب کے بارے میں نازل ہوئی اور ان کے لیے حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ میں یقیناً اس وقت تک تمہارے لیے استغفار کرتا رہوں گا جب تک کہ مجھے تم سے روک نہ دیا جائے۔

اب رہی یہ حدیث کہ امی مع امکما (میری ماں تم دونوں کی ماں کے ساتھ ہے) اگرچہ اسے حاکم نے المستدرک میں نقل کر کے اس کی تصحیح کی ہے اور المستدرک میں اپنی سہل انگاری سے صحیح کے زمرہ میں گنا دیا ہے لیکن علم حدیث میں یہ مسلمہ قاعدہ ہے کہ ایک تنہا شخص کی تصحیح قابلِ قبول نہیں ہوتی ہے پھر جب امام ذہبی نے "مختصر المستدرک" میں اس حدیث کو درج کیا اور حاکم کے قول "صحیح" کو نقل کیا تو اس کے بعد انہوں نے فرمایا میں کہتا ہوں کہ خدا کی قسم عثمان بن عمیر کو "دار قطنی" نے ضعیف قرار دیا ہے لہٰذا ذہبی اس حدیث کو ضعیف قرار دے کر اس پر شرعی قسم اُٹھاتے ہیں اور جبکہ اس مسئلے میں بجز ضعیف حدیثوں کے کچھ نہ ہو تو اہلِ نظر کے لیے اسلام کے سوا کسی اور طرف غور کرنا محال ہے۔ (حوالہ مذکورہ)

مقام غور ہے

حضور علیہ السلام کی ولادت باسعادت سے پہلے آپ کی والدہ ماجدہ کو انبیاء کرام کا

مبارک دینے کے لیے آنا' حضرت عبداللہ کو درختوں اور پتھروں کا سلام کرنا' حضور علیہ السلام کے والدین ماجدین کا زمانہ فطرت میں عبداللہ و آمنہ نام ہونا کہ آپ نے عبداللہ نام کو بہترین نام قرار دیا۔ (احب اسمائکم الی عبداللہ و عبدالرحمن ۔ مسلم شریف) آمنہ امن سے ہے یعنی جس کی گود میں ساری کائنات کو امن دینے والا آ گیا اور خود جس کو دوزخ سے مامون رکھا گیا۔ آپ (ﷺ) کے نانا جان کا نام وہب ہے جس کا معنی بخشش و عطا ہے۔ قبیلہ ان کا بنی زہرا ہے جس کا معنی چمک دمک' جنتی کلی ہے۔ آپ کی دائیاں ثویبہ (ثواب سے) حلیمہ (حلم سے) شفاء برکت وغیرہ کیا مشرکین کے ایسے ہی نام ہوتے ہیں؟

حضور ﷺ فرماتے ہیں' میں اپنے والدین کے بارے میں اپنے رب سے جو مانگوں گا (اپنے وعدے ولسوف یعطیك ربك فترضیٰ کے مطابق) مجھے عطا فرمائے گا تو کیا حضور اللہ تعالیٰ سے یہ عرض کریں گے کہ یا اللہ میرے والدین کو دوزخ میں بھیج دے۔ کیا کوئی خود اپنے بارے بھی ایسا خیال ذہن میں لا سکتا ہے کہ نعوذ باللہ حضور علیہ السلام کے بارے میں ایسا سوچا جائے۔

عیسیٰ علیہ السلام و اسماعیل علیہ السلام کی ماں تو جنت میں جائے اور جس آمنہ خاتون کی حضور ﷺ کی ولادت کے وقت بھی مریم و ہاجرہ خدمت کے لیے آئیں' وہ دوزخ میں جائے۔

اہل محبت جذبات سے سرشار ہو کر یوں بھی کہتے ہیں کہ اگر حضور ﷺ کے والدین جنت میں نہیں جائیں گے تو کوئی بھی نہ جا سکے گا اور اگر وہ دوزخ میں جائیں گے تو سب ادھر ہی جائیں گے۔ پہلے وہ جنت جائیں گے اور ان کے صدقے کائنات جنت میں جائے گی۔ حضور علیہ السلام کے والدین کو کافر یا دوزخی کہنے کی بجائے راوی کی غلطی مان لو ورنہ کہیں ٹھکانہ نہ ملے گا اس دن کہ

؎ کہ جس دن کہا سرورِ عالم ایہہ نہیں اُمت میری
علماء و حفاظ و شہداء تو شفاعت کر کے اپنی کئی پشتوں کو بخشوا لیں اور شفاعت عظمیٰ کا

تاج سجانے والا آقا اپنے والدین کی شفاعت بھی نہ کر سکے اس طرح کی باتیں کرنے والے ذلیلوں کی شکلیں بدگئیں۔ (جیسا کہ حال میں ایک مولوی غیر مقلد کے ساتھ ضلع گوجرانوالہ میں ہوا)

مگر ہدایت تو اللہ کے ہاتھ میں ہے اور اس کا فیصلہ ہے: ـــ

واللہ لا یھدی القوم الظالمین ۔

''میں ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا کیونکہ ایسے ظالموں کو ہدایت مل گئی تو دوزخ کیسے بھرے گا۔''

ایسے ظالموں کو بار بار کہا گیا ہے کہ اگر تم نے یہ گندہ عقیدہ ہی رکھنا ہے تو تمہیں مبارک ہو لیکن کیا اس طرح کی غلیظ بات جب تم منبر رسول پہ کرتے ہو تو جس رسول کے منبر اور مصلے کا صدقہ کھاتے ہو جب اس رسول کے والدین کو کافر و جہنمی کہتے ہو گے تو آپ (ﷺ) کو کتنی تکلیف ہوتی ہوگی اور آپ کے دل پہ کیا گزرتی ہوگی جبکہ آپ نے خود فرمایا:

لاتؤذوا الاحیاء بسب الاموات ۔

مردوں کو بُرا کہہ کر زندوں کو تکلیف نہ پہنچاؤ اگر تم حیات النبی کا عقیدہ نہیں بھی رکھتے ہو تو زندوں کے والدین کے بارے میں ایسی بکواس کا کل بروز قیامت اللہ کے بتانے سے (ہی مان لو جب) حضور ﷺ کو علم ہوگا تو بتاؤ رسول اللہ کے والدین کو بُرا بھلا کہنے والو ـــ

؎ کیا حساب جرم دو گے تم ''مصطفیٰ'' کے سامنے

حضرت ابراھیم علیہ السلام کی دعا ربنا واجعلنا مسلمین لك ومن ذریتنا امۃ مسلمۃ لك سے ثابت ہے کہ ایک گروہ ہر دور میں اللہ تعالیٰ کے آگے جھکنے والا رہا ہے اور اس گروہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو پیدا فرمایا۔

☆...... امام بیہقی علیہ الرحمۃ نے حدیث نقل کی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا اگر میں عشا کی نماز پڑھ رہا ہوتا اور میرے والدین یا دونوں میں سے کوئی ایک مجھے بُلائے تو

میں ضرور فاتحہ چھوڑ کر لبیک کہتا ہوا ان کے پاس حاضر ہو جاتا۔

آپ (ﷺ) نے فرمایا:

انا ابن الذبیحین ۔

میں دو ایسے مردوں کا بیٹا ہوں جو اللہ کی راہ میں ذبح ہونے کا اعزاز پا چکے ہیں۔ (ایک حضرت اسماعیل علیہ السلام اور دوسرے حضور علیہ السلام کے والد ماجد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ) تو کیا کافر ذبیح ہو سکتا ہے وہ تو مردار ہوتا ہے (علی سبیل التنزل) اگر تمہارا غلیظ عقیدہ مان بھی لیا جائے تو بھی حجۃ الوداع کے موقع پر اللہ تعالیٰ سے دعا کر کے حضور علیہ السلام نے اپنے والدین کو زندہ فرمایا اور ان کے بارے میں بدعقیدہ لوگوں کا منہ ہمیشہ کے لیے بند فرما دیا۔ (دیکھو شامی باب المرتدین) امام قرطبی نے اس حدیث کو صحیح کہا۔ مدارج النبوت میں امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ کا اس ضمن میں یہ شعر بھی درج ہے:

؎ فاحیا امہ و کذا اباہ لایمان بہ فضلا لطیفا

سوال

قیامت سے پہلے مردوں کا جی اُٹھنا عقل و نقل کے خلاف ہے۔ نمبر ۲ نزع سے پہلے کا ایمان معتبر ہے، مرتے وقت تو فرعون نے بھی کہا تھا:

اٰمنت برب موسیٰ وھرون ۔

مگر اس کا ایمان نہ مانا گیا۔ فرمانِ الٰہی ہے:

ولیست التوبہ للذی یعملون السیات حتی اذا حضر احدھم الموت قال انی تبت الان ولاالذین یموتون وھم کفار

جواب، سوال نمبر ۱:

عیسیٰ علیہ السلام نے مردوں کو زندہ فرمایا، موسیٰ علیہ السلام جن ستر (۷۰) افراد کو طور پر لے گئے، ان کو مرنے کے بعد زندہ کیا گیا۔

عزیز علیہ السلام کو سو سال کی موت کے بعد زندہ کیا گیا۔ فاماتہ اللہ مائۃ عام ثم

بعثہ ۔ ہمارے آقا علیہ السلام نے پتھروں اور لکڑیوں میں جان ڈال دی تو اس نبی کی رضا کے لیے اللہ جو علیٰ کل شیئ قدیر ہے' والدین مصطفیٰ علیہ السلام کو زندہ کر دے تو اس میں کیا استحالہ ہے۔

باقی رہی تیری عقل کی بات تو ایسی عقل کو گولی مار جو عظمتِ مصطفیٰ کے راستے میں رکاوٹ بنے یا پھر

؎ عقل قرباں کن بہ پیش مصطفیٰ

کیا عقل کو عذابِ قبر کی سمجھ آتی ہے؟ عقل تو یہ کہے گی کہ ابراہیم و موسیٰ علیہما السلام ہار گئے اور فرعون و نمرود جیت گیا۔ عقل تو امام حسین کو ہارا ہوا مانے گی اور یزید کے سینے پہ جیت کا تمغہ سجائے گی۔ تف ہے ایسی عقل پہ ایسی عقل سے دُور رہو اگر ایمان کی خیر چاہتے ہو۔

؎ عقل کو تنقید سے فرصت نہیں
عشق پر اعمال کی بنیاد رکھ

تفسیر روح البیان میں ہے کہ اصحابِ کہف زندہ ہو کر امام مہدی علیہ السلام کے ساتھ حج کریں گے' کیا عقل میں یہ بات آ رہی ہے۔

جواب' سوال نمبر ۲:

ہاں ٹھیک ہے نزع کا ایمان معتبر نہیں مگر جب اللہ تعالیٰ نے زندگی ہی اس لیے عطا کی ہو کہ ایمان لائیں اور اس کو قبول کیا جائے تو پھر کیوں معتبر نہیں؟ کیا یونس علیہ السلام کی قوم کے لیے استثناء درست ہے۔ الاقوم یونس اور والدین مصطفیٰ کے لیے ایسا نہیں ہو سکتا۔

؎ تو نے کیوں آ کے تصور میں مجھے چھیڑ دیا
اب اگر آہ نکل جائے تو مجبور ہوں میں

سوال

ابو طالب کی وفات کے وقت جب حضور علیہ السلام نے ان کو فرمایا۔ کہہ لا الہ الا اللہ تا کہ اس کلمہ کی وجہ سے میں تیری طرف سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ بات کر سکوں تو ابو جہل وغیرہ نے عار دِلائی کہ اے ابو طالب! کیا عبدالمطلب کا دین چھوڑ رہے ہو؟ تو ابو طالب

نے جو آخری الفاظ کہے' وہ یہ تھے کہ میں عبدالمطلب کے دین پر ہوں تو اس کے بعد ابوجہل وغیرہ مطمئن ہو گئے۔ ثابت ہوا کہ عبدالمطلب کا وہی دین تھا جو ابوجہل کا تھا۔

جواب

کفار کا عبدالمطلب کے بارے ایسا ہی عقیدہ تھا جو مشرکین و یہود و نصاریٰ کا ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں تھا کہ ان میں ہر ایک ان کو اپنے دین پہ سمجھتا تھا جس کی اللہ تعالیٰ نے اس طرح تردید فرمائی:

ما کان ابراهیم یهودیا و لانصرانیا ولکن کان حنیفا مسلما وما کان من المشرکین ۔

"کہ نہ وہ یہودی عیسائی تھے اور نہ مشرک' وہ تو دین حنیف والے تھے۔"

پھر اس حدیث سے ان کی مراد یہ بھی تو ہو سکتی ہے کہ عبدالمطلب کے بارے میں تو تم جانتے ہی ہو کہ وہ ملتِ ابراہیمی کے پیروکار تھے جیسا کہ خود ابوجہل بھی اس کا دعوے دار تھا تو بس میں بھی اسی ملتِ ابراہیمی پہ جان دے رہا ہوں۔

آخر معترض کو آباء مصطفیٰ سے اتنی دشمنی کیوں ہے کہ قرآن و سنت کی واضح تصریحات کے مقابلے میں "ڈوبتے کو تنکے کا سہارا" والی باتیں کرتا ہوا ان کو کفار میں شامل کرنے کا تہیہ کر چکا ہے یقیناً اپنے ایمان میں گڑبڑ ہے اس لیے اپنے ووٹ بڑھا رہا ہے۔ **الجنس یمیل الی الجنس**

کند ہم جنس با ہم جنس پرواز   کبوتر با کبوتر باز با باز

سیدھی سی بات ہے

قانون بننے سے پہلے واجب العمل نہیں ہوتا جب بن جاتا ہے پھر سب کو آگاہ کیا جاتا ہے پھر عمل نہ کرنے والا مجرم ہے۔ (**لیس علی الذین امنوا و عملوا الصلحت جناح فیما طعموا**) جس طرح کہ شراب کی حرمت سے پہلے جواز تھا لہٰذا کوئی شخص اگر دنیا کے کسی ایسے گوشے میں ہے جہاں اس کو شرعی احکام نہ پہنچ سکے تو اس کے لیے عقیدۂ توحید ہی کافی ہے اس قانون کے تحت سرکار علیہ السلام کے والدین مغفور ہیں کہ وہ احکامِ

شرعیہ سے پہلے ہی انتقال فرما گئے لہٰذا ان کا شرک ثابت نہ ہونا ہی' ان کے موحد ہونے کے لیے کافی ہے۔

تفسیر مظہری و کبیر میں ولاتسئل عن اصحب الجحیم کے تحت لکھا ہے کہ اس میں حضور علیہ السلام کے والدین شامل نہیں کیونکہ وہ تو اہل ایمان میں سے ہیں۔

سچی بات یہ ہے

کہ ہمارے والدین کو جو عزتیں ملی ہیں' وہ حضور علیہ السلام کے والدین کے قدموں کی خاک کا صدقہ ملی ہیں ورنہ کیا وجہ ہے کہ یورپ والے جو اپنے آپ کو عقل کل قرار دیتے ہیں' تعلیمات نبوت کے منکر ہونے کی وجہ سے بوڑھے والدین کو گھر سے نکال دیتے ہیں۔ بعض ان کو زندہ رہنے کا حق بھی نہیں دیتے' بعض رفاہی اداروں میں بھیج دیتے ہیں مگر ہمارے والدین جوں جوں بوڑھے ہوتے جاتے ہیں' ان کی عزت میں اضافہ ہوتا جاتا ہے کیونکہ ہمارے آقا علیہ السلام نے فرمایا ہے جو بڑوں کا احترام اور چھوٹوں پہ شفقت نہ کرے اس کا میری اُمت سے کوئی تعلق نہیں۔ (من لم یرحم صغیرنا ولم یوقر کبیرنا فلیس منا) تو جو نبی دوسروں کے والدین کی توہین برداشت نہیں کرتے جب ان کے والدین کے بارے میں اس طرح کا گندہ عقیدہ رکھا جائے گا تو کس منہ سے وہ لوگ حضور علیہ السلام سے شفاعت کی بھیک مانگ سکیں گے۔

حضرت محقق اسلام حاجی محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ (جامعہ رسولیہ شیرازیہ لاہور) جب حضرت سیدہ آمنہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کی قبر انور پہ حاضر ہوئے تو یوں عرض کرتے "اماں جاں! آپ کے پیارے لختِ جگر کے در کا کتا' کالے منہ والا محمد علی آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا ہے' آپ اپنے فرزندار جمند سے کہیں کہ قیامت کے دن اس کالے منہ والے کی شفاعت فرمائیں۔

؎ قدر والے جانتے ہیں قدر و شان اہل بیت

ارے آمنہ کا معنیٰ امن والی ہے' آمنہ کے لعل کا دامن پکڑنے سے ہی دونوں جہان میں امن نصیب ہوگا ورنہ ٹھوکریں ہی ٹھوکریں ہیں۔ حضور علیہ السلام کے نور کی وجہ سے اللہ نے ہر اس خوش نصیب کی قسم یاد فرمائی جس کو حضور علیہ السلام کا (کسی بھی درجہ میں)

باپ ہونے کا اعزاز نصیب ہوا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

ووالد وما ولد .

''مجھے والد کی قسم ہے اور پیدا ہونے والے ولد (بیٹے) کی قسم ہے۔''

بھلا بتاؤ حضور علیہ السلام اور آپ کے آباء سے بڑھ کر کون اس قسم کا حق دار ہو سکتا ہے۔

نورِ مصطفیٰ عبد مناف کی پیشانی میں چمکا تو ان کو قمر البطحاء (عرب کا چاند) کہا گیا' حضرت ہاشم کی جبین سعادت میں نورِ مصطفیٰ روشن ہوا تو ان کو سید البطحاء اور ابوالبطحا کے حسین القاب سے یاد کیا گیا۔ عرب کی بیسیوں حسین عورتوں نے ان کے ساتھ شادی کی خواہش کا اظہار کیا مگر انہوں نے ایک نہایت پرہیزگار اور سخی عورت بی بی سلمہ سے نکاح فرمایا اس جوڑے سے ایک بچہ پیدا ہوا جس کے سر کے کچھ بال سفید تھے اسی مناسبت سے اس کا نام شیبہ (سفیدی والا) رکھا گیا۔ یہی ہیں حضرت عبدالمطلب پھر ان کے بارہ بیٹوں میں سے حضرت عبداللہ کو نورِ مصطفیٰ علیہ الوف التحیۃ والثناء کے لیے منتخب کیا گیا جس وقت کوئی عبداللات تھا' کوئی عبدمنات اور کوئی عبدالعزیٰ اور عبدود' اس وقت ہمارے آقا خوش ہو کر اپنے والد ماجد کا نام لیتے' عبداللہ باپ عبداللہ ہے' بیٹا عبدہ ہے' نام ہی بتا رہے ہیں کہ ناموں والے جنت کے سردار ہیں۔

کوئی ایسا اہلِ دل ہو کہ فسانۂ محبت
میں اسے سنا کے روؤں وہ مجھے سنا کے روئے

الحمدللہ رب العالمین والفضل الصلوات واعلی التسلیمات علی من اذن باسمہ الکریم فی اطباق السموات والارضین وسیؤذن بحمدہ العظیم ووصفہ الفخیم علی رؤس الاولین والاخرین وعلی الہ وصحبہ وابائہ وامھاتہ وازواجہ و بناتہ وابنائہ وابعہ الکریم الغوث الاعظم وسائر حزبہ اجمعین واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین ۔وما علینا الا البلاغ المبین ۔

(۸)

حقوقِ والدین

الـحـمـدلله رب العالمین خالق السموات والاضین ۔ والصلوة والسـلام عـلـی مـن کـان نبیـا وادم بین الماء والطین وعلی اله الـطیبیـن وخـلـفـاء الراشدین المرشدین المسترشدین وعترته الـمـکـرمیـن واصحابه الطاهرین واهل بیته المعظمین واولیاء الـکـامـلیـن الـعـارفیـن وجـمـیـع اهل السنة والجماعة الی یوم الدین ۔

امابعد !

فاعوذ بالله من الشیطٰن الرجیم ۔ بسم الله الرحمٰن الرحیم ۔
وقـضـی ربك ان لاتـعـبـدوا الاایاه وبالوالدین احسانا اما یبلغن عـنـدالـکبر احدهما اوکلاهما فلاتقل لهما اف ولاتنهر هما و قـل لهما قولا کریما واخفض لهما جناح الذل من الرحمة وقل رب ارحمهما کما ربیانی صغیرا ۔ (بنی اسرائیل: ۲۳-۲۴)
قال النبی (ﷺ) هـمـا جنتك ونارك ۔ (ابن ماجه عن ابی امامة رضی الله عنه)
صـدق الله الـعـلـی الـعظیم وصدق رسوله النبی الکریم و نحن

علی ماقال ربنا ونبینا لمن الشھدین والشاکرین والحمدللہ رب العالمین ۔

قرآن مجید میں متعدد مقامات پر اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کا حکم دے کر یا شرک سے منع فرما کر اس کے معا بعد والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا حکم دیا۔ منجملہ ان مقامات میں سے ایک مقام کا ذکر مندرجہ بالا آیہ کریمہ ہے جس میں حکم ہوا:

''اور تیرے رب نے حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو پھر اگر تیرے سامنے ان میں سے کوئی ایک یا دونوں بوڑھے ہو جائیں تو ان سے اُف بھی نہ کہو اور نہ انہیں جھڑکو اور ان سے عزت کی بات کہو۔

اور ان کے لیے عاجزی کا بازو بچھا دو نرم دِلی سے اور (ان کے لیے اپنے رب سے یوں دعا کیا کر) اے میرے پالنے والے! تو ان پر رحم فرما جس طرح کہ انہوں نے مجھے بچپن میں پالا۔

یعنی بڑھاپے میں جا کر جب والدین کمزور ہو جائیں' اعضاء میں طاقت نہ رہے' بڑھاپے میں بچپن جیسی باتیں کرنے لگیں اور جس طرح تو ان کے سامنے بچہ تھا مگر وہ تم سے پیار کرتے رہے اب اگر وہ اس تیرے والی حالت پر آ گئے ہیں تو اگر کبھی زبان سے ایسا لفظ بول دیں جو تیری طبیعت پر گراں گزرے تو خبردار اُف تک بھی نہ کہنا۔

ایک مثال

ایک ماں نے اپنے بیٹے کو آزمانے کے لیے چند مرتبہ ایک ہی بات پوچھی تو تیسری مرتبہ ہی بیٹا غصے میں آ گیا' ماں اندر گئی اور ایک کاپی لے آئی' بیٹے کے آگے رکھی اور کہا تو نے ایک ہی بات ایک ہی وقت میں مجھ سے سو بار پوچھی تھی اور میں نے ہر بار تجھے تیرا منہ چوم کر جواب دیا تھا' یقین نہیں آتا تو یہ کاپی دیکھ لے' میں نے آج کے دن ہی کے لیے سنبھالی ہوئی ہے۔

والدین بالکل معذور بھی ہوں تو اولاد کے لیے سراپا رحمت ہیں' ان کو بوجھ نہیں سمجھنا چاہیے' فرماں بردار بیٹا جب سارا دن محنت کر کے تھکا ہوا رات کو گھر آتا ہے تو والدین کا

چہرہ دیکھ کر اس کی ساری تھکاوٹیں دُور ہو جاتی ہیں۔

علماء فرماتے ہیں اس جہاں کی سب سے بڑی نعمت والدین ہیں اور اگلے جہاں کی سب سے بڑی نعمت حضور علیہ السلام کی شفاعت ہے۔

لیکن اس نعمت کی قدر عموماً نعمت چھن جانے کے بعد ہوتی ہے۔ پوچھو ان سے جن کے والدین وصال کر گئے۔

دنیا کے سارے رشتے والدین سے ہی وجود میں آتے ہیں' باپ ہوگا تو دادا دادی' چچے تائے' پھوپھیاں اور ان کی اولاد ہوگی' ماں ہوگی تو نانا نانی' ماموں خالائیں اور ان کی اولاد سے رشتہ ہوگا تو جس طرح روحانی رشتوں کا منبع ومرکز حضور علیہ السلام کی ذات ہے اس طرح جسمانی رشتوں کا مصدور ومحور والدین کی ذات ہے۔

خاص الخاص عبادت میں بھی والدین کے لیے دعا

یہی وجہ ہے کہ نماز جو خاص الخاص اللہ کی عبادت ہے اس میں بھی ''رب اجعلنی'' پڑھ کر والدین کے لیے دعا کی جاتی ہے۔

لیکن یہ دعائیں وہی اولاد کرے گی جو دین دار ہوگی جو والدین کو ''اولڈ سرونٹ'' سمجھنے والے ہیں وہ کیا ان کے لیے دعا اور ان کا احترام کریں گے۔

کہتے ہیں ماں نے نافرمان بیٹے کو کہا' بدبخت! میں نے تمہیں نو ماہ جس اذیت سے پیٹ میں رکھا ہے' وہ لمحات یا میں جانتی ہوں یا میرا خدا جانتا ہے۔

(حملته امه وهنا علی وهن ۔ حملته امة کرها و وضعته کرها)

بیٹے نے مذاق کرتے ہوئے کہا' میں نے بھی جتنی تکلیف وہ نو ماہ کاٹی ہے' ساری زندگی نہیں دیکھی نہ وہاں روشنی کا انتظام' بدبو کا مقام' تنگ وتاریک جگہ' چل تو مجھ سے نو ماہ کا کرایہ لے لے۔ استغفر اللہ العظیم۔

اس طرح ایک بدبخت ماں کو مار رہا تھا تو کسی نے سمجھایا کہ بلی کی چیخ بھی آسمان پہ جاتی ہے یہ تو پھر تیری ماں ہے' کچھ حیا کر اس نے کہا: میں اس کو ایسے گلا دبا کے ماروں گا کہ اس کی چیخ نکلنے ہی نہیں دوں گا۔

یہ کوئی محض لطیفے نہیں بلکہ ہمارے معاشرے میں اس طرح کے بے شمار واقعات حقیقت کا روپ دھار چکے ہیں۔

ایک المیہ

آج کل پڑھی لکھی فیملیوں میں بھی دیکھا گیا ہے کہ والد بے چارہ ساری عمر دفتر کی نوکری کرتا ہے اور جب ریٹائرڈ ہو جاتا ہے تو پوتے پوتیوں کو اُٹھا کر بازار لے جانا' ان کا دل بہلانا' ٹوکری پکڑ کر سبزی وغیرہ لانا' اس کی ڈیوٹی لگا دی جاتی ہے اور لوگوں کو یہ بتایا جاتا ہے بس فارغ رہتے ہیں اور ان کو کہہ دیا ہے کہ بس اب آرام کرو حالانکہ اگر وہ یہ کام کرے تو ٹھیک ورنہ گھر والوں پر ایک بوجھ سمجھا جاتا ہے۔ گویا نوکر بن کر رہے تو قابلِ قبول ہے ورنہ پھر بالکل فضول ہے۔ خدارا ان کو بوجھ نہ سمجھو بلکہ یوں سمجھو کہ تمہیں جو کچھ مل رہا ہے ان کے سفید بالوں کا صدقہ مل رہا ہے۔

حضرت شعیب علیہ السلام جب بوڑھے ہو گئے تو قرآن مجید سورۂ قصص کے تیسرے رکوع میں ہے کہ:

(ان کا بیٹا کوئی نہ تھا) ان کی دو بچیاں ہی تھیں جو سارے کام خود کرتی تھیں' کنویں سے پانی بھی خود لے کر آتی تھیں اور اپنے والد گرامی کو کام نہ کرنے دیتیں۔

یوسف علیہ السلام نے جب اپنے بھائی بنیامین کو اپنے پاس رکھ لیا تو بھائیوں نے عرض کیا' ہم میں سے کسی کو رکھ لیں' ہمارا باپ بوڑھا ہو چکا ہے اس کی آنکھیں سفید ہو چکی ہیں' وہ اس کا صدمہ برداشت نہ کر سکے گا بس اتنا سننا تھا کہ فوراً اپنی قمیص اُتار دی اور فرمایا جا کر باپ کے چہرے پہ رکھو' سب ٹھیک ہو جائے گا یعنی ایک لحہ بھی باپ کی تکلیف کو برداشت نہ کیا۔

☆...... والدین کو زکوٰۃ دینا اس لیے بھی ناجائز ہے کہ زکوٰۃ مال کی میل ہوتی ہے اور والدین نے تو تجھے میل سے نہیں بلکہ خونِ جگر سے پالا ہے لہٰذا تو بھی ان کو میل نہ کھلا۔

☆...... والدین کو یہ مقام اسلام نے دیا ہے' دیکھتے نہیں ہو کہ ہندو ازم میں باپ وزیراعظم بھی ہو اگر مر جائے تو خود اس کا بیٹا اس کو اپنے ہاتھوں سے آگ لگاتا ہے اور

مسلمان غریب والدین بھی اگر مرتے ہیں تو بیٹا مرنے کے بعد ان کو عزت سے دفن کرتا ہے' ان کی قبر کے بوسے لیتا ہے' ایصالِ ثواب کرتا ہے جو اسلام موت کے بعد بھی اولاد کو والدین کا اس قدر وفادار بناتا ہے کیوں نہ زندگی میں ہی اس سے وفاداری کی جائے۔

والدین کی نیکی اور اولاد کی بد عملی

قرآن مجید میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام ایک بستی میں گئے' بستی والوں نے ان خدائی مہمانوں کی ذرا قدر نہ کی۔ (فابوا ان یضیفوهما) کھانا تک نہ دیا لیکن حضرت خضر علیہ السلام نے دیکھا کہ ایک دیوار گر رہی تھی' آپ نے اس کو سیدھا کرنا شروع کر دیا تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا! ایک تو انہوں نے ہمیں کھانا تک نہیں دیا اور دوسرا آپ ان کی کتنی خیر خواہی کر رہے ہیں کہ دیواروں کو سیدھا کر رہے ہیں' خضر علیہ السلام نے عرض کیا اس لیے کہ دو یتیم بچوں کا اس دیوار کے نیچے خزانہ ہے اگر دیوار گر گئی تو لوگ ان کا خزانہ لُوٹ لیں گے اور پھر یتیم بچے تو دنیا میں بے شمار ہیں' ان بچوں کی اتنی خیر خواہی اس لیے کی ہے کہ:

وکان ابوهما صالحا۔

''ان کا باپ بہت نیک تھا۔''

معلوم ہوا کہ والدین کی نیکی اولاد پہ بھی اثر انداز ہوتی ہے اسی طرح احادیث میں ہے کہ:

ولد صالح یدعو له۔

''نیک بیٹا والدین کے لیے دعا کرے تو والدین کو قبر میں ثواب ملتا رہتا ہے۔''

لیکن اس کا اگر اُلٹ ہو یعنی والدین بُرے ہوں تو عموماً اولاد بھی اس طرح کی ہوتی ہے تو ایسے والدین اپنی اولاد کے حقوق و فرائض ادا نہ کر کے پکڑے جائیں گے ادھر اولاد دنیا میں گناہ کرے گی تو ادھر والدین سے باز پُرس ہوگی کہ تم نے ان کی صحیح تربیت کیوں نہ کی اور یہ لها ما کسبت ولکم ما کسبتم۔ لیس لانسان الاما سعی اور ولا تزروازة وزر اخری کے خلاف نہیں۔

امام راغب اصفہانی نے ایک بزرگ کے کشف کا ایک واقعہ لکھا ہے کہ وہ قبرستان سے گزرے تو بذریعہ کشف دیکھا کہ تمام قبروں والے عمدہ لباس پہن کر' خوشبو لگا کر خوش خوش بیٹھے ہیں اور ہر ایک کے آگے ایک تھال ہے جس میں مکھن کی طرح نورانی غذا ہے جس سے وہ مستفیض ہو رہے ہیں۔ ایک بوڑھا شخص جو سب سے علیحدہ بیٹھا ہوا تھا اس کے میلے کچیلے اور پھٹے پرانے کپڑے تھے اور اس کے سامنے تھال بھی نہ تھا' اس کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے' بزرگ نے اس بوڑھے سے پوچھا' ان کا حال اتنا اچھا کیوں ہے اور تیرا اتنا بُرا کیوں ہے' بوڑھے نے کہا! کیا کہوں ان کی اولاد نماز پڑھ کر ان کے لیے (رب اجعلنی) دعا کرتی ہے اور میری اولاد بے نمازی ہے' بزرگ نے بوڑھے کے گھر کا پتہ پوچھا اور آ کر اس کی اولاد کو بتایا۔ انہوں نے توبہ کی اور نماز شروع کر دی چند دن کے بعد بزرگ نے بذریعہ کشف پھر دیکھا تو وہ بوڑھا بھی خوش تھا اور بزرگ کا شکریہ ادا کر رہا تھا۔ (خلاصۃ)

معلوم ہوا کہ نیکی کا فائدہ اور بُرائی کا نقصان دونوں طرف ہے۔

لطیفہ

ہمارے ایک شاہ صاحب بیان فرمایا کرتے تھے کہ میں نے ایک جگہ وعظ میں یہ حدیث بیان کی کہ جو شخص اپنے والدین کا چہرہ ایک بار محبت سے دیکھے گا' اس کو ایک مقبول حج کا ثواب ملے گا۔

ما من ولد بار ینظر الی والدیہ نظرۃ رحمۃ الا کتب اللہ لہ بکل نظرۃ حجۃ مبرورۃ .

عرض کیا گیا:

وان نظر کل یوم مائۃ مرۃ .

اگرچہ ایک دن میں سو مرتبہ دیکھے؟ تو کیا سو مقبول حج کا ثواب ملے گا؟ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

نعم اللہ اکبر وا طیب .

''ہاں کیوں نہیں اللہ بہت بڑا ہے اور بہت پاکیزہ ہے۔ (یعنی اس کے خزانے کوئی ختم ہونے والے ہیں؟)

شاہ صاحب فرماتے ہیں تین ماہ کے بعد مجھے خط آیا جو ایک نمازی پرہیز گار بچے نے لکھا تھا کہ میں روزانہ صبح نماز' قرآن پڑھ کر والدین کی چارپائی کے پاس بیٹھ جاتا ہوں کہ ان کی زیارت کر کے حج کا ثواب بھی لے لوں مگر وہ نو بجے تک کمبل سے منہ ہی نہیں نکالتے' میں کیا کروں آخر میں نے دفتر بھی جانا ہوتا ہے؟

والدین کا احترام کس طرح ہو جبکہ......

مطلب یہ ہے کہ مسلمان کہلا کر بھی اگر ہماری حالت یہ ہے تو پھر اللہ ہی حافظ ہے۔ اس لیے پھر والدین کا احترام بھی نہیں رہا اور کچھ اس وجہ سے بھی کہ یہی بچے جب بعض مسجدوں مدرسوں میں جاتے ہیں تو ان کو تعلیم ہی کچھ اس طرح کی دی جاتی ہے کہ ''نبی بڑے بھائی کی طرح ہوتا ہے'' تو بچے اس سے خود ہی اندازہ لگا لیتے ہیں کہ جب نبی (جس نے ہمیں قعر ظلمت سے نکال کر ہمدوش ثریا کیا ہے جو خدا سے ہم کلام ہوتا ہے' اللہ کا دیدار کرتا ہے' جوڑوں سمیت عرش کی سیر کرتا ہے) بڑے بھائی کی طرح ہوتا ہے تو پھر والدین تو جمعدار کی طرح ہوتے ہوں گے لہٰذا اگر نبی کی تعظیم بڑے بھائی کی سی کرنی چاہیے تا کہ شرک نہ ہو جائے تو والدین کی پھر اس تناسب سے جمعدار کی سی کرنی چاہیے کہ کہیں ''کھرک'' نہ ہو جائے۔

یہی وجہ ہے کہ پہلے بچے پڑھ کر ولی بنتے تھے اور اب پڑھ بڑھا کر بھی گستاخ بنتے ہیں اور مجرم دراصل وہ مذہبی ڈاکو ہیں جو ان کو نبی علیہ السلام کے بارے میں ایسا درس دیتے ہیں۔

والدین اور اساتذہ کی عزت بھی وہی کرے گا جو نبی علیہ السلام کا ادب دل میں رکھتا ہوگا جو حضور کی تعظیم کو شرک کہے' وہ والدین کی عزت خاک کرے گا؟ کیونکہ والدین کو یہ ساری عزتیں بھی حضور پاک ﷺ ہی کے قدموں کا صدقہ ملی ہیں ورنہ حضور ﷺ کی آمد سے پہلے یہی ماں تھی (جس کے قدموں میں جنت ہے) جس کو منڈیوں پہ لے جا کر بیچ

دیا جاتا تھا اور اس کی بولی لگتی تھی کہ قیمت تو پانچ ہزار ہے لیکن پیسوں کی ضرورت ہے اس لیے دو ہزار کی بیچ دوں گا۔ ہمارے آقا علیہ السلام نے آ کر بتایا ارے ناقدرو! اس کے تو قدموں میں وہ چیز ہے جو کروڑوں اربوں خرچ کر کے بھی نہیں ملتی۔

(الجنة تحت اقدام الامهات)

ایک بدبخت کہہ رہا تھا' میں نے تو ماں کے قدموں میں کبھی جوتی نہیں دیکھی' جنت کہاں سے آئے گی۔ استغفراللہ

جب حضرت یوسف علیہ السلام کو بیڑیاں ڈال کر لے جایا جا رہا تھا' راستے میں آپ کی والدہ ماجدہ کی قبر آ گئی' **فلما بلغ یوسف علی قبر امه وتری نفسه فبکی** یوسف علیہ السلام نے ماں کی قبر دیکھی اور اپنی حالت دیکھی تو رونے لگے۔ **فسمع النداء من قبر امه یاقرة عینی** ۔ ماں کی قبر سے آواز آئی ''اے میری آنکھوں کی ٹھنڈک بیٹے!''

کسی پنجابی شاعر نے اس واقعہ کو یوں بیان کیا ہے:

؎ راہ وچ ماں دی قبر نوں ویکھ کے تے یوسف ڈگ پیا اے غش کھا کے تے
مڑ مڑ ماں دی قبر نوں چمدا اے نالے اکھیوں نیر وہا کے تے
باہجوں مشکلاں حل نہ ہون نکتے حل کرے گا مشکل کشا بچہ
تیرے دادے خلیل نوں ویریاں نے بلدی بھٹھ اندر دتا پا بچہ
رب صبر دا اجر عطا کیتا دتی اگ گلزار بنا بچہ
اسماعیل دی گردن تے چھری چلی رب اوہنوں وی لیا بچا بچہ
توں وی حضرت خلیل دا پوترا ایں من رب دی جویں رضا بچہ
کی ہویا جے بھائیاں نے ظلم کیتا مہربان اے آپ خدا بچہ
اک روز توں مصر دا شاہ بنسیں جا ایہو ای میری دعا بچہ
تینوں جنہاں بھراواں نے ویچیا اے بن کے اون گے اک دن گدا بچہ

مسئلہ

شرعی مسئلہ یہ ہے کہ اگر والدین مشرک ہوں اور ضد کریں کہ ہمیں بت خانے لے

جاؤ تو اولاد ان کی بات نہ مانے اور ان کو بت خانے نہ لے جائے لیکن اگر کسی طریقے سے چلے جائیں اور وہاں جا کر پیغام بھیجیں کہ ہمیں یہاں سے لے جاؤ تو اولاد پر لازم ہے کہ جا کر ان کو بحفاظت گھر لے آئے آخر پھر بھی والدین ہیں۔

موسیٰ علیہ السلام کا جنت میں ساتھی

نزہۃ المجالس ج ا ص ۳۰ پہ ایک بڑی شاندار حکایت علامہ عبدالرحمٰن صفوری محدث علیہ الرحمہ نے ابن جوزی کی کتاب المنتظم فی تواریخ الامم کے حوالے سے درج فرمائی ہے۔ (ترجمہ اپنے ذوق کے مطابق کروں گا)

ایک مرتبہ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا' اللھم ارنی جلیسی فی الجنة ۔ اے موسیٰ! کس ماں نے ایسا بیٹا جنا ہے جو تیرے موسیٰ کے ساتھ ''جنڈی پا کے'' جنت میں جائے؟ اللہ نے فرمایا' اے موسیٰ! فلاں شہر میں چلا جا۔ فھناك رجل قصاب وجھه كذا فھو جليسك فی الجنة ۔ وہاں ایک بندہ گوشت کا کام کرتا ہے (قصائی) جس کا چہرہ ایسا ایسا ہے' وہ جنت میں تیرا ساتھی ہوگا۔ موسیٰ علیہ السلام حیران ہوئے کہ قصائی اور میرا ساتھی' وہ بھی جنت میں؟ فذھب موسیٰ الی ذلك الدكان فوقف ھناك الی وقت الغروب ۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام وہاں تشریف لے گئے اور سورج غروب ہونے تک دیکھتے رہے کہ اس نے کوئی ایسا خاص کام تو نہ کیا جو اس کو موسیٰ علیہ السلام کا جنت میں ساتھی بنا دے۔ چنانچہ دُکان بند کرنے لگا تو موسیٰ علیہ السلام نے حقیقتِ حال معلوم کرنے کے لیے اس کے گھر جانے کی اجازت چاہی' وہ آپ کو گھر لے گیا' دُکان سے گوشت لے گیا تھا اس کو اچھی طرح پکایا' ایک زنبیل میں چوزے کی طرح کمزور سی عورت تھی اس کے پاس گیا اس کو اپنے ہاتھوں سے نرم کر کے کھانا کھلاتا رہا اور جب کھلا چکا تو فتحركت العجوز شفتيھا بوڑھی نے ہونٹوں کو حرکت دی۔ موسیٰ علیہ السلام نے دوڑ کر اپنا کان اس بوڑھی کے منہ کے قریب کیا تو وہ یہ دعا کر رہی تھی:

اللھم اجعل ابنی جليس موسیٰ فی الجنة ۔

''اے اللہ! میرے بیٹے کو جنت میں اپنے موسیٰ کا ساتھی بنا دے۔''

؎ ہتھ اُٹھا اولاد دی خاطر مانواں کرن دعاواں
مانواں ہندیاں نور محمدا جنت والیاں چھانواں

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قصاب سے فرمایا بس میرا مقصد پورا ہو گیا۔

فقال موسیٰ لك البشارة انا موسیٰ وانت جلیسی فی الجنة .

''تجھے مبارک ہو کہ میں ہی موسیٰ کلیم اللہ ہوں اور تو جنت میں میرا ساتھی ہوگا''

اور میں یہ اپنی طرف سے نہیں بلکہ اللہ کی طرف سے کہہ رہا ہوں کہ تیری ماں کی دعا قبول ہوگئی ہے اور لوگ تو خوشی کی خبر سنانے کے لیے کسی ''کمی'' کو بھیجتے ہیں لیکن تجھے خوش خبری سنانے کے لیے اللہ نے اپنے کلیم کو بھیجا ہے اگر موسیٰ علیہ السلام کے اُمتی کو اپنی ماں کی خدمت کر کے جنت میں موسیٰ علیہ السلام کا ساتھی ہونے کی سعادت مل سکتی ہے تو حضور ﷺ کا اُمتی اگر اپنے والدین کی خدمت کرے گا تو کیوں نہ جنت میں حضور علیہ السلام کی سنگت ملے گی۔

؎ دساں میں کی عظمت تے شان ماں دی جسدی شان رحمان بیان کردا
اُف تک دی کرو نہ ماں اگے تے نہ جھڑکو ایہہ رب اعلان کردا
ماں دی فرماں برداری نوں فرض سمجھو کملی والا محمد فرمان کردا
بدنصیب اس توں ودھ کے ہور کوئی نئیں اپنی ماں دا جو نئیں دھیان کردا
ودھ کے باپ توں وی ماں دا ادب کرنا عین فرض ایہہ ہوندا اولاد دا اے
بڈھی ماں دی خدمت چہ پتراں لئی رکھیا اللہ نے درجہ جہاد دا اے

اہلِ محبت فرماتے ہیں کہ اگر آدم علیہ السلام کی بھی ماں ہوتی تو اس کے قدموں کو جنت پہ اس لیے ترجیح دیتے کہ جنت میں سے نکل جانے کا حکم ہوا مگر ماں تو کبھی نہیں کہتی جا میرے گھر سے نکل جا۔

؎ لکھاں ساک نے بندے دے وچ رہنا نئیں پر ساک کوئی ماں دے ساک ورگا
پتر بھانویں زمانے دا ولی ہووے نئیں پر ماں دے پیراں دی خاک ورگا

جہاں ہمارے باپ آدم علیہ السلام گئے' وہ جگہ صرف ''لنکا'' اور جہاں ہماری ماں حوا اُتری' وہ جگہ جدہ شریف بنی کیونکہ ماں کے قدم لگے ہیں ناں۔

ہمارے آقا علیہ السلام نے ایک دن عصر کی نماز ادا فرمائی اور مصلے پہ بیٹھے بیٹھے آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے وجہ پوچھی تو فرمایا' مجھے میری ماں یاد آ گئی ہے' چلو زیارت کو چلیں۔

فزار النبی صلی اللہ علیہ وسلم قبر امه فبکی وابکی من حوله ۔

قبر کی زیارت کی خود بھی روئے' دوسروں کو بھی رُلایا۔

ے مانواں لکھ جہان وچ نیں بھانویں اے پر اپنی ماں جئی ماں کوئی نئیں
جس وچ چین قرار سکون ملدا ماں دی گود ورگی ایتھے تھاں کوئی نئیں
جس نوں تکناں بندگی رب دی اے اوہدے پیار جہی گوڑی چھاں کوئی نئیں
بچہ جدوں رووے ماں ماں کردا بناں ماں دے اوہدے لئی ناں کوئی نئیں
پینی سدجاں حشر میدان اندر ناواں مانواں دے ناں تے بولنا ایں
رب نے ماں دیاں عزتاں عظمتاں دا عقدہ حشر میدان وچ کھولنا ایں

مسئلہ

بیٹا اگر نفلی نماز پڑھ رہا ہے اور والدین کو پتہ نہیں کہ ہمارا بیٹا نماز میں ہے اس حالت میں اگر والدین بُلائیں تو حکم ہے نماز کو وہیں چھوڑ دو اور ماں باپ کی بارگاہ میں حاضر ہو جاؤ۔

حضرت سفیان بن عینیہ **ووصینا الانسان بوالدیه** کی تفسیر میں فرماتے ہیں جس بندے نے پنج گانہ نماز ادا کی' وہ اللہ تعالیٰ کا شکر بجالایا یعنی اس نے ان اشکرلی پہ عمل کرلیا اور جس نے پانچ نمازوں کے بعد اپنے والدین کے لیے دعا کی اس نے والدین کا شکریہ ادا کرلیا یعنی ولوالدیك پہ عمل کرلیا۔

من صلی الصلوات الخمس ودعا للوالدین بالمغفرة عقیب کل صلوة فقدا دی حق اللہ وحق والدیه ۔ (مرقات بحوالہ مرأۃ شرح مشکوۃ صفحہ ۵۸ حاشیہ نمبر ۵)

والدین کا نافرمان

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آیۂ قرآنی **فسوف یلقون غیا** میں ''غی'' دوزخ کا ایک ایسا طبقہ ہے جس سے سارا جہنم پناہ مانگتا ہے اور اس طبقے میں شرابی' سودخور اور والدین کے نافرمان ہوں گے اور والدین کی نافرمانی کرنے والا دوسروں سے اس لیے ممتاز ہوگا کہ اس کی پیشانی پہ لکھا ہوا ہوگا:

ھذا من عاق والدیہ ۔ ''یہ والدین کا نافرمان ہے۔''

اسی طرح شبِ برأت اور شبِ قدر کی رات ہو' کسی کی بخشش کا اعلان ہو جاتا ہے سوائے چند ایک کے اور ان میں والدین کا نافرمان بھی شامل ہے۔

مغربی تعلیم اور انگریزی ماحول نے بیڑا غرق کر دیا ہے' رشتوں کا تقدس اور بڑوں کے احترام کے صرف واقعات ہی رہ گئے ہیں۔

والد کے لئے گھر میں جگہ نہیں

یورپ سے پڑھ کر آنے والا باپ سے ملتا ہے تو اس کے ہاتھ چومنے اور دیگر آداب بجالانے کی بجائے ''آر یو ویل مسٹر اولڈ مین'' کہتا ہے۔ حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب علی پوری علیہ الرحمۃ ایک واقعہ سنایا کرتے تھے کہ ہمارے علاقے میں لندن سے پڑھ کر آنے والا ایک ڈپٹی کمشنر مقرر ہوا جس کو اس کے باپ نے گھر کے برتن اور زمین بیچ کر پڑھایا تھا' ایک مرتبہ اس کا باپ اس کو ملنے آیا کہ میرا بیٹا کس شان میں ہے اور چند دن رہنے کا ارادہ ظاہر کیا تو بیٹے نے کہا! ہماری کوٹھی میں کمرہ خالی نہیں ہے' آپ ہوٹل میں شفٹ ہو جائیں۔ کیا ایسے بیٹے سے آپ توقع رکھ سکتے ہیں کہ باپ کے مرنے کے بعد ہاتھ اُٹھا کر دعا بھی کر سکے گا یا فاتحہ کا ثواب پہنچائے گا حالانکہ والدین کے علاوہ دنیا میں کوئی بھی کسی کو اپنے سے بہتر دیکھنا پسند نہیں کرتا۔

عیسائی بڑا چالاک ہے اس نے سوچا کہ مسلمان ہمارے پادریوں سے تو دُور بھاگتے ہیں اس نے ہزار پادریوں جیسا ایک ہی کام کر دیا کہ سکولوں میں ابتدائی قاعدہ رائج کر دیا جس میں بجائے الف اللہ' ب بسم اللہ' م محمد اور ق قرآن کے الف آم' ب بکری' پ پنکھا'

ت تختی اور ی یکہ لکھوا دیا جو ہم آنکھیں بند کر کے عرصے سے پڑھتے پڑھاتے چلے آ رہے ہیں' نہ محکمہ تعلیم والے اس طرف توجہ کر رہے ہیں اور نہ کوئی اور ہمت کرتا ہے کہ اس ''آسمانی صحیفے'' کو بدلنے کی کوشش کرے۔ سکول کی کتابوں میں عشقیہ نظمیں ہیں جن کو پڑھ کر بچہ سینمے کے بجائے مسجد میں کیوں جائے گا کہ اس کو والدین کا احترام بتایا جائے۔ کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے کارنامے اور اولیائے کرام کی پاکیزہ زندگیوں کے انقلاب آفریں حالات کی ہمارے نصاب میں کوئی گنجائش نہیں ہے؟

اگر والدین اولاد کے ساتھ بیٹھ کر فلمیں ڈرامے دیکھیں گے تو اولاد بڑی ہو کر گانے ہی گائے گی' قرآن تو نہیں پڑھے گی اور پھر والدین کو بڑھاپے میں ایسی اولاد دھکے دے کر گھر سے نہیں نکالے گی تو کیا کرے گی؟ ماں کسی کے گھر جا بیٹھے گی' باپ پُل پہ جا بیٹھے گا پھر کہتے ہیں مولوی صاحب تعویذ دو بچہ بڑا نافرمان ہو گیا ہے' کچھ سکھایا ہوا ہوتا تو نافرمان کیوں ہوتا۔

ایک بات یہ بھی ہے کہ جو خود اپنے والدین کا احترام نہیں کرتا' اس کی اولاد بھی پھر (کما تدین تدان جیسا کرو گے ویسا بھرو گے کے اصول کے مطابق) اس کے ساتھ ایسا ہی کرتی ہے پھر وہ یہ نہیں کہہ سکتے کہ اولاد بڑی بدتمیز ہو گئی ہے' احترام نہیں کرتی اگر تو نے اپنے والدین کا احترام کیا ہوتا تو آج تیری اولاد بھی تیرا احترام کرتی۔

ایک دیہاتی بیٹے نے اپنے باپ کے ساتھ لڑائی کرتے ہوئے اس کو اُٹھایا اور جانوروں کی کُھرلی (جس میں ان کا چارہ رکھا جاتا ہے) میں دے مارا۔ باپ بجائے پریشان ہونے کے خوش ہوا جب اس سے اس خوشی کی وجہ پوچھی گئی تو اس نے کہا! خوش اس لیے ہوا ہوں کہ آج مجھے یقین ہو گیا ہے کہ یہ میرا ہی بیٹا ہے۔ وہ کیسے؟ لوگوں نے حیران ہو کر پوچھا۔ باپ نے کہا! اس لیے کہ میں نے بھی اپنے باپ کو اس کُھرلی میں اُٹھا کر پھینکا تھا۔

اولاد کی دینی تربیت

...... حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنی اولاد کو جو تعلیم دی اس کا ذکر قرآن پاک میں اس طرح ہے:

اذ قال لبنیه ماتعبدون من بعدی ۔

''تم میرے بعد کس کی عبادت کرو گے۔''

معلوم ہوا کہ اولاد کو خدا کی بندگی کی تعلیم ہی مؤدب بناتی ہے اگر ہم اولاد کو عیسائیوں اور یہودیوں کے سکولوں کالجوں میں پڑھائیں گے تو ان سے ادب واحترام کی توقع نہیں رکھ سکتے۔ بالکل جاہل اور ایسا تعلیم یافتہ یہ دونوں ادب واحترام' حقوق اللہ وحقوق العباد کے میدان میں برابر ہی نہیں بلکہ ایسا تعلیم یافتہ اس جاہل سے چار ہاتھ آگے ہے کیونکہ اس جاہل میں پھر بھی کبھی خوفِ خدا آ سکتا ہے۔ جس کی توقع اس تعلیم یافتہ سے بہت کم ہے۔

ہمارے آقا علیہ السلام کی بارگاہ میں ایک شخص آیا اور عرض گزار ہوا:

ان لی والدة انفق علیها وهی تؤذینی بلسانها ۔

حضور! میری ماں مجھے اپنی زبان سے سخت تکلیف پہنچاتی ہے کیا میں اس کے باوجود اس پر خرچ کروں؟

فقال علیه السلام ادحقها ۔

فرمایا' خبردار! اس کا حق ادا کرتا رہ۔

فواللہ لو قطعت لحمك ماادیت ربع حقها اما علمت ان الجنة تحت اقدام الامهات ۔

''اللہ کی قسم! اگر تو اپنا جسم کاٹ کر بھی اس کے حوالے کر دے تو تو نے اس کے حقوق کا چوتھائی حصہ بھی ادا نہیں کیا' کیا تو جانتا نہیں جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے۔''

اس نے عرض کیا:

واللہ لا اقول لها شیئا ۔

''حضور! میں وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ اپنی ماں کی کسی بات کا جواب نہیں دوں گا۔''

(یعنی وہ جو بھی کہتی رہے' میں سنتا رہوں گا اور مانتا رہوں گا) گھر گیا اور قبل قدمیها اپنی ماں کے قدموں کو بوسہ دیا۔

؎ فرق ماں تے عورت دی شان وچ اے عام عورتاں چوں ماں دی شان اے وکھ

ملیا ماں نوں جگ توں دل وکھرا پائی شہدتوں مٹھی زبان اے وکھ
لالچ، بغض، عنادئیں وچ جس دے ماں دی اُلفت دا اوہ جہان اے وکھ
اللہ بچہ اے جدوں عطا کردا ملدا عورت نوں ماں دا مقام اے فیر
جنت فیر اوندی اوہدے ہیٹھ قدماں ملدا عظمتاں بھریا ایہہ نام اے فیر

ماں دا دل

ایک حکایت میں ہے کہ کوئی شخص کسی عورت پہ فریفتہ ہوگیا تو اس عورت نے اس کو آزمائش میں ڈالا اور کہا کہ تو اپنی ماں کا کلیجہ نکال کر لائے گا پھر تیری بات مانوں گی اس شخص نے خنجر لیا اور جا کر ماں کے سینے میں گھونپ دیا' دل نکال کر جارہا تھا کہ راستے میں پاؤں پھسلا' زمین پہ گرنے لگا تو ماں کے دل سے آواز آئی ''بسم اللہ! میرے لعل کو چوٹ تو نہیں لگی'' بیٹے کی سنگ دِلی دیکھئے اور ماں کی رحم دِلی ملاحظہ کیجیے۔

کٹھا رب نے رحم تے کرم کر کے اپنے ہتھیں بنایا اے ماں دا دل
جمع کر خلوص ستاریاں دا ہیرے وانگ چمکایا اے ماں دا دل
فیر پیار دی مٹھی جہی اگ اُتے ہولی ہولی پکایا اے ماں دا دل
آب کوثر دے نال فیر دھوکے تے سینے وچ لٹکایا اے ماں دا دل
پانی رحمت ربی دا پا کے تے مٹی ماں دے جسم دی گوئی گئی اے
اصغر ہجر فراق دی سوئی لے کے ماں دے پیار دی لڑی پروئی گئی اے

موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ جو والدین کا فرماں بردار ہو' میرا اگرچہ نافرمان ہو' ہوسکتا ہے میں اس کو معاف کر دوں مگر جو میرا فرماں بردار بھی ہو لیکن والدین کا نافرمان ہوگا تو اس کو کبھی نہ بخشوں گا چاہے لاکھ میری عبادت و اطاعت کرتا پھرے۔ (تفسیرات احمدیہ)

حضور علیہ السلام نے فرمایا:

رضا الرب فی رضا الوالد وسخط الرب فی سخط الوالد ۔

(ترمذی باب ماجاء من الفضل فی رضا الوالدین ص۱۲ ج ۲)

رب کی رضا والدین کی رضا میں ہے اور رب کی ناراضگی والد کی ناراضگی میں ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام جب مصر کے حاکم بنے اور یعقوب علیہ السلام اپنے بیٹوں اور بیوی (جو کہ یوسف علیہ السلام کی سگی والدہ نہ تھی بلکہ خالہ تھی) کو لے کر مصر گئے تو قرآن پاک میں ہے:

ورفع ابویه علی العرش ۔

یوسف علیہ السلام نے اپنے والدین کو تخت پہ بٹھایا۔ (اور یہ بتا دیا کہ جب سوتیلی ماں تخت پہ بٹھانے کے قابل ہے تو حقیقی ماں کی شان کا اندازہ کون کرسکتا ہے؟)

بچے واسطے ایس جہاں اندر ہر دعا اے ماں دی دعا تو گھٹ
ماں دی ماتا والی ہوا ٹھنڈی ہے او جنت دی کدوں ہوا توں گھٹ
جس دے چہرے نوں تکناں عبادتاں تے اوہدی عظمت نہیں خانہ خدا توں گھٹ
خاک ماں دے پیراں نوں جوں لگے میں ایہہ کہنا نہیں خاک شفا توں گھٹ
رب دی پوجا نال ماں دا ذکر اکثر اس توں ودھ کی عظمت عظیم ہونی
بار بار جو بچے نوں معاف کردی ماں ورگی نہیں کوئی کریم ہونی

لطیفہ

آج کل: دودھ تو ڈبے کا ہے تعلیم ہے سرکار کی

ڈاکٹر حضرات بھی کہہ دیتے ہیں کہ ماں بچے کو اپنا دودھ نہ پلائے ورنہ بچے کے بیمار ہونے کا خطرہ ہے حالانکہ ماں کے دودھ میں جو برکتیں اور شفا ہے اس کا کون انکار کرسکتا ہے۔ چنانچہ بچہ ڈبے کا دودھ پی کر جب بڑا ہوتا ہے تو نہ ادب نہ احترام نہ شرم نہ حیا۔ پہلے یہ ہوتا تھا کہ دودھ پلانے والی ماں کو جب بچہ تنگ کرتا تھا تو وہ کہتی تھی میں تجھے دودھ معاف نہ کروں گی' آج ڈبے کا دودھ پینے والا بچہ جو کچھ کرتا رہے' ماں اس کو دودھ معاف نہ کرنے کا کہہ ہی نہیں سکتی کیونکہ وہ آگے سے کہے گا' میں نے تیرا پیا ہی کب ہے؟ میں نے ڈبے کا پیا ہے اسی سے معافی مانگ لوں گا اسی طرح کا ایک جنٹلمین اپنی ماں کو مار رہا تھا کہ کسی نے اس کو لعنت ملامت کی اور کہا والدین تو قبلہ و کعبہ ہوتے ہیں تو اس نے

جواب دیا کہ میرے کعبے کی دیوار ٹیڑھی ہوگئی ہے' اس کو سیدھا کر رہا ہوں۔

اگر کوئی یہ سمجھے کہ یہ صرف لطیفہ ہے' حقیقت نہیں ہے تو بہت سادا ہے' کیا بیسیوں مرتبہ اخبارات میں نہیں آیا کہ بیٹے نے والدین کو قتل کر دیا' ترقی کا دور ہے ہر کام میں ترقی ہو رہی ہے۔

ماں کی دعا

مشہور ہے کہ موسیٰ علیہ السلام طور پر جاتے تو ان کی والدہ اللہ سے دعا کرتی رہتیں یا اللہ تیری شان جل جلالہ ہے اور میرا موسیٰ بھی جلالی ہے' کہیں کلام کرنے میں ایسی ویسی بات ہو جائے تو درگزر کرنا اور جب والدہ فوت ہوگئیں تو اللہ نے فرمایا' اے موسیٰ اب سنبھل کے بات کرنا' عرض کیا یا اللہ! تو بھی وہی اللہ ہے میں بھی وہی موسیٰ اور وہی طور پہاڑ ہے پھر آج کیا ہوا ہے کہ احتیاط کا حکم ہو رہا ہے؟ فرمایا سب کچھ وہی ہے مگر آج تیرے لیے جھولی پھیلا کر دعا کرنے والی نہیں رہی۔

؎ جہدی روشنی اے کائنات اندر اوہ اک پیار دی روشن قندیل اے ماں
جس توں بچیاں نوں منزل دا پتہ ملدا او اک راہ اندر سنگ میل اے ماں
لتبدی بہ ماں دی ماںتا اے اُلفت واسطے اعلیٰ دلیل اے ماں
جس دی عظمت دے چرچے قرآن وچ نیں اج اوہ گھر گھر پئی ہوندی ذلیل اے ماں
ایس دور دے بالاں دا میرے مولا چنگیاں لوکاں وچ اُٹھن تے بہن کر دے
یوسف بچے نیں وگڑے معاشرے دے ادب ماں تے باپ دا رہن کر دے
روہڑن واسطے موسیٰ کلیم تائیں جدوں ماں دریا تے آوندی اے
ڈھاواں مار دی چیخ و پکار کر دی رو رو کے نہرو گاوندی اے
جدوں ماں دی ماںتا جوش مارے چم چم کے سینے لگاوندی اے
حد ماں دے صبر دی ویکھ ٹھڈی فوراً رب ولوں وحی آوندی اے
دودھ دائیاں دے ہوگئے حرام اس تے دودھ تیرا ای پیوے گا لعل تیرا
خوف کریں ''یوحانذ'' نہ رائی جتاں تیری گود وچ کھیڈے گا بال تیرا

حقوقِ والدین اور احادیثِ مبارکہ

☆...... حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام سے پوچھا گیا' کون سا عمل اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند ہے تو آپ نے فرمایا' الصلوٰۃ علی وقتھا (وقت پہ نماز ادا کرنا) عرض کیا گیا پھر کون سا؟ قال بر الوالدین (والدین کے ساتھ نیکی کرنا) اور اس کے بعد جہاد فی سبیل اللہ۔ (بخاری باب ارداف الرجل خلف الرجل ج ۲ ص ۸۸۲)

☆...... ایک شخص نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بارگاہ میں حاضر ہو کر جہاد کی اجازت طلب کی تو آپ نے پوچھا' احی والداك؟ کیا تیرے والدین زندہ ہیں؟ اس نے اثبات میں جواب دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' ففیھما فجاھد ان کی خدمت کر کے جہاد کا ثواب حاصل کر۔ (بخاری' باب الجہاد ص ۴۲۱ ج ۱)

☆...... حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

لاتعقن والدیك وان امراك ان تخرج من مالك واھلك ۔

والدین کی نافرمانی نہ کر اگرچہ وہ تجھے گھر بار' مال' اولاد چھوڑ دینے کا حکم دیں۔

(مسند احمد' ص ۲۳۸ ج ۵)

☆...... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

ثلثة لایدخلون الجنة العاق لوالدیه' والدیوث ورجلة النساء ۔

''تین شخص جنت میں داخل نہ ہو سکیں گے' والدین کا نافرمان' دیوث (بے غیرت) اور مردانہ وضع بنانے والی عورت'' (المستدرک للحاکم ص ۷۲ ج ۱)

☆...... حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

لایقبل اللہ عزوجل صرفا ولا عدلا عاق ومنان ومکذب بقدر ۔

''تین شخص ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نہ ان کے نوافل قبول فرماتا ہے' نہ فرائض (۱) ماں باپ کو ایذاء دینے والا (۲) خیرات کر کے احسان جتلانے والا (۳) تقدیر کو جھٹلانے والا

(مجمع الزوائد للہیثمی ص ۲۰۶ ج ۷)

☆...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' حضور علیہ السلام نے تین مرتبہ ارشاد فرمایا:

ملعون من عق والدین .

''والدین کوستانے والا لعنتی ہے۔'' (الدرالمنثور للسیوطی ص۱۰۱ ج۳)

☆...... حضرت ابی بکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے:

کل الذنوب یؤخر اللہ تعالیٰ منھا الی یوم القیمة الاعقوق الوالدین فان اللہ یعجل لصاحبه فی الحیات قبل الممات .

''سب گناہوں کی سزا اگر اللہ چاہے گا تو قیامت کے دن ہوگی مگر والدین کے نافرمان کو مرنے سے پہلے (بھی) سزا ملے گی۔''

☆...... حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اپنے والد کی شکایت کی کہ میرا باپ مجھ سے میرا سارا مال لینا چاہتا ہے تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا:

انت ومالك لابيك . ''تو اور تیرا سارا مال تیرے باپ ہی کا ہے۔''

(ابن ماجہ باب ماللرجل مال ولدہ ص ۱۶۷ ج۲)

☆...... حضرت طلحہ بن معاویہ سلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں جہاد کی اجازت لینے حاضر ہوا تو آپ نے مجھ سے پوچھا' کیا تیری والدہ زندہ ہے؟ میں نے ہاں میں جواب دیا تو آپ نے فرمایا: الزم رجلیھا فثم الجنة اپنی ماں کے قدموں میں رہو وہیں پہ جنت ہے۔ (ابن ماجہ ص ۲۰۵ ج۲)

☆...... حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں سوال کیا! عورت پر سب سے زیادہ کس کا حق ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے خاوند کا' میں نے عرض کیا:

فای الناس حقا علی الرجل .

''مرد پر سب سے بڑھ کر کس کا حق ہے؟''

قال امه فرمایا! اس کی ماں کا۔ (المستدرک للحاکم ص ۱۷۵ ج۴)

جو میرے بھائی والدین کے ساتھ ناروا سلوک کرتے ہیں اور ان کو اپنے گھر میں

بجائے رحمتِ الٰہی کے بوجھ تصور کرتے ہیں' انہیں بھی ایسے ہی سلوک کا سامنا کرنے کے لیے تیار رہنا چاہیے' کل ان کی اولاد بھی ان کے ساتھ ایسا سلوک کرے گی' مثل مشہور ہے۔

''جیسا کرو گے ویسا بھرو گے''

☆......حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میری ایک عورت تھی جس کے ساتھ میری سخت محبت تھی مگر میرے ابا جان حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ اسے اچھا نہیں جانتے تھے' ایک روز مجھے فرمانے لگے اس عورت کو طلاق دے دو' میں نے طلاق نہ دی اور حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ' حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی یارسول اللہ! میں نے اپنے بیٹے عبداللہ سے کہا تھا کہ اپنی عورت کو طلاق دے دو مگر اس نے اسے طلاق نہ دی تب آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عبداللہ اپنی عورت کو طلاق دے دو یعنی اپنے والد کا حکم مانو اور ان کی محبت کو عورت کی محبت پر ترجیح دو۔ (مشکوٰۃ)

کتنی اہمیت ہے والدین کی۔ اللہ تعالیٰ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم صرف اس وجہ سے عورت کو طلاق دِلوا رہے ہیں کہ وہ عورت اپنے شوہر کے باپ کو پسند نہیں۔ اور سرکارِ مدینہ سرورِ قلب وسینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت کی محبت پر باپ کی محبت کو ترجیح دو۔

مگر آج کل کے نوجوان بیوی کی محبت پر والدین کی محبت کو قربان کر رہے ہیں۔

اے نوجوانو! اگر اللہ تعالیٰ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت سچی ہے تو والدین سے والہانہ محبت کرو اور ان کی محبت پر بیوی کی محبت کو ترجیح نہ دو۔

یاد رکھیں بیوی کا نعم البدل اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے مگر والدین کا نعم البدل نہیں بنایا اس لیے ان کی قدر کریں۔

بعض بھائیوں اور عزیزوں کا مؤقف یہ ہوتا ہے کہ والدین سے ہم دُور نہیں ہوئے بلکہ والدین نے ہمیں دُور کر دیا ہے اس سلسلے میں حقیقت تو یہ ہے کہ اوّل تو والدین اپنی آنکھوں سے دُور اپنی اولاد کرتے ہی نہیں ہیں اگر مجبوراً کرتے بھی ہیں تو اس کو جو نافرمان ہو' والدین کی عزت نہ کرتا ہو بلکہ والدین کی بے عزتی کا سبب بنتا ہو اور ان کی خدمت نہ

کرتا ہو بیوی بچوں والا ہو کر ان سے خدمت کروا رہا ہو پھر بھی ان کی صرف عزت کرنا اور عزت کروانا اسے گوارہ نہ ہو تو ایسی ناخلف اولاد کو والدین کیونکر اپنے پاس رکھیں۔ میرے بھائی اگر یہی معاملہ ہے تو اپنے آپ کو درست کریں اگر خدانخواستہ والدین نے زیادتی کر کے نکال دیا ہے تو پھر بھی ان کے قریب ہونے کی کوشش کریں مگر خلوصِ دل کے ساتھ اندر کی میل صاف کریں' اپنی غلطیوں کو تسلیم کریں اور ان کو دہرانے سے باز رہیں پھر دیکھیں والدین کے راضی ہونے میں دیر نہیں لگے گی اور جب والدین راضی ہو جائیں گے تو اللہ کی رضا دنیا و آخرت کو سنوار دے گی۔

☆...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا' یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم میری اچھی رفاقت کا سب سے زیادہ حق دار کون ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ ماں کا ذکر فرمایا اور چوتھی بار باپ کا ذکر کیا۔ (بخاری ص ۳۱۲ ج ۲)

☆...... حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا:

ان اللہ حرم علیکم عقوق الامھات و وأدالبنات و منعا وھات وکرہ لکم قیل وقال و کثرۃ السؤال واضاعۃ المال ۔

"بے شک اللہ تعالیٰ نے تم پر ماؤں کو ستانا' بیٹیوں کو زندہ دفن کرنا' بخل اور سوال کرنا' فضول باتیں کرنا' زیادہ سوال کرنا اور مال ضائع کرنے کو حرام قرار دیا ہے۔

(الجامع الصحیح للبخاری باب عقوق الوالدین ج ۲ ص ۸۸۴)

☆...... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں' حضور علیہ السلام نے فرمایا' سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ بیٹا اپنے والد کے دوستوں سے اچھا سلوک کرے۔

(مسلم شریف ج ۲ ص ۳۱۴)

☆...... حضرت مالک بن ربیعہ ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر تھے کہ ایک شخص نے آ کر سوال کیا'

یارسول اللہ! ابقی من برابر ابوی شئی ابرھما بہ من بعد موتھما ۔

"حضور! (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا والدین کی وفات کے بعد کوئی ایسی نیکی ہے جو میں ان سے کر

سکوں؟ آپ نے فرمایا! ہاں کیوں نہیں!

الصلوٰۃ علیھما والاستغفار لھما وایفاء بعھود ھما من بعد موتھما واکرام صدیقھما وصلۃ الرحم التی لاتوصل الابھما ۔

ان کے وصال کے بعد ان کی نمازِ جنازہ پڑھنا' ان کے لیے استغفار کرتے رہنا' ان کے وعدوں کو پورا کرتے رہنا' والد کے دوستوں اور والدہ کی سہیلیوں کی عزت کرنا اور وہ صلہ رحمی جو انہی کی وجہ سے کی جائے۔

☆......والد عبدالعزیز رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

تعرض الاعمال یوم الاثنین والخمیس علی اللہ تعالٰی و تعرض علی الانبیاء و علی الاباء والامھات یوم الجمعۃ فیفرحون بحسناتھم وتزداد وجوھھم بیاضا واشراقا فاتقوا اللہ ولاتؤذوا موتاکم ۔

ہر پیر و جمعرات کو بندوں کے اعمال اللہ کی بارگاہ میں پیش ہوتے ہیں اور ہر جمعہ کو انبیاء کرام علیہم السلام اور والدین کے سامنے لوگوں کے اعمال پیش ہوتے ہیں اور وہ نیکیاں دیکھ کر خوش ہوتے ہیں اور ان کے چہروں کی صفائی اور نورانیت بڑھ جاتی ہے۔ پس اللہ سے ڈرو اور اپنے مردوں کو اپنے گناہوں سے تکلیف نہ پہنچاؤ۔

(الجامع الصغیر للسیوطی ص ۱۹۹ ج ۱' کنز العمال ص ۴۶۹ ج ۱۶ حدیث نمبر ۴۵۴۹۳)

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا عم الرجل صنو ابیہ چچا باپ کی طرح ہوتا ہے۔ (مسلم شریف' مشکوٰۃ شریف)

☆......حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

اذا تصدق احدکم بصدقۃ تطوعا فلیجعلھا عن ابویہ فیکون لھما اجرھما ولاینقص من اجرہ شیئا ۔

جب تم میں سے کوئی نفلی صدقہ کرے تو اس کو اپنے والدین کی طرف سے (ثواب کی نیت) کرے اس طرح انہیں بھی ثواب ملے گا اور اس کے ثواب میں بھی کوئی کمی نہ

ہوگی۔ (مجمع الزوائد ص ۱۳۸ ج ۳)

☆...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

من زار قبر ابویه او احد هما فی کل جمعة مرة غفر الله و کتب بره ۔

جو اپنے والدین یا دونوں میں سے کسی ایک کی قبر کی ہر جمعہ کے روز ایک مرتبہ زیارت کرے اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے اور اس کو نیکوکار لکھا جائے گا۔

(کنز العمال للمتقی ص ۴۶۸ ج ۱۶ حدیث نمبر ۴۵۴۸۶)

ایک روایت میں زیارت کے ساتھ سورۂ یٰسین پڑھنے کا ذکر بھی ہے۔

(الموضوعات لابن جوزی عن ابی بکر ن الصدیق ص ۲۳۹' ج ۲)

اتحاف السادات للزبیدی ج ۱۰ ص ۳۹۳ پہ ہے۔ سورۂ یٰسین کے ہر حرف کے بدلے اس کے لیے بخشش ہے۔ (یہ روایت بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ہے)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

من زار قبر ابویه او احدهما احتسابا کان کعدل حجة مبرورة ومن کان زوار لهما زارت الملائکة قبره ۔

''جو شخص ثواب کی نیت سے اپنے والدین یا دونوں میں سے کسی ایک کی قبر کی زیارت کرے' اس کو ایک مقبول حج کا ثواب ملے گا اور جو کثرت کے ساتھ زیارت کو جائے گا' فرشتے اس کی قبر کی زیارت کو آئیں گے۔''

(کنز العمال للمتقی ج ۱۶ ص ۵۷۹' حدیث نمبر ۴۵۵۴۳' المغنی للعراقی ج ۴ ص ۴۷۴)

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد دین و ملت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ اس حدیث کے تحت فتاویٰ رضویہ ۹/۱۹۴ پہ امام ابن جوزی محدث کی کتاب عیون الحکایات کے حوالے سے بسند خود محمد بن اسحاق وراق سے روایت فرماتے ہیں کہ ایک شخص اپنے بیٹے کے ساتھ سفر میں جا رہا تھا کہ راستے میں اس کا انتقال ہو گیا اور یہ جنگل گوگل کے درختوں کا تھا' بیٹا اپنے باپ کو ان درختوں میں دفن کر کے چلا گیا جب کئی دنوں کے بعد واپس اسی جنگل میں آیا تو اپنے باپ کی قبر پہ نہ گیا اچانک اس نے سنا کہ کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے:

رایتك تطوی الدوم لیلا ولا تری علیك لاهل الدوم ان تتكلما
ومر باهل الدوم فسلما

میں نے تجھے دیکھا کہ تو رات کے وقت اس جنگل کو طے کر رہا ہے اور جو ان درختوں میں ہے اس سے کلام کرنا اپنے اوپر لازم نہیں جانتا حالانکہ اس درخت میں وہ مقیم ہے کہ اگر تو اس کی جگہ پہ ہوتا اور وہ تیری طرح یہاں سے گزرتا تو وہ تیری قبر پہ آ کے تجھے ضرور سلام کہتا۔ (جامع الاحادیث ج ۴ ص ۲۱۰/۲۱۱)

☆...... حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

الوالدا وسط ابواب الجنة......

''باپ جنت کا درمیان والا دروازہ ہے'' اب چاہے تو اس دروازے کو توڑے یا اس کی حفاظت کرے۔ (ترمذی' ابن ماجہ' ابن حبان)

ایمان افروز واقعات

تین مصیبت زدہ مسافر

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے تین مسافروں کا ذکر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ان کو بارش نے گھیر لیا اور ان تینوں نے ایک پہاڑ کی کھائی میں پناہ لی اس وقت پہاڑ سے پتھر گرا اور اس غار کا منہ مکمل طور پر بند ہو گیا' تینوں نے آپس میں ایک دوسرے سے کہا:

''اپنے اپنے اعمال صالحہ کو دیکھو جو ہم نے محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کیے ہوں اور ان کے وسیلہ سے دعا کرو' امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پتھر کو یہاں سے ہٹا دے گا۔ ان میں سے ایک شخص نے کہا' یا اللہ! میرے والدین بوڑھے تھے' میری بیوی اور بچے بھی تھے' میں ان کے گزارے کے لیے بھیڑ بکریاں چراتا اور شام کو آ کر دودھ دوہتا' پہلے اپنے والدین کو پلاتا تھا۔ ایک دن مجھے بکریوں کے لیے چارہ لانے کے لیے دُور جانا پڑا' میں جب گھر آیا تو رات ہو چکی تھی اور میرے والدین اس وقت تک سو گئے تھے' میں نے

حسبِ معمول دودھ دوہا اور اس کو لے کر ماں باپ کے سرہانے آ کر کھڑا ہو گیا۔ میں نے نہ چاہا کہ ان کو نیند سے بیدار کروں اور یہ بھی گوارہ نہ ہوا کہ اپنے بچوں کو پہلے پلا دوں حالانکہ وہ بھوک کی وجہ سے میرے قدموں پر لوٹ رہے تھے اسی حال میں پوری رات گزر گئی اور صبح نمودار ہو گئی۔ یا اللہ! تو خوب جانتا ہے اگر میں نے یہ کام تیری رضا کے لیے کیا تھا تو اس پتھر سے ایک روزن کھول دے جس سے ہم آسمان کو دیکھ سکیں۔ ربِ کریم نے اپنے فضل اور اس کے نیک عمل کی بدولت روزن کھول دیا اور اب ان کو آسمان نظر آنے لگا۔ دوسرے شخص نے کہا' یا اللہ! میرے چچا کی بیٹی تھی جس پر میں فریفتہ ہو گیا تھا' میں نے اس سے خواہش ظاہر کی کہ اپنا نفس میرے حوالے کر دے لیکن اس نے سو اشرفیوں کے بغیر رضامندی ظاہر نہ کی۔ میں نے نہایت کوشش کر کے سو اشرفیاں کمائیں اور لے کر پہنچا جب میں بدکاری کے ارادہ سے اس کی ٹانگوں کے درمیان بیٹھا تو بولی اے خدا کے بندے! اللہ سے ڈر اور بغیر حق مہر مت توڑ۔ یہ سُن کر میں اُٹھ کھڑا ہوا' یا اللہ! تو خوب جانتا ہے اگر میں نے یہ کام تیری رضا و خوشنودی کے لیے کیا تو ایک روزن اور کھول دے' اللہ تعالیٰ نے اس پتھر کو اور ہٹا دیا۔ تیسرے شخص نے دعا کی' یا اللہ! میں نے ایک شخص کو مزدور کیا کہ وہ ایک فرق (پیمانہ) چاول پر میرا کام کر دے جب وہ کام کر چکا تو میرے پاس مزدوری لینے آیا' میں نے حسبِ وعدہ وہ چاول اس کو دیئے لیکن اس نے انکار کر دیا کہ اس کی نظر میں کم تھے۔ وہ چلا گیا تو میں نے ان چاولوں کو زراعت کے ذریعے بڑھایا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں اتنی برکت کی کہ ایک جنگل میں گائے بیل اور ان کی حفاظت کے لیے چرواہے سب اسی کے منافع سے جمع ہو گئے۔ وہ مزدور پھر آیا اور بولا' اللہ تعالیٰ سے ڈر اور میرا حق مت مار' میں نے کہا' جا اور بیل گائے نیز چرواہے سب تیرے ہیں۔ وہ بولا خدا سے ڈر اور مجھ سے ہنسی مذاق مت کر' میں نے کہا' نہیں واقعی ان سب کا تو ہی حق دار ہے' ان کو لے جا۔ وہ لے گیا' یا اللہ! تو خوب جانتا ہے کہ یہ کام میں نے تیری رضا کے لیے کیا تھا تو پتھر کا جو حصہ غار پر رہ گیا ہے اس کو بھی ہٹا دے تو اللہ تعالیٰ نے اسے بھی ہٹا دیا اور یہ سب آزاد ہو گئے۔ (بخاری باب حدیث الغار: ج ا ص ۴۹۳)

والد کا دُکھڑا سن کر امام الانبیاء بھی رونے لگے

عن جابر بن عبدالله رضی الله تعالیٰ عنهما قال ان رجلا جاء الی النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فقال ان أبیه یرید ان یاخذ مالی فقال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ادعه لی قال فجاء فقال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ان ابنك یزعم انك تاخذ ماله فقال سله هل هو الا عماته او قراباته او ماانفقه علی نفسی وعیالی قال فهبط جبرئیل الامین علیه الصلوة والسلام فقال یارسول الله ان الشیخ قد قال فی نفسه شیئا لم تسمعه اذناه فقال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قلت فی نفسك شیأ لم تسمعه اذناك قال لا یزال یزیدنا الله بك بصیرة ویقینا نعم قلت قال هات فانشأ یقول:

غذوتك مولودا وعلتك یافعا — تعل بما أجنبی علیك وتنهل
اذا لیلة ضاقتك بالسقم لم أبت — لسقمك الا ساهرا أتململ
تخاف الردیٰ نفسی علیك وانها — لتعلم ان الموت حتم مؤکل
کأنی أنا المطروق دونك بالذی — طرقت به دونی فعینای تهمل
فلما بلغت السن و الغایة التی — الیك مدی ما کنت فیك أو مل
جعلت جزائی غلظة و فظاظة — کانك أنت المنعم المتفضل
فلیتك اذا لم ترع حق أبوتی — کما یفعل الجار المجاور تفعل

قال: فبکی رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم واخذ بتلبیب ابنه وقال انت ومالك لأبیك ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا' یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) میرا باپ میرا مال لینا چاہتا ہیں۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا' انہیں ہمارے حضور میں حاضر لاؤ جب حاضر ہوئے' ان

سے ارشاد ہوا' تمہارا بیٹا کہتا ہے تم اس کا مال لے لینا چاہتے ہو؟ عرض کی حضور! اس سے پوچھ دیکھیں کہ میں وہ مال لے کر کیا کرتا ہوں' یہ ہی اس کی پھوپھیوں کی مہمانی اور اس کی قرابتی میں یا میرا اور میرے بال بچوں کا خرچ۔ اتنے میں حضرت جبرائیل علیہ اسلام حاضر ہوئے اور عرض کی' یارسول اللہ! (ﷺ) اس مرد پیر نے اپنے دل میں کچھ اشعار تصنیف کیے ہیں جو ابھی اس کے کان نے نہیں سنے ہیں یعنی ابھی زبان تک نہ لایا' حضورِ پُرنور ﷺ نے فرمایا' تم نے اپنے دل میں کچھ اشعار تصنیف کیے ہیں جو ابھی تمہارے کان نے بھی نہیں سنے؟ وہ سناؤ۔ ان صاحب نے عرض کی واللہ! ہمیشہ حضور (ﷺ) کے معجزات سے ہمارے دل کی نگاہ ہمارا یقین بڑھاتی ہے پھر یہ اشعار عرض کرنے لگے۔

میں نے تجھے غذا پہنچائی جب سے تو پیدا ہوا اور تیرا بار اُٹھایا جب سے تو ننھا تھا' میری کمائی سے تو بار بار مکرر سیراب کیا جاتا جب کوئی رات بیماری کا غم لے کر تجھ پر اُترتی' میں تیری ناسازی کے باعث جاگ کر لوٹ کر صبح کرتا' میرا جی تیرے مرنے سے ڈرتا حالانکہ اسے خوب معلوم تھا کہ موت یقینی ہے اور سب پر مسلط کی گئی ہے۔ میری آنکھیں یوں بہتیں کہ گویا وہ مرض جو شب کو تجھے ہوا تھا نہ مجھے' مجھے ہوا تھا نہ تجھے' میں نے تجھے یوں پالا اور جب تو پروان چڑھا اور اس حد کو پہنچا جس میں مجھے امید لگی ہوئی تھی کہ اس عمر کا ہو کر تو میرے کام آئے گا تو تو نے میرا بدلہ سختی اور درشت روئی سے دیا۔ گویا تیرا ہی مجھ پر فضل واحسان ہے۔ اے کاش! جب تو نے حق پدری کا خیال ولحاظ نہ کیا تھا تو ایسا ہی کرتا جیسا پاس ہمسایہ کا ہمسایہ کرتا ہے۔ ہمسایہ کا ہی حق تو نے مجھے دیا ہوتا اور مجھ پر اس مال سے کہ اصل میں تیرا نہیں میرا تھا' بخل نہ کرتا۔ ان اشعار کو استماع فرما کر حضورِ پُرنور رحمتِ عالم ﷺ نے گریہ کیا اور بیٹے کا گریبان پکڑ کر ارشاد فرمایا' جا تو اور تیرا مال سب تیرے باپ کا ہے۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۶ ص ۳۰۴)

امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں

حکم سعادت تو یہ ہے مگر بایں ہمہ قضاء باپ بیٹے کی ملک جدا ہے' باپ اگر محتاج ہے تو بقدرِ حاجت بیٹے کے فاضل مال سے بے اس کی رضا واجازت کے لے سکتا ہے' زیادہ

نہیں اور یہ لینا بھی کھانے پینے' پہننے رہنے کے لیے اور حاجت ہو تو خادم کے واسطے بھی' بیٹے کے روپے پیسے سونے چاندی اناج کپڑے یا قابلِ سکونت پدر مکان سے ہو۔ ہاں یہ اشیاء نہ ملیں تو انہیں اغراض ضروریہ کے لیے اس کے اور اموال سے جو خلاف جنس حاجت ہو' بحکم حاکم یا حاکم نہ ہو تو علی المفتی بہ بطورِ خود بھی لے سکتا ہے۔ مثلاً کھانے کی ضرورت ہے' یہ اناج یا روپیہ نہ پایا تو کپڑے برتن لے سکتا ہے یا کپڑوں کی ضرورت ہے اور دام یا کپڑے نہ ملے تو اناج وغیرہ بیچ کر بنا سکتا ہے نہ یہ کہ اس کی جائیداد ہی سرے سے اپنی ٹھہرائے۔ (فتاویٰ رضویہ ۷/۳۹۶)

مرتے وقت زبان بند ہوگئی

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کے دراقدس میں علقمہ نامی ایک شخص تھا جو نہایت عبادت گزار' خداترس اور سخی تھا۔ ایک دن اچانک سخت بیمار ہو گیا' اس کی بیوی حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ میرا شوہر سخت بیمار ہے اور لگتا ہے کہ اس کا آخری وقت ہو' میں چاہتی ہوں کہ آپ اس کے حق میں دعا فرمائیں۔ حضور علیہ السلام نے حضرت عمار' بلال' علی اور سلمان رضی اللہ عنہم کو بھیجا کہ جا کے دیکھو اس کا کیا حال ہے جب یہ حضرات علقمہ کے پاس پہنچے اور اس سے کہا کہ لا الہ الا اللہ کہو مگر دیکھا کہ علقمہ کلمہ پڑھنے سے معذور ہے کیونکہ زبان بند ہوگئی ہے اور زبان سے کچھ نہیں نکلتا۔ آخر ان لوگوں کو گمان ہو گیا کہ یہ مرنے والا ہے اور زبان کی گویائی سے قاصر ہے تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روانہ کیا تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی حالت سے آگاہ کر دیں۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور! ہم نے ہر چند کوشش کی کہ ان کی زبان سے کلمہ جاری ہو مگر ان کی زبان سے کچھ نہیں نکلتا۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا' کیا علقمہ کے والدین حیات ہیں؟ عرض کی والد فوت ہو گیا ہے' والدہ بڑھیا اور نہایت ضعیف موجود ہے۔ فرمایا' علقمہ کی ماں کے پاس جاؤ اور کہو کہ اگر میرے پاس آنے کی طاقت ہے تو لیتے آنا ورنہ میں خود آجاؤں گا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے علقمہ کی ماں کے پاس جا کر حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا سلام عرض کیا اور کہا کہ اگر

چلنے کی طاقت ہو تو میرے ساتھ حضور پاک ﷺ کے پاس چلئے وگرنہ حضور پاک ﷺ خود تشریف لائیں گے۔ یہ سُن کر علقمہ کی ماں نے کہا' میں حضور ﷺ پر قربان جاؤں' میں خود حضور پاک ﷺ کی خدمت مبارک میں حاضر ہوں گی۔ ایک لاٹھی لی اور حضور پاک ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ سلام عرض کیا۔ حضور پاک ﷺ نے سلام کا جواب دے کر فرمایا کہ یہ تو بتاؤ علقمہ کس قسم کا آدمی ہے مگر جھوٹ نہ کہنا کیونکہ میرے پاس وحی آتی ہے۔ بڑھیا نے کہا' علقمہ بڑا نیک اور عبادت کرنے والا اور روزہ رکھنے والا اور سخاوت کرنے والا زمانہ میں یکتا آدمی ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا' یہ تو سب کچھ ہے مگر تمہارے ساتھ کیا معاملہ کرتا تھا؟ کہا' حضور ﷺ میں اس سے بہت ناراض ہوں اور مجھ سے بے جا سلوک کرتا تھا کہ اپنی بیوی کو مجھ پر فضیلت دیتا تھا اور مجھے اس کی تابع دار بناتا تھا لہٰذا میں اس سے ناخوش ہوں اس کے علاوہ اور کوئی بات نہیں کہ اس کی شکایت کی جائے۔ یہ سُن کر حضور پاک ﷺ نے فرمایا کہ زبان بند ہونے کی وجہ ماں کی ناراضگی ہے۔ آپ (صلی اللہ علیہ سولم) نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ جاؤ اور بہت ساری لکڑیاں جمع کر کے لاؤ تا کہ علقمہ کو اس آگ میں ڈال دیا جائے۔ علقمہ کی ماں نے کہا' حضور ﷺ میرے لڑکے کو جو میرے جگر کا ٹکڑا ہے' میرے سامنے جلایا جائے گا تو مجھ سے کیونکر برداشت اور صبر ہوگا۔ حضور پاک ﷺ نے فرمایا' اے علقمہ کی ماں! اللہ پاک کا عذاب اس سے زیادہ دردناک اور تکلیف دہ ہوگا اگر تجھے ناپسند ہے تو معاف کر دے اور خوش ہو جا ورنہ قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے نہ اس کی فرض نماز قبول ہوگی نہ نوافل۔ علقمہ کی ماں نے کہا' یارسول اللہ! ﷺ آپ گواہ رہیں' میں نے اس کو معاف کر دیا اور اس سے راضی ہوگئی۔ یہ سُن کر حضور پاک ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اب جا کے دیکھو' علقمہ کا کیا حال ہے؟ حضرت بلال رضی اللہ عنہ جب علقمہ کے دروازے پر پہنچے تو سنتے ہیں علقمہ باآوازِ بلند کہہ رہا ہے لا الہ الا اللہ یعنی اسی کلمہ پر انتقال ہوگیا۔

حضور پاک ﷺ تشریف لائے' غسل کفن کا حکم فرمایا۔ بعدازاں قبرستان میں ٹھہر

کر فرمایا کہ اے گروہ مہاجرین وانصار! جو شخص اپنی بیوی کو ماں باپ سے زیادہ سمجھے گا اس پر خدا کی لعنت ہے نہ اس کی فرائض نماز قبول ہوتی ہے نہ نوافل لہٰذا والدین کی خدمت اور تعظیم نہایت لازم ہے۔

اور والدین کے خلاف قدم رکھنے والے کی بھی نماز قبول نہیں ہوتی۔ اے میرے بھائی اس فرمانِ رسول سے عبرت حاصل کر والدین کی مخالفت چھوڑ' اپنی آخرت نہ برباد کر' یہ جو عبادت کر رہا ہے اس کو بھی برباد نہ کر اور اللہ تعالیٰ کی لعنت کا مستحق نہ بن جو میرے بھائی والدین کے بوڑھا ہونے پر اپنے بیوی بچوں کو لے کر والدین سے دُور چلے جاتے ہیں' انہیں اپنی سوچ میں تبدیلی پیدا کرنی چاہیے اور جو والدین پر بیوی کو فضیلت دیتے ہوئے اس کی ہر خواہش کو پورا کرتے ہیں اور والدین کو محروم رکھتے ہیں' انہیں بھی اپنا رویہ بدلنا چاہیے کیونکہ فرمانِ رسول اللہ ﷺ کے مطابق جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے نہ کہ بیویوں کے قدموں کے نیچے۔ والدین کی نافرمانی بدبختی ہے...... بدبختی ہے۔

کندھوں پہ اُٹھا کر سات حج اور ایک رات کا حق

مولانا زکریا نے اپنے تبلیغی نصاب کے حصہ فضائل حج میں ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک شخص اپنی معذور والدہ کو ساتواں حج کندھوں پر اُٹھا کر کروا رہا تھا کہ دل میں خیال آیا کہ اب تو میری ماں کا حق ادا ہو گیا ہو گا کہ اچانک ہاتف نے آواز دی کہ ابھی تک ایک رات کا بھی حق ادا نہیں ہوا جب تیری والدہ رات بھر گیلے بستر پر سوتی اور تمہیں خشک جگہ پر سُلاتی۔ معلوم ہوا کہ ماں باپ کا حق ادا کرنا ناممکن ہے۔

☆...... اسی طرح علامہ ابن کثیر نے اپنی تفسیر ابن کثیر میں ایک واقعہ نقل فرمایا ہے کہ ایک شخص اپنی والدہ کو کمر پر اُٹھائے ہوئے بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا کہ اچانک خیال آیا کہ میں حضور پُر نور شافع یوم النشور ﷺ سے پوچھوں' کیا میری ماں کا حق ادا ہو گیا ہے۔ چنانچہ میں نے عرض کیا' یارسول اللہ! ﷺ میں نے اپنی ماں کو کندھوں اور کمر پر اُٹھا کر طواف کرایا ہے کیا میں نے ماں کا حق ادا کر دیا ہے اس پر سرکارِ دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ابھی تو ایک سانس کا حق بھی ادا نہیں ہوا۔ چہ جائیکہ ماں کا پورا حق ادا ہو گیا ہو۔

والدہ کی خدمت نے سلطان العارفین بنادیا

سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ اکثر فرمایا کرتے تھے مجھے جتنے مراتب حاصل ہوئے ہیں' سب والدہ کی اطاعت سے حاصل ہوئے ہیں۔ ایک مرتبہ رات کے وقت میری والدہ نے فرمایا' بیٹا! پانی لاؤ' حسنِ اتفاق سے اس رات گھر میں پانی نہیں تھا' میں رات کے وقت ہی گھڑا لے کر نہر پر پہنچا اور وہاں سے پانی لے کر گھر آیا اور ایک گلاس پانی لے کر والدہ محترمہ کی خدمتِ عالیہ میں حاضر ہوگیا۔

حضرت بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دُور سے پانی لانے کی وجہ سے والدہ محترمہ محوِ خواب ہوگئیں' میں پانی لیے ان کے سرہانے ساری رات کھڑا رہا' سردی کی وجہ سے پانی یخ ہوگیا تھا۔ چنانچہ میری والدہ کی آنکھ کھلی تو میں نے پانی پیش کیا۔ والدہ نے کہا کہ تم پانی رکھ کے سو جاتے' کھڑا رہنے کی کیا ضرورت تھی؟ میں نے عرض کیا محض اس خوف سے کھڑا رہا کہ مبادا آپ بے دار ہوں اور پانی نہ پی سکیں۔ والدہ نے یہ سُن کر دعائیں دیں۔ (تذکرۃ الاولیاء)

جیسا کروگے ویسا بھروگے

مولانا روم مثنوی شریف میں لکھتے ہیں کہ ایک نوجوان بیٹے نے اپنے بوڑھے باپ سے کہا کہ اگر آپ ہمارے گھر میں اس طرح رہائش پذیر رہے تو ہمارے گھر کا نظام خراب ہو جائے گا' روز روز کی پریشانی سے بہتر ہے کہ آپ کسی اور جگہ ٹھکانہ بنالیں۔ بوڑھے باپ نے کہا کہ بیٹا! اس عمر پیری میں میں کہاں جاؤں؟ بیٹا میری وجہ سے اگر تمہیں تکلیف ہے تو تم خود ہی مجھے کہیں چھوڑ آؤ۔ بیٹے نے کہا' درست ہے' چلو میں آپ کو خود ہی چھوڑ آتا ہوں۔ باپ بیٹا دونوں چلنے لگے تو اس بوڑھے کے پوتے نے کہا کہ میں بھی باباجی کے ساتھ جاؤں گا۔ جوان بیٹا کہنے لگا' ٹھیک ہے' تم بھی چلو۔ باپ بیٹا اور پوتا چلتے چلتے جب ایک جنگل میں پہنچے تو جوان بیٹے نے اپنے بوڑھے باپ کو ایک پرانا کمبل تھمایا اور کہا تم یہاں اپنی زندگی بسر کرلو اور اپنے بیٹے کو ساتھ لے کر واپس آنے لگا۔ نوعمر پوتے نے یہ منظر دیکھا تو کہنے لگا' ابو آپ ذرا ٹھہریئے' وہ رُک گیا تو اس بچے

نے اپنے دادا سے کمبل اچک لیا اور اس کمبل کے دو ٹکڑے کر کے ایک ٹکڑا دادا کو دے دیا' ایک ٹکڑا اپنے ہاتھ میں پکڑا۔ ابو کے پاس آ گیا' باپ نے بیٹے سے پوچھا کہ تم نے اپنے دادا کا آدھا کمبل کیوں لیا؟ نوعمر بچے نے کہا کہ آج تم جوان اور تمہارا باپ بوڑھا ہے' تم نے اس کو ایک کمبل دے کر گھر سے نکال دیا ہے' میں نے دادا کے کمبل کے دو ٹکڑے کر کے ایک لے لیا ہے تاکہ کل جب میں جوان ہو جاؤں اور آپ بوڑھے تب یہ آدھا کمبل تمہیں دے کر گھر سے نکال دوں۔ چنانچہ نوجوان نے اس وقت اپنے بوڑھے باپ سے معافی مانگی اور اسے اپنے گھر لے آیا۔

والدین کے نافرمان کے لئے حضور علیہ السلام کی بددعا

صاحب مشکوٰۃ شریف نے ایک حدیث نقل فرمائی کہ ایک مرتبہ سرکارِ مدینہ سرورِ قلب و سینہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ منبر پر تشریف فرما ہونے لگے تو خلافِ عادت مبارکہ آپ نے پہلے دوسرے تیسرے زینہ پر آمین' آمین' آمین فرمایا اس پر صحابہ کبار رضی اللہ عنہم نے سبب دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا' میرے پاس جبرائیل امین علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کی' یارسول اللہ! جس شخص نے والدین کو یا ایک کو پایا اور ان کی خدمت کر کے جنت نہ لی' وہ برباد ہوا تو میں نے فرمایا' آمین! دوبارہ جناب جبرائیل نے کہا' یارسول اللہ! ﷺ جس نے ماہِ رمضان مبارک پایا اور اپنے گناہ نہ بخشوائے' وہ بھی ہلاک و برباد ہوا' میں نے کہا' آمین! تیسری مرتبہ جبرائیل امین نے کہا جس شخص کے سامنے آپ کا ذکر پاک ہوا اور اس نے درود شریف نہ پڑھا' وہ بھی برباد ہوا اور جہنم میں گیا' میں نے کہا' آمین! (رواہ الطبرانی عن ابن عباس رضی اللہ عنہ ورواہ ابن حیان بن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کی بددعا کوئی کم درجہ نہ رکھتی بلکہ کسی کا بیڑا غرق ہونے کے لیے یہی کافی تھی مگر سرورِ انبیاء مالک ہر دوسرا مستجاب الدعوات ﷺ نے آمین فرما کر اس کی شدت کو مزید سخت فرما دیا جو یقیناً انسان کی ہلاکت کے سوا اور کوئی راستہ ہی نہیں' اللہ تعالیٰ جل وجلالہ بتصدق نعلین مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والثناء ان تینوں چیزوں اور گناہوں سے بچنے کی توفیق رفیق عطا فرمائے۔ آمین!

داڑھی سے ماں کے قدم صاف کیے

حضرت علامہ عبدالرحمٰن صفوری شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''نزہت المجالس'' میں والدہ کے بارے میں ایک عظیم واقعہ نقل فرمایا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علامہ ابواسحاق اسفرائینی رحمۃ اللہ علیہ جو بہت بڑے عالم و محدث تھے' درس حدیث دے رہے تھے کہ ایک شاگرد نے عرض کی کہ استادِ محترم! آج رات میں نے ایک عجیب خواب دیکھا ہے۔ فرمایا' سناؤ! تو شاگرد نے عرض کی کہ میں رات کو خواب کیا دیکھتا ہوں کہ آپ کی داڑھی مبارک کے بال ابدار اور چمک دار موتیوں سے پروئے ہوئے تھے اور ان کی چمک آنکھوں کو خیرہ یعنی چندھیا رہی تھی اس پر اس محدث کبیر نے فرمایا' **صدقت لانی مسحت البارحة قدمی امی بلحیتی ۔**

اے بیٹے! تم ٹھیک کہہ رہے ہو لیکن وہ موتی نہیں بلکہ آج رات کو میں نے سوتے وقت اپنی والدہ کے قدموں کی گرد کو اپنی داڑھی کے بالوں سے صاف کیا تھا' اصل میں وہ ماں کے قدموں کی مٹی کے ذرے چمک رہے تھے۔ (نزہت المجالس ص ۲۰۰)

کیسا وہ دور تھا کہ بڑے بڑے محدث اور فقیہ اور ولی والدین کے قدموں کو چومتے اور داڑھیاں قدموں پر ملتے تھے مگر آج ایسا دور آ گیا کہ اولاد والدین کو جوتے مارتی بلکہ کئی ناہنجار بیٹے والدین کو قتل کر دیتے ہیں جیسے کہ اخبارات شاہد ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسی گستاخی سے محفوظ فرمائے۔ آمین!

حضرت اویس قرنی کی ماں

حضرت اویس قرنی چونکہ یمن میں رہائش پذیر تھے اس لیے آپ کو یمنی بھی کہا جاتا ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام یمن کی طرف منہ کر کے فرماتے:

انی لاجدریح الرحمن من قبل الیمن ۔

مجھے یمن کی طرف سے رحمٰن کی خوشبو آتی ہے اور حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ اسلام قبول کر چکے تھے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے انتہائی والہانہ محبت رکھتے تھے مگر حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ مقدس میں والدہ کی خدمت کی وجہ سے حاضر نہ ہو سکے اور ایک بہت بڑے

اعزاز یعنی صحابیت سے محروم رہے۔

لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے پاس دعائے مغفرت کے لیے جانے کا حکم فرمایا۔ یہ حضور علیہ السلام کی عظمت ہے کہ آپ نے ان کی والدہ کی وجہ سے عزت افزائی فرمائی۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۵۸۲)

حضرت ابوہریرہ کی ماں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی' انہوں نے فرمایا کہ میں اپنی والدہ کو ہمیشہ دعوتِ اسلام دیتا مگر وہ توجہ نہ کرتی اور میں نے ایک دن حسب عادت دعوتِ اسلام دی اور حضور علیہ السلام کی غلامی کی عظمت بیان کی تا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ان کے دل میں اُتر جائے مگر میری والدہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات والا صفات کے بارے نازیبا کلمات کہے جو یقیناً ایک صاحبِ ایمان کی برداشت سے باہر تھے مگر میرے جیسا عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیسے برداشت کر سکتا تھا' غصہ اس حد تک تھا کہ والدہ کو قتل کر دیتا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ڈر سے کہ کہیں ناراض نہ ہوں' ان سے ہی عرض کیا جائے۔ چنانچہ میں بارگاہِ بے کس پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا اور سارا واقعہ سنایا کہ یارسول اللہ! آج تو میری ماں نے آپ کے بارے میں ناقابل برداشت کلمات کہے ہیں اب تو یا وہ رہے گی اور اسلام لائے گی یا پھر دوسرا مسئلہ ہوگا یعنی قتل کر دوں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' کہ ایسا ہرگز مناسب نہیں' لوگ کہیں گے نبی بیٹوں سے ماؤں کو قتل کرواتا ہے۔ عرض کی پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرماؤ کہ اللہ تعالیٰ اسے ایمان سے بہرہ ور فرما دے۔ چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بارگاہِ ایزدی میں یوں دعا فرمائی کہ یااللہ! ابوہریرہ کی ماں کو دولتِ ایمان سے بہرہ ور کر دے اور اس کے سینے سے کفر نکال کر نورِ ایمان بھر دے۔ بس یہ کلمات سنتے ہی میں گھر دوڑا کہ میری ماں کیسے مسلمان ہوتی ہے کیونکہ میرا عقیدہ تھا کہ نظامِ عالم بدل سکتا ہے مگر زبانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں بدل سکتی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا جب میں گھر پہنچا تو دروازہ بند پایا' مجھے یقین ہوا کہ پانی گرنے کی آواز آ رہی ہے کہ میری ماں غسل کر رہی ہے تا کہ اسلام لائے' وہی ہوا کہ میری والدہ کے بالوں سے پانی ٹپک رہا تھا اور کپڑے پہنے ہوئے آئی اور آتے ہی

کہا' ابوہریرہ جس ذاتِ اقدس ﷺ کے تم غلام ہو' مجھے بھی اس کا غلام بنادو اور جو نورانی کلمہ تم پڑھتے ہو' مجھے بھی پڑھادو بس والدہ کے اسلام لانے کی خوشی میں پھر میں نے حضور پاک ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی' حضور! ﷺ آپ کی دعا کو خداوند قدوس جل وجلالہ نے شرفِ قبولیت عطا فرمایا اور میری ماں مسلمان ہوگئی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خدائے تعالیٰ کی حمد وثناء کی اور مسرت کا اظہار فرمایا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک اور گزارش کی یارسول اللہ! ﷺ ایک اور دعا فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ میری اور میری ماں کی محبت اہلِ ایمان کے دِلوں میں ڈال دے اور اہلِ ایمان کی محبت ہمارے دِلوں میں ڈال دے۔ یہ دعا بھی قبول ہوئی اس کے بعد کوئی ایسا مومن نہ رہا جو مجھ سے محبت نہ کرتا ہو۔ (رواہ مسلم عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

؎ کناں ماں دی عظمت دا خیال رب نوں کنی ماں دی شان ودھائی رب نے
قسم رب دی ماں دے وچ قدماں رکھ دتی اے ساری خدائی رب نے
ویکھو پاک قرآن دے وچ تھاں تھاں ماں دی شان دی دتی دہائی رب نے
جنت ماں دیاں قدماں دے ہیٹھ رکھ کے شان کردتی ہو رسوائی رب نے
خدمت ماں دی یوسفی کر کر کے ماں کولوں دعاواں تو لے ہر دَم
ہو جاوے گی عظمت بلند تیری چمدا ماں دے پیراں نوں رے ہر دَم

باپ کی خدمت کا صلہ

حضرت علامہ عبدالرحمٰن صفوری شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک واقعہ نقل فرمایا کہ ایک شخص کے تین بیٹے تھے' اتفاق سے وہ شخص بیمار ہوگیا تو بڑے بھائی نے دونوں بھائیوں سے کہا کہ مجھے باپ کی خدمت کرنے دو اور میراث تم دونوں بھائی لے لینا۔ چنانچہ انہوں نے بخوشی اس سودے کو قبول کرلیا اور باپ کی خدمت بڑے بھائی کے ذمہ لگادی۔ چنانچہ وہ شخص مرتے وقت تک اپنے باپ کی خدمت میں مشغول رہا اور بطیب خاطر اس سعادت کو حاصل کر کے خوشی محسوس کرتا تھا۔ چنانچہ قضائے الٰہی سے اس کے والد صاحب کا انتقال ہوگیا اور اس نے اپنے وعدے پر قائم رہتے ہوئے میراث کا اپنے بھائیوں سے

تقاضہ نہ کیا بلکہ ان دونوں بھائیوں نے میراث آپس میں تقسیم کر لی۔ ایک مرتبہ رات کو سوتے ہوئے اس بڑے بھائی نے خواب میں دیکھا کہ کوئی کہنے والا یہ کہہ رہا ہے کہ فلاں مقام پر جا اور وہاں سے ایک اشرفی لے لے اس لڑکے نے پوچھا! کیا میرے لیے اس میں برکت ہوگی؟ جواب ملا' نہیں! اس لڑکے نے وہ اشرفی حاصل نہ کی بلکہ خاموش ہو گیا۔ چنانچہ دوسری رات پھر اسی طرح کوئی کہنے والا خواب میں کہہ رہا ہے کہ فلاں مقام پر جا اور دس اشرفیاں لے لے پھر پوچھا! کیا اس میں میرے لیے برکت ہوگی؟ جواب ملا' نہیں! پھر وہ خاموش رہا اور دس اشرفیاں حاصل نہ کیں۔ تیسری رات پھر خواب میں کہنے والا کہتا ہے کہ فلاں مقام سے ایک اشرفی لے لے! تیرے لیے اس میں بہت برکت ہوگی۔ چنانچہ صبح ہوتے ہی اس نے اشرفی لی اور بازار سے مچھلی خریدی جب گھر آ کر اس مچھلی کے پیٹ کو چاک کیا تو اس کے پیٹ سے دو قیمتی جوہر برآمد ہوئے' انتہائی مسرت محسوس کی اور ان کو بادشاہ کے پاس ساٹھ ہزار اشرفیوں کے عوض فروخت کر دیا پھر اس لڑکے نے خواب میں دیکھا اور سنا کہ کوئی شخص کہہ رہا ہے کہ تجھے معلوم ہے کہ یہ اتنا بڑا خزانہ تمہیں کیوں ملا؟ یہ صرف والد کی خدمت کا صلہ ہے جو تجھے حاصل ہوا ہے۔

(نزہت المجالس ص ۲۰۰)

سورۂ بقرہ اور واقعۂ احترام والدہ

سورۂ بقرہ کے نام کی وجہ جو مفسرین نے نقل فرمائی ہے' وہ یہ ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک نیک آدمی تھا جس کا صرف ایک چھوٹا سا لڑکا تھا' اس شخص نے گائے کی ایک بچھڑی پال رکھی تھی جب اس شخص کی موت کا وقت قریب ہوا تو اس شخص نے دربارِ الٰہی میں یوں عرض کی' اے خلاق عالم! مالک کون و مکان جل وجلالہ! میں یہ بچھڑی اس لڑکے کے لیے تیرے حوالے اور امان میں دیتا ہوں جب میرا لڑکا بڑا ہو جائے تو یہ اس کی امانت اس کو عطا فرما دینا' وہ تجھ سے لے لے گا۔ یہ کہہ کر گائے کی بچھڑی جنگل میں چھوڑ دی اور خود فوت ہو گیا' وہ بچھڑی پلتی رہی' جنگل کا کوئی بھی جانور اسے کچھ نہ کہتا یہاں تک کہ وہ خوب موٹی تازی اور بڑی ہو گئی اور اس نیک آدمی کا بیٹا اپنی ماں کے پاس پلتا رہا اور بڑا ہو گیا

مگر یہ لڑکا بہت ہی سعادت مند اور فرماں بردار تھا' عبادت گزار شب زندہ دار تھا' دن کو مزدوری کرتا اس کے تین حصے کرتا' ایک حصہ خیرات کر دیتا' ایک حصہ والدہ کو دے دیتا' ایک حصہ خود خرچ کرتا' ایک دن اس کی والدہ کو یاد آیا اور کہا کہ بیٹا! فلاں جنگل میں تیرے باپ نے تیرے خدا کے ہاں ایک گائے چھوڑی تھی جواب بڑی اور موٹی ہو چکی ہوگی اور اس کی یہ نشانیاں ہیں تو جا اسے پکڑ کر لے آ۔ چنانچہ وہ جنگل میں گیا اور گائے کو نشانیوں سے پہچانا اور پکڑ لیا جب گھر لے آیا تو ماں نے کہا کہ بیٹا! اسے بازار میں بیچ آؤ' تین اشرفیوں پر سودا ہو جائے تو سودا کر لینا مگر مجھ سے اجازت لے لینا۔ چنانچہ بیٹا گائے لے کر بازار گیا تو اسے ایک خریدار ملا اس نے قیمت پوچھی' لڑکے نے تین اشرفیاں بتائی اور ساتھ ہی کہا' والدہ کی اجازت شرط ہے۔ سودا اس کی اجازت کے بعد ہوگا۔ خریدار بولا کہ تین کے بدلے چھ اشرفیاں لے لے مگر ماں سے نہ پوچھ۔ لڑکے نے کہا کہ اگر آپ اس کے برابر سونا بھی تول دیں تو میں یہ سودا سوائے ماں کی اجازت کے کرنے کو ہرگز تیار نہیں ہوں۔ لڑکا ماں کے پاس گیا' سارا واقعہ سنایا۔ ماں نے کہا کہ چھ میں بیچ دے لیکن سودا ہونے پر مجھ سے اجازت لے لینا۔ چنانچہ وہ خریدار (جو فرشتہ تھا) لباس انسانی میں اس نے کہا کہ بارہ اشرفیاں لے لے مگر ماں سے نہ پوچھ' لڑکا پھر بھی نہ مانا اور والدہ کے پاس آ کر تمام واقعہ بیان کیا۔ والدہ بہت ہی عقل مند ذہین اور ایک نیک شخص کی بیوی تھی' بولی معلوم ہوتا ہے' یہ خریدار نہیں بلکہ فرشتہ ہے جو تیری آزمائش اور امتحان لے رہا ہے کہ تو ماں کا کتنا وفادار اور تابع دار ہے اب اگر وہ خریدار ملے تو اس سے یہ پوچھنا کہ میں گائے بیچوں یا نہ؟ لڑکے نے یہ بات اس فرشتے سے کہہ دی' فرشتہ بولا کہ اپنی والدہ سے کہہ دو کہ گائے ابھی فروخت نہ کرو۔ عنقریب بنی اسرائیل میں ایک شخص قتل ہوگا اور موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے پاس یہ کیس آئے گا اور وہ گائے کے ذبح کا حکم فرمائیں گے جو شرطیں گائے کی ہوں گی' وہ صرف اسی گائے میں ہیں' وہ لوگ تم سے خریدنے آئیں گے تو تم اس کی قیمت یہ مقرر کرنا کہ اس کا گوشت نکالو اور کھال سونے سے بھر دو۔ چنانچہ وہ اب یہی کریں گے اور تجھے ماں کی فرماں برداری کا صلہ نصیب ہوگا۔ یہ واقعہ تقریباً تمام

مفسرین نے نقل کیا ہے۔

مائی حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا

مشکوٰۃ شریف و دیگر کتب احادیث میں حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ آفتاب نبوت ماہتاب رسالت جلوہ فرما تھے کہ اچانک ایک خاتون نقاب پوش سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئیں' حضور علیہ السلام اچانک کھڑے ہو گئے اور اس کے لیے چادر بچھائی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم محو حیرت تھے کہ جس ذات والا صفات کے لیے فرشتے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آنکھیں فرش راہ کرتے ہیں' وہ اس مائی کے لیے چادر بچھا رہے ہیں جب تک وہ مائی تشریف فرما رہی' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمہ تن گوش ہو کر اس کی گفتگو سنتے رہے جب وہ خود اپنی مرضی سے اُٹھ کر جانے لگی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کو الوداع فرمایا اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے پوچھا اتدرون من ھذہ کیا تم جانتے ہو کہ یہ مائی کون تھی؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی' اللہ و رسولہ اعلم۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم! خدا جانے یا مصطفیٰ علیہ السلام جانے۔ فرمایا: یہ میری ماں حلیمہ مجھے ملنے آئی تھی۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اپنے عمل سے اپنی اُمت کو یہ درس دیا کہ بیٹا جس مرتبہ و مقام پر پہنچ جائے تو بیٹا بیٹا ہی ہوتا ہے۔ حضور لامکان کے مکین خاتم النبیین تھے مگر سگی والدہ نہیں' رضائی والدہ سے یہ حسن سلوک ہے تو سگی والدہ کے لیے دل میں کتنی قدر و منزلت ہوگی۔ (مفہوم)

؎ ہر اک بچے نوں ماں دیاں خدمتاں دا بدلہ رب کولوں شاندار ملدا
پیسے خرچ کے وی ماں دی مامتا دا سودا کدی نیں کسے بازار ملدا
ملدا ہور اوہ کسے دی جھولی چوں نیں جیہڑا ماں دی گود چوں پیار ملدا
پُرسکوں اک ماں دی گود وچوں بچے تائیں حقیقی پیار ملدا
دل نوں عجب اے کیف سرور اوندا جدوں منہ چوں ماں دا ناں نکلے
جد وی کسے نوں کوئی تکلیف اوندی فوراً منہ وچوں ہائے ماں نکلے

الحمدللہ الذی وفقنی لھذا والاما کنت اھلا لھذا والصلوٰۃ والسلام علی سید الانبیاء وسیدالمرسلین وعلی الہ واصحابہ اجمعین۔

(۹)

حضرت یعقوب علیہ السلام کی علمی شان

الحمدلله ذی المجد والعلی خالق الارض والسماء ومابینهما وماتحت الثریٰ والصلوٰة والسلام علی افضل الرسل وخاتم الانبیاء الذی دنیٰ فتدلیٰ فکان قاب قوسین او ادنیٰ فاوحی الیه ربه مااوحی محمد ن المبعوث الی کافة للناس بشیرا و نذیرا و داعیا الی الله باذنه وسراجا منیرا وعلی اله الکرماء و اصحابه الشرفاء والتابعین لهم بالاحسان الی یوم الجزاء ۔

امابعد فاعوذ بالله من الشیطن الرجیم بسم الله الرحمن الرحیم ۔ قال الم اقل لکم انی اعلم من الله مالا تعلمون ۔ (یوسف:۹۶)

''(یعقوب علیہ السلام نے اپنی اولاد کو) فرمایا میں تمہیں نہ کہتا تھا کہ میں اللہ کی طرف سے وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے ہو''

حضرت یعقوب علیہ السلام کے متعلق ہمارا اہلِ سنت کا یہ عقیدہ ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے بتانے سے یوسف علیہ السلام کے بارے میں آپ کے سب حالات سے آگاہ تھے لیکن ان کو ظاہر کرنے کی اجازت نہ تھی کیونکہ امتحان تھا اور اظہار نہ ہونا نفی علم کی دلیل نہیں ہے ہر بندہ اپنے گھر کے حالات جانتا ہے لیکن کیا ضروری ہے کہ ان کو دوسروں کے

سامنے ظاہر بھی کرتا پھرے اور جب تک ظاہر نہ کرے، کوئی کہہ سکتا ہے کہ اس کو اپنے گھر کے حالات بھی معلوم نہیں۔

تفسیر مواہب الرحمٰن میں ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام اور اولیائے عظام علیہم رحمۃ الرحمٰن کو اکثر باتیں ایسی بھی معلوم ہوتی ہیں کہ ان کو ظاہر کرنے کی اللہ کی طرف سے اجازت نہیں ہوتی جس سے بعض لوگوں کو شک پڑ جاتا ہے کہ شاید جانتے ہی نہیں اور فرمایا کہ ''لیکن مجھے اس میں کوئی شبہ نہیں کہ وہ ان ساری باتوں سے آگاہ ہوتے ہیں۔''

مثلاً سورۂ یوسف میں ہی ہے کہ یوسف علیہ السلام کو علم تھا کہ پیمانہ بنیامین کے سامان میں ہے لیکن اس کے باوجود اعلان کرواتے رہے۔ (اذن مؤذن ایتھا العیر انکم لسارقون) اور پھر جب پیمانہ تلاش کرنا شروع کیا تو جانتے ہوئے بھی بنیامین کے سامان سے تلاش کرنے کی بجائے دوسروں کے سامان کو پہلے دیکھا گیا۔ (فبدا باوعیتھم قبل وعاء اخیہ) اس طرح یعقوب علیہ السلام بھی علم ہونے کے باوجود ظاہر کرنے پر مامور من اللہ نہ تھے۔

کیا رونا لاعلمی کی دلیل ہے

اگر کوئی سوال کرے کہ جب جانتے تھے پھر رو رو کر آنکھیں سفید کیوں کر لیں اور جب جانتے تھے پھر امتحان کیسا؟ امتحان میں تو بتایا نہیں جاتا۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ رونا لاعلمی کی دلیل نہیں بلکہ ان کے بشری تقاضوں کے اظہار کی علامت ہے کہ نبی اللہ کے دل میں بھی اولاد کا درد ہوتا ہے۔

☆ دیکھو موسیٰ علیہ السلام کو دریا برد کرتے وقت ان کی والدہ کو اللہ تعالیٰ نے یقین دِلایا تھا کہ تیرا بیٹا تیرے پاس ہی آئے گا اور نبی بن کر آئے گا۔

واذ اوحینا الی ام موسی ان ارضعیہ ...... انا رادوہ الیک وجاعلوہ من المرسلین ۔ (القصص)

اس کے باوجود جب ماں کو علم ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام کو فرعون نے پکڑ لیا ہے تو ماں کی ممتا تڑپ گئی۔ (**واصبح فواد ام موسیٰ فارغا......**)

☆ اسی طرح یوسف علیہ السلام کو حضرت یعقوب علیہ السلام خود ہی فرما رہے ہیں لاتقصص رؤیاك علیٰ اخوتك کہ خواب بھائیوں کے سامنے مت بیان کرنا' وہ تیرے خلاف سازش کریں گے لیکن اس کے باوجود رو رہے ہیں تو یہ تقاضائے بشریت نہیں تو اور کیا ہے؟

☆ حضور علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی آیات نازل فرما کر یقین دِلایا کہ بدر میں فتح تمہاری ہوگی۔ (الن یکفیکم ان یمدکم ربکم) مگر اس کے باوجود آپ (ﷺ) اتنا روئے کہ کمر مبارک سے کپڑا ہٹ گیا اور صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما عرض کرنے لگے' حضور! ﷺ اللہ تعالیٰ آپ کو رسوا نہیں فرمائے گا۔

☆ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بارے میں حضور علیہ السلام نے خود ہی تو کئی سال پہلے بلکہ ان کی پیدائش سے بھی پہلے بتا دیا تھا مگر پھر بھی روئے (جیسا کہ احادیث میں ہے) تو اس سے معلوم ہوا کہ رونا عدم علم کی بجائے علم کی دلیل ہے۔

عقلی دلیل

باپ خود ہی اپنے بیٹے کو دوسرے ممالک میں بھیجتا ہے' بیٹا وہاں سے فون بھی کرتا ہے' خطوط و روپے بھی بھیجتا ہے مگر ماں باپ سب کچھ جاننے کے باوجود روتے ہیں کیونکہ جدائی کا دُکھ اپنی جگہ پہ ایک حقیقت ہے جب آج کے والدین اپنے نکمے سے بیٹے کی جدائی پہ روتے ہیں اور کوئی نہیں کہتا کہ ان کو علم نہیں اس لیے روتے ہیں تو قربان جائیں یعقوب علیہ السلام کے جنہوں نے یوسف جیسے بیٹے کی چالیس سال تک جدائی کو برداشت کیا۔ (وابیضت عیناہ من الحزن فهو کظیم)

☆ حضور علیہ السلام اپنے بیٹے ابراہیم کی وفات پہ روئے حالانکہ آخرت کے حالات آپ پہ پوشیدہ نہ تھے اور یہ بھی فرمایا کہ میرے بیٹے کی مدت رضاعت پوری کرنے کے لیے جنت میں دایہ کا انتظام کر دیا گیا ہے' رونا رحمت کی دلیل تو ہو سکتی ہے' لاعلمی کی نہیں۔

وہ آنکھ کتنی خوش نصیب ہے جو اپنے رب کی رضا کے لیے روتی ہے اور رو کر تو بندہ

اللہ کی تقدیر جیت لیتا ہے۔

☆ حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ ابھی بچے تھے تو جنگلوں میں جا کر درختوں کو کلاوے میں لے کر اتنا روتے تھے کہ دیکھنے والے حیران ہو کر پوچھتے:

؎ کتھوں اپنے درد لیونی درداں والیا یارا
دس دُکان اسانوں وی اوہ بنیں دلال ہمارا

☆ ۱۹۷۱ء کی جنگ میں پاکستانی فوجی بھارت کے قیدی بن گئے جب ان کی گفتگو ریڈیو پہ سنائی جاتی یا ٹی وی پہ ان کی تصویر دِکھائی جاتی تو ان کے والدین اور اعزہ بلک بلک کر روتے اور ان کے گھروں میں صفِ ماتم بچھ جاتی۔

☆ غزوۂ موتہ کا آنکھوں دیکھا حال حضور علیہ السلام نے مدینہ شریف میں مسجد نبوی کے منبر معنبر پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے فرمایا (یہ لڑائی ملک شام میں ہوئی) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں، حضور علیہ السلام فرما رہے تھے اخذ الرأیة زید فاصیب ثم اخذها جعفر فاصیب ثم اخذها عبداللہ بن رواحة فاصیب وان عینی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه و آله وسلم لتذرفان (ای تسهلان بالدموع) اب جھنڈا زید نے پکڑ لیا ہے۔ پس وہ شہید ہو گئے پھر جعفر نے پکڑ لیا ہے۔ لو! وہ بھی شہید ہو گئے۔ اب عبداللہ بن رواحہ نے جھنڈا اُٹھا لیا ہے، وہ بھی شہادت پا گئے۔ (یہ منظر بیان کرتے ہوئے) حضور علیہ السلام کی آنکھیں آنسوؤں سے بہہ رہی تھیں۔ (صحاح ستہ)

☆...... قبر میں امتحان ہو گا ہر مسلمان کا ایمان ہے اور سب کو علم ہے لیکن اہلِ اللہ جب وہ منظر یاد کرتے ہیں تو گڑگڑا کر روتے ہیں۔ ثابت ہوا امتحان کے لیے بھی لاعلم ہونے کی شرط خود ساختہ بلکہ خانہ ساز ہے۔

اب ہم قرآن مجید سے یعقوب علیہ السلام کے علم پہ دلائل پیش کرتے ہیں مگر اس سے پہلے علم کی شان میں چند دلائل پہ مشتمل ایک تمہیدی گفتگو ملاحظہ فرمائیں۔

علم کی فضیلت و اہمیت

عن مالك انه بلغه ان لقمان الحكيم اوصى ابنه فقال يابنى

جالس العلمآء وراحمهم بر كبتيك فان الله يحى القلوب بنوز الحكمة كما يحيى الله الارض الميتة بوائل السمآء ۔

امام مالک کو یہ بات پہنچی کہ لقمان حکیم نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا' اے بیٹے! علماء کی خدمت میں بیٹھا کرنا اوران سے اپنے گھٹنے ملا دینا کیونکہ حکمت کے نور سے اللہ تعالیٰ دِلوں کو زندہ فرماتا ہے جیسے مردہ زمین کو آسمان کی بارش سے زندہ کرتا ہے۔

علماءِ حق اور علماءِ سو

مؤطا امام مالک کتاب العلم کی اس روایت کی شرح کرتے ہوئے علامہ اختر شاہ جہان پوری لکھتے ہیں:

علمائے دین کی صحبت اختیار کرنا اوران کے ارشادات سننا ہر مسلمان کے لیے بہت ضروری ہے کیونکہ پروردگارِ عالم نے اپنے کلام معجز نظام میں علمائے کرام کے بارے میں یوں شہادت دی ہے:

انما يخشى الله من عباده العلمآء ۔ (۲۸:۳۶)

''اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔''

علمائے کرام کی صحبت میں بیٹھنے والوں کے دل زندہ اور نور حکمت سے معمور ہو جاتے ہیں' دین کو سمجھنے اوراس پر عمل کرنے کا شعور آتا ہے' ایمان تازہ ہوتا اور دماغ جلا پاتا ہے اسی لیے حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے صاحب زادے کو علماء کی صحبت اختیار کرنے اوران کے سامنے زانوئے ادب تہ کرنے کی وصیت فرمائی۔ یاد رہے کہ دین فہمی کے لحاظ سے تمام علمائے دین بظاہر ایک جیسے نظر آتے ہیں لیکن اپنے اپنے اعمال اور زاویہ نظر کے باعث ان حضرات کی دو مشہور قسمیں ہیں: ایک وہ جنہیں علمائے حق کہتے ہیں اور دوسرے وہ جو حقیقت میں علمائے سوء ہوتے ہیں۔

علماءِ حق کی پہچان

علمائے حق وہ حضرات جن کی ساری بھاگ دوڑ کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ اپنی اور

دوسرے انسانوں کی عاقبت سنواری جائے' وہ اسی مقصد کے لیے وقف ہو کر رہ جاتے ہیں اور حالات خواہ گرم ہوں یا نرم' نسیم سحر کے جھونکے مشامِ جاں کو معطر کر رہے ہوں یا بادسموم کے جھکڑ چلیں' راستے میں فرشی سلام کرنے والوں کا ہجوم ہو یا قلعہ گوالیار کی قیدوبند۔ غرضیکہ حالات مساعد ہوں یا نامساعد' انہیں اپنے کام سے کام ہوتا ہے۔ عقیدت مندوں کا جمگھٹا یا بادِ مخالف کی تندی انہیں اپنے فرض سے غافل نہیں کرتی' نہ وہ اس پر نازاں نہ اس سے ترساں بلکہ حصولِ مقصد کی جانب ہر وقت رواں دواں رہتے ہیں یہاں تک کہ اپنا فرض پورا کر کے اپنے پروردگار کی بارگاہ میں حاضر ہو جاتے ہیں۔

دوسرے حضرات یعنی علمائے سوء وہ ہیں جو علم میں بظاہر علمائے حق سے کم نہیں ہوتے لیکن ان مہربانوں کا مقصد دولت کمانا اور دنیاوی زندگی سجانا ہوتا ہے۔ کبھی سرکار و دربار تک رسائی کے لیے کوشاں ہیں تو کبھی امیروں وزیروں سے شناسائی کے خواہاں۔ کوئی ملتِ اسلامیہ سے علیحدہ وہی اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد ضرار بنا رہا ہے اور کوئی اپنے تازہ فرقے کی بنیادیں اُٹھا رہا ہے' کسی نے مسلمانوں کے خرمنِ اتحاد میں اختلاف کی چنگاری ڈال دی ہے اور کوئی اسے پھونکیں مار مار کر سلگا رہا ہے ایسے حضرات کی ساری تگ و دو جلبِ زر کے لیے ہوتی ہے تاکہ یہ چند روزہ زندگی آرام و راحت سے گزر جائے۔ علماء کے بارے میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۰۳۴ھ) جیسے دانائے راز اور صاحب نظر نے یوں فرمایا ہے:

''جس طرح لوگوں کی نجات علماء کے وجود سے وابستہ ہے اسی طرح ان کی بربادی کا سبب بھی یہی علماء ہیں۔ علماء ہی بہترین مخلوق اور علماء ہی بدترین مخلوق ہیں۔ لوگوں کا ہدایت یا گمراہی کی طرف گامزن ہونا بھی علماء ہی کے وجود سے وابستہ ہے' کسی بزرگ نے ابلیس لعین کو اضلال و تضلیل کے کام سے فارغ ہو کر بیٹھے ہوئے دیکھا تو فراغت کی وجہ پوچھی' ابلیس نے جواب دیا کہ میری جگہ اس وقت کے علماء کام کر رہے ہیں جو گمراہ کرنے کے لیے خود ہی کافی ہیں۔'' (مکتوبات امام ربانی دفتر اول' مکتوب ۵۳)

علماء سو کی مثال

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے جناب حاجی محمد لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے نام مکتوبِ گرامی لکھتے ہوئے علمائے سوء کی حقیقت و مضرت کو خوب تفصیل سے بیان فرمایا۔ انصاف کی نظر سے دیکھنا چاہیے کہ اس سرمایہ ملت کے نگہبان اور حقیقتِ نفس الامری کے رازداں نے کیا فرمایا ہے۔:

''علماء سوء پارس کے پتھر کی طرح ہیں جو لوہے اور تانبے کے ساتھ گلنے سے انہیں تو سونا بنا دیتا ہے لیکن خود پتھر ہی رہتا ہے اسی طرح اس آگ کا معاملہ ہے جو بانسوں اور پتھروں میں پوشیدہ ہوتی ہے کہ اہلِ جہان اس سے مستفید ہوتے رہتے ہیں لیکن اپنی ہی آگ سے پتھر اور بانس کوئی نفع حاصل نہیں کرتے۔ میں کہتا ہوں کہ ایسے حضرات کا علم ان کے لیے نقصان دہ ثابت ہوگا کیونکہ علم نے ان پر حجت تمام کر دی۔ فرمانِ رسالت ہے کہ قیامت کے روز سب سے زیادہ عذاب اس عالم کو ہوگا جس کے علم سے اللہ تعالیٰ نے اسے نفع نہ دیا۔ ان کا علم کیوں ان کے لیے مضر نہ ہو جبکہ علم اللہ تعالیٰ کے نزدیک باعث عزت اور جملہ موجودات میں اشرف ہے لیکن انہوں نے علم کو کمینی دنیا کمانے' مال وزر اور سرداری حاصل کرنے کا ذریعہ بنا لیا حالانکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا ذلیل وخوار اور ساری مخلوق سے بدتر ہے جو چیز اللہ تعالیٰ کے نزدیک عزت والی ہے' اسے ذلیل کرنا اور جو ذلیل ہے اس کی عزت کرنا حد درجہ دیدہ دلیری کی بات اور قبیح ہے۔ حقیقت میں یہ حق سبحانہ وتعالیٰ کے ساتھ مقابلہ ہے۔ درس و تدریس اور فتویٰ نویسی وغیرہ اسی وقت سودمند ہیں جبکہ یہ کام صرف رضائے الٰہی کے لیے کیے جائیں اور جاہ و منصب' حصولِ زر اور دنیاوی درجات کی ترقی وغیرہ خواہشات سے پاک ہوں۔ دنیاوی چیزوں میں زہد اختیار کرنا اور دنیا و مافیہا سے رغبت نہ رکھنا اس کی علامت ہے جو علماء اس مصیبت میں مبتلا اور کمینی دنیا کی محبت میں گرفتار ہیں' وہ دنیا دار علماء ہیں۔ یہی علماء سوء ہیں جو سب لوگوں سے بُرے اور دین کے چور ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ پیش خویش وہ دینی مقتدا اور بہترین مخلوق بنتے پھریں۔'' (مکتوبات امامِ ربانی' دفتر اول مکتوب ۳۳)

نبیوں کے وارث کون ہیں؟

جو علماء حضرات انبیائے کرام کی نیابت کے شرف سے مشرف اور وارث علم پیغمبر کہلاتے ہیں، وہ علمائے حق ہیں جن کی منزل مقصود صرف آخرت ہوتی ہے اور دنیا کے مال وزر اور آرام و راحت کی قدر و قیمت ان کی نگاہوں میں ایک پرکاہ سے زیادہ نہیں ہوتی۔ وہ سیم وزر اور لقمہ تر کو قطعاً کوئی اہمیت نہیں دیتے بلکہ ان کا طرۂ امتیاز الفقر فخری ہوتا ہے، دنیاوی معاملات میں وہ حضرات صبر و قناعت کے پیکر اور آخرت کی بھلائی کے حد درجہ حریص ہوتے ہیں، وہ دنیا اور آخرت کی حقیقت کے رازداں، سرمایہ ملت کے پاسباں اور اپنے اپنے قافلے کے میر کارواں ہوتے ہیں جبکہ علمائے سوء رخصتوں پر عامل، غافلوں میں شامل اور دنیا کی محبت میں کامل ہوتے ہیں، ان کی صحبت اکسیر اعظم و ذریعہ نجات ہے تو ان سے میل جول زہر ہلاہل، عاقبت کی بربادی اور اندھیری رات ہے، وہ انسانوں میں سب سے بہتر اور یہ سب سے بدتر ہیں، انہیں سب سے زیادہ اجر و ثواب ملے گا اور انہیں سب سے زیادہ ذلت آمیز عذاب دیا جائے گا۔ علمائے حق کے بارے میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں:

''جو علماء دنیا سے منہ پھیرے ہوئے ہیں، جاہ و منصب اور مال کی محبت سے آزاد ہیں، وہ حضرات علمائے آخرت اور انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کے وارث ہیں یہی حضرات بہترین مخلوق ہیں، کل قیامت کے روز ان کی سیاہی کو جامِ شہادت نوش کرنے والوں کے خون سے وزن کیا جائے گا تو ان کی سیاہی کا پلہ بھاری ہوگا۔ یہ فرمانِ رسالت ان کی شان میں ہی وارد ہوا ہے کہ علماء کا سونا عبادت ہے یہی تو وہ علماء ہیں جنہیں آخرت کا حسن و جمال پسند آیا اور دنیا کی قباحت اور بُرائی کا انہیں مشاہدہ ہو چکا ہے۔ انہوں نے آخرت کو بقاء کی نظر سے دیکھا ہے اور دنیا کو فنا اور زوال کے داغ سے داغ دار پایا ہے اسی لیے انہوں نے اپنی ذات کو باقی رہنے والی آخرت کے سپرد کر دیا اور فنا ہونے والی دنیا سے کنارا کش ہو گئے۔ عظمتِ آخرت کا مشاہدہ خدائے لم یزل ولایزال کی عظمت کے مشاہدے کا ثمرہ ہے اور دنیا و مافیہا کو ذلیل و خوار جاننا مشاہدۂ

آخرت کے لوازمات سے ہے۔'' (مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب ۳۳)

حضرت لقمان کی بیٹے کو نصیحت

حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے صاحب زادے کو ایسے ہی علماء کی صحبت اختیار کرنے کی وصیت فرمائی تھی جو علمائے آخرت ہوں کیونکہ علمائے حق یہی ہیں اور علمائے سوء سے تو اس طرح بھاگنا چاہیے جیسے آدمی شیر سے بھاگتا اور پناہ گاہ تلاش کرتا ہے کیونکہ ایسے علماء کا شر متعدی ہے' ایک اسلام کے درجنوں اسلام بنا کر کھڑے کر دینا یہ ان حضرات کا کارنامہ ہے۔ ہر بھلائی اور بُرائی کا سرچشمہ حکومت اور علماء ہوتے ہیں' حکمران اپنے غلط کاموں پر ان حضرات سے شریعت کی مہر تصدیق ثبت کروا لیتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العلم والعلماء

☆......حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' فرماتے ہیں' رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان دو شخصوں کے بارے میں پوچھا گیا جو بنی اسرائیل میں تھے۔

ایک تو عالم تھا جو فرض نماز پڑھتا تھا پھر بیٹھ جاتا تھا' لوگوں کو علم سکھاتا تھا جبکہ دوسرا دن کو روزہ رکھتا' رات بھر عبادت میں کھڑا ہوتا' ان دونوں میں سے بہتر کون ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فضل هذا العالم الذی یصلی المکتوبة ثم یجلس فیعلم الناس الخیر علی العابد الذی یصوم النهار ویقوم اللیل کفضلی علی ادناکم ۔ (قرطبی ج ا ص ۱۸۸' مشکوٰۃ ص ۳۶)

''وہ عالم جو فرض نماز پڑھ کر بیٹھ جاتا ہے پھر لوگوں کو علم دین سکھاتا ہے اس کی بزرگی اس عابد پر جو دن کو روزہ رکھتا ہے' رات کو قیام کرتا ایسے ہے جیسے میری فضیلت تمہارے ادنیٰ پر۔''

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' فرماتے ہیں' میں نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے:

نضر الله امرا سمع منا شیئاً فبلغه کما سمعه فرب مبلغ اوعی له

من سامع ۔ (مشکوٰۃ ص۳۵)

''اللہ تبارک وتعالیٰ اسے ہرا بھرا رکھے جو ہم سے کچھ سنے پھر جیسا سنے ویسا ہی پہنچا دے کیونکہ بہت سے پہنچائے ہوئے سننے والے سے زیادہ سمجھ دار ہوتے ہیں۔''

☆......حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' فرماتے ہیں:

یاایھا الناس من علم شیئاً فلیقل به ومن لم یعلم فلیقل الله اعلم فان من العلم ان تقول لما لا تعلم الله اعلم قال الله تعالیٰ لنبیه قل ما اسئلکم علیه من اجر و ما انا من المتکلفین ۔ (مشکوٰۃ ص۳۷)

''اے لوگو! جو کوئی کچھ جانتا ہو تو وہ بیان کر دے اور جو نہ جانتا ہو' کہہ دو' اللہ تبارک وتعالیٰ جانے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا' فرما دیں میں دعوت وتبلیغ پر تم سے اجر نہیں مانگتا اور نہ ہی میں بناوٹ کرنے والوں میں سے ہوں۔''

مطلب یہ کہ کوئی عالم کسی مسئلہ میں بے علمی ظاہر کرنے میں شرم نہ کرے اگر کوئی مسئلہ معلوم نہ ہو تو از خود گھڑ کر نہ بتائے' ہمارے ہاں بے علمی' علم سے زیادہ ہے۔

☆......حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' فرماتے ہیں' رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

هل تدرون من اجود جودا قالوا الله و رسوله اعلم قال الله تعالیٰ اجود جودا ثم انا اجود بنی آدم واجودهم من بعدی رجل علم علما فنشره یاتی یوم القیامة امیرا وحده او قال امة واحدة ۔

(مشکوٰۃ ص۳۷)

''کیا تم جانتے ہو سب سے بڑا سخی کون ہے؟ عرض کیا' اللہ تبارک وتعالیٰ جانے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جانیں (تو پھر خود ہی ارشاد فرمایا) اللہ تبارک وتعالیٰ سب سے بڑا جواد ہے پھر اولادِ آدم میں' میں (صلی اللہ علیہ وسلم) سب سے بڑا سخی ہوں اور میرے بعد بڑا سخی وہ ہے جو علم سیکھے اور پھر

اسے پھیلائے۔ وہ قیامت کے دن اکیلا امیر اور ایک جماعت ہو کر آئے گا۔“

فائدہ:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مصطفیٰ کریم آقا ﷺ کے حضور کس قدر مؤدب تھے کہ نہ تو ہاں کہا اور نہ ہی نہیں کہا بلکہ انتہائی ادب و احترام سے عرض کرتے اللہ و رسولہ اعلم۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دونوں ہستیوں کا ایک ہی صیغہ سے ذکر کرتے۔ یہ ایسی سچائی ہے جس پر اللہ تبارک و تعالیٰ اور اس کے رسول کریم ﷺ نے قبولیت کی مہر ثبت فرما دی' خود رب ذوالجلال نے قرآن مجید میں فرمایا ہے **اغنھم اللہ ورسولہ** اللہ تبارک وتعالیٰ اور رسول کریم ﷺ نے انہیں غنی کر دیا اس لیے ہم یہ کہہ سکتے ہیں اللہ جل جلالہ اور رسول کریم ﷺ کا بڑا فضل ہے اور بڑا کرم ہے۔

اس حدیث شریف سے پتہ چلتا ہے کہ اُمت میں سب سے بڑا درجہ عالمِ دین کا ہے' مال کی سخاوت سے علم کی سخاوت افضل ہے۔ علم خواہ درس و تدریس کے ذریعے ہو یا دعوت و تبلیغ یا تالیف و تصنیف کے ذریعے سبھی اس میں شامل ہیں۔

ایک حدیث کی خاطر اتنی تگ و دو

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے رسولِ کریم ﷺ سے ایک حدیث شریف سُنی تھی اور حسنِ اتفاق سے وہی حدیث شریف سننے والوں میں مشہور صحابی حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے دل میں اشتیاق پیدا ہوا کہ میں اس حدیث شریف کو حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے سنوں۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی تلاش شروع کی تو پتہ چلا وہ مصر چلے گئے ہیں اس وقت اسلامی سرحدیں نبی کریم ﷺ کے صدقے' مصر و شام اور روم و ایران تک پھیل چکی تھیں اور بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مفتوحہ علاقوں میں منتقل ہو گئے تھے۔ انہی میں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ تھے جو مصر میں سکونت پذیر ہو گئے تھے۔ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ ریگستانوں' وادیوں' صحراؤں اور دریاؤں کو عبور کرتے ہوئے مصر پہنچ گئے۔ باوجود بڑھاپے کے علم' سماعتِ حدیث شریف کے شوق نے راستے

کی کسی رکاوٹ اور پیچ وخم نے آپ رضی اللہ عنہ کو پریشان نہیں کیا۔ شب و روز چلتے رہے' مہینوں کی مسافت طے کرنے کے بعد جب مصر پہنچے تو سیدھے مصر کے گورنر حضرت مسلمہ بن مخلد انصاری رضی اللہ عنہ کی رہائش گاہ پر تشریف لے گئے۔ مصر کے گورنر نے ملاقات کے بعد حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے پوچھا' ماجاء ك يا ابا ايوب ''اے ابو ایوب رضی اللہ عنہ کیسے تشریف لانا ہوا؟'' تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا' رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے ایک حدیث شریف سُنی ہے اور اتفاق کی بات یہ ہے کہ اس حدیث شریف کے سننے والوں میں میرے اور حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کے سوا اب کوئی اس دنیا میں موجود نہیں ہے لہٰذا کسی آدمی کو حکم فرمائیں تا کہ وہ مجھے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ تک پہنچا دے۔

مصر کے گورنر نے ایک شخص حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ تک پہنچانے کے لیے مقرر کیا جو انہیں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کے دولت کدہ تک لے گیا۔ سلام' دعا اور معانقہ کے بعد حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے پوچھا' ماجاء ك يا ابا ايوب ''اے ابوایوب! رضی اللہ عنہ کس غرض سے تشریف لائے ہیں؟'' انہیں بھی ارشاد فرمایا' میں نے ایک حدیث شریف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنی ہے اور اس کا سننے والا میرے اور آپ کے سوا کوئی دنیا میں موجود نہیں ہے اور حدیث شریف مومن کی پردہ پوشی کے بارے میں ہے۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا' ہاں!

''من ستر مومنا على خزيه ستر الله' يوم القيامة'' فقال ابو ايوب صدقت ثم انصرف ابو ايوب الى راحلته فركبها راجعا الى المدينة .

''جو کسی رسوائی کی بات میں مومن کی پردہ پوشی کرتا ہے' کل قیامت کے دن اللہ تبارک وتعالیٰ اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔''

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ نے فرمایا' آپ رضی اللہ عنہ نے سچ فرمایا' میں نے بھی یہی سنا ہے اس کے بعد حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ اپنی سواری کے پاس آئے اور مدینہ منورہ کی طرف لوٹ گئے۔''

گویا مصر کے دُور دراز سفر کا مقصد اس کے سوا اور کچھ نہ تھا کہ اپنے کان سے سُنی

ہوئی بات کو دوسرے کی زبان سے سُن لیں۔ علم و سماعتِ حدیث شریف' یہ وہ عشق و جذبہ تھا جس نے اسلام کو مذہب عشق بنا دیا۔ حضرت امام حافظ نیشاپوری علیہ الرحمہ نے واقعہ لکھنے کے بعد اپنے رقت انگیز تاثرات کو بایں انداز سپردِ قلم کیا ہے۔

فهذا ابو ایوب الانصاری علی تقدم صحبته و کثرة سماعة من رسول الله ﷺ رحل الی صحابی من اقرانه فی حدیث واحد .

یہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ ہیں جو صحابیت میں اقدم اور رسولِ کریم ﷺ سے کثیر الروایت ہونے کے باوجود صرف ایک حدیث شریف کے لیے اپنے ایک ہم عصر سے ملنے گئے اور دُور دراز کا سفر کیا۔ (انوارالحدیث)

ایک حدیث کے لیے مدینہ سے دمشق آئے

حضرت کثیر بن قیس سے روایت ہے' فرماتے ہیں' میں جامع مسجد دمشق میں حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص آیا اور اس نے کہا' اے ابودرداء! رضی اللہ عنہ میں رسول کریم ﷺ کے شہر پاک مدینہ منورہ سے ایک حدیث شریف سننے آیا ہوں جس کے بارے میں مجھے خبر پہنچی ہے کہ آپ اس حدیث شریف کو رسولِ کریم ﷺ سے بیان فرماتے ہیں۔ (نیز آپ سے گزارش ہے) میں آپ کے پاس اس کے علاوہ کسی اور حاجت کے لیے نہیں آیا۔ آپ نے فرمایا' میں نے رسولِ کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

من سلك طريقا يطلب فيه علما سلك الله به طريقاً من طرق الجنة وان الملائكة لتضع اجنحتها رضا لطالب العلم وان العالم يستغفرله من فی السموت ومن فی الارض والحیتان فی جوف المآء وان فضل العالم علی العابد کفضل القمر لیلة البدر علی سائر الکواکب وان العلماء ورثة الانبیاء و ان الانبیاء لم یورثوا دینا را ولا درهما وانما ورثو العلم فمن اخذه اخذ بحظ وافر . (مشکوٰۃ ص ۳۴' ابوداؤد ص ۱۵۷' ترمذی ج ۲ ص ۹۷)

''جو تلاش علم کرتے ہوئے کوئی راہ طے کرے تو اللہ تبارک وتعالیٰ اسے

بہشت کی راہوں میں سے کسی راہ پر چلائے گا اور بے شک فرشتے طالب علم کی رضا کے لیے پر بچھاتے ہیں۔ یقیناً عالم کے لیے آسمانوں اور زمین کی چیزیں اور پانی میں مچھلیاں دعائے مغفرت کرتی ہیں اور عالم کی فضیلت عابد پر ایسے ہے جیسے چودھویں رات کے چاند کو سارے تاروں پر فضیلت ہے اور علماء انبیائے کرام (علیہم السلام) کے وارث ہیں اور انبیاء کرام (علیہم السلام) نے کسی کو درہم و دینار میں وارث نہیں بنایا۔ انہوں نے صرف علم کا وارث بنایا تو جس نے علم اختیار کیا اس نے پورا حصہ لیا۔"

حدیث شریف سے یہ مطلب حاصل ہوتا ہے کہ جو مسئلہ پوچھنے، علم پڑھنے یا حدیث شریف سننے کے لیے سفر (لمبا یا تھوڑا راستہ طے) کر کے جائے، اسے دنیا میں نیک اعمال کی توفیق ملے گی جو جنت ملنے کا سبب ہیں یا آخرت میں پل صراط پر گزرنا آسان ہوگا جب طالب علم، علم میں مصروف ہوتا ہے تو اس کا کلام سننے کے لیے ملائکہ نیچے اُترتے ہیں اور گفتگو سنتے ہیں۔ علمائے دین کے لیے چاند، سورج، تارے اور آسمانی فرشتے زمین کے ذرے، سبزیوں کے پتے، مچھلیاں اور تمام دریائی جانور وغیرہ دعائے مغفرت کرتے ہیں کیونکہ علمائے دین کی وجہ سے دین باقی ہے اور دین کی بقاء سے عالم قائم ہے۔ علماء کی برکتوں سے بارشیں ہوتی ہیں اور مخلوق کو رزق ملتا ہے جیسا کہ حدیث شریف کے الفاظ میں (**بھم یمطرون وبھم یرزقون**) علماء میں علمائے شریعت بھی داخل ہیں اور علمائے طریقت بھی۔

تین آدمیوں کا حال

حضرت ابو واقدی لیثی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں، ایک مرتبہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف رکھتے تھے کہ اچانک تین آدمی آئے، دو تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آ گئے اور ایک چلا گیا۔ حضرت ابو واقدی لیثی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، وہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھڑے رہے پھر ان میں سے ایک نے حلقہ میں خالی جگہ دیکھی تو وہ اس میں بیٹھ گیا دوسرا سب سے پیچھے بیٹھ گیا اور تیسرا واپس چلا گیا جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فارغ ہوئے

تو فرمایا:

الا اخبرکم عن النفر الثلاثة اما احدهم فاوی الی اللہ فاواہ اللہ الیہ واما الاخر فاستحیی فاستحی اللہ منہ واما الاخر فاعرض فاعرض اللہ عنہ۔ (بخاری ج ۱ص ۱۶)

''کیا میں تمہیں تین آدمیوں کا حال نہ بیان کروں' ایک نے تو ان میں سے اللہ تبارک وتعالیٰ کی پناہ لی۔ تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کو جگہ دی' دوسرے نے حیا کیا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے بھی اس سے حیا فرمایا اور تیسرے نے منہ پھیرا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے بھی اس سے اعراض فرمایا۔''

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ عذر کے بغیر علم کی مجلس سے چلے جانا مذموم ہے اور عالم پر ضروری ہے کہ طالب علم کو بیٹھنے کی جگہ دے اور مجلس میں آنے والے کو چاہیے کہ جہاں جگہ ملے وہاں ہی بیٹھ جائے۔

قیامت کب آئے گی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' فرماتے ہیں' ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مجلس شریف میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ہم کلام تھے (انہیں تعلیم فرما رہے تھے) اتنے میں ایک اعرابی' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور پوچھنے لگا' قیامت کب آئے گی؟'' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی گفتگو میں مصروف رہے (سائل کو جواب نہ دیا) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے بعض نے کہا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بات سُنی لیکن پسند نہ کی۔ بعض نے کہا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا کلام سنا ہی نہیں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بات مکمل کر چکے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

این اراہ السائل من الساعة۔

''قیامت کے وقت کے بارے میں سوال کرنے والا کہاں ہے؟''

اس نے عرض کیا' حاضر ہوں یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' **فاذا ضیعت الامانة فانتظر الساعة۔** ''جب امانت ضائع کی جائے گی تو قیامت کا انتظار کرو۔'' اس نے عرض کیا' امانت کا ضیاع کیسے ہوگا؟ (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے) فرمایا:

اذا وسدا لا مرالی غیر اھلہ فانتظر الساعۃ ۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۴)

''جس وقت امور نا اہلوں کے حوالے کیے جانے لگیں گے تو قیامت کا انتظار کرو۔''

یعنی حکومت اور عہدے ایسے لوگوں کو ملیں گے جو اس کی لیاقت نہ رکھتے ہوں گے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے حکام کو اپنے بندوں پر امین بنایا ہے اور ان پر ان کے ساتھ اخلاص کرنا فرض کیا ہے لہٰذا (چناؤ کرنے والوں کو چاہیے کہ) دین دار اور امانت کے اہل لوگوں کو حکومتی امور کا متولی کریں اور ان کو حاکم مقرر کریں جو لوگوں کے امور خوش اسلوبی سے سرانجام دیں اور جب وہ دین دار لوگوں کو حاکم نہ بنائیں تو وہ امانت کو ضائع کر دیں گے جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان پر فرض کی ہے۔

رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا:

''قیامت قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ خیانت کرنے والوں کو امین بنایا جائے گا۔''

یہ اس وقت ہوگا جب جہالت کا غلبہ ہوگا اور جو اہلِ حق اس کا اہتمام کرتے ہیں، کمزور ہو جائیں گے۔

نوٹ: آپ ﷺ نے سائل کو جواب دینے میں اس لیے دیر فرمائی تاکہ اپنا کلام پورا فرمالیں۔ نیز سننے والوں پر کلام خلط ملط نہ ہو۔

آپ ﷺ نے اپنے نورانی عمل مبارک سے جو تعلیم دی ہے، وہ یہ بھی ہے کہ قاضی، مدرس اور مفتی پر لازم ہے کہ جو کام پہلے کرنا ضروری ہو اور وہ اہم ہو تو اسے پہلے کرلیں پھر غیر ضروری کام سرانجام دیں۔ نیز طالب علم کو یہ ادب بھی ملحوظ رکھنا چاہیے کہ جب عالم گفتگو میں مشغول ہو تو وہ سوال نہ کرے تاکہ لوگوں سے جاری گفتگو منقطع نہ ہو۔

مسئلہ سمجھانے کا اندازِ نبوی

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، فرماتے ہیں، ایک سفر میں ہم لوگ آپ ﷺ کے ساتھ تھے، سفر شروع تو آپ ﷺ کے ساتھ کیا مگر آپ ﷺ (کسی وجہ سے) پیچھے ٹھہر گئے پھر آپ ﷺ نے ہمیں آلیا جبکہ ہم نماز (عصر) کے لیے (جو مؤخر ہو چکی تھی اور ہم جلدی جلدی) وضو کر رہے تھے اور اپنے پاؤں کو ہلکا سا دھو رہے تھے ایسے لگ رہا تھا

جیسے ہم مسح کرتے ہیں تو نبی کریم ﷺ نے بلند آواز سے پکارا:

ویل للاعقاب من النار ۔ (بخاری ج۱ص۱۴)

''ایڑھیوں کے لیے جہنم میں ہلاکت ہے۔''

آپ سرکارِ دو عالم ﷺ نے ایسا دو یا تین مرتبہ فرمایا۔

آپ ﷺ نے با آوازِ بلند پکارا۔ معلوم ہوا ضرورت کے وقت بلند آواز سے نصیحت کی جا سکتی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ آ رہے تھے' ان کا خیال تھا کہ کریم آقا ﷺ تشریف لا رہے ہیں تو آپ ﷺ کے ساتھ ہی نمازِ عصر ادا کریں گے مگر جب وقت تنگ ہو گیا' نماز کے فوت ہونے کا خطرہ محسوس ہوا تو جلدی جلدی وضو کرنے لگے۔ رسولِ کریم ﷺ نے ان کے ناقص وضو کو پسند نہ کرتے ہوئے فرمایا ''ایڑھیوں کے لیے جہنم میں ہلاکت ہے۔'' اس حدیث شریف سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وضو میں پاؤں دھونا فرض ہے کیونکہ پاؤں کا معمولی سا حصہ خشک رہ جانے پر سخت تعزیر فرمائی اگر پاؤں پر مسح کافی ہوتا تو ایڑھی کا غسل ترک کرنے پر اس قدر وعید نہ ہوتی اس حدیث شریف سے ان حضرات کا رد ہے جو وضو میں پاؤں کے مسح کو کافی سمجھتے ہیں۔

طالب علم کا امتحان لینا

طالب علموں کے فہم و ذکاء کا امتحان لینے کے لیے مسائل دریافت کرنا مستحب ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' فرماتے ہیں' رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا:

ان من الشجر شجرۃ لایسقط وانھا مثل المسلم ۔

''درختوں میں سے ایک درخت ہے جس کے پتے نہیں گرتے اور وہ مسلمان کی مثل ہے۔''

بتاؤ وہ کون سا درخت ہے؟ لوگ جنگل کے درختوں میں مشغول ہو گئے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا' میرے دل میں یہ خیال واقع ہوا کہ وہ کھجور ہی ہو گی پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا' یا رسول اللہ (ﷺ) وہ کون سا درخت ہے۔ قال ھی النخلۃ ۔

(بخاری ج ۶ص ۱۴) ''آپ ﷺ نے فرمایا' وہ کھجور کا درخت ہے۔''

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سب سے چھوٹے تھے' بڑے بڑے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمت اور ان کی توقیر کے باعث بیان نہ کر سکے۔ آپ علم کے باوجود ادباً اور حیاء کے طور پر نہ بولے۔

قابلِ توجہ

اس درخت کا نفع زیادہ' سایہ دائمی اس کا پھل عمدہ اور ہمیشہ رہتا ہے کیونکہ جس وقت اس کا پھل ظاہر ہوتا ہے اس وقت سے لے کر خشک ہونے تک اسے کھایا جاتا ہے اور اس کی لکڑی' پتوں اور شاخوں سے کافی نفع لیا جاتا ہے۔ ستون' چھڑیاں' رسیاں' برتن وغیرہ بنائے جاتے ہیں۔ یہ درخت اونٹوں کے لیے چارہ بھی ہیں اور ان کی خوب صورتی اور تروتازگی سب منافع ہیں جیسے مومن کثرت اطاعت اور مکارم اخلاق کے باعث خیر ہی خیر ہے۔ وہ نماز' روزے' قراءتِ قرآن مجید' وظائف اوراد' صدقات اور تمام افعالِ خیر ہمیشہ کرتا ہے۔ ان میں مومن ہمیشہ مصروف رہتے ہیں جیسے کھجور کے پتے دائمی ہیں۔

بعض علماء نے کہا ہے یہ درخت سیدنا آدم علیہ السلام کے جسم شریف سے بچی ہوئی مٹی سے پیدا ہوا ہے اور یہ لوگوں کی پھوپھی کی مانند ہے۔ بعض علماء نے اس درخت کی مسلمان سے مشابہت کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ جب اس کا سر کاٹ دیا جائے تو یہ مر جاتا ہے جبکہ دوسرے درختوں کا یہ حال نہیں' وہ نیچے سے پھوٹ پڑتے ہیں۔

(تفہیم البخاری ج ۱ص ۲۲۹)

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' فرماتے ہیں' انہوں نے نبی کریم ﷺ کا ذکر کیا' آپ ﷺ اونٹ پر بیٹھے ہوئے تھے اور ایک شخص اس کی مہار یا نکیل پکڑے ہوئے تھا۔

آپ ﷺ نے لوگوں سے فرمایا:

ای یوم ھذا؟ ''آج کون سا دن ہے؟''

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

فسكتنا حتى ظننا انه سيسميه سوى اسمه ۔ ''ہم (ادباً) خاموش رہے یہاں تک کہ ہم نے گمان کیا کہ آپ ﷺ اس کا کچھ اور نام رکھیں گے۔''

پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

اليس يوم النحر؟ ''کیا یہ یوم النحر نہیں؟''

ہم نے عرض کیا' جی ہاں! آج یوم النحر ہے پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

فاى شهر هذا؟ ''یہ کون سا مہینہ ہے؟''

ہم ادباً خاموش رہے یہاں تک کہ ہم نے گمان کیا کہ آپ ﷺ اس کا کوئی اور نام لیں گے پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

اليس بذى الحجة؟ ''یہ ذی الحجہ کا مہینہ ہے۔''

ہم نے عرض کیا' جی ہاں! یہ ذی الحجہ کا مہینہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

فان دماء كم واموالكم واعراضكم بينكم حرام كحرمة يومكم هذا فى شهر كم هذا فى بلدكم هذا ليبلغ الشاهد الغائب' فان الشاهد عسى ان يبلغ من هو اوعى له منه ۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۶)

''تمہارے خون' تمہارے مال اور تمہاری عزتیں آپس میں حرام ہیں جس طرح اس دن کی حرمت' اس مہینے میں اس شہر میں ہے چاہیے کہ (میرا یہ پیغام) حاضر غائب کو پہنچادے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ حاضر ایسے شخص کو پہنچائے جو اس سے زیادہ حافظ ہو۔''

لوگ اس دن کی حرمت' اس ماہ کی حرمت اور اس شہر کی حرمت پر یقین رکھتے تھے' لوگوں کو دن اور مہینے کا نام بھی آتا تھا لیکن اس خیال سے ادباً چپ رہے کہ شاید آپ نے اس دن اور مہینے کا کوئی اور نام رکھنا ہو۔ نبی کریم ﷺ نے اس دن اور ماہ وشہر کے تقدس واحترام کو دلیل ٹھہراتے ہوئے فرمایا کہ جس طرح تمہارے نزدیک اس دن' ماہ اور شہر کی حرمت ہے ایسے ہی تمہارے لیے آپس میں ایک دوسرے کا خون' مال اور عزت قابلِ احترام ہے لہٰذا قتل و غارت گری' لوٹ کھسوٹ اور لوگوں کی عزت کو برباد کرنے

سے بچو اس حدیث شریف سے یہ بھی حکم ملتا ہے کہ جو کوئی شخص کسی سے حدیث شریف سنے وہ اپنے پاس نہ رکھے بلکہ اسے دوسروں تک پہنچا دے اس لیے کہ ہو سکتا ہے کہ دوسرا سننے والا پہلے سنانے والے سے زیادہ حافظ ہو اس طرح امانت ارشاد محفوظ ہوتے ہوئے دوسروں تک چلی جائے گی۔

حصولِ حدیث کا شوق اور صحابہ کرام

☆...... حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی ہیں' انہوں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کثیر تعداد میں حدیثیں روایت کی ہیں' اکثر غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔ خود ان کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیس جنگوں میں شرکت فرمائی جن میں سے انیس میں میں بھی شریک ہوا۔ یہ بھی انہی کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات میرے لیے پچیس مرتبہ دعائے مغفرت فرمائی۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو علم حاصل کرنے کا بڑا شوق تھا۔

انہیں پتہ چلا کہ مصر کے قاضی حضرت عبداللہ بن انیس جہنی انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث ہے جو کسی دوسرے صحابی کے پاس نہیں ملی۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بازار جا کر ایک اونٹ خریدا اس پر کجاوہ کسا اور سوار ہو کر مدینہ منورہ چل دیئے۔ ایک ماہ تک جنگلوں اور صحراؤں کو طے کرتے ہوئے مصر پہنچ گئے۔ پوچھتے پوچھتے حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچ گئے اور ان کا دروازہ کھٹکھٹایا' ایک سیاہ فام غلام نے باہر آ کر پوچھا' آپ کون ہیں؟ فرمایا' جابر بن عبداللہ' غلام نے اپنے آقا عبداللہ بن انیس کو بتایا کہ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ آپ سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے کہا' ان سے جا کر پوچھو کیا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں؟ غلام نے باہر آ کر پوچھا' کیا آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں؟ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا' ہاں! حضرت عبداللہ نے خود باہر آ کر ملاقات کی اور معانقہ کیا پھر دریافت کیا قصاص کے بارے میں آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث بیان کرتے ہیں۔

آپ کے سوا اس حدیث کا روایت کرنے والا کوئی صحابی باقی نہیں رہا۔ میں نے

سوچا کہ اس سے پہلے کہ آپ کا انتقال ہو جائے یا میرا' آپ سے وہ حدیث حاصل کر لوں۔ چنانچہ وہ حدیث سُن کر خوشی سے واپس مدینہ منورہ چلے گئے' مصر میں داخل ہوئے اور نہ ہی اس کے نظاروں سے لطف اندوز ہوئے بلکہ سفر کی تھکاوٹ دُور کرنے کے لیے آرام تک نہ کیا۔ انہوں نے دنیا کی زیب و زینت اور دلکش مناظر میں بالکل دلچسپی نہ لی اور بلکہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث پاک کو دونوں جہانوں کا سرمایہ جانتے ہوئے اسی پر اکتفا کیا۔

یہ تھا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا شوقِ علم اور اس کے لیے دُور دراز کے سفر کی مشقتوں کا برداشت کرنا' ان کے علمی شوق کے آگے کوئی چیز سدراہ نہیں ہو سکتی تھی اور نہ ہی وہ کسی رکاوٹ کو خاطر میں لاتے تھے' ان کے دِلوں میں علم کی رفعت و عظمت جاگزین تھی' وہ جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ عظمت پناہ میں ایک طالب علم کے لیے کتنی بخشش ہے؟ اور کتنا شاندار ثواب ہے؟ اس لیے وہ علم کا مختصر سا حصہ حاصل کرنے کے لیے طویل سفر کی مشقتوں اور صعوبتوں کی برداشت کر لیتے تھے۔ (آمدم برسر مطلب)

علم یعقوب علیہ السلام پہ قرآنی دلائل (تمام آیات سورۂ یوسف کی ہیں)

(۱) قال یبنی لاتقصص رؤیاك علی اخوتك فیکیدوالك کیدا ۔

(سورۂ یوسف:۵)

(جب یوسف علیہ السلام نے اپنے باپ یعقوب علیہ السلام کے سامنے اپنا خواب بیان کیا کہ میں . نے دیکھا ہے چاند سورج اور گیارہ ستارے مجھے سجدہ کر رہے ہیں تو یعقوب علیہ السلام نے) فرمایا' اے میرے بیٹے! اپنا خواب اپنے بھائیوں سے بیان نہ کرنا' وہ تیرے ساتھ کوئی چال چلیں گے۔

یعقوب علیہ السلام نے جان لیا کہ گیارہ ستارے بھائی ہیں اور چاند' سورج والدین ہیں اور بھائیوں کے سامنے خواب بیان کرنے سے ان کے حسد کی آگ بھڑک اُٹھے گی اور پھر وہ چال چلیں گے' یہ خواب یوسف علیہ السلام کو بارہ سال کی عمر میں آیا اور (وخروا لہٗ سجدا) سجدہ چالیس سال کے بعد ہوا۔ گویا آپ نے چند لفظوں میں ساری زندگی کا

نقشہ پیش کر دیا اور جیسے آپ نے فرمایا' ویسے ہی ہوا اور علم کس کو کہتے ہیں؟ تمہارا یہ کہنا کہ کل کی کسی کو خبر نہیں اور یعقوب علیہ السلام چالیس سال کے بعد کی خبر دے رہے ہیں جبکہ ہمارے آقا علیہ السلام نے قیامت کے بعد کی خبر ارشاد فرمائی ہیں۔

لکھ شمس قمر قربان کراں ہک احمد دے گھنڈ کھولن توں
دل آب حیات کوں گھول گھتاں مٹھے عربی دے لب چولن توں
خود آپ خدا جنت وارے اس عرب شریف دے ڈھولن توں
لکھ جان کرے قربان فرید اوہدے مٹھڑے مٹھڑے بولن توں

تفسیر بیضاوی' روح البیان' روح المعانی' عنایہ اور فتوحات الٰہیہ میں ہے کہ یعقوب علیہ السلام کو یقین تھا کہ یہ سب کچھ ہوگا لیکن جونہی دیکھا کہ تقدیر مبرم ہے تو سر تسلیم خم کر دیا اور ایسا کہ دعا تک نہ فرمائی کہ میرے بیٹے کو اس آفت سے بچا لیا جائے۔

روح البیان میں یہ بھی ہے:

فلهذا كانت الروياء الصالحة جزء من اجزاء النبوة لانها فرع من الوحى الصادر من الله و تاويل الروياء جزء من اجزاء النبوة لانه علم لدنى يعلمه الله من يشاء من عباده .

پس اسی لیے اچھے خواب نبوت کے اجزاء میں سے ہیں کیونکہ وحی کی شاخ (فیضان) ہیں جو اللہ کی طرف سے ہوتی ہے اور خواب کی تعبیر بھی نبوت کے اجزاء میں سے ہے کیونکہ یہ ایسا علم ہے جو اللہ کی طرف سے (علم لدنی) ہے' اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے' عطا فرما دے۔

(۲) قال انى ليحزننى ان تذهبوا به واخاف ان ياكله الذئب وانتم عنه غفلون . (یوسف:۱۳)

جب بھائیوں نے دیکھا کہ یعقوب علیہ السلام کی محبت سب سے زیادہ یوسف علیہ السلام ہی سے ہے تو حسد کرنے لگے اور امام غزالی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اس حسد کی وجہ سے وہ نبوت سے محروم کر دیے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا' تم میں حسد آ گیا ہے جو

اَیلد یب ہے اور نبی ہر عیب سے پاک ہوتا ہے۔ چنانچہ آپس میں مشورہ کرنے لگے کسی نے کہا' یوسف کو شہید کر دینا چاہیے۔ (لقد کان فی یوسف واخوته ایت للسائلین) مندرجہ بالا آیتِ کریمہ یعقوب علیہ السلام کا فرمان ہے کہ جب بھائیوں نے اپنے منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کے لیے یعقوب علیہ السلام کی بارگاہ میں عرض کیا:

قالوا مالك لا تامنا علی یوسف وانا له لنا صحون ۔

''آپ ہم پہ یقین کیوں نہیں کرتے' ہم کوئی یوسف کے بدخواہ تو نہیں۔''

امام غزالی علیہ الرحمۃ اللہ فرماتے ہیں اس وقت یعقوب علیہ السلام کے ہاتھ پاؤں کانپنے لگے۔ واصفر وجهه چہرہ زرد ہو گیا' دانت بجنے لگے۔

کانی علم بالفراسة مافی نفوسهم من الشر ۔

گویا آپ نے فراست نبوت سے ان کے دِلوں میں چھپے ہوئے شر کو معلوم کر لیا۔ (یاد رہے عام مومن کی فراست جس کے بارے میں فرمایا گیا:

اتقوا فراسة المؤمن فانه ینظر بنور الله ۔

''مومن کی فراست سے ڈرو' وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے' ظنی ہے اور نبی کا جب خواب بھی وحی ہے تو فراست کیوں نہ یقینی ہو گی۔'')

بہرحال آپ نے فرمایا' مجھے خطرہ ہے کہ تم یوسف (علیہ السلام) کو لے جاؤ گے اور یہ بھی خطرہ ہے کہ اس کو بھیڑیا کھا جائے جبکہ تم غافل ہو' تمام درسی کتابوں اور تفاسیر میں اخاف ان یاکله الذئب میں الذئب پہ الف لام کو عہد ذہنی قرار دیا گیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جس بھیڑیئے کے بارے میں انہوں نے بعد میں آ کر کہنا تھا' یعقوب علیہ السلام کے ذہن میں اس کے بارے میں پہلے سے ہی سارا علم تھا جو آپ نے ان کو بتا دیا یعنی آپ جانتے تھے' وہ کیسا بھیڑیا ہو گا۔

المختصر یعقوب علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام کو بھائیوں کے ساتھ روانہ کرنے سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وہ قمیص پہنائی جو انہوں نے نمرودی آگ میں جاتے وقت پہن رکھی تھی اور وہ قمیص جبرائیل امین علیہ السلام جنت سے لائے تھے جو نسل

درنسل یعقوب علیہ السلام کے پاس آئی اس قمیص کی برکت تھی کہ حضرت یوسف علیہ السلام خوف ناک کنویں کے اندر بھی محفوظ رہے اور قدرتِ خداوندی سے جبرائیل علیہ السلام نے جنتی تخت یوسف علیہ السلام کے قدموں میں رکھ دیا۔

(۳) فلما ذھبوا بہ واجمعوا ان یجعلوہ فی غیبت الجب واوحینا الیہ لتنبئنھم بامرھم ھذا وھم لایشعرون ۔ (یوسف:۱۵)

پھر جب وہ (بھائی) لے گئے اس (یوسف علیہ السلام) کو اور سب اس بات پہ متفق ہو گئے کہ انہیں اندھے کنویں میں ڈال دیں اور ہم نے انہیں (یوسف علیہ السلام کو) وحی بھیجی کہ تم ان کو ان کی یہ حرکت (ایک دن) ضرور جتاؤ گے۔

یہ آیت اگرچہ صاف بتا رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کو وحی کے ذریعے خبر دی کہ آنے والے وقت میں تم ان کا یہ کرتوت انہیں یاد دِلاؤ گے لیکن اس سے یہ استدلال تو ہوسکتا ہے کہ جب بیٹے (یوسف علیہ السلام) کا علم یہ ہے تو باپ (یعقوب علیہ السلام) کا علم کیا ہوگا۔

(۴) وجاء وا اباھم عشاء یبکون...... قال بل سولت لکم انفسکم امرا ۔ (آیت نمبر ۱۵ تا ۱۸)

جب ساری کارروائی کر کے برادرانِ یوسفؑ روتے ہوئے یعقوب علیہ السلام کے پاس عشاء کے وقت پہنچے اور لگے اپنی صفائی پیش کرنے کہ ہم یوسف سے دُور نکل گئے اور ان کو اپنے سامان کے پاس چھوڑ دیا' بھیڑیا آیا اور اس کو کھا گیا۔ بے شک ہم سچے ہیں مگر جانتے ہیں آپ ہم پہ یقین نہیں کریں گے اور یوسف علیہ السلام کی قمیص پہ جھوٹا خون لگا لائے' تب یعقوب علیہ السلام نے فرمایا' یہ بات تمہارے نفوں (دِلوں) نے تمہارے لیے گھڑی ہے اور میں تو صبر ہی کروں گا اور اللہ سے ہی مدد چاہوں گا جو تم کہہ رہے ہو۔

قال بل سولت لکم انفسکم امرا کے الفاظ صاف صاف بتا رہے ہیں کہ یعقوب علیہ السلام کو ان کے سارے منصوبے کا علم تھا جو آپ نے ان لفظوں کے ذریعے ان پر ظاہر فرما دیا۔

سوال: کہا جاتا ہے کہ اگر علم تھا تو بھیڑیئے کو کیوں بُلایا گیا؟

جواب: اگرچہ بھیڑیئے کو بُلانے کا ذکر قرآن میں نہیں لیکن اگر مان بھی لیں کہ بھیڑیئے کو بُلا کر اس سے پوچھا گیا تو اس وجہ سے نہیں کہ آپ نہ جانتے تھے بلکہ بھیڑیئے کی زبان سے بیٹوں کو لاجواب اور جھوٹا قرار دینے کے لیے۔

جس طرح قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نبیوں کو گواہ کے طور پر بُلائے گا تاکہ ان کو جھٹلانے والے لاجواب ہو جائیں اور اتمام حجت ہو جائے حالانکہ اللہ کو کیا ضرورت ہے گواہ طلب کرنے کی، وہ تو سب کچھ جانتا ہے۔

اور پھر اس میں یعقوب علیہ السلام کا معجزہ بھی ہے کہ آپ نے بھیڑیئے کو معجزے کے ذریعے قوتِ گویائی سے نوازا اور بیٹوں کو بتانا تھا کہ دیکھ لو تم نے تو یوسف (علیہ السلام) کی توہین کی ہے مگر بھیڑیئے تک اس کا احترام کرتے ہیں۔

تفاسیر میں ہے کہ یوسف علیہ السلام کو روانہ کرتے ہوئے یعقوب علیہ السلام بہت روئے اور فرمایا، تیرے جانے سے مجھے جدائی کی بُو آ رہی ہے مگر تقدیر میں یوں ہی لکھا ہے، اچھا جا! تو مجھے یاد رکھنا اور میں تجھے نہیں بھلاؤں گا۔

لطیفہ:

جاہل عوام اور بے علم پیر لوگوں کو علماء سے متنفر کرنے کے لیے کہتے ہیں کہ بھیڑیئے نے کہا، اے یعقوب علیہ السلام! اگر میں نے یوسف علیہ السلام کو کھایا ہو تو میں چودھویں صدی کے مولویوں سے اُٹھایا جاؤں۔ استغفر اللہ! وارثانِ علم نبوت کے بارے میں

ع یہ ہوائی کسی دشمن نے اُڑائی ہو گی

قرآن پاک میں جتنا تفصیل سے یوسف علیہ السلام کا قصہ بیان ہوا، اتنا تفصیلی کوئی اور واقعہ نہیں ہے مگر ایک لفظ بھی تو ایسا نہیں ہے کہ جس سے اس ''بکواس'' کی نشاندہی ہوتی ہو۔ علماء کے بارے میں ایسی باتیں کرنے والے اپنے سینوں کو علم کی روشنی سے محروم کیے ہوئے ہیں۔

ابھی چند دن ہوئے، میں داتا صاحب حاضر ہوا تو ایک جاہل پیر اپنے مریدوں کو

یہی کہہ کر علماء سے بدظن کر رہا تھا اور وہ بے چارے واہ واہ کر رہے تھے۔ میں نے عرض کیا کہ پیر صاحب! یہ کس نے کہا تھا کہ اگر میں نے یوسف علیہ السلام کو کھایا ہو تو میں چودھویں صدی کے مولویوں میں سے ہو جاؤں۔ جھٹ سے بولا' بھیڑیئے نے۔ میں نے کہا' اللہ نے تو نہیں فرمایا؟ کہنے لگا نہیں' بھیڑیئے نے۔ میں نے کہا تو اس میں تعجب کی کونسی بات ہے' بھیڑیئے تو آج بھی یہی کہہ رہے ہیں۔ مریدوں کو تو شاید سمجھ آئی کہ نہ آئی مگر ''کانے کو کان کھڑک گیا'' اگر اندھے مریدوں کو معلوم ہو جاتا ہے ہمارے پیر کو کیا کہہ گیا ہے تو پتہ نہیں کیا ہوتا مگر

؎ وہی ہوتا ہے جو منظورِ خدا ہوتا ہے

(۵) وقال یبنی لاتدخلوا من باب واحد وادخلوا من ابواب متفرقة. (یوسف: ۶۷)

''اور فرمایا (یعقوب علیہ السلام نے) اے میرے بیٹو! ایک دروازے سے داخل نہ ہونا اور جدا جدا دروازوں سے داخل ہونا' میں تمہیں اللہ سے نہیں بچا سکتا' حکم تو سب اللہ ہی کا ہے۔''

اس آیتِ کریمہ میں یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو تقدیر کے اس پھیر سے آگاہ فرمایا جو ان کو گھیرے میں لینے والا تھا مثلاً بنیامین کا یوسف علیہ السلام کے پاس رہنا' چوری کا واقعہ' بنیامین کا اکیلے رہ جانا اور یوسف علیہ السلام کا اپنے ساتھ ملا کر دروازے سے گزرنا' یہ ساری باتیں یعقوب علیہ السلام نے پہلے ہی بتا دیں۔

اس علم کی طرف اگلی آیت میں فرمایا گیا کہ ''جب وہ اپنے باپ کے حکم کے مطابق شہر میں داخل ہوئے ......**الا حاجة فی نفس یعقوب قضاھا** ہاں یعقوب علیہ السلام کے دل میں ایک خواہش تھی جو انہوں نے پوری کرلی۔ بتاؤ یہ خواہش کیا تھی؟ ورنہ مانو کہ:

وانه لذو علم لما علمنه ولکن اکثر الناس لایعلمون.

''بے شک وہ بڑے صاحب علم ہیں' ہمارے (اللہ کے) سکھائے سے مگر اکثر لوگ (چونکہ خود) نہیں جانتے اس لیے ان کے علم کی بھی نفی کرتے

رہتے ہیں۔"

روح المعانی میں ہے اکثر الناس سے مشرکین مراد ہیں۔ ثابت ہوا کہ نبیوں کے علوم کے منکر مشرک ہوتے ہیں مگر یہاں اُلٹی گنگا بہتی ہے' انبیاء کے علوم کا انکار کوئی کرے اور مشرک' ہم (سُنی) ہو جائیں۔

؎ جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

(۶) عسی اللہ ان یاتینی بھم جمیعا ۔ (یوسف:۸۳)

جب بنیامین کو بھی یوسف علیہ السلام کے پاس رہنا پڑا اور یعقوب علیہ السلام کو اس بات کی اطلاع دی گئی تب آپ نے فرمایا "عنقریب اللہ تعالیٰ ان سب کو مجھ سے ملائے گا۔ بھم ضمیر جمع کی اس لیے ہے کہ ایک بھائی (یہودا) بضد تھا کہ میں بنیامین کو ساتھ لے کر جاؤں گا ورنہ میں بھی اس کے ساتھ ہی رہوں گا تو تین (یوسف' بنیامین اور یہودا) جمع کی ضمیر کے مصداق قرار پائے۔

اگر یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف سے لاعلم ہوتے تو بھما فرماتے کہ وہ دونوں (یہودا اور بنیامین) میرے پاس آئیں گے لیکن بھم فرما کر یعقوب علیہ السلام کے علم کے منکروں کے منہ پہ زناٹے دار طمانچہ مارا گیا اور پھر عسیٰ سے قریب کے وقت کی طرف بھی واضح اشارہ کر دیا کہ بس اب انتظار کی گھڑیاں ختم ہونے والی ہیں اور جمیعا کہہ کر بتا دیا کہ علیحدہ علیحدہ نہیں بلکہ تینوں بھائی اکٹھے میرے پاس آئیں گے اس ایک جملے میں کتنی ہی غیبی خبریں یعقوب علیہ السلام نے ارشاد فرمائیں۔

؎ مگر بے خبر بے خبر جانتے ہیں

روح البیان میں ہے:

وتکلم یوسف فی بطن امه ۔

"یوسف علیہ السلام نے اپنی ماں کے پیٹ میں ہی بتا دیا تھا کہ میں طویل زمانہ اپنے باپ سے جدا رہوں گا۔"

فاخبرت امه والده بذلك فقال اکتمی امرك ۔

''آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کے والد ماجد کو یہ بات بتائی تو انہوں نے فرمایا' بات کو راز میں رکھ۔''

علم یعقوب علیہ السلام کے منکرو! اب تو مان جاؤ' تم تو یوسف علیہ السلام کے باپ کے علم کا انکار کر رہے تھے اب تو ان کی ماں کا علم بھی ثابت ہو گیا۔

؎ جو تیری سمجھ میں نہ آ سکا تو تیری سمجھ کا قصور ہے

(۷) یبنی اذھبوا فتحسسوا من یوسف واخیہ ولاتیئسوا من روح اللہ ۔ الخ (یوسف:۸۷)

(حضرت یعقوب علیہ السلام نے چالیس یا اسی سال بعد جبکہ سارے مایوس ہو گئے' ارشاد (فرمایا) اے میرے بیٹو! یوسف اور اس کے بھائی کو تلاش کرو اور اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ کیوں کہ اللہ کی رحمت سے صرف کافر ہی مایوس ہوتے ہیں اگر علم نہ تھا تو اتنی مدت کے بعد تلاش کرنے کا حکم دینا چہ معنیٰ دارد؟ اور پھر یوسف واخیہ میں واؤ ہے جو جمع کے لیے آتی ہے۔ معلوم ہوا وہ یہ بھی جانتے تھے' میرے دونوں لعل اکٹھے ہیں ورنہ تلاش تو صرف یوسف علیہ السلام کو کرنا تھا' بنیامین کو تو سارے بھائی جانتے ہی تھے کہ کہاں ہیں۔

؎ شاید کہ تیرے دل میں اُتر جائے میری بات

ایک عجیب نکتہ

کنعان سے مصر کا فاصلہ بہت زیادہ (دو سو چالیس میل) ہے اور وہ کنواں جس میں بھائیوں نے یوسف علیہ السلام کو پھینکا تھا' وہ کنعان سے صرف نو میل کے فاصلے پر ہے مگر حیرانگی ہے کہ جب یوسف علیہ السلام کنویں میں تھے تو یعقوب علیہ السلام نے نہ کہا کہ جاؤ تلاش کرو یا مجھے یوسف علیہ السلام کی خوشبو آ رہی ہے اور جب سینکڑوں میل دُور مصر میں تھے تو یبنی اذھبوا فتحسسوا من یوسف بھی فرمایا اور انی لاجد ریح یوسف بھی فرمایا۔ یہی بات کسی نے یعقوب علیہ السلام سے پوچھی جس کو شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے یوں بیان فرمایا ہے:

یکے پرسید از گم کردہ فرزند | کہ اے روشن گہر پیر خرد مند
زمصرش بوئے پیراہن شمیدی | چرادر چاہ کنعانش نہ دیدی
بگفت احوال مابرق جہاں است | دمے پیدا و دیگر دم نہاں است
گہے برطارم اعلیٰ نشینم | گہے بر پشت پائے خود نہ بینم

''کسی نے یعقوب علیہ السلام سے پوچھا' اے روشن دل والے عقل مند بزرگ! مصر جو کنعان سے سینکڑوں میل دُور تھا وہاں سے آپ نے یوسف علیہ السلام کی قمیص کی خوشبو کو سونگھ لیا اور جب قریب ہی کنویں میں جلوہ گر تھے اس وقت آپ ان کو کیوں نہ دیکھ سکے؟''

فرمایا ''ہمارے حالات بجلی کی مانند ہوتے ہیں' کبھی ظاہر اور کبھی پوشیدہ کبھی تجلیات ربانی میں اتنے مستغرق ہوتے ہیں کہ اپنی بھی ہوش نہیں ہوتی اور کبھی جب ادھر سے توجہ واپس آتی ہے تو سارے جہان کو رائی کی طرح دیکھتے ہیں۔'' (مفہوم)

(۸) ولقدھمت بہ وھم بھا لولا ان رای برھان ربہ ۔ (یوسف:۲۴)

''اس عورت (زلیخا) نے تو اس مرد (یوسف علیہ السلام) کا ارادہ کر لیا اور وہ بھی ارادہ کر لیتا اگر اپنے رب کی دلیل نہ دیکھ لیتا۔''

تفسیر روح البیان' بیضاوی' روح المعانی اور امام غزالی وسیوطی علیہما الرحمۃ نے لکھا کہ جب زلیخا نے یوسف علیہ السلام کو ورغلانے کا ارادہ کر لیا تو یوسف علیہ السلام کے اوپر سے چھت کھل گئی اور یعقوب علیہ السلام جلوہ گر ہو گئے اور اشارے سے سمجھایا کہ اے یوسف! جس کام کی طرف تجھے یہ دعوت دے رہی ہے' وہ تیرے شایانِ شان نہیں' یہ تو جاہلوں کا کام ہے۔

(انفرجت سقف البیت فرای یعقوب۔ رواہ الحاکم فی المستدرک عن ابن عباس رضی اللہ عنہما)

کیونکہ حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ اسلام کے والد بھی تھے اور مرشد بھی تھے اور ایسے وقت میں مرشد نہیں آئے گا تو کب آئے گا۔

حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند بخارا سے چل کر مینارہ سے گرنے والی اپنی مریدنی

کو سنبھال لیتے ہیں۔

؎ تو میناریوں تھلے آئی میں چل بخاریوں آیا

غوث پاک فرماتے ہیں' میرا مرید مشرق میں ہو اور میں مغرب میں ہوں اور مرید کا ستر کھل جائے تو میں اس کو ڈھانپ لیتا ہوں تو پھر یعقوب علیہ السلام تو نبی بھی تھے اور نبی کے باپ بھی تھے' نبی کے بیٹے بھی تھے اور نبی کے پوتے بھی تھے۔

کریم ابن کریم ابن کریم ابن کریم۔ یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم' یوسف نبی اللہ ابن نبی اللہ ابن نبی اللہ ابن خلیل اللہ۔

مولانا روم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

؎ دست پیراز غائباں کوتاہ نیست

دستِ او جز قبضۂ اللہ نیست

مرشد کا ہاتھ غائب مریدین سے دُور نہیں ہوتا کیونکہ یہ ہاتھ صرف اللہ کے قبضے میں ہوتا ہے اور اس کے حکم سے ہر جگہ دُور و نزدیک تصرف کرتا ہے۔

امداد السلوک ص ۱۰ پہ بھی ہمارے اس عقیدے کی سچائی ملاحظہ ہو''ہم مرید یقیں داند کہ روح شیخ مقید بیک زماں نیست'' پس ہر جا کہ مرید با مرشد قریب یا بعید روحانیت اور دُور نیست شیخ رابقلب حاضر آوردہ بلسان حال سوال کند

خود اگر چاہیں تو ایک ہی سانس میں غیر نبی پیر کو حاضر و ناظر' مشکلکشا اور مختار مان لیں تو توحید سلامت' اور ہم اگر اللہ کے کسی نبی بلکہ امام الانبیاء علیہ السلام کے بارے میں بھی ایسا عقیدہ رکھیں تو بدعتی بھی اور مشرک بھی (یہ مذہب ہے یا ایکسیڈنٹ)

نکات

☆......لوگ کہتے ہیں یوسف علیہ السلام کا کمال ہے کہ رات کا وقت' ساتویں کوٹھری' حسینہ عالم دعوت دے اور پھر بچ گئے۔ میں کہتا ہوں ہاں واقعی کمال ہے مگر یاد رکھو یوسف علیہ السلام تو اللہ کے نبی تھے اور اللہ کا ہر نبی معصوم من الخطا ہوتا ہے۔ انہوں نے تو بچنا ہی تھا۔ ارے کمال تو یہ ہے کہ یوسف علیہ السلام کا دامن پکڑ کے زلیخا بچ گئی آ جا تو

بھی میرے غوث کا دامن پکڑ لے۔ (صاحب زادہ افتخار الحسن فیصل آبادی کا جوشیلے انداز میں تقریری نکتہ)

☆...... تفسیر نعیمی وضیاء القرآن میں امام رازی کے حوالے سے لکھا ہے:

الرجز عن التهاون فی حفظه وان کان یعلم ان الذئب لایصل الیه .

کہ یعقوب علیہ السلام نے جو یہ فرمایا تھا کہ مجھے خطرہ ہے کہ کہیں یوسف (علیہ السلام) کو بھیڑیا نہ کھا جائے تو یہ ان کی حفاظت میں سستی کرنے پہ تنبیہ کرنا مقصود تھا ورنہ آپ جانتے ہی تھے کہ بھیڑیا ان کے قریب بھی نہیں آ سکتا اسی لیے کسی اور جانور کا نام نہ لیا پھر یوسف علیہ السلام تو اللہ کے نبی تھے ویسے بھی اس عمر کا بچہ یعنی عمر بارہ سال ہو قد چھ فٹ ہو تو بھیڑیا کھائے گا کیا' وہ تو حملہ ہی نہیں کر سکتا کیونکہ بھیڑیا رات کو حملہ کرتا ہے اور یہ تو دن تھا ویسے بھی اس علاقے میں بھیڑیے بہت کم پائے جاتے تھے بلکہ چند دن پہلے انہی بھائیوں کو ان کے آئندہ کرتوت کی وجہ سے بھیڑیے کی شکل میں حضرت یعقوب علیہ السلام کو دِکھایا گیا۔

☆...... جب یوسف علیہ السلام کے بھائی آپ کی بارگاہ میں دوسری مرتبہ غلہ مانگنے کے لیے حاضر ہوئے اور عرض کیا:

یاایها العزیز مسنا واهلنا الضر وجئنا ببضاعة مزجة فاوف لنا الکیل وتصدق علینا .

ہم سخت فاقے میں اور تکلیف میں ہیں اور اس بار تو پونجی بھی بے قدر اور کھوٹی ہے لیکن آپ ہمیں غلہ پورا پورا ہی دے دیں۔ چلو ہمیں خیرات ہی دے دیں اس وقت آپ نے فرمایا:

هل علمتم مافعلتم بیوسف واخیه اذ انتم جاهلون .

''کیا جانتے ہو تم نے یوسف اور اس کے بھائی سے کیا سلوک کیا ناسمجھی میں۔ بتاؤ اب تمہاری سزا کیا ہونی چاہیے؟''

بھائیوں نے کہا آپ ہی یوسف ہیں؟ فرمایا' ہاں اور یہ میرا بھائی ہے اللہ نے ہم پر

احسان کیا۔

بھائیوں نے ہاتھ جوڑ دیئے اور عرض کیا:

تاللہ لقد اثرك اللہ علینا وان کنا لخطئین .

''ہم اپنی غلطی تسلیم کرتے ہیں۔''

؎ کارما بدکاری و شرمندگی
کار تو برما ہمہ بخشندگی

فرمایا:

لا تثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم وھو ارحم الرحمین .

''جاؤ معاف کیا' صرف میں نے ہی نہیں' میرے رب نے بھی اور وہ بہت رحم کرنے والا ہے۔''

شانِ یوسف اور عظمتِ محمدی

حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کو معاف کیا اور ہمارے آقا علیہ السلام نے فتح مکہ کے موقع پہ اپنے خون کے پیاسے دشمنوں کو یہ کہہ کر معاف کر دیا:

لاتثریب علیکم الیوم اذھبوا وانتم الطلقاء .

''جاؤ معاف کیا تم سارے آزاد ہو۔

؎ زباں پر اے خوشا صل علیٰ یہ کس کا نام آیا
کہ میرے نام جبرئیل امیں لے کر سلام آیا
محمد جان عالم فخر آدمؑ ہادئ اکرم
امام انبیاء ' خیر البشر ' پیغمبر اعظم
اندھیرا مٹتا جاتا ہے اُجالا ہوتا جاتا ہے
محمد مصطفیٰ ﷺ کا بول بالا ہوتا جاتا ہے

وسیلے کا مسئلہ

فرمایا: لے جاؤ میری قمیص اور اس کو میرے باپ کے چہرے پہ رکھو' آنکھیں ٹھیک

ہو جائیں گی۔

یہودا جو چالیس سال پہلے خون سے رنگی ہوئی قمیص یعقوب علیہ السلام کے پاس لے کر آیا تھا اس نے کہا: آج یہ قمیص شفا بھی میں ہی لے کر اپنے باپ کے پاس جاؤں گا تا کہ چالیس سال پہلے کے گناہ کا کفارہ ہو جائے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں' مصر سے کنعان آٹھ دن کا راستہ ہے۔

ولما فصلت العیر قال ابوھم انی لاجد ریح یوسف لولا ان تفندون ۔

ادھر سے قافلہ چلا اور ادھر یعقوب علیہ السلام کو خوشبو آنے لگی۔ یہودا ننگے پاؤں آٹھ دن دوڑتا رہا' پاؤں میں چھالے پڑ گئے مگر خوشی اتنی تھی کہ محسوس تک نہ ہوا۔

شفا تو اللہ ہی دیتا ہے جو قمیص کے بغیر بھی دے سکتا ہے مگر قمیص رکھی تب شفا ہوئی اس سے کوئی عقیدہ مل رہا ہے کہ نہیں؟

؎ ہے سوچنے کی بات اسے بار بار سوچ

جب یعقوب علیہ السلام کی آنکھیں یوسف علیہ السلام کی قمیص کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ نے ٹھیک کر دیں تو جو اللہ یوسف کی قمیص کا وسیلہ مانتا ہے' وہ سراپائے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے کو کچھ نہیں سمجھتا؟

؎ شرم سے گڑھ جا اگر احساس تیرے دل میں ہے۔ اور اگلی تقریر بھی پڑھ جا اگر اس موضوع پہ شکوک وشبہات تیرے ذہن میں ہیں۔ ہدایت اللہ کے پاس ہے اور واللہ لایھدی القوم الظالمین ۔

نسال اللہ العفو والعافیۃ فی الدین والدنیا والاخرۃ والاستقامۃ علی الشریعۃ الطاھرۃ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ واصحبہ وابنہ وحزبہ ابدالابدین ۔

والحمد للہ رب العالمین!

(۱۰)

وسیلے کی برکت

الحمدللہ الذی خلق الانسان وعلمہ البیان والصلوۃ والسلام علی سیدالانس والملائکۃ والجان وعلی الہ واصحابہ اولیاء الرحمن .امابعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم . بسم اللہ الرحمن الرحیم!یاایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ وجاھدوا فی سبیلہ لعلکم تفلحون .(المائدہ:۳۵)

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرواور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اس کی راہ میں جہاد کرواس اُمید پر کہ فلاح پاؤ۔'' (ترجمہ کنزالایمان)

مشہور مفسر قرآن حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی گجراتی علیہ الرحمۃ نے اس آیہ کریمہ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ آدم علیہ السلام سے لے کر حضور پاک ﷺ تک ہر دین میں ہر اُمت کا اور حضرات صحابہ کرام ﷺ سے لے کر آج تک تمام مسلمانوں کا یہ ہی عقیدہ رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ تک رسائی حاصل کرنے کے لیے حضرات انبیائے کرام علیہم السلام اور اولیائے عظام علیہم رحمۃ الرحمٰن بلکہ ان کے تبرکات بھی وسیلہ ہیں' سب کا اس پر اتفاق رہا اس ملتِ اسلامیہ میں ابن تیمیہ وہ پہلا شخص ہے جس نے وسیلۂ انبیاء واولیاء کا انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ وسیلہ صرف اپنے ایمان واعمال کا چاہیے' ان کے سوا کسی وسیلہ کی ضرورت نہیں یہاں اس آیت کریمہ میں بھی وسیلہ صرف ایمان واعمال کا وسیلہ مراد ہے۔

ابن تیمیہ کے معتقدین وہابیوں کے اس کے متعلق دو گروہ ہو گئے' ایک گروہ کہتا ہے کہ زندہ نبیوں ولیوں کا توسل جائز ہے' وفات یافتہ کا توسل جائز نہیں۔ دوسرا گروہ کہتا ہے کہ توسل عباد مطلقاً حرام بلکہ شرک ہے۔ خواہ زندہ بندوں کا توسل ہو یا وفات یافتہ بندوں کا۔ بطورِ اختصار وسیلہ کے متعلق چند باتیں ذہن نشین رہیں۔

وسیلے کی قسمیں

قرآنِ کریم واحادیث شریفہ سے چند قسم کے توسل ثابت ہیں:

(۱) حضور پاک ﷺ کی ولادت پاک سے پہلے حضور پاک ﷺ کے وسیلہ سے جنگوں میں فتح مانگنا۔

(۲) مقبول بندوں کی حیاتِ شریفہ میں ان کا وسیلہ اختیار کرنا۔

(۳) بزرگوں کی وفات کے بعد ان کا وسیلہ پکڑنا۔

(۴) بزرگوں کے تبرکات سے وسیلہ پکڑنا۔

چنانچہ قرآنِ کریم کافر کتابیوں کے متعلق فرماتا ہے:

و کانوا یستفتحون علی الذین کفروا ۔

''یہ لوگ اس محبوب کے توسل سے کفار پر فتح مانگتے تھے۔''

فلما جاء ھم ماعرفوا کفروا بہ ۔

''جب وہ جانے پہچانے نبی آ گئے تو یہ انکار کر بیٹھے۔''

دیکھو یہ توسل ہے حضور پاک ﷺ کی پیدائش سے پہلے کا۔ اور قرآن فرماتا ہے کہ خضر علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام کی مدد سے یتیم بچوں کو گرتی ہوئی دیوار بنائی اور وجہ یہ بیان کی و کان ابوھما صالحا ان بچوں کا باپ نیک تھا اس لیے ان پر رب کا یہ کرم ہوا کہ ان کی گرتی ہوئی دیوار ان دو مقبولوں کے ذریعے بنوا دی گئی۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے فرمایا:

اذھبوا بقمیصی ھٰذا فالقوہ علٰی وجہ ابی یات بصیرًا ۔

''میری یہ قمیص لے جاؤ اور ابا جان کے چہرہ پر ڈال دو' وہ انکھیارے ہو

جائیں گے۔''

یہ ہے زندہ نبی کے تبرکات کا وسیلہ۔ بنی اسرائیل کو حکم ہوا کہ تم تابوت سکینہ کو جہاد میں اپنے ساتھ رکھو' فتح پاؤ گے اس تابوت میں کیا تھا۔

فیہ سکینۃٌ من ربکم وبقیۃٌ مما ترک اٰل موسٰی واٰل ھٰرون تحملہ الملٰئکۃ .

''اس صندوق میں تمہارے رب کی طرف سے دِلوں کا چین وسکون ہے اور حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام کے چھوڑے ہوئے تبرکات ہیں اس میں وفات یافتہ بزرگوں کے تبرکات سے وسیلہ پکڑنے کا حکم ہے۔''

اللہ فرماتا ہے:

وما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم .

''اے محبوب! ان میں آپ کے ہوتے ہوئے ہم ان پر عذاب نہیں بھیجیں گے۔'' اور فرماتا ہے:

لوتزیلو لعذبنا الذین کفروا .

''اگر مکہ سے یہ مسلمان نکل جاتے تو ہم کفارِ مکہ کو عذاب دے دیتے۔'' اور فرماتا ہے:

یبتغون الٰی ربھم الوسیلۃ ایھم اقرب .

''یہ لوگ خود اس کا وسیلہ تلاش کرتے ہیں جو ان میں سے اللہ سے زیادہ قرب والا ہو۔''

مزید دلائل

اس قسم کی بائیس آیات وسیلہ کی ہیں۔ حضرت کبشہ نے اپنے مشکیزہ کا منہ کاٹ کر رکھ لیا تھا جس سے منہ لگا کر حضور پاک ﷺ نے پانی پیا تھا۔ مدینہ کے بیماروں کو یہ چمڑے کا ٹکڑا دھو کر پلاتی تھیں' انہیں شفا ہوتی تھی۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات کے وقت وصیت کی تھی کہ میرے پاس حضور پاک ﷺ کے بال وناخن شریف

ہیں، وہ میرے کفن میں میری آنکھوں اور منہ پر رکھ دیے جائیں تاکہ قبر کی مشکل آسان ہو۔ اُم المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے لوگوں نے بارش نہ ہونے کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا کہ میرے حجرے کی چھت کھول دو جس میں حضور پاک ﷺ کی قبر انور ہے، چھت کھولنا تھی کہ خوب بارش ہوئی اس قسم کی صدہا احادیث ہیں جن میں حضور پاک ﷺ کے نام کے تبرکات سے توسل ثابت ہے۔ قیامت میں وسیلہ کی تلاش پہلے ہوگی وہاں کا کاروبار حساب کتاب بعد میں شروع ہوگا، اللہ تعالیٰ غنی ہے، ہم فقیر ومحتاج جب رب تعالیٰ غنی ہوکر بغیر وسیلہ ہم کو کوئی دنیاوی اور دینی نعمت نہیں دیتا تو ہم محتاج ہوکر وسیلہ سے بے نیاز کیسے ہوسکتے ہیں؟ اس نے ہمیں ہستی دی تو ماں باپ کے ذریعے، علم دیا استاذ کے ذریعے، مال دیا مال داروں کے وسیلہ سے، شفا دی حکیم کے وسیلہ سے، موت دی تو ملک الموت کے وسیلہ سے، ہمیں ایمان، قرآن، رحمت رحمان ملی تو حضور پاک ﷺ کے وسیلہ سے، بزرگوں کا وسیلہ وہ نعمت ہے جس کا فیض جانوروں بلکہ زمین و زمان کو حاصل ہوتا ہے۔ اصحابِ کہف کا کتا ان بزرگوں کے وسیلہ سے عظمت والا ہوا، مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ کی سرزمین حضور پاک ﷺ کے وسیلہ سے عظمت والی ہوئی حتیٰ کہ رب تعالیٰ نے شہر مکہ کی قسم یاد فرمائی اس لیے کہ وہاں حضور پاک ﷺ جلوہ گر تھے۔

لااقسم بهذا البلدو انت حل بهذا البد ۔

بہرحال بزرگوں کا وسیلہ ایسا اہم مسئلہ ہے جس پر عقل ونقل قرآن و احادیث شاہد ہیں، مخالفین کے پاس ایک آیت ایک حدیث ایسی نہیں جس کا ترجمہ ہو کہ بزرگوں کا وسیلہ نہ پکڑو صرف عقلی ڈھکوسلے ہیں جن سے وہ آیات و احادیث کا انکار کرتے ہیں اسی آیت کے تحت تفسیر صاوی شریف میں ہے کہ وہ لوگ گمراہ اور بدنصیب ہیں جو مسلمانوں کو اولیاء اللہ کی زیارت کی وجہ سے کافر ومشرک کہتے ہیں اور زیارت اولیاء کو عبادت غیر اللہ قرار دیتے ہیں، یہ مردود ہیں، یہ زیارتِ اولیاء اللہ ابتغاء وسیلہ ہے۔ (تفسیر صاوی)

حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ مزید لکھتے ہیں کہ یہاں یہ وسیلہ تلاش کرنے کا حکم دیا گیا ہے، ہر شئی کی تلاش کے دروازے الگ الگ ہیں اور ہر سودے کے لیے بازار اور

دُکانیں جدا جدا ہیں کہ وہ اشیاء خریدنے کے لیے انہی بازاروں اور دُکانوں پہ جانا پڑے گا۔ اللہ تعالیٰ کو پانے کے لیے درِ مصطفیٰ ﷺ پر اور حضور علیہ السلام کو ملنے کے لیے درِ اولیاء پہ حاضری دینا ہوگی کیونکہ یہ آستانے وسیلہ اور ذریعہ ہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ کریم ﷺ کی بارگاہ تک پہنچنے کا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام' حضرت خضر علیہ السلام کی تلاش میں

اللہ تعالیٰ کے مقبول ومحبوب بندوں کی تلاش میں نکلنا اور سفر کرنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سنتِ مبارکہ بھی ہے (بنی اسرائیل کا ہی وہ گناہ گار تھا جس نے سو افراد کو قتل کیا تھا پھر اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی تلاش میں نکلا' ابھی ان کے پاس پہنچا نہ تھا کہ راستے میں موت آ گئی اور اللہ تعالیٰ نے اس کی بخشش کا ایسا نرالا انداز اپنایا کہ زمین کو ایک طرف سے سکڑ جانے کا حکم دیا اور دوسری طرف سے پھیل جانے کا حکم دیا' اللہ تعالیٰ اس کے بغیر بھی اس کی بخشش فرما سکتا تھا مگر مذکورہ طریقے سے اس کو بخشنا صرف اپنے نیک بندوں کی عظمت کے اظہار کے لیے تھا اور ان کے وسیلے سے اللہ کی بارگاہ تک رسائی حاصل کرنے کے بابرکت عقیدے کے اقرار و پرچار کے لیے تھا)۔ (یہ حدیث مسلم شریف میں ہے اور اس سے پہلے تفصیلاً بیان ہو چکی ہے۔)

چنانچہ حضرت موسیٰ اور خضر علیہما السلام کے واقعہ میں فرمایا' فوجدا عبدًا من عبادنا۔ انہوں (حضرت موسیٰ اور یوشع بن نون علیہما السلام) نے پالیا ہمارے بندوں میں سے ایک بندے کو اٰتینٰہ رحمةً من عندنا وعلمنٰہ من لدنا علمًا جس کو ہم نے اپنی خصوصی رحمت سے نوازا ہوا تھا اور اپنا خصوصی علم عطا فرمایا ہوا تھا۔

اور پایا تو تلاش کے بعد ہی جاتا ہے اور جب قرآن مجید میں کسی نبی علیہ السلام کی سنت مبارکہ کو بغیر منع کے بیان فرما دیا جائے تو وہ کام ہمارے لیے عبادت کے زمرے میں آتا ہے۔

اس واقعہ سے یہ معلوم ہوا کہ جب کوئی کسی اللہ والے کی تلاش میں نکلتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی محنت کو ضائع نہیں فرماتا بلکہ مَن جدوجد جو کوشش کرتا ہے وہ پالیتا ہے کے

مطابق معاملہ ہوتا ہے اور جب کوئی اللہ کا بندہ مل جاتا ہے تو پھر اس کی بارگاہ میں رہ کر اگر چپ چاپ بھی بیٹھا رہے اور وظائف نہ بھی پڑھے تو اس کا چہرہ دیکھتے رہنے سے ہی سارے کام ہوتے رہتے ہیں' مولائے روم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

اے لقائے تو جواب ہر سوال
مشکل ما حل شود بے قیل و قال

بلکہ فرمایا کہ اہل اللہ کی صحبت میں ایک لمحہ بھی بیٹھ جانا سو سال کی بے ریا عبادت سے افضل ہے۔

یک زمانہ صحبت با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

کسی شئ کو صرف دیکھتے رہنا کیسے عبادت ہوگیا؟ ایسے ہی ہوگیا جیسے کعبے کو دیکھتے رہنا اور چہرۂ علی شیر خدا کو دیکھتے رہنا عبادت قرار پایا۔

النظر الی الکعبة عبادة النظر الی وجه علی عبادة .

اور حدیث کے مطابق تو بندۂ مومن کی شان کعبہ سے کہیں زیادہ ہے جیسا کہ ابن ماجہ شریف کی حدیث میں ہے۔

اور جس طرح والدین کے چہرے کو ایک بار محبت سے دیکھنے کا ثواب (حج مبرور) مقبول حج کے برابر ہے حالانکہ بندے کے والدین تو گناہ گار بھی ہو سکتے ہیں اور جن (نبیوں ولیوں) کو اللہ نے معصوم و محفوظ عن الخطا بنایا ہے' ان کے دیدار و ملاقات کی برکات کون بیان کر سکتا ہے اسی لیے خود امام المعصومین علیہ السلام نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بندگانِ خدا کی پہچان بتاتے ہوئے فرمایا:

هل انبئکم بخیارکم .

کیا میں تمہیں تمہارے بہترین لوگوں کی پہچان نہ بتاؤں؟ عرض کیا' وہ بہترین لوگ کون اور کیسے ہوتے ہیں؟ فرمایا' اذا رأوا ذکر اللہ جب ان کو دیکھا جائے تو خدا یاد آ جائے۔

یاد آتا ہے خدا دیکھ کے صورت تیری

بہر حال فوجدا عبدا من عبادنا سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بندۂ خدا کو تلاش کرنا بندوں کا کام ہے اور ملا دینا اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پہ ہے جو کسی کی تلاش میں نکل پڑتا ہے پھر وہ اس کو پا بھی لیتا ہے نہ اس کے بندوں کی کمی ہے اور نہ ہی وہ کسی کی محنت کو رائیگاں فرماتا ہے۔ (ان اللہ لایضیع اجر المحسنین ۔ واللہ معکم ولن یترکم اعمالکم۔ والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا) اس کے بندوں کو پانے کے راستے بھی بے شمار ہیں اور بندہ بھی ایک نہیں بلکہ ''عبادنا'' بے شمار ہیں اور انہی میں سے ایک خضر علیہ السلام ہیں جن کی تلاش میں کلیم اللہ نکلے ہیں۔

اُٹھ فریدا ستیا توں میلا ویکھن جا
مت کوئی بخشیا مل پوی تو وی بخشیا جا

اپنی زبان سے اگر ہم ہزار بار بھی کہیں کہ ہم اللہ کے بندے ہیں مگر اس بندے کی طرح کون ہوسکتا ہے جس کو خدا فرما رہا ہے عبدا من عبادنا' وہ تو ہمارا خاص بندہ ہے اس شان بندگی پہ علامہ اقبال وجد کرتے ہوئے کہتے ہیں:

متاع بے بہا ہے درد و سوز آرزو مندی
مقامِ بندگی دے کر نہ لوں شانِ خداوندی

انکارِ وسیلہ یا دشمنیٔ اولیاء

ذرا غور تو کرو کہ کافر اللہ سے دُور رہتا ہے مگر اللہ تعالیٰ اس کی بھی شہ رگ کے قریب ہے تو جو بندۂ خدا پہلے سے ہی خدا کے قریب ہے پھر خدا اس کے کس قدر قریب ہوگا۔ (فکنت سمعہ الذی یسمع بہ...... حدیث قدسی) ایک وہ بندہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے محبت کا دعویٰ کرتا ہے اور دوسرا وہ بندہ ہے کہ خدا خود جس سے محبت کا اعلان فرما کر جبریل امین کو بُلاتا ہے اور زمین و آسمان میں اس کی محبت کے ڈنکے بجا دیتا ہے پھر اگر اس کی بارگاہ میں کسی ایسے بندے کا وسیلہ پیش کیا جائے تو اس کو ناجائز کہنا دین کی کونسی خدمت ہے اور پھر کسی کا اللہ سے محبت کی بات کرنا اور ان اللہ کے بندوں سے عداوت رکھنا خدا کو کس قدر ناپسند ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ اس سے جنگ کا اعلان فرماتا ہے۔

من عادیٰ لی ولیا فقد اذنته بالحرب ۔ (حدیث قدسی' بخاری)

واقعہ خضر علیہ السلام سے عظمتِ اولیاء کرام

وہ کیسا محبّ ہے جو محبوب کے محبوب سے محبت نہ کرے جن کو اللہ رحمت بھی عطا کرتا ہے تو خصوصی (اتیناہ رحمۃً من عندنا) اور علم بھی عطا فرماتا ہے تو لدنی (وعلمناہ من لدنا علما) رحمت کیا ہے اس کا ذکر ماقبل والی آیات میں ہے کہ بھنی ہوئی مچھلی زندہ ہو رہی ہے اور علم کیا ہے اس کا ذکر مابعد والی آیات میں ہے کہ جو دوسروں کو نظر نہ آئے' وہ اس کو آ جاتا ہے جیسا کہ کشتی کا توڑنا' بچے کو قتل کرنا اور گرتی ہوئی دیوار کو سیدھا کرنا کی تاویل وتعبیر سے ظاہر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے خضر علیہ السلام کا نام لینے کی بجائے ان کو عبدًا من عبادنا فرمایا تاکہ لوگوں کو معلوم ہو کہ اللہ کے بندے کیسے ہوتے ہیں' ان کی صفات کیسی ہوتی ہیں اور اس کا بندہ کیسے بنا جاتا ہے کہ پہلے (کشتی توڑنے کے) واقعہ میں چونکہ ظاہراً نقص ہی نقص تھا لہٰذا اس عمل کی نسبت اپنی طرف کر دی۔ فاردت ان اعیبھا کہ میں (خضر) نے کشتی کو عیب دار کرنے کا ارادہ کیا۔

دوسرے (بچے کو مارنے کے) واقعہ میں ایک لحاظ سے عیب تھا کہ ایک جان کو ضائع کیا جا رہا ہے اور دوسرے لحاظ سے بھلائی اور کمال بھی کہ نعم البدل کی دعا کی جا رہی تھی اس لیے حضرت خضر نے فاردنا ان یبدلھمار بھما فرمادیا تاکہ نقص کی نسبت اپنی طرف ہو جائے اور کمال کی نسبت خدا کی طرف اور تیسرے (دیوار سیدھی کرنے کے) واقعہ میں چونکہ کمال ہی کمال تھا لہٰذا اپنا نام ہی نہ لیا اور فرمایا' فاراد ربك ۔

اس سے یہ بتانا بھی مقصود ہے کہ ابتدا ہو تو میں ہی میں ہوتی ہے' درمیان میں پھر اردنا کا مقام آتا ہے اور جب فنا فی اللہ کی منزل آتی ہے تو اپنا ارادہ بھی ختم۔ فاراد ربك پھر

ع جدھر دیکھتا ہوں ادھر تو ہی تو ہے

لایزال عبدی والی حدیث قدسی میں یہی درجہ بیان ہوا ہے یعنی اعضاء سے پاک ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان کی نسبت اپنی طرف فرمادی اور عضو بندے کا ہو مگر

طاقت وفعل کی نسبت اللہ کی طرف ہو جس طرح فرمایا گیا' عمر کی زبان پہ حق بولتا ہے یہی تو وجہ ہے کہ مدینہ میں بیٹھ کر زبان ہلاتے ہیں تو آواز سینکڑوں میل دُور نہاوند تک جاتی ہے۔ یہ اردنا کی تعبیر ہے اور فاراد ربك کی تعبیر یہ ہے کہ بندے کا کچھ نہیں رہتا۔ قل کل من عنداللّٰہ پھر وہ بندہ ہو کر حکم کرے تو قبر سے مردہ اُٹھ کر کھڑا ہو جائے پھر اس کی آواز بھی اللہ اپنی آواز قرار دیتا ہے جیسا کہ معراج کی رات ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی آواز میں فرمایا' قف یامحمد ان ربك یصلی رُک جا پیارے تیرا رب تجھ پہ درود بھیج رہا ہے حالانکہ نہ وہاں صدیق نہ ان کی آواز مگر یہ مقام فنائیت ہے اور مذکورہ تینوں مقام جو علیحدہ علیحدہ حضور علیہ السلام کی اُمت کو عطا ہوئے' وہ اکٹھے حضور علیہ السلام کے دامن رحمت میں موجود ہیں۔ وما رمیت اذ رمیت میں پہلے دو مقامات (فاردت اور فاردنا) بیان ہوئے اور ولکن اللہ رمی میں تیسرا مقام (فاراد ربك) بیان ہوا۔ یداللہ فوق ایدیهم نہ ہاتھ آپ کا نہ بیعت آپ کی' ہاتھ بھی خدا کا' بیعت بھی اس کی اس کو حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے قرب کا تیسرا درجہ ''جمع بین القربین'' قرار دیا ہے۔ (یعنی قل کل من عنداللہ) الانتباہ فی سلاسل اولیاء۔

؎ جہاں میں آ کے ادھر ادھر دیکھا
تو ہی آیا نظر جدھر دیکھا

(جبکہ پہلا درجہ قرب نوافل کا ہوتا ہے اور دوسرا درجہ قرب فرائض کا)

ارشادِ ربانی ہے:

ما اصابك من حسنة فمن اللہ وما اصابك من سیئة فمن نفسك .

اور اس کے بعد فرمایا:

قل کل من عنداللہ .

سب کچھ اللہ ہی کی طرف سے ہے مگر ادب کا تقاضہ یہ ہے کہ خیر کی نسبت اللہ کی طرف ہو اور شر کی نسبت اپنی طرف۔ بندے کو اگر اپنے اندر نیکیاں ہی نیکیاں دِکھائی دیں تو ہلاکت و بربادی اور غفلت کا باعث ہے اور اگر کچھ بھی بُرائی نہ ہو اور پھر اس میں

احساسِ خطا پیدا کر کے احساسِ ندامت پیدا کیا جائے تو اس سے اطاعت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے جیسا کہ کسی عارف نے فرمایا:

؎ راتیں کر کر زاری روندے نیند اکھیاں تھیں دھوندے

فجریں اد گن ہار سدیون سب تھیں نیویں ہوندے

پہلی حرکت بندے کو اسفل سافلین تک پہنچا دیتی ہے اور دوسرا عمل اس کو اعلیٰ علیین کا حق دار بنا دیتا ہے۔

صوفیاء نے مذکورہ تین واقعات کی تعبیر اس طرح بھی فرمائی ہے کہ پہلے واقعہ میں صرف اپنی ہی ہستی دِکھائی دی تو ''فاردت'' فرمادیا' دوسرے واقعہ میں جب کچھ قرب بڑھا' کچھ اپنی ذات مٹی' کچھ ادھر سے جلوہ دِکھائی دیا تو ''فاردنا'' فرمایا اور جب قرب اور زیادہ ہوا اور ذاتِ باری کے جلوؤں میں فنائیت تامہ نصیب ہوئی تو اپنا ذکر ہی نہ کیا اور ''فاراد ربك'' فرمادیا۔

آیہ وسیلہ کے فوائد

☆......صرف نیک اعمال پہ قناعت کر کے بیٹھ جانا اور اس کو کافی سمجھ لینے سے پوری آیت پہ عمل نہیں ہو سکے گا کیونکہ تمام نیک کام تو اتقوا اللہ یعنی تقویٰ میں آ گئے ہیں پھر وابتغوا الیہ الوسیلۃ کا حکم اور وجاھدوا فی سبیلہ ساری زندگی محنت کرتے رہنے کا حکم کہاں گیا یعنی وسیلے کی تلاش میں سختیاں برداشت کرنا جیسا کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام جناب خضر علیہ السلام کی تلاش میں نکلے اور فرمایا:

لقد لقینا من سفرنا ھذا نصبا۔

''ہم نے اس سفر میں بڑی مشقت دیکھی ہے۔''

☆......اسی آیت کے لفظ وسیلہ کی روشنی میں دورِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر آج تک بزرگانِ دین کی بیعت کا سلسلہ جاری رہا کیونکہ نیک اعمال اگرچہ صفائی قلب کے لیے صابن اور پانی کی طرح ہیں لیکن پانی و صابن کیا کرے گا جبکہ دھونے والا ہاتھ ہی نہ ہو جو پانی صابن استعمال کر کے کپڑے کی میل اُتار دے ورنہ پانی صابن بے کار ہے اور

بزرگانِ دین کی نگاہِ فیض دھونے والے ہاتھ کی مانند ہے۔

خیال رہے کہ کبھی بغیر صابن و پانی کے صرف ہاتھ پھر جانے سے گرد و غبار دُور ہو جاتا ہے مگر صرف صابن و پانی سے بغیر ہاتھ لگے کبھی صفائی نہیں ہوتی اسی طرح بارہا ایسا ہوا کہ صرف نگاہ مقبول سے بغیر اعمال بخشش ہوگئی جیسے فرعونی جادوگر یا حضور علیہ السلام کے والدین اور وہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم جو بغیر کسی نیک عمل کے وفات پا گئے مگر اس کی مثال کہیں نہیں ملے گی کہ صرف نیک اعمال سے بغیر توسل مقبولین نجات ہوگئی۔ ابلیس کے پاس اعمال تھے' توسل نہ تھا' مارا گیا۔

☆...... ہم سب حضور پاک ﷺ کے محتاج ہیں' حضور پاک ﷺ کو کسی وسیلہ کی ضرورت نہیں' حضور ﷺ تو خود تمام جہان کے لیے وسیلہ عظمیٰ ہیں' انہیں کون سے وسیلہ کی ضرورت ہوسکتی ہے؟ یہ فائدہ یایھا الذین امنوا فرمانے سے حاصل ہوا' عام انسان اپنی پیدائش میں ماں باپ کے وسیلہ کے حاجت مند ہیں مگر آدم علیہ السلام ماں باپ کے حاجت مند نہیں' وہ تو خود ابوالبشر ہیں' ان کا باپ کون ہوسکتا ہے۔

☆...... وسیلہ حاصل کرنے کے لیے تلاش ضروری ہے' گھر بیٹھے وسیلہ ہر ایک کو نہیں مل جاتا۔ یہ فائدہ ابتغوا فرمانے سے حاصل ہوا' دیکھا گیا ہے کہ طالبین مولیٰ تلاش شیخ کرتے ہیں اس تلاش کا ماخذ یہ ہی آیت ہے۔

☆......زندہ بزرگوں سے ملاقات کے لیے سفر کرنا وفات یافتہ بزرگوں کے مزارات پر سفر کر کے حاضری دینا وہاں جا کر رب تعالیٰ سے دعا کرنا' ان کے وسیلہ سے اور مدینہ منورہ سفر کر کے جانا' عرس بزرگان میں سفر کر کے حاضر ہونا سب. بہت ہی بہتر ہے' ان سب سفروں کا ماخذ یہ ہی آیت ہے کہ یہ بھی تلاش وسیلہ ہے۔ شامی میں ہے کہ جب ڈاکٹروں' حکیموں کے پاس سفر کر کے جانا علاج کے لیے جائز ہے تو مقبول بندوں کے پاس قبروں پر سفر کر کے جانا بھی جائز ہے کیونکہ صاحبانِ مزارات کے فیوض و برکات کثیر اور متفاوت ہیں۔ بزرگوں کے عرسوں میں اولیائے اللہ اور علماء ربانیین کا اجتماع ہوتا ہے وہاں حاضری سے بہت سے بزرگوں سے ملاقات ہو جاتی ہے۔ ابتغاء وسیلہ کا یہ بہترین طریقہ ہے۔

حضور پاک ﷺ اپنی والدہ ماجدہ کی قبر انور پر مدینہ پاک سے تشریف لے گئے حالانکہ ابوا شریف جہاں جناب آمنہ کی قبر ہے' مدینہ منورہ سے قریباً دو سو میل ہے۔ (تفسیر نعیمی)

نکات وسیلہ

☆......حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا' اذان سننے کے بعد میرے لیے اللہ تعالیٰ سے وسیلہ طلب کرو۔ (ات محمد ن الوسیلة) اس سے تم میری شفاعت کے حق دار بن جاؤ گے۔ یعنی تم میرے لیے وسیلہ مانگو تو میں تمہارے جنت میں جانے کا وسیلہ بن جاؤں گا' دعا حضور پاک ﷺ کے لیے مانگی جا رہی ہے' کام اپنا بن رہا ہے۔

؎ بے مایہ سہی لیکن شاید وہ بُلا بھیجیں
بھیجی ہیں درودوں کی کچھ ہم نے بھی سوغاتیں

☆......جب تک موسیٰ علیہ السلام کی قوم اپنے نبی کا وسیلہ پکڑتی رہی' عذاب بھی ٹلتے رہے اور نعمتیں بھی ملتی رہیں۔ (وانزلنا علیکم المن والسلویٰ) اور جب دامانِ موسیٰ علیہ السلام کو چھوڑا' فارسلنا علیھم الطوفان والجراد والقمل والضفادع والدم ایت مفصلت طرح طرح کے عذابوں میں مبتلا ہو گئے۔ موسیٰ علیہ السلام کے وسیلے سے بنی اسرائیل سے عذاب ٹلتا رہا اور حضور پاک ﷺ کے وسیلے سے سارے جہان سے عذاب ٹل گئے۔ ماکان اللہ لیعذبھم وانت فیھم۔

؎ تمہارے کرم کا عالی جناب کیا کہنا
ثواب ہو گئے سارے عذاب کیا کہنا

☆......حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کاتب وحی' صحابی رسول اور خال المسلمین ہونے کے باوجود بوقت وصال وصیت فرماتے ہیں کہ مجھے دفن کرتے وقت میرے اعضاء سجدہ پہ تبرکاتِ مصطفیٰ ﷺ (حضور علیہ السلام کے بال مبارک اور ناخن مبارک) رکھ دینا' میری نجات کے لیے یہی وسیلہ کافی ہے۔ ہماری یہ چیزیں فضلہ سمجھ کر پھینک دی جاتی ہیں اور حضور پاک ﷺ کی یہ چیزیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنی بخشش کے لیے وسیلہ سمجھ رہے ہیں جب آپ کی ان چیزوں میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے برکتیں ہیں تو آپ کے سراپائے اقدس

میں کیسی کیسی برکات ہوں گی۔

؎ خدا کی رحمتوں کا رُخ ادھر ہے
جدھر اس کملی والے کی نظر ہے

☆...... جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو کچھ عطا فرمانا چاہے تو بھی اپنے نبی کو وسیلہ بنا کر عطا فرماتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وصل علیهم ان صلوٰتك سكنٌ لهم ۔

''ان کے لیے دعا کیا کیجیے کہ آپ کی دعائیں ان کے لیے سکون قلب کا باعث ہیں۔'' (ذکر الٰہی بھی تطمئن القلوب ہے اور دعائے مصطفیٰ بھی)

؎ نہ کرو جدا خدارا مجھے سنگ آستاں سے
نہیں کوئی ہے ٹھکانہ گر اُٹھا دیا یہاں سے

اس طرح اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو معاف فرمانا چاہے تو بھی حضور پاک ﷺ ہی کے وسیلے کو درمیان میں لاتا ہے۔ **واستغفر لهم** اور آپ ان کے لیے استغفار کیجیے حالانکہ اللہ ویسے بھی تو معاف فرما سکتا ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے جب بھی کلام فرمانا چاہتا ہے تو بھی اپنے نبی کے وسیلے سے ہی کرتا ہے حالانکہ وہ علیٰ کل شئی قدیر ہے' بغیر کسی واسطے اور وسیلے کے بھی جس سے چاہے کلام کر سکتا ہے مگر بتانا یہ چاہتا ہے کہ جب میں تم سے اپنے نبی کے وسیلے کے بغیر کلام نہیں فرماتا حالانکہ میں وسیلے کا محتاج نہیں تو تم کون ہوتے ہو میرے مصطفیٰ ﷺ کے وسیلے کے بغیر مجھ سے کلام کرنے والے اور مجھ سے دعا کرنے والے؟ جب آدم کی ان کے وسیلے کے بغیر قبول نہیں تو ابن آدم کی کیونکر قبول ہوگی۔

؎ بل بل جاواں گھول گھماواں مدین والے ماہی توں
اس دے دردی بھیک چنگیری دو جگت دی شاہی توں

☆...... اللہ کے غضب کی آگ کو بھی حضور پاک ﷺ کا وسیلہ ہی ٹھنڈا کرے گا اور جب میدانِ محشر میں اللہ تعالیٰ پورے جلال میں ہوگا تو اس وقت بھی جبکہ

ے ہر نظر کانپ اُٹھے گی محشر کے دن خوف سے ہر کلیجہ دہل جائے گا
اوڑھ کر کالا کمبل وہ آ جائیں گے تو قیامت کا نقشہ بدل جائے گا

اور جو آج وسیلے کا انکار کرتے ہیں' وہ قیامت کے دن وسیلے کو تلاش کرتے پھر رہے ہوں گے۔

ے دیکھنا روزِ محشر میں اے منکرو!
ایک دن کا وسیلہ ہی کام آئے گا

☆......حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی ٹوپی میں حضور علیہ السلام کا بال مبارک تھا' ایک مرتبہ گھمسان کی جنگ ہو رہی تھی کہ آپ کی ٹوپی گر گئی' آپ نے ٹوپی تلاش کرنا شروع کر دی' لوگ حیران ہوئے کہ اتنی شدید جنگ ہو رہی ہے اور آپ کو ٹوپی کی پڑی ہوئی ہے۔ فرمایا اس ٹوپی میں ہی تو ہماری فتح کا راز ہے کہ اس میں سرکار کا بال مبارک ہے' مجھے ہر جنگ میں فتح اس بال کے صدقے ملتی ہے۔

ے کیا عقل نے سمجھا ہے کیا عشق نے جانا ہے
ان خاک نشینوں کی ٹھوکر میں زمانہ ہے

☆......صحیح بخاری ج اص ۱۷۰ پہ ایک صحابی رسول کا واقعہ ہے کہ جس نے حضور علیہ السلام سے چادر مانگ لی' دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان کو کہا کہ آپ کو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ (حضور تو بغیر مانگے ہی عطا کر دیتے ہیں' تجھے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ضرورت کا بھی خیال رکھنا چاہیے تھا) تو انہوں نے جواب دیا' میں نے تو چادر صرف اس لیے مانگی ہے کہ اس سے حضور علیہ السلام کا جسم اقدس مس ہو چکا ہے تو میں اسے اپنا کفن بناؤں گا۔ (اور اس کے وسیلے سے میری نجات ہوگی اور لوگوں کو معلوم ہو کہ)

ے دونوں جہان تیری محبت میں ہار کر
وہ جا رہا ہے کوئی شب غم گزار کر

☆......محدود مقاصد کے لیے وسیلے بھی محدود ہوتے ہیں' قرآن مل گیا جبرائیل کا وسیلہ ختم' دُکان پہ چڑھ گئے سیڑھی کا وسیلہ ختم' کراچی پہنچ گئے ٹرین کا وسیلہ ختم' جبکہ غیر

محدود مقاصد کے لیے وسیلہ بھی غیر محدود چاہیے' مصطفیٰ کریم علیہ السلام خدا کی معرفت اس کے قرب اور اس کی رحمت کا وسیلہ ہیں نہ اس کی رحمت کی کوئی حد ہے اور نہ رحمت للعالمین کا وسیلہ ختم ہونے والا ہے۔

؎ چھت پہ چڑھ سکتا نہیں کوئی بھی زینہ چھوڑ کر
رب کو پا سکتا نہیں کوئی مدینہ چھوڑ کر

آیاتِ قرآنیہ سے استدلالِ وسیلہ

○...... **فتلقٰی آدم من ربه** سے معلوم ہوا کہ آدم علیہ السلام کی توبہ حضور ﷺ کے وسیلے سے قبول ہوئی جب انہوں نے ان لفظوں سے دعا کی:

○......**اللهم انی اسئلك بحق محمد ان تغفرلی ۔**

○......**قدنریٰ تقلب وجهك فی السماء** سے ثابت ہوا کہ تبدیلی قبلہ حضور پاک ﷺ کے وسیلے کی برکت سے ہوئی۔

○......**خذمن اموالهم تطهرهم وتزكيهم بها وصل عليهم ان صلوتك سكن لهم** سے معلوم ہوا کہ دل کا سکون حضور پاک ﷺ کی دعا کے وسیلے سے ہے۔

○......**لااقسم بهذا البلد وانت حل بهذا البلد** سے ثابت ہوا کہ کعبہ کو عظمت بھی حضور پاک ﷺ کے قدموں کے وسیلے سے ملی۔

○......**وكانوا من قبل يستفتحون على الذين كفروا** سے واضح ہوا کہ پہلی قومیں بھی دشمن پر حضور پاک ﷺ ہی کے وسیلے سے فتح پاتی تھیں۔

○......**ان ياتيكم التابوت فيه سكينة من ربكم و بقية مماترك ال موسیٰ وال هٰرون** سے معلوم ہوا کہ انبیاء کے تبرکات قوموں کی فتح کا وسیلہ ہوتے ہیں۔

○......**انی اخلق لكم من الطين كهئية الطير** سے ثابت ہوا کہ نبی کی پھونک کے وسیلے سے مٹی میں جان آ جاتی ہے۔

○......**اذهبوا بقميصی هٰذا** سے ثابت ہوا کہ نبی کے جسم کے ساتھ مس ہونے والے کپڑوں میں بیماروں کے لیے شفا ہے۔ (ہمارے آقا علیہ السلام کے جبہ مبارک

میں ہر بیماری کی شفا تھی جس کو بھگو کر اُمہات المومنین بیماروں کو پانی پلاتیں اور بیمار تندرست ہو جاتے)

○...... ہمارے حضور پاک ﷺ کے نعلین پاک کی خاک سے یہودی کو آنکھیں مل گئیں اور آنکھیں نکالتا مگر پھر وہ اپنی جگہ پہ آ جاتیں۔

؎ آخر کن وچہ پیا آوازہ خالق دے درباروں
ایہہ اکھیاں مُن مول نہ جاسن خاک نبی دی پاروں
تینوں سبق شیطان پڑھایا تو کفروں باز نہ آویں
خاک محمدی اکھیں پا کے دوزخ مول نہ جاویں

خاک پائے مصطفیٰ ﷺ کی برکت سے یہودی کی آنکھیں نور سے منور ہو گئیں اور دل ایمان سے روشن ہو گیا۔

○ فقبضت قبضة من اثر الرسول سے معلوم ہوا کہ جبریل امین علیہ السلام کی سواری کے قدموں کی خاک زندگی کا باعث بنی تو نبی علیہ السلام کے قدموں کی دھول یہودی کی آنکھ میں نور اور دل میں ایمان کی روشنی کا باعث بنی۔

؎ سنتے ہیں آپ سارے زمانے کا دردِ دل
کہیے تو میں بھی قصۂ دردِ جگر کہوں

○...... صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۰۵ پہ ہے:

هل تنصرون و ترزقون الا بضعفائكم .

تمہیں تمہارے کمزوروں کے وسیلے سے رزق بھی ملتا ہے اور تمہاری مدد بھی کی جاتی ہے جب کمزوروں کا وسیلہ اتنا طاقت ور ہے تو طاقت وروں (انبیاء و اولیاء) کا وسیلہ کتنا مضبوط اور محکم ہو گا۔

؎ حرفِ وحدت ہی نہیں کافی رسالت کے بغیر
بے وسیلہ مصطفیٰ کے رب کو پا سکتا نہیں

○...... صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۰۶ پہ ہے ایک زمانہ آئے گا کہ جہاد میں فتح میرے کسی

صحابی کے وسیلے سے ہوگی پھر تابعی کے وسیلے سے اور پھر تبع تابعی کے وسیلے سے۔ کیا یہ وسیلہ اعمال صالحہ کا ہے یا ذوات صالحہ کا؟ بغیر کسی چپڑاسی کی ذات کے وسیلے کے کوئی ڈی سی کے دفتر بھی تجھے نہ جانے دے گا اور تو مصطفیٰ کے وسیلے کے بغیر جنت میں جانے کی تیاریاں کر رہا ہے۔

ے این خیال است ومحال است وجنون

○......کسی کو خط لکھنا ہو اگر اس کا پتہ موجود ہو تو ڈاک خانہ تحصیل اور ضلع وموضع لکھ دیا جاتا ہے ورنہ لکھ دیتے ہیں پوسٹ ماسٹر کو مل کر فلاں کو ملے۔ اللہ کو ملنا ہے تو وہ لامکان اور بے صورت ہے اس لیے ہم عرض کرتے ہیں کہ ہماری دعائیں، عبادتیں حضور پاک ﷺ کے وسیلے سے اللہ کی بارگاہ میں پہنچیں کیونکہ اللہ کا اپنا فرمان ہے کہ جب میرے بندے تیرے پاس آ کر میرے بارے میں پوچھیں تو پس میں تو قریب ہی ہوں مگر کب جب تجھ سے پوچھیں، واذا سالك عبادی عنی فانی قریب۔

ے تقدیر تو دیکھو میری کہاں جا کے لڑی ہے
میں بندۂ پُرعیب وہ محبوب الٰہی

○......ہمارا اس جہان میں آنا فرشتوں کے وسیلے سے ہے اور نبیوں اور رسولوں کے ظہور کا وسیلہ وجودِ مصطفیٰ ﷺ ہے۔

ے وہ نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا عیاں
ان کے ہونے سے سب کا ہے نام ونشاں
جملہ محبوبیاں اَن گنت خوبیاں
ان کے رُخ سے عیاں وہ کہاں ہم کہاں

○......وسیلہ مصطفیٰ ﷺ کے بغیر تو حالت یہ ہوتی ہے کہ معراج کی رات جبرائیل علیہ السلام نے آسمان کے دروازے کھٹکھٹائے اور پوچھا جاتا رہا کون؟ اس نے کہا: جبرائیل! ومن معك؟ ساتھ کون؟ محمد رسول اللہ، دروازہ کھل جاتا (حالانکہ اس سے پہلے کبھی دروازہ کھٹکھٹانے کی ضرورت نہ پڑی تھی لیکن آج آقا ساتھ تھے اس لیے) بتانا یہ

مقصود تھا کہ جب جبرائیل علیہ السلام کے لیے آسمان کا دروازہ حضور پاک ﷺ کے نام کے وسیلے سے کھل رہا ہے تو جنت کے دروازے بھی حضور پاک ﷺ کے نام ہی کی برکت سے کھولے جائیں گے۔

؎ تمہارے تو یہ احسان اور یہ نافرمانیاں اپنی
ہمیں تو شرم سی آتی ہے تم کو منہ دِکھانے سے

پچاس نمازیں اور موسیٰ علیہ السلام کا وسیلہ

نمازیں پچاس کی بجائے پانچ کرنے کا وسیلہ شب معراج موسیٰ علیہ السلام بنے' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیوں نہ بنے؟ اس لیے کہ لوگ کہیں یہ نہ کہیں کہ موسیٰ علیہ السلام تو آسمانوں پہ زندہ تھے لہٰذا صرف زندہ کا وسیلہ ہی جائز ہے' فوت شدہ وسیلہ نہیں بن سکتا جب موسیٰ کلیم اللہ کا وسیلہ یہ ہے کہ سارا جہاں ساری عمر بھی دعائیں کرتا رہے تو ایک نماز کا ایک سجدہ بھی معاف نہ ہو مگر ان کے وسیلے سے پوری پینتالیس نمازیں معاف ہو جائیں تو موسیٰ علیہ السلام جس مصطفیٰ ﷺ کے اُمتی ہیں اس محبوبِ خدا کا وسیلہ کتنا وزنی ہوگا۔

؎ بھانویں چن عرشاں تو جھک آوے بھانویں یوسف پردا چک آوے
جنہاں ویکھیاں کملی والے نوں اوہ نظراں کِتے نہ ٹھہر دِیاں

☆...... وسیلے کا انکار سب سے پہلے شیطان نے کیا یہ کہہ کر کہ میں آدم کو سجدہ نہیں کروں گا' سیدھا تجھے ہی کروں گا۔ آج شتونگڑوں کا حال بھی کچھ اس طرح کا ہے' رزق مانگو تو رب سے' اولاد مانگو تو رب سے لیکن چندہ مانگو تو سب سے اور ہمیں کہتے ہیں:

؎ وہ کیا ہے جو نہیں ملتا خدا سے
جسے تم مانگتے ہو انبیاء سے؟

اس کا جواب ایک بزرگ نے یوں دیا کہ:

؎ ہے چندہ جو نہیں ملتا خدا سے
جسے تم مانگتے ہو اغنیاء سے

سنو! ہم نبیوں ولیوں سے مانگ کر ان کو رب نہیں مانتے بلکہ رب سے ملنے کا سبب

مانتے ہیں۔

لطیفہ

ایک صاحب ایک بس پہ سوار ہونے لگے تو لکھا دیکھا ''حق باہو بے شک باہو اِک نظر کرم دی تک باہو'' اس سے اُتر گئے اور دوسری پہ چڑھنے لگے تو سامنے لکھا ہوا تھا:

؎ گنج بخش فیض عالم مظہر نورِ خدا
ناقصاں را پیر کامل کاملاں را رہنما

تیسری کی طرف گئے تو لکھا پایا:

؎ یاغوث اعظم دستگیر پیرما

چوتھی پہ ''اللہ نبی وارث'' لکھا پایا۔

توبہ توبہ کرنے لگے کہ ساری بسیں ہی شرک سے بھری ہوئی ہیں' کس پہ سوار ہوں۔ ایک ولیوں کا دیوانہ تاڑ گیا کیونکہ

؎ تاڑنے والے بھی قیامت کی نظر رکھتے ہیں

اس نے عرض کیا' حضرت آپ کھوتی پہ تشریف رکھیں کیونکہ عقل بھی ملتی ہے اور شکل بھی ملتی جلتی ہے۔

غصے سے لال پیلے ہو کر کہنے لگے' بدتمیز! تو کون ہے؟ اس نے کہا' جی میں بھٹے پہ کام کرتا ہوں تو تین طرح کی اینٹیں تیار ہوتی ہیں۔ اوّل' دوم اور سوم جو اوّل' دوم ہوتی ہیں ان کو تو گرمائش واسطوں اور وسیلوں سے پہنچتی ہے اس لیے مضبوط بھی ہوتی ہیں اور خوب صورت بھی اور جو تیسرے درجے کی ہوتی ہیں' ان کو ڈائریکٹ گرمائش پہنچتی ہے اس لیے وہ الی پلی اور ٹیڑھی ہوتی ہیں بالکل جناب کی طرح اور ساتھ ہی شعر پڑھ دیا:

؎ جو نور اور حیات کے منکر ہیں دیکھ لو
آنکھیں بجھی ہوئی ہیں' چہرے مرے ہوئے

○......حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے پوچھا:

وما تلك بيمينك يا موسىٰ!

''اے موسیٰ! تیرے دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟ عرض کیا' میرا ڈنڈا ہے۔''

اتو کؤا علیھا واھش بھا علیٰ غنمی ولی فیھا مارب اُخریٰ ۔ (طٰہٰ)

''اس پر میں سہارا لگاتا ہوں۔ (اللہ نے یہ نہیں فرمایا' میرے ہوتے ہوئے اس پر سہارا لگانے کی کیا ضرورت ہے؟)

اس سے پتے جھاڑ کر بکریوں کو کھلاتا ہوں۔ (وہ مجھے دودھ دیتی ہیں' میں پیتا ہوں اس سے اپنا دفاع کرتا ہوں یعنی یہ میرا وزیر خوراک بھی ہے اور وزیر دفاع بھی) اور بھی کئی کام اس سے لے لیتا ہوں جو ڈنڈا نبی کے ہاتھ میں آ جائے اس میں اتنے فائدے تو نبی کی ذات میں کتنے فائدے ہوں گے اور قیامت کے دن سارے نبی جس آقا کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور وہ جھنڈا اس ہاتھ میں ہوگا جس کو خدا نے دنیا میں ہی (یداللہ) اپنا ہاتھ قرار دے دیا ہے' اس کی کیوں نہ یہ شان ہو کہ

؎ لاورب العرش جس کو جو ملا ان سے ملا
بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی

اعتراضات و جوابات

پہلا اعتراض:

بندوں کا وسیلہ کوئی چیز نہیں' صرف اپنے اعمال کا وسیلہ چاہیے یہاں اس آیت میں وسیلہ سے مراد نیک اعمال کا وسیلہ ہے۔

جواب: یہ غلط ہے' اعمال کے ساتھ بزرگوں کا وسیلہ بھی ضروری ہے' سارے نیک اعمال تو اتقوا اللہ میں آ چکے پھر وسیلہ کا حکم ہوا۔ معطوف اور معطوف علیہ میں فرق ضروری ہے اس لیے یہاں بزرگوں کا وسیلہ ضرور مراد ہے۔ نیز فرماؤ کہ نیک اعمال کہاں سے حاصل کرو گے' وہ بھی حضور پاک ﷺ بلکہ علماء و صلحاء اولیائے اللہ کے ذریعے سے ہی حاصل ہوں گے پھر وسیلہ مقبولین ضروری ہوا۔ تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ فجر کی نماز نیکی ہے اور سورج نکلتے وقت کی نماز گناہ۔ کیسے معلوم ہوا کہ بکری اور گائے کھانا نیکی ہے' کتا' بلی کھانا

گناہ غرضیکہ تم اعمال کے محتاج اور اعمال حضور پاک ﷺ کے حاجت مند۔ حضور پاک ﷺ بارگاہِ الٰہی میں یقیناً مقبول ہیں اور ہمارے اعمال بالکل مشکوک' نہ معلوم کہ مقبول ہیں یا مردود۔ تعجب ہے کہ ہمارے مشکوک اعمال تو خدا رسی کا وسیلہ ہو جائیں اور یقیناً مقبول یعنی حضور پاک ﷺ اور ان کے وارثین علماء و اولیاء وسیلہ نہ بنیں۔ اللہ تعالیٰ سمجھ دے۔

دوسرا اعتراض:

اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق ہے' وہ بغیر وسیلہ ہر چیز ہم کو دے سکتا ہے' وسیلہ ماننا خدا تعالیٰ کو مجبور ماننا ہے لہٰذا وسیلہ اولیاء شرک ہے۔

جواب: وہ تو قادر ہے مگر ہم مجبور ہیں' ہم بغیر وسیلہ اس سے نہیں لے سکتے۔ آگ گرم کر سکتی ہے مگر روٹی بغیر وسیلہ اس سے گرم نہیں ہو سکتی لہٰذا درمیان میں وسیلہ ضروری ہے۔ حضرت صاحب! تم بغیر ماں باپ کے پیدا کیوں نہیں ہو جاتے؟ آپ کی تشریف آوری کے وقت دائی پہلے آتی ہے اور مولوی صاحب پیچھے براجمان ہوتے ہیں' وسیلہ کے منکروں کو چاہیے کہ دائی کے وسیلہ کے بغیر پیدا ہو جایا کریں اور مسلمانوں کی مدد کے بغیر کفن دفن لے لیا کریں۔ وسیلہ نکاح کے بغیر پیدا ہوں اور وسیلہ جنازہ کے بغیر رخصت ہو جائیں پھر دیکھیں کیسا مزہ آتا ہے۔

تیسرا اعتراض:

اگر ہمیں حضور پاک ﷺ کے وسیلہ کی ضرورت ہے تو نبی کریم کو بھی ہمارے وسیلے کی ضرورت ہے۔ نبی کریم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ اے میرے بھائی! مکہ معظمہ پہنچ کر میرے لیے بھی دعا کرنا' ہم کو حکم ہے درود شریف پڑھو' درود شریف کیا ہے؟ حضور پاک ﷺ کے لیے رحمت کی دعا' ہم کو حکم ہے کہ اذان کے بعد حضور پاک ﷺ کے لیے وسیلہ ملنے کی دعا کریں اگر حضور پاک ﷺ ہم سے بے نیاز ہیں تو ہم سے دعائیں کیوں کرواتے ہیں؟

نوٹ: یہ اعتراض تفسیر روح المعانی نے بھی خاص انداز میں کیا ہے' وہ بھی وسیلہ کے سخت منکر ہیں۔ اور اس مسئلہ میں ابن تیمیہ کے پیروکار ہیں۔

جواب: حضور پاک ﷺ ہماری ان دعاؤں کے ہرگز حاجت مند نہیں' ہم دعائیں کریں یا نہ کریں' حضور پاک ﷺ پر رحمتوں کی بارش ہر وقت ہو رہی ہے' ہماری یہ دعائیں تو صرف مانگنے کھانے کا بہانہ ہیں جیسے بھکاری داتا کے دروازے پر اس کی جان و مال اور بال بچوں کو دعائیں دے کر بھیک لیتا ہے اس لیے رب تعالیٰ نے ہم کو درود شریف کا حکم دینے سے پہلے فرمایا:

ان اللہ وملئکتہٗ یصلون علی النبی ۔

یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے تو درود بھیجتے ہی ہیں' تم دعائیں کرو یا نہ کرو کوئی فرق نہیں پڑے گا' پھر فرمایا کہ تم ان کے لیے دعائیں کرو تا کہ جو رحمت کی بارش ان پر ہو رہی ہے اس کا چھینٹا تم پر بھی پڑ جائے۔ یہ دعائیں مانگنے کھانے کا بہانہ ہیں جیسے رب تعالیٰ کی الوہیت' رزاقیت سمع' بصر ہماری عبادت اور ہماری مرزوقیت پر موقوف نہیں' سورج کی نورانیت ہمارے نور لینے پر موقوف نہیں یوں ہی حضور پاک ﷺ کی نبوت حضور ﷺ کے درجات ہماری کوششوں پر موقوف نہیں۔

چوتھا اعتراض:

قابیل کو حضرت آدم علیہ السلام کا وسیلہ' کنعان کو نوح علیہ السلام کا وسیلہ' عبداللہ ابن ابی منافق کے لیے حضور پاک ﷺ کی چادر و تہبند کا وسیلہ کچھ کام نہ آیا' یہ سب مردود ہی رہے معلوم ہوا کہ وسیلہ انبیاء کوئی چیز نہیں' اپنے اعمال ہی کا وسیلہ چاہیے۔ (دیوبندی)

جواب: جی ہاں! کفار کو وسیلہ انبیاء و اولیاء مفید نہیں' وسیلہ تو مومنوں کو فائدہ مند ہے۔ سورج اندھے کو' بارش زمین شورہ کو اعلیٰ درجہ کی دوا و غذا مردہ کو فائدہ نہیں دیتی تو اس لیے نہیں کہ یہ چیزیں بے کار ہیں بلکہ اس لیے کہ لینے والے میں فیض حاصل کرنے کی قابلیت نہیں۔ (شورہ زمین بارش سے فیض نہیں لے سکتی اور شورے انسان کو نبیوں کا وسیلہ کام نہیں آ سکتا) نیز ان لوگوں نے ان حضرات کا وسیلہ اختیار ہی نہیں کیا' یہ تو ان حضرات کے مخالف رہے پھر فیض کیسے پاتے؟

پانچواں اعتراض:

مشرکین و کفار اس وسیلہ کی بیماری میں گرفتار ہیں' ان کا شرک و کفر یہ ہی ہے کہ وہ خدا رسی کے لیے بتوں کو وسیلہ مانتے تھے' تم بھی اسی وسیلہ بازی کے بیمار ہو تو تم بھی مشرک ہو۔ قرآن کریم فرماتا ہے کہ مشرکین کہتے ہیں:

ما نعبدھم الالیقربونا الی اللہ زلفیٰ ۔

ہم اپنے بتوں کو اس لیے پوجتے ہیں کہ وہ ہمیں خدا سے قریب کر دیں۔ دیکھو یہ توسل ہی شرک ٹھہرایا گیا۔

جواب: اس کے دو جواب ہیں' ایک یہ کہ مشرکین مردودوں کو خدا رسی کا وسیلہ بنا کر مشرک ہوئے' ہم مقبولوں کو وسیلہ بنا کر مومن بنے' کعبہ کی طرف سجدہ کرنا' آبِ زمزم کا احترام کرنا ایمان ہے۔ بتوں کی طرف سجدہ' گنگا جل کی تعظیم کفر ہے اسی فرق کی وجہ سے۔ دوسرے یہ کہ مشرکین ان وسیلوں کی عبادت کرنے لگے' انہیں مستقل معبود مان بیٹھے۔ رب تعالیٰ کو ان کا محتاج ماننے لگے لہٰذا مشرک ہوئے جیسا کہ اس تمہاری پیش کردہ آیت میں ہے **مانعبدھم الا الخ** غیر خدا کی عبادت شرک ہے' بحمدہ تعالیٰ مسلمان کسی پیر پیغمبر کی نہ تو پوجا کرتے ہیں' نہ انہیں خدا مانتے ہیں بلکہ انہیں خالص بندہ اور عام بندوں کا وسیلہ عظمیٰ سمجھتے ہیں۔ غرضیکہ وسیلہ ہے اور مقصود مقصود۔

تنبیہہ

انکار وسیلہ کے مسئلہ میں وہابی اور مرزائی بالکل متفق ہیں اس آیت کی تفسیر میں مولوی محمد علی صاحب لاہوری مرزائی نے اولیاء اللہ کے وسیلہ کو شرک لکھا ہے' ان سے توسل کرنے والوں کو مشرکین کہا' دیکھو تفسیر بیان القرآن مصنفہ مولوی محمد علی (مرزائی لاہوری یہ ہی آیت) اور دیوبندیوں کی کتاب راہ سنت میں ہے کہ خواجہ اجمیری وغیرہ کسی بزرگ کے مزار پر جا کر ان کے توسل سے خدا تعالیٰ سے دعا کرنا زنا اور چوری سے بدتر گناہ ہے غرضیکہ اس انکار وسیلہ میں وہابی مرزائی ایک ہیں' اللہ کی پناہ۔

چھٹا اعتراض:

حدیث شریف میں ہے کہ زمانہ فاروقی میں بارش بند ہوگئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس کا دامن پکڑ کر بارگاہِ الٰہی میں دعا کی کہ مولیٰ! ہم تیرے نبی کے وسیلہ سے بارش مانگتے تھے' آج تیرے نبی کے چچا کے وسیلہ سے بارش مانگ رہے ہیں' بارش بھیج۔ چنانچہ بارش ہوئی اس سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کی زندگی میں تو ان کا توسل جائز ہے' بعد وفات جائز نہیں۔

نوٹ: یہ اعتراض دوسرے قسم کے منکرین کا ہے جو مطلقاً وسیلہ کے منکر نہیں بلکہ وفات یافتہ بزرگوں کے وسیلہ کے انکاری ہیں۔

جواب: اس حدیث میں یہ نہیں کہ آپ نے فرمایا ہو کہ اب ہم نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ چھوڑ دیا' یہ ہرگز نہیں فرمایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فرمان کا منشا یہ ہے کہ مولیٰ! ہم صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ ہی نہیں پکڑتے بلکہ ان کے عزیزوں' قریبیوں ان سے نسبت رکھنے والوں کا بھی وسیلہ اختیار کرتے ہیں اس میں وسیلہ کو عام کرنا مقصود ہے کہ وسیلہ اولیاء اللہ کا بھی ہوسکتا ہے اس لیے آپ نے بــعــم نبیك کہا بالعباس نہ کہا ورنہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضرت اُم المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے فرمان پر حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کے وسیلہ سے رب سے بارش مانگی جیسا کہ گزر چکا۔

ساتواں اعتراض:

جیسے ہمیں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے توسل کی ضرورت ہے یوں ہی حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے وسیلہ کی حاجت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دین حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا قرآن' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام ہماری کوششوں کے وسیلہ سے دنیا میں شائع ہوتے ہیں' ہماری عبادات سے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو ثواب ملتا ہے' ہم لوگ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی رعایا اور فوج ہیں' بادشاہ کو رعایا کی بھی ضرورت ہے' فوج کی بھی۔

جواب: اس کا جواب الزامی تو یہ ہے کہ پھر خدا تعالیٰ کو بھی مخلوق کے وسیلہ کا محتاج مانو کہ اس کا دین' اس کا قرآن اور اس کی عبادات بندوں ہی کے ذریعے سے دنیا میں

پھیل رہی ہیں۔ جواب تحقیقی یہ ہے کہ وسیلہ وہ ہوتا ہے جس کے نہ ہونے سے چیز بھی نہ ہو یعنی موقوف علیہ۔ حضور ﷺ کا دین ثواب درجات ہم پر موقوف نہیں، ہم حضور پاک ﷺ کے حاجت مند ہیں، حضور پاک ﷺ ہم سے غنی، ہم سے یہ خدمات لینا ہماری عزت افزائی کے لیے ہے۔ چپڑاسی بادشاہ کا حاجت مند ہے، بادشاہ چپڑاسی کا محتاج نہیں۔ حضور پاک ﷺ کی خدمت کے لیے جنات فرشتے بلکہ خاک پانی ہوا سب حاضر ہیں۔

آٹھواں اعتراض:

رب تعالیٰ فرماتا ہے:

سوآءٌ علیهم استغفرت لهم ام لم تستغفر لهم لن یغفر الله لهم ۔

ان منافقوں کے لیے دعائے مغفرت کریں یا نہ کریں ہم تو انہیں نہیں بخشیں گے۔

بولو کہاں گیا وسیلہ حضور پاک ﷺ کی دعا سے بھی بخشش نہیں۔

جواب: اس بخشش نہ ہونے کی وجہ یہ ہی تھی کہ منافقین حضور پاک ﷺ کے وسیلہ کے انکاری تھے، سیدھے براہِ راست رب تک پہنچنا چاہتے تھے۔ چنانچہ تمہاری پیش کردہ پوری آیت یہ ہے:

واذا قیل لهم تعالوا یستغفر لکم رسول الله لووا رء وسهم ورایتهم یصدون وهم مستکبرون سواء علیهم الخ

یعنی جب منافقوں سے کہا جاتا ہے کہ آؤ رسول اللہ تمہارے لیے دعا کریں تو اپنا سر پھیر لیتے ہیں اور غرور کرتے ہوئے آپ کے پاس نہیں آتے۔ ان مردودوں بے وسیلوں کے لیے اگر آپ اپنے کرم کریمانہ سے دعا دے بھی دیں تو ہم تب بھی انہیں نہیں بخشیں گے کیونکہ وہ وسیلہ کے انکاری ہیں، مومنوں کے متعلق حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ سے فرماتا ہے:

وصل علیهم ان صلوٰتك سكنٌ لهم ۔

اے محبوب! آپ ان کے لیے دعا فرمائیں، آپ کی دعا ان کے دلوں کا چین ہے، یہ ہیں وسیلہ والے لوگ۔

وسیلہ کی تین صورتیں

حضور پاک ﷺ سے توسل کی تین صورتیں ہیں۔ توسل جنانی، توسل لسانی اور توسل عملی۔ توسل جنانی یہ ہے کہ دل میں عقیدہ رکھے کہ اللہ کی ہر رحمت حضور پاک ﷺ کے توسل سے ملے گی۔

بہ خدا خدا کا یہی ہے در نہیں اور کوئی مفر مقر
جو وہاں سے ہو یہیں آ کے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

حضور پاک ﷺ، اللہ کی رحمتوں کا دروازہ ہیں۔ دوسرے یہ کہ زبان سے بارگاہِ الٰہی میں حضور پاک ﷺ کے وسیلہ سے دعا کرے۔ الٰھی بجاہ نبیك بحق نبیك کہے یعنی خدایا اپنے نبی ﷺ کی عزت ان کے حق یا ان کے توسل سے مجھے یہ دے۔ توسل عملی یہ ہے کہ نیک اعمال حضور پاک ﷺ کی طرف سے کرے، نماز پڑھتا ہوں اللہ کے لیے، حضور پاک ﷺ کی طرف سے یا خود حضور ﷺ سے ہی رب کی رحمت مانگے یہ بھی توسل کی قسم ہے۔ یہ تمام توسل حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہیں۔ ابن ماجہ شریف وغیرہ میں ہے کہ دعائے حاجت حضور پاک ﷺ نے ایک نابینا صحابی رضی اللہ عنہ کو تعلیم فرمائی اس میں یہ الفاظ ہیں:

اللھم انی اسألك واتوجه الیك بمحمد نبی الرحمة یامحمدانی توجهت بك الیٰ ربی فی حاجتی هذه لتقضی اللھم فشفعه فی ۔

ابن ماجہ باب صلوٰۃ الحاجۃ عن عثمان ابن حنیف مسلم شریف میں ہے کہ حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی نے حضور سے عرض کیا، اسئلك مرافقتك فی الجنة میں آپ سے مانگتا ہوں کہ جنت میں آپ کے ساتھ رہوں۔ حضرت علی مرتضیٰ، حضورِ انور ﷺ کی طرف سے ہمیشہ قربانی فرماتے تھے۔ یہ تمام صورتیں توسل کی ہی ہیں اور اس آیتِ کریمہ پر عمل ہے اپنے اعمال حضور پاک ﷺ کے نام پر لگا دو تا کہ کل قیامت میں نہ ان کی تفتیش ہو نہ قرقی۔ سرکاری مال کی چنگی والے تفتیش نہیں کرتے اور دیوالیہ کے قرض میں اس کی قرقی نہیں ہوتی۔ (تفسیر نعیمی)

؎ موت و حیات میری دونوں تیری گلی میں
جینا تیری گلی میں مرنا تیری گلی میں

الدعاء بالوسیلہ

گناہ ہو جائے تو فوراً دعا کرو مگر کسی پیارے کے وسیلہ سے اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ اگر تمہارے بارے میں سزا کا فیصلہ ہونا تھا تو اس پیارے کے مکھڑے کی خاطر غضب الٰہی ٹھنڈا ہو جائے گا کیونکہ آگ پانی سے ٹھنڈی ہوتی ہے اور اللہ کا غضب حضور پاک ﷺ کی رحمت سے سرد ہو جاتا ہے اور دعا کا یہ وہ طریقہ ہے جو خود اللہ نے ہمیں بتایا ہے اور **ولو انهم اذظلموا انفسهم جاء وك** کی آیت میں آیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کتنا رحیم و کریم ہے کہ گناہ پر سزا دینے کی بجائے اس کی معافی کا طریقہ بتاتا ہے کہ درِ محبوب ﷺ پہ آ جاؤ اور وہاں آ کر مجھ سے گناہ کی معافی کی بھیک مانگو اور محبوب ﷺ کو فرما دیا کہ پیارے! (ﷺ) تو بھی ان کے لیے سفارش کر دے تیرے پاس آئے بغیر تو گناہ بھی معاف نہ کرا سکتے تھے اور جب تو ان کی سفارش کر دے گا تو گناہ بھی معاف ہو جائیں گے اور ربّ کو بھی پالیں گے۔ **لوجدوا الله توابًا رحيما** اور رحمت کے خزانے بھی لے کر لوٹیں گے۔

؎ جہاں گیا ہوں تیرا ذکر میرے ساتھ رہا
زہے نصیب یہ زادِ سفر زمانے میں

اور اے پیارے! (ﷺ) جو تیرے پاس آنے سے اور تیرا وسیلہ ماننے سے انکار کرتے ہیں۔ **واذا قيل لهم تعالوا يستغفرلكم رسول الله لووا ءوسهم** چونکہ وہ تیری شانوں کے منکر ہیں لہٰذا تو اگر اپنی رحمت للعالمینی کے باعث ان کے لیے ستر بار بھی دعا کرے گا تو **لن يغفر الله لهم** اللہ ایسے منحوسوں کو کبھی معاف نہیں کرے گا۔

؎ بہت سادہ سا ہے اپنا اصول زندگی کوثر
جو ان سے بے تعلق ہو ہمارا ہو نہیں سکتا

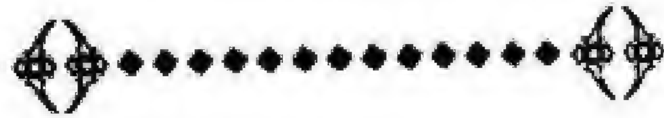
حضور ﷺ کے وصال کے تین دن بعد ایک شخص قبرِ انور پر آ کر حضور ﷺ کے

وسیلے سے دعا کرتا ہے ابھی دروازے سے باہر نہ نکلا تھا کہ حضور علیہ السلام مسجد نبوی میں سوئے ہوئے ایک صاحب کو خواب میں ملے اور فرمایا اس کو بلا کر کہو کہ تیرے گناہ معاف ہو گئے ہیں۔ (ابن کثیر)

ثابت ہوا کہ اب بھی کوئی اُمتی حضور پاک ﷺ کی زلفوں کا واسطہ دے کر دعا کرے تو حضور پاک ﷺ کی رحمت جھوم جھوم کر اس کا استقبال کرتی ہے۔

؎ وہی ہے طور جہاں پڑ گئی نگاہ تیری
وہی چمن ہے. جہاں مسکرا دیا تو نے

الحمدلله الذی لا مانع لحکمه ولاناقض لقضآء ہ والصلوٰة والسلام علٰی سید انبیاء ہ وسند اولیاء ہ وعلٰی احبابه المعارضین لاعدائه وما توفیقی الا بالله علیه توکلت والیه انیب وآخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمین ۔



(۱۱)

صحبت ونسبت کا اثر

الحمدلله الواحد القهار، العزيز الغفار، مكور الليل على النهار، تذكرة لأولى القلوب والأبصار، وتبصرة لذوى الألباب والاعتبار، الذى أيقظ من خلقه من اصطفاه فزهدهم فى هذه الدار، وشغلهم بمراقبته وادامة الأفكار، وملازمة الاتعاظ والادكار، ووفقهم للدأب فى طاعته، والتأهب لدار القرار، والحذر مما يسخطه ويوجب دار البوار، والمحافظة على ذلك مع تغاير الأحوال والأطوار۔

أحمده أبلغ حمد وأزكاه، وأشمله وأنماه۔

واشهد أن لا اله الا الله البر الكريم، الرؤف الرحيم، وأشهد أن محمدا عبده وسوله، وحبيبه وخليله، الهادى الى صراط مستقيم، والداعى الى دين قويم، صلوات الله وسلامه عليه وعلى سائر النبيين، وآل كل، وسائر الصالحين۔

امابعد فاعوذ بالله من الشيطن الرجيم ۔ بسم الله الرحمن الرحيم ۔

واصبر نفسك مع الدين يدعون ربهم باالغدوة والعشى يريدون وجهه ولاتعد عينك عنهم ۔ (الكهف:۲۸)

اے محبوب! اپنے آپ کو ان کے ساتھ رکھو (صحابہ کرام کو اپنی صحبت میں رکھو) جو صبح وشام رب کی رضا کے لیے اس کو پکارتے رہتے ہیں اور آپ کی نظر بس انہی پر رہے۔ (ان کو چھوڑ کر کسی اور طرف نہ پڑے)

صحبت صالح ترا صالح کند
صحبت طالح ترا طالح کند (مثنوی مولانا روم)

صحبت کا اثر حق ہے، اچھی صحبت انسان کو اچھا بنا دیتی ہے اور بُری صحبت کا اثر انسان پہ بُرا پڑتا ہے اسی لیے اچھوں کی صحبت اختیار کرنے کا حکم دیا گیا۔ وکونوا مع الصّٰدقین اور بُری صحبت سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے۔ فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین آگ کے پاس بیٹھو گے تو حرارت ملے گی، برف کے پاس بیٹھو گے تو ٹھنڈک پہنچے گی۔ عطار کی دُکان پہ بیٹھنے سے خوشبو آئے گی اور کوئلے کی دُکان پہ بیٹھنے سے کپڑے سیاہ ہو جائیں گے، باغ کے پاس سے گزرو گے تو مہک آئے گی اور غلاظت کے ڈھیر کے پاس سے گزرو گے تو دماغ متعفن ہو جائے گا۔

پھول کی صحبت سے مٹی میں خوشبو

حضرت سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں ایک دن حمام میں تھا کہ میرے کسی دوست نے مجھے مٹی دی جس سے خوشبو آ رہی تھی، میں نے اس مٹی سے پوچھا کہ تو مشک ہے یا عنبر؟ کہ تیری خوشبو نے مجھے مست کر دیا ہے تو مٹی نے مجھے جواب دیا کہ میں تو ناچیز مٹی ہی ہوں لیکن کچھ عرصہ پھول کی صحبت میں رہی ہوں اگر پھول کی خوشبو میرے اندر نہ آتی تو میں وہی ناچیز مٹی ہی تھی۔

گلے خوشبوئے در حمام روزے — رسید از دست محبوب بدستم
بد و گفتم کہ مشکے یا عبیری — کہ از بوئے دلاویزے تو مستم
بگفتا من گلے ناچیز بودم — ولیکن مدتے باگل نشستم
جمال ہمنشیں درمن اثر کرد — وگرنہ من ھما خاکم کہ ھستم

(گلستان ص ۵)

اگر حقیر و ناچیز مٹی کے اندر چند دن پھول کی صحبت میں رہنے سے خوشبو آ سکتی ہے تو ولی اللہ کی صحبت بندے کے اندر معرفت الٰہی کی خوشبو پیدا کیوں نہیں کر سکتی۔

اچھوں کی صحبت

اس لیے مولانا روم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ جو خدا کی بارگاہ میں بیٹھنا چاہے' وہ خدا کے محبوبوں کے پاس بیٹھے اس کو خدا کی بارگاہ میں بیٹھنے کے نظارے آئیں گے۔

ے ہر کہ خواہد ہم نشینی با خدا

او نشیند در حضور اولیاء

اور فرمایا اولیائے اللہ کے ساتھ ایک لحہ بیٹھنے سے سو سال کی بے ریا عبادت کا ثواب ملتا ہے بلکہ زیادہ

ے یک زمانہ صحبت با اولیاء — بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

امداد المشتاق ص ۵۴ مصنفہ اشرف علی تھانوی پہ ہے:

من اراد ان یجلس مع اللہ فلیجلس مع اھل التصوف ۔

''جو اللہ کے پاس بیٹھنے کی لذت پانا چاہے' وہ اہلِ تصوف (اولیاء کرام) کے پاس بیٹھے۔''

صحابی کو کس شئ نے یہ مقام دیا ہے کہ دنیا کے غوث قطب ابدال ایک صحابی کی شان کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ صحابی اس کو کہا جاتا ہے جو رسول پاک علیہ السلام کی صحبت میں بیٹھا ہو اس صحبت نے اس کو نجم ہدایت بھی بنا دیا اور رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ کا پروانہ بھی عطا کر دیا۔ تابعی کو صحابی کی صحبت نے تابعی بنایا ہے اور ان دونوں کے بارے میں حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جس نے مجھے دیکھا یا میرے دیکھنے والے کو دیکھا اس کو دوزخ کی آگ چھو بھی نہیں سکتی۔

جس طرح قطرہ دریا میں مل کر دریا ہو جاتا ہے اور دانہ کھیت میں مل کر کھیت بن جاتا ہے اسی طرح ناقص کو کامل کی صحبت کامل بنا دیتی ہے۔ مولائے روم نے اس طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

؎ سیل چوں آمد بدریا بحر گشت
دانہ چوں آمد بمزرع کشت گشت

بہت عمدہ کپڑا ہو مگر اس کو کوئی نہیں چومتا مگر معمولی کھدر جب قرآن پاک کا غلاف بن جاتا ہے تو جہاں قرآن کو چوما جاتا ہے' وہاں اس کپڑے کو بھی بوسے دیئے جاتے ہیں۔

مولانا روم فرماتے ہیں کہ اگر تجھے انبیاء اللہ کی صحبت نہ مل سکے تو قرآن کی تلاوت کر کے ان کے حالات پڑھ لیا کر' تجھے ان کی پاکیزہ ارواح سے فیض مل جائے گا۔

؎ ہست قرآں حالہائے انبیاء
ماہیان بحر پاک کبریا

اہلِ اللہ کی صحبت کا ادنیٰ فائدہ یہ ہے کہ ان سے تعلق رکھنے والا گناہ پر قائم نہیں رہتا' توفیقِ توبہ مِل جاتی ہے اور شقاوت سعادت سے تبدیل ہو جاتی ہے۔ بخاری کی روایت ہے۔ (ج ۲ ص ۹۴۸)

ھم الجلساء لایشقیٰ جلیسھم ۔

یعنی یہ ایسے مقبولانِ حق ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والا محروم اور شقی نہیں رہ سکتا۔ علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح بخاری فتح الباری (ج ۱۱ ص ۲۱۳) میں حدیث شریف کے اس جملہ کی یہ تشریح کی ہے۔

ان جلیسھم یندرج معھم فی جمیع مایتفضل اللہ بہ علیھم اکراما لھم ۔

اہلِ اللہ صالحین کی صحبت میں بیٹھنے والا انہیں کے ساتھ درج ہو جاتا ہے' ان تمام نعمتوں میں جو اللہ تعالیٰ اللہ والوں کو عطا فرماتا ہے اور یہ اہل اللہ کا اکرام ہوتا ہے جیسے معزز مہمان کے ساتھ ان کے ادنیٰ خدام کو بھی وہی اعلیٰ نعمتیں دی جاتی ہیں جو معزز مہمان کے لیے خاص ہوتی ہیں۔ پس اہلِ اللہ کے جلیس و ہمنشین کو بھی ان کی برکت سے اللہ تعالیٰ محروم نہیں فرماتا۔

پانی دودھ کی صحبت میں

پانی نے دودھ سے کہا' میں تجھ سے دوستی کرنا چاہتا ہوں اور اپنے آپ کو تیرے اندر فنا کرنا چاہتا ہوں کیونکہ تیری تو بڑی قدر ہے اور مجھے پوچھتا بھی کوئی نہیں جب پانی نے اپنے آپ کو دودھ میں فنا کر دیا تو جو قیمت دودھ کی تھی وہی پانی کی بھی ہوگئی۔ معلوم ہوا کہ جب تک کسی کی صحبت میں رہ کر اپنے آپ کو اس کے قدموں میں فنا نہ کر دیا جائے اس وقت تک قیمت نہیں پڑتی۔

دودھ نے پانی کو اپنا رنگ بھی دے دیا' ذائقہ بھی عطا کر دیا' قیمت بھی لگوا دی اور دوستی اتنی پکی ہوگئی کہ ایک کے بغیر دوسرے کو چین نہیں آتا۔ ایک دودھی نہر کے پاس آیا تو اس کے پاس دودھ ایک من تھا' نہر کو عبور کیا تو دودھ ڈیڑھ من ہو گیا (خدا جانے اس نے پانی ڈال دیا' یا خود ہی ڈل گیا) حلوائی کے پاس لے گیا اس نے آگ پہ رکھا' پانی جل گیا تو دودھ بے چین ہو کر اُبلنے لگا اس نے پھونک ماری مگر دودھ کا اضطراب ختم نہ ہوا جب دودھ اتنا وفادار ہے کہ جس کو ایک بار اپنی صحبت میں لے لیتا ہے پھر اس کو جدا نہیں ہونے دیتا تو جو ولیوں اور نبیوں کی صحبت میں آ کر ان کے قدموں پہ قربان ہو جائے پھر وہ کس قدر وفادار ہوں گے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم' حضورِ انور ﷺ کی صحبت میں آئے نہ رنگ' نہ قیمت مگر صحبتِ مصطفیٰ ﷺ نے رنگ بھی صبغۃ اللہ کا چڑھایا اور قیمت بھی اتنی لگوا دی کہ کوئی خرید نہ سکا۔

؎ جب تک بکے نہ تھے تو کوئی پوچھتا نہ تھا
تو نے خرید کر ہمیں انمول کر دیا

صدیقِ اکبر نے غار میں سانپ کے منہ میں ایڑھی رکھ کر اپنے آپ کو حضورِ انور ﷺ کے قدموں پہ فدا کر دیا اور مصطفیٰ ﷺ نے صدیق رضی اللہ عنہ کو روضے میں بلا کر دنیا میں وفاداری کی مثال قائم فرما دی۔

؎ بندہ مٹ جائے نہ آقا پہ وہ بندہ کیا ہے
بے خبر ہو جو غلاموں سے وہ آقا کیا ہے

دودھ کی بات شروع ہوئی تو ایک لطیفہ یاد آیا کہ حضرت عمر ؓ کے دور کا مشہور واقعہ ہے کہ ماں بیٹی رات کے وقت گھر میں جھگڑا کر رہی تھیں' ماں کہتی تھی دودھ میں پانی ڈال لیا جائے تا کہ کچھ رقم زیادہ مل جائے' بیٹی نے کہا' خلیفہ کو پتہ چل گیا تو سزا ملے گی۔ ماں نے کہا' خلیفہ کون سا یہاں دیکھ رہا ہے۔ بیٹی نے کہا' خدا تو دیکھ رہا ہے۔ معلوم ہوا کہ اس دور میں چھپ چھپا کر یہ غلط کام کیا جاتا تھا اور آج کل علی الاعلان ہو رہا ہے اور پھر قسم اُٹھا جاتے ہیں کہ ہم نے دودھ میں پانی نہیں ڈالا حالانکہ سب کے سامنے ملاوٹ کی ہے لیکن ملاوٹ کرنے والا اس لیے سچا ہو جاتا ہے کہ میں نے تو دودھ میں پانی نہ ڈالنے کی قسم اُٹھائی ہے اور میں اس میں سچا ہوں کیونکہ میں نے تو پانی میں دودھ ڈالا ہے۔

پہلے لوگ اتنے سادہ' بھولے بھالے اور ایمان دار ہوتے تھے کہ دودھ دوہنے سے پہلے گائے بھینس کو پانی نہیں پلاتے تھے کہ کہیں ملاوٹ نہ ہو جائے اور اب اتنے چالاک ہیں کہ دودھ دوہنے سے پہلے بالٹی کو ہی پانی پلا کر آدھی کر لیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ

نہ چکنائی نہ بالائی مگر خالص دودھ ہے بھائی

کہ دودھ دوہنے کے بعد بھینس بھی نہیں پہچان سکتی کہ یہ میرا دودھ ہے یا کسی اور کا اور مشہور ہے کہ پاکستان میں تو اب خالص دودھ یا کتا' بچھڑا پی سکتا ہے جو کہ دودھ والوں کی مجبوری ہے یا پھر داتا صاحب کے عرس پہ لاہور والوں کو خالص دودھ پینا نصیب ہوتا ہے (لیکن وہ تو سال کے بعد ہوتا ہے۔ کون جیتا ہے تیری زلف کے سر ہونے پر)

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے' میں نے تمہیں گوبر اور خون کے درمیان سے خالص دودھ عطا کیا ہے۔

من بین فرث و دم لبنا خالصا سائغا للشربین ۔

حالانکہ دونوں چیزیں نجس ہیں مگر دودھ پاک بھی ہے' خالص بھی' اللہ تعالیٰ تو نجاستوں کے مرکز سے خالص دیتا ہے اور یہ بے ایمان خالص دودھ کی شکل بھی نہیں دیکھنے دیتے۔

سبحان اللہ! جانور گھاس بنولہ وغیرہ کھاتا ہے تو ایک نالی میں خون بنتا ہے' دوسری

میں گوبر اور تیسری میں پیشاب اور چوتھی میں سے خالص دودھ نکلنا شروع ہو جاتا ہے اور مکسنگ نہیں ہوئی' وہ مشین جو اللہ نے ہر دودھ دینے والے جانور کے پیٹ میں لگا دی ہے کہ ایک طرف سے گوبر آ رہا ہے' دوسری طرف سے خون اور درمیان سے خالص دودھ نکل رہا ہے' آج تک ہزار ترقی کے باوجود سائنس نے ایسی ایک مشین بھی تیار نہیں کی اور نہ قیامت تک کر سکتی ہے۔

فتبارك الله احسن الخالقين .

ملاوٹ اچھی بھی ہوتی ہے اور بُری بھی' آٹے میں پانی ملا کر بسکٹ تیار کیا جاتا ہے' ملاوٹ ہے مگر اچھی اور کارآمد۔ آٹے میں گھی ملایا تو پراٹھا تیار ہو گیا' ناقص کامل ہو گیا' آٹے میں مٹی ملا دی تو کامل ناقص ہو گیا اور اگر آٹے میں زہر ملا دیا تو آٹا بھی فنا اور کھانے والا بھی فنا' اس طرح عباداتِ الٰہیہ میں جب حضور علیہ السلامؑ کی سنتیں اور توحید کے ساتھ رسالت کی ملاوٹ ہوگئی تو ایمان بنے گا اور اگر عبادت میں ریاء ونمود کی ملاوٹ ہوگئی تو عبادت بھی فنا اور کرنے والے کا بھی خانہ تباہ۔

اس سے ایک مسئلہ یہ بھی معلوم ہوا کہ جب بھی کامل اور ناقص ملتے ہیں تو نقصان ہمیشہ کامل کا ہی ہوتا ہے' ناقص کی تو قیمت بڑھ جاتی ہے جس طرح کہ پانی دودھ کے بھاؤ بکنے لگتا ہے لہٰذا ناقص چاہتا ہے کہ میں کامل میں مکس ہو جاؤں تاکہ میری قدر بڑھے۔

حضور علیہ السلام کے غلامو! صحیح العقیدہ مسلمانو! بدعقیدہ لوگ تو چاہتے ہیں تم سے مل جائیں اور تمہاری قدر گھٹا کر اپنی قیمت بڑھا لیں مگر یاد رکھو اس میں نقصان بہرحال تمہارا ہی ہے۔

بعض لوگ (سُنی) کہتے ہیں کہ گستاخوں کے جلسوں میں جانے سے ہمارا کچھ نہیں بگڑتا کیونکہ ہم جانتے ہیں غلط کیا ہے اور صحیح کیا ہے۔ میں عرض کروں گا کہ اگر آپ اتنے ہی سمجھ دار ہیں تو وہاں جانے کی کیا ضرورت ہے؟

نسبت روشن ضمیراں کم نہیں اکسیر سے
آب بھی پاتا ہے قیمت ملتا ہے جب شیر سے

اچھی، بُری صحبت کا اثر

جب صحبت کی یہ تاثیر و برکت ہے تو کیوں نہ نظام الدین اولیاء محبوبِ الٰہی ہو کر فرید الدین کی بارگاہ میں آئیں، فرید الدین زہد الانبیاء ہو کر قطب الدین کے دربار میں آئیں، قطب الدین، معین الدین کی سرکار میں آئیں، معین الدین غریب نواز، ہندالولی عطائے رسول ہو کر حضرت خواجہ عثمان ہارونی کی چوکھٹ پہ حاضری دیں جب یہ مقبولانِ بارگاہِ خداوندی صحبت کو اتنا ضروری قرار دیتے ہیں کہ خود کامل ہو کر کسی نہ کسی اکمل کی گدائی کر رہے ہیں اور ہماری طرح نہیں کہتے کہ جو کرتا ہے، خدا ہی کرتا ہے پھر ولیوں کے پاس جانے کی کیا ضرورت ہے؟ کیونکہ جانتے ہیں کہ ملتا تو خدا سے ہی ہے مگر جس کو اس نے نوازنا ہوا اپنے کسی کامل کی خدمت میں لگا دیتا ہے۔

؎ خدا دیتا ہے پر دیتا ہے اپنے یار کا صدقہ

سلطان العارفین کو بھی خدا سے ہی ملا، مگر کس طرح غوث اعظم کی چوکھٹ کے ذریعے ملا تبھی تو کہا!

؎ بغداد شہر دے ٹکڑے منگساں کرساں میراں میراں ہو

گولڑے شریف والوں کو سیال شریف سے ملا، سیال شریف کو تونسے شریف سے ملا، شرقپور شریف والوں کو کوٹلہ شریف سے، کوٹلہ شریف کو مکان شریف سے

؎ خدا دیتا ہے پر دیتا ہے اپنے یار کا صدقہ

نوح نبی کا بیٹا ہو کر بُری صحبت میں بیٹھ جائے تو اس کا ذکر مقام لعنت پہ ہوتا ہے اور کتا ہو کر اصحابِ کہف کے قدموں پہ بیٹھ جائے تو اس کا ذکر مقامِ مدح اور رحمت میں ہوتا ہے۔

وکلبھم باسط ذراعیہ بالوصید ۔ القرآن

پسر نوح بابداں بنشست خاندان نبوتش گم شد
سگ اصحابِ کہف روزے چند پئے نیکاں گرفت مردم شد (سعدی)

میاں محمد صاحب علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

؎ چنگے بندے دی صحبت یار وجویں دوکان عطاراں
سودا بھاویں لیے نہ لیے حلے اون ہزاراں
بُرے بندے دی صحبت یار وجویں دوکاں لوہاراں
کپڑے بھاویں کنج کنج بہیے چنکاں پہن ہزاراں

کسی عارف نے اچھی اور بُری صحبت کو کتنے عمدہ طریقے سے بیان فرمایا ہے۔

؎ تاتوانی دور شوا از یار بد — یار بد بدتر بوداز مار بد
ماربد تنہا ہمی برجاں زند — یار بد برجان و برایماں زند

جب تک ہو سکے بُرے دوست کی صحبت سے بچ کیونکہ یہ سانپ سے بھی زیادہ بُری ہے کیونکہ سانپ تو صرف تیری جان مار سکتا ہے اور بُری صحبت سے جان بھی گئی، ایمان بھی گیا۔

؎ ہمچو بلبل دوستی گل گزیں

بلبل کی طرح پھول کی صحبت اختیار کرتا کہ جنت کے پھولوں کا حق دار ہو جائے۔

گرتو سنگ خارۂ مرمر شوی — چو بصاحب دل رسی گوہر شوی

اگر تو پتھر ہے تو صاحبِ دل کی صحبت میں جا کر موتی ہو جائے گا۔ (مولانا روم)

تفسیر کبیر ج ۵ ص ۴۷۳ پہ امام رازی لکھتے ہیں کہ جب اصحابِ کہف نے کتے کو دُھتکار کر بھگانا چاہا تو اس نے بول کر کہا:

ماتریدون منی لا تخشوا جانبی انا احب اولیاء اللہ .

مجھ سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے، میں ولیوں کو بھونکنے والے کتوں میں سے نہیں ہوں بلکہ کتا ہو کر بھی ولیوں سے محبت کرتا ہوں، تم سو جاؤ، میں پہرہ دیتا ہوں۔ میاں صاحب فرماتے ہیں، کتے نے عرض کیا:

؎ نہ میں بھونکاں نہ میں ٹونکاں نہ میں شور مچاواں
نیکاں دے سنگ رَل کے کدھرے میں وی بخشیا جاواں

امداد المشتاق ص ۱۵۷ اور ص ۱۰۲ پہ اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں کہ ایک بزرگ (حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمۃ) کی نظر ایک دن ایک کتے پہ پڑ گئی تو وہ کتا اس قدر

صاحب کمال ہو گیا کہ وہ آگے آگے ہوتا اور سارے شہر کے کتے اس کے پیچھے پیچھے ہوتے اور جہاں وہ بیٹھتا اس کے اردگرد سارے کتے حلقہ بنا کر بیٹھ جاتے پھر لکھتے ہیں کہ جن کے فیض سے ایسی بدترین مخلوق بھی محروم نہیں رہتی بھلا اشرف المخلوقات (انسان) کیوں محروم رہے گا۔

ص ۱۱۳ پہ لکھتے ہیں کہ فیض کا یہ سلسلہ مرنے کے ساتھ ختم نہیں ہو جاتا بلکہ ''فقیر کی قبر سے بھی وہی فائدہ حاصل ہوتا ہے جو اس کی ظاہری زندگی سے'' اور لکھا ہے کہ میں نے خود حضرت کی قبر سے وہی فائدہ اُٹھایا جو حالتِ حیات میں اُٹھایا تھا۔

نوح علیہ السلام کا بیٹا

لوگ کہتے ہیں، نوح علیہ السلام نبی ہو کر اپنے بیٹے کو نہ بچا سکے تو ولی تمہیں کیا فائدہ دیں گے، میں عرض کروں گا' نبیوں کے غلاموں کی صحبت کی برکت ہے تو کتوں کو فیض مل رہا ہے' کنعان اس لیے نہ بچا کہ اس نے نبی کی صحبت کی برکت سے انکار کر دیا تھا اور کہا تھا:

ساوی الی جبل یعصمنی من الماء ۔

''میں پہاڑ کی پناہ لے کر پانی سے بچ جاؤں گا۔''

معلوم ہوا نبی کا بیٹا بھی ہو مگر نیکوں کی صحبت کا منکر ہو جائے تو تباہ ہو جاتا ہے اور کتا اگر نیکوں کی صحبت میں آ جائے تو بچ جاتا ہے۔

صالح علیہ السلام کی اونٹنی' عیسیٰ علیہ السلام کا گدھا اور حضور علیہ السلام کی سواری کیوں جنت میں جائے گی؟ صحبت کی برکت سے۔

جب جانور صحبت نیکاں سے فیض پا رہے ہیں تو میں صدیق و فاروق کے قدموں پہ کیوں نہ قربان ہو جاؤں جو آج بھی نبی علیہ السلام کی صحبت میں جنت کے مزے لے رہے ہیں۔

تمام اُمت کا متفقہ عقیدہ ہے کہ حضور علیہ السلام کے جسم اقدس کے ساتھ جو آج مٹی لگی ہوئی ہے اس کی شان عرش معلیٰ سے بھی زیادہ ہے' کیوں؟ صحبت کی برکت سے۔

کیا وجہ ہے کہ دریا تو پاک ہوتے ہی ہیں مگر پاکپتن میں بابا فرید کے دریا کا ''پتن''

بھی پاک ہے؟ فرید کے قدموں کی صحبت کی برکت سے۔

یہ مثل سچ ہے کہ ہو جاتا ہے صحبت کا اثر

آدمی کیا؟ در و دیوار بدل جاتے ہیں

حق باہو سلطان باہو تیرے طوسے پڑھن قرآن باہو' کیوں؟ صحبت کی برکت سے

حیدر آباد دکن میں حضرت شاہ عالم علیہ الرحمۃ کے مزار پہ ایک طوطا تھا جس کو پورا قرآن یاد تھا' آپ اس سے دور فرماتے تھے' وہ قبر سے باہر بیٹھ کر قرآن پڑھتا اور آپ قبر کے اندر سنتے پھر آپ قبر کے اندر سے پڑھتے اور وہ باہر سے سنتا۔

جانوروں پہ صحبت کا اثر

جب جانور صحبت اولیاء کا فیض پا رہے ہیں تو کون جانور ہے جو کہتا ہے صحبت کا اثر نہیں ہوتا۔

حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی علیہ الرحمۃ کی بارگاہ میں ایک بلی رہتی تھی جتنے مہمانوں نے آنا ہوتا تھا' وہ اتنی بار میاؤں میاؤں کرتی تھی۔ ایک دن ایک مرتبہ میاؤں کیا مگر مہمان دو آگئے' پتہ چلا کہ دوسرا روزے سے ہے۔

ثابت ہوا کہ عمل کا اثر صرف انسانوں پر ہوتا ہے اور صحبت کا اثر در و دیوار پر بھی ہو جاتا ہے۔ جس جگہ قوم ثمود پر عذاب آیا تھا' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس جگہ سے پانی لے کر آٹا گوندھا تو حضور علیہ السلام نے آٹا استعمال کرنے سے منع فرما دیا کہ یہ عذاب والی جگہ کے پانی سے گوندھا گیا ہے حالانکہ جگہ نے تو گناہ نہ کیا تھا۔ وادی محسر میں سے دورانِ حج تیزی سے کیوں گزر جاتے ہیں اس لیے کہ وہاں شیطان بیٹھ کر حضور علیہ السلام کی دعا کی قبولیت پہ حسرت کے آنسو بہاتا رہا تھا۔

میدانِ منیٰ میں پتھر کے ستونوں کو کنکر اس لیے تو مارتے ہیں کہ وہاں شیطان ٹھہرا تھا اور اس کی صحبت بد کی نحوست ہے کہ آج تک وہاں کنکر مارے جا رہے ہیں حالانکہ شیطان اتنا بے وقوف نہیں ہے کہ آج تک پتھر کھانے کے لیے وہاں رُکا رہے تو جب شیطان کی بُری صحبت کا بُرا اثر ہو جاتا ہے تو عبادالرحمٰن کی اچھی صحبت اچھا اثر کیوں نہیں کرتی۔

سعدی فرماتے ہیں کعبہ کے غلاف کو کیوں چومتے ہیں' کیا وہ ریشم کے کیڑے سے برآمد نہیں ہوا؟ مگر اس لیے کہ اس کو چند روز کعبے کی صحبت نصیب ہوگئی۔

؎ جامۂ کعبہ را می بوسند او نہ از کرم پیلہ نامی شد
با عزیزے نشست روزے چند لاجرم ھمچو او گرامی شد

حضرت مالک بن دینار علیہ الرحمۃ کا ایک آتش پرست سے وجود باری تعالیٰ کے متعلق مناظرہ ہوگیا' آتش پرست نے کہا! ہم دونوں آگ میں ہاتھ ڈالتے ہیں جس کا ہاتھ بچ گیا' وہ سچا جس کا جل گیا' وہ جھوٹا۔ چنانچہ دونوں نے ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑا اور آگ میں ڈال دیا' تھوڑی دیر بعد ہاتھ نکالے تو دونوں ہاتھ صحیح سلامت نکلے' آپ بڑے حیران ہوئے کہ یا اللہ! یہ کیا ماجرا ہے' میں نے ستر سال تیری عبادت کی ہے اور اس نے ساری عمر آگ کی پوجا کی ہے پھر بھی دونوں کے ہاتھ جلنے سے بچ گئے۔ حکم ہوا وجہ یہ ہے کہ اس کا ہاتھ تیرے ہاتھ میں تھا' اس کو کہو اگر سچ جھوٹ کی پہچان کرنی ہے تو علیحدہ اپنا ہاتھ آگ میں ڈالے پھر دیکھے کیسے بچتا ہے' یہ تو تیرے ہاتھ کی برکت تھی کہ بچ گیا۔

؎ ہر کہ خواہد ہم نشینی باخدا
اور نشیند در حضور اولیاء

نکات فیض صحبت

☆......حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب اپنی بت پرست قوم کو یہ فرما کر ترک کیا:

واعتزلکم وماتعبدون من دون اللہ ۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فلما اعتزلھم وما یعبدون من دون اللہ وھبنالہ اسحاق و یعقوب ۔

ہم نے اس کے بعد ابراہیم علیہ السلام کو اسحٰق علیہ السلام اور یحیٰی علیہ السلام جیسے عظیم المرتبت فرزند عطا فرمائے۔

☆......صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما دورانِ سفر حج ان مقامات کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر وہاں سجدے کرتے تھے جن جگہوں پہ حضور علیہ السلام نے کسی موقع پہ

دورانِ سفر پڑاؤ کیا ہوتا تھا۔

؎ تیرا سنگ در جو نہ مل سکا تیرے راہ گزر کی زمین سہی
ہمیں سجدہ کرنے سے غرض ہے جو وہاں نہیں تو یہیں سہی

☆...... امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ مدینہ کے راستوں کے ذروں کو چومتے تھے صرف اس لیے کہ حضور علیہ السلام کے قدم ان پر لگے ہوں گے۔

☆...... روح البیان میں ہے کہ ایک آدمی ایک رسی کو آگ لگانے کی کوشش کر رہا تھا مگر اس کو آگ نہ لگ رہی تھی' سوچ میں پڑ گیا آخر انکشاف ہوا کہ جس اونٹ کے گلے میں یہ رسی تھی اس پر سوار ہو کر کسی نے دس حج کیے ہیں۔

☆...... بازار میں ایک شخص سنگترے بیچتا ہوا اعلان کر رہا تھا ''چنگے سنگترے'' لوگوں کو خبر بھی نہ تھی مگر ایک مست کو وجد آ گیا کیونکہ اس میں صحبت نیکاں کا نکتہ تھا کہ چنگے سنگ ترے (اچھوں کے ساتھ مل جاؤ تر جاؤ گے)

؎ تاڑنے والے بھی قیامت کی نظر رکھتے ہیں

خواجہ باقی باللہ اور نانبائی

خواجہ باقی باللہ نے نانبائی کو خوش ہو کر فرمایا' مانگ کیا مانگتا ہے؟ سادہ آدمی تھا اس نے کہا' اپنے جیسا بنا دیں' آپ نے توجہ فرمائی اور تھوڑی دیر کے بعد باہر نکلے تو لوگ پہچان نہ سکے کہ باقی باللہ کون ہے اور نانبائی کون ہے۔ اقبال کہتے ہیں

؎ خدرا فروز د مرا درس حکیمان فرنگ
سینہ افروخت مرا صحبت صاحب نظراں

مگر نانبائی فیض کا دریا برداشت نہ کرتے ہوئے لڑکھڑا رہا تھا اور خواجہ باقی باللہ قائم و دائم تھے۔ چنانچہ تین دن کے بعد نانبائی جاں بحق ہو گیا۔ یہ توجہ جو خواجہ نے نانبائی پہ فرمائی' صوفیائے کرام اس کو توجہ اتحادی کہتے ہیں کہ جہاں توجہ کنندہ (مرشد کامل) مرید کے ظاہر کو بھی بدل دیتا ہے اور باطن کو بھی۔ ظاہر کو تو ہم بھی بدل لیتے ہیں' کبھی کسی کی نقل اُتار لیتے ہیں' کبھی کسی کی مگر اللہ والے صرف قالب ہی نہیں' قلب بھی بدل کے رکھ دیتے

ہیں۔

جس طرح حضور علیہ السلام کی نگاہِ کرم غارِ ثور میں تین دن تک ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے چہرے پہ پڑتی رہی اور جب غار سے باہر نکلے تو لوگ پہچان نہ سکے کہ غلام کون ہے اور آقا کون ہے۔ چنانچہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی پگڑی اُتار دی اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سرانور پہ تان لی۔ (دھوپ سے بچانے کے لیے نہیں کیونکہ دھوپ سے تو بادل بچاتا تھا بلکہ یہ بتانے کے لیے کہ) میں غلام ہوں آقا صلی اللہ علیہ وسلم تو یہ ہیں جو آج مدینہ بسانے کے لیے آ رہے ہیں۔ تو کل

بزمِ کونین سجانے کے لیے آپ آئے
شمع توحید جلانے کے لیے آپ آئے
ایک پیغام جو ہر دل میں اُجالا کر دے
ساری دنیا کو سنانے کے لیے آپ آئے
ایک مدت سے بھٹکتے ہوئے انسانوں کو
ایک مرکز پہ بُلانے کے لیے آپ آئے
ناخدا بن کے اُبلتے ہوئے طوفان میں
کشتیاں پار لگانے کے لیے آپ آئے

نسبت کی اہمیت

بڑے بڑے فصیح و بلیغ اور قوتِ بصارت و سماعت میں اپنے آپ کو سب سے آگے سمجھنے والے نسبت و تعلق نہ ہونے کی وجہ سے قرآن کی نظر میں بہرے، گونگے اور اندھے قرار پائے اور اپنے آپ کو عقل کل سمجھنے والے اللہ کے محبوب کے قدموں سے نسبتِ غلامی کی نعمت سے محروم ہونے کی وجہ سے عقل سے کورے ٹھہرے۔ (صم بکم عمی فھم لایعقلون) بلکہ چلتے پھرتے اور کھاتے پیتے بھی مردہ ٹھہرے۔ (اموات غیر احیاء، فانك لاتسمع الموتی) تفاسیر میں ہے کہ ان مردوں سے مراد کافر ہیں۔ کیا یہ واقعتاً اندھے، بہرے، گونگے، بے عقل اور مردہ تھے؟

ہے سوچنے کی بات اسے بار بار سوچ

اور جن کو نسبتِ غلامی حاصل تھی، ان کے جسموں کے ٹکڑے بھی ہو گئے، ان کے جنازے بھی پڑھے گئے، ان کو دفن بھی کر دیا گیا، عورتیں بیوہ، بچے یتیم اور وراثت تقسیم ہو گئی مگر فرمایا:

بل احیاء ولکن لایشعرون ۔

''وہ زندہ ہیں مگر تمہیں ان کی زندگی کا شعور نہیں ہے۔''

پہلوں کو زندہ نہ کہو وہ تو مردہ ہیں اور دوسروں کو مردہ نہ کہو وہ تو زندہ ہیں۔

موت کو سمجھا ہے غافل اختتام زندگی
ہے یہ شام زندگی صبح دوام زندگی

جس غلام کو حضور پاک ﷺ سے نسبت غلامی نصیب ہوئی' وہ سب کا آقا بن گیا' کعبہ کی چھت پہ کھڑا ہو گیا اس کے قدموں کی آواز جنت میں پہنچ گئی' پہلے ہر کوئی اس کو غلام کہتا تھا لیکن جب حضور پاک ﷺ نے اس کو غلام بنایا تو سردار عمر بن خطاب بھی اس کو سیدنا بلال کہہ کر پکارنے لگے۔

جن جوڑوں کو حضور پاک ﷺ کے قدموں سے نسبت ہوگئی' معراج کی رات فرشتوں کے سردار نے ساتھ جانے سے معذرت کر لی مگر جسم کے کپڑے اور پاؤں کی نعلین عرش پہ ساتھ جا رہی ہے۔

کاغذ ایک ہی ہوتا ہے اس کے کچھ حصے پہ آپ پکوڑے رکھ کر کھاتے ہیں اور کاغذ گندی نالیوں میں پھینک دیتے ہیں اور اسی کاغذ کا دوسرا حصہ قرآن کا ورق بن جاتا ہے' اس کو چوما جاتا ہے کیونکہ اس کو کلامِ الٰہی کے ساتھ نسبت ہوگئی ہے۔ لکڑی ایک ہی ہے اس کی کرسی بنتی ہے جس پہ آپ بیٹھ جاتے ہیں اور اسی کی رحل بنتی ہے۔ جس پہ قرآن رکھا جاتا ہے اس کو چوم کر اونچی جگہ پہ رکھتے ہیں جہاں قرآن وہیں رحل' ایک کپڑے کا پاجامہ' ایک کا غلاف' وہ پہنا جائے' یہ چوما جائے پھر بھی نسبت کا انکار؟

خدا نے آگ کو فرمایا:

ینار کونی بردًا وسلامًا علٰی ابراهیم ۔

ابراہیم علیہ السلام کے دل میں خیال آیا' مولیٰ! میں تیرا خلیل ہوں اور تو مجھ سے خطاب کرنے کی بجائے آگ کو شرف ہم کلامی عطا کر رہا ہے؟ اشارہ ہوا کہ اس سے پہلے بھی کبھی آگ سے مخاطب ہوا ہوں؟ پیارے! تیری ہی نسبت کی وجہ سے تو آگ سے

مخاطب ہو رہا ہوں۔

اللہ تعالیٰ رب العالمین ہے، ساری زبانوں میں کلام فرما سکتا ہے لیکن عربی زبان کو منتخب فرمانے کی وجہ کیا ہے حالانکہ انگلش ہر جگہ بولی جاتی ہے، اردو بین الاقوامی زبان ہے پنجابی اللہ کے بے شمار ولیوں کی زبان ہے مگر قرآن کی زبان عربی کیوں؟ اس لیے کہ صاحبِ قرآن کی زبان عربی ہے، محبوب ﷺ کی زبان عربی ہے تو قرآن بھی عربی میں آنے لگا۔

نماز اگر اپنی زبان میں پڑھو گے تو قبول نہیں ہے چاہے ہر حرف کی سمجھ آتی رہے مگر رسول پاک کی زبان (عربی) میں پڑھو چاہے ایک حرف کی سمجھ بھی نہ آئے مگر قبول ہے، کیوں؟ اللہ کو اپنے نبی کی نسبت والی ہر شئی پیاری ہے۔ تمہیں اپنے طوطے مینا سے چونکہ پیار ہوتا ہے اس لیے وہ بولتا ہے تو چاہے خود بھی اپنی بولی نہ سمجھے مگر وہ پیارا ہی لگتا ہے۔

ساڈے نبی دی زبان ساڈے واسطے قرآن
کسے ہور دا بیان چنگا لگدا ای نئیں
دل نبی دے نظارے کولوں رجدا ای نئیں
سوہنا ایہو جیہا جگ وچوں لبھدا ای نئیں
کہیا آپ خدا جبرئیلا تو جا
میرے نبی نوں لیا عرش سجدا ای نئیں

یہود و نصاریٰ کو نسبت کا فائدہ

یہودیوں اور عیسائیوں کے کافر ہونے میں کیا شک ہے لیکن پھر بھی ان کی عورتوں سے مسلمانوں کا نکاح جائز اور ان کا کھانا جائز، اس کی وجہ علماء کرام یہی بیان فرماتے ہیں کہ ایک طرح سے کسی نہ کسی نبی کے ساتھ انہوں نے اپنے آپ کو منسوب کر رکھا ہے۔ یہودی موسیٰ علیہ السلام کی طرف اور عیسائی عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نسبت رکھتے ہیں اگرچہ جھوٹی ہی سہی مگر ہے تو سہی لہٰذا ان کی جھوٹی نسبت کا بھی ان کو فائدہ ہو گیا کہ ان کا ذبیحہ حلال اور ان کی عورتوں سے نکاح جائز۔ اگرچہ:

ان الذین یکفرون باللہ ورسلہ...... اولئك ھم الکفرون حقا ۔

ہیں اس سے اندازہ لگالو کہ سچی نسبت کا مقام کیا ہوگا۔

ارے خدا تو اپنی ربوبیت کو بھی اپنے محبوب ﷺ کی نسبت سے بیان فرماتا ہے۔

واذ قال ربك للملائكة ۔ ادع الی سبیل ربك ۔ وما کان ربك نسیا ۔

وما کان عطاء ربك محظورا ۔ فلاو ربك لایؤمنون ۔

تیرا رب' تیرا رب' تیرا رب' تیرا رب' تیرا رب

سبحان اللہ ما اجملك ما احسنك ما اکملك ۔

کتھے مہر علی کتھے تیری ثناء

گستاخ اکھیاں کتھے جا لڑیاں

اچھی نسبت کی مثالیں

معمولی شئی کو سرکار سے نسبت ہو جائے اگرچہ خاک کے ذرے ہی ہوں مگر عرشِ معلیٰ سے افضل ہو جائیں اگرچہ چمڑے کا جوتا ہو' عرش سے اوپر جائے' ایسا کیوں ہے اس لیے کہ نکرہ جب مضاف ہو جائے' معرفہ کی طرف تو وہ بھی معرفہ ہو جاتا ہے اس کی نکارت ختم ہو جاتی ہے۔

کون جانتا تھا پرویز مشرف کیا بلا ہے' نسبت حکومت ملی تو پوری دنیا میں مشہور ہو گیا۔

نسبت ہی کی وجہ ہے کہ پانی دودھ کے بھاؤ بکتا ہے' کتے کو جنت ملتی ہے اور تین سو نو سال تک وہ کتا ولیوں کی چوکھٹ کی نسبت کی برکت سے بھوکا پیاسا بیٹھا رہا ورنہ ولیوں کے دشمن کو تین دن بھوکا پیاسا رکھو' چوتھے دن اکڑ کر کریلا نہ بن جائے تو مجھے پکڑ لینا۔

قرآن میں جہاں بھی اصحابِ کہف کا ذکر آیا ہے' ساتھ ان کے کتے کا بھی ذکر آیا ہے۔

ایک ایک آیت میں کئی کئی بار سیقولون ثلثة رابعھم کلبھم ویقولون خمسة سادسھم کلبھم' و یقولون سبعة وثامنھم کلبھم ۔

اگر کوئی آپ سے پوچھے کہ فلاں بندے کا کیا حال ہے اور آپ جواب میں کہیں' وہ

ایسے بیٹھا ہوا تھا تو وہ کہے گا' بھائی بیٹھنے کی حالت کو بیان کرنے کی کیا ضرورت ہے مگر خدا نے نسبت والے کتے کے بیٹھنے کی حالت کو بھی بیان فرمایا ہے۔

وکلبھم باسط ذراعیہ بالوصید ۔

وہ ولیوں کی چوکھٹ پہ بازو پھیلا کر بیٹھا رہا اور تین سو نو سال بیٹھا رہا۔

؎ جو لگن میں تیری نکل گئے' وہ ڈرے نہ دریائے پُر خطر سے
گئے کود آنکھوں کو بند کر کے نہ آر دیکھا نہ پار دیکھا

؎ ہم سے نہ پوچھ کہ کدھر بیٹھ گئے
تیری محفل میں غنیمت ہے جدھر بیٹھ گئے

''حضرت داغ جہاں بیٹھ گئے' بیٹھ گئے''

؎ وقت کے چنگیز چلاتے رہے خنجر
ہم شکر کے سجدے تہہ شمشیر کریں گے
بے ساختہ تیرے بھی نکل آئیں گے آنسو
؎ پیش تجھے تیری ہی تصویر کریں گے

نسبت صحابیت

ایک ماں کے دو بیٹے ہیں' قسمت جدا جدا ہے۔ ایک ملک کا بادشاہ ہے' دوسرا در در کا گدا ہے۔ وہ بھی انسان ہیں کہ جن کو نبی علیہ السلام سے نسبت صحابیت نصیب ہوتی ہے تو جن جانوروں پہ سوار ہوتے ہیں' خدا ان جانوروں کے قدموں کی خاک کی قسم یاد فرماتا ہے۔ (والعادیات ضبحًا) اور وہ بھی انسان ہیں جو اس نسبت سے محروم ہیں تو ان کو فرمایا گیا' اولئک کالانعام بل ھم اضل یہ تو جانوروں سے بھی گئے گزرے ہیں۔

؎ محمد کی نسبت بڑی چیز ہے
خدا دے یہ نعمت بڑی چیز ہے

گندہ نالہ پلیدی و نجاست کا مرکز و منبع ہے مگر جب دریا سے نسبت ہو جاتی ہے تو دریا اس کو بھی پاک کر دیتا ہے۔ کتا ہو کر ولیوں کے دامن سے وابستہ ہو جائے تو نسبت

سے محروم انسان دوزخ میں اور نسبت والا کتا جنت میں۔

؎ بھریا جہاز ولایت والا تے مارے سد مہانا
پڑھ لو کلمہ رکھ لو سنت جس نے جنت جانا

یہ محرومی نہیں تو کیا ہے' دنیا داروں کی تعریف کرو اور کہو کہ فلاں چوہدری بڑا سخی ہے کہ اس گھر سے روزانہ سو افراد کھانا کھاتے ہیں اور داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے دربار سے دس ہزار افراد روزانہ مفت میں کھانا کھائیں تو داتا کی سخاوت کا انکار کرو۔ خواجہ کے در پہ پورا ہندوستان پلے تو اس کی سخاوت کی بات نہ کرو اور غوث اعظم کا ذکر نہ کرو جس کی گیارہویں شریف سارے جہان میں منائی جارہی ہے اور ساری دنیا پل رہی ہے۔

اسیں ایویں نئیں ولیاں دا در ملدے رب ملن دا ولی سبب ہندا
کوئی ملے تقدیر بدلان والا ہتھ ولی دے معاملہ سب ہندا
جیہڑا عمر وچ کم نہ ہو سکے بوئے ولی تے کم اور جھب ہندا
سو گز رسہ تے سرے تے گڈیارو' جدے ولی ہووے اودے رب ہندا

محمد کی نسبت بڑی چیز ہے

محمد علی پاکستان کا حکمران ہوا ہے' کرکٹ دیکھنے لگا' دل میں شوق پیدا ہوا کہ چار بلے لگا لے' بلہ ہاتھ میں لیا ابھی دو ہی لگائے تھے کہ شوق پورا ہو گیا' وہی چار روپے والا بلا جس کو محمد علی کا ہاتھ لگا' دو لاکھ روپے کا بک گیا تو جس کو مدینے والے کا ہاتھ لگ جائے' وہ کیوں نہ انمول ہو جائے اور جس کا بازارِ مصطفیٰ ﷺ میں سودا ہو جائے اس کو کون خریدے اور جو زلفِ مصطفیٰ ﷺ کا خریدار ہو اس کی نگاہوں میں ساری دنیا کے سامان کی کیا اہمیت ہو سکتی ہے۔

؎ منم خاک درِ کوئے محمد — اسیر حلقۂ موئے محمد
قتیل نوک شمشیر نگاہش — شہید تیغ ابروئے محمد

؎ الٰہی رنج و غم کافور کر دے — یہ سینہ نور سے معمور کر دے
نبی کی کالی زلفوں کا تصدق — سیاہی میرے دل کی دُور کر دے

☆......حضرت حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک داڑھی منڈے سید کی تعظیم کی‘ اس کو پالکی میں بٹھایا‘ پالکی کو کندھوں پہ اُٹھایا‘ کسی نے اعتراض کیا کہ داڑھی منڈا تو فاسق ہوتا ہے اور فاسق کی تعظیم تو حرام ہے‘ آپ نے فوراً فرمایا‘ بشرطیکہ سید نہ ہو کیونکہ سید کی تعظیم بر بنائے فسق نہیں بلکہ بر بنائے نسبت نسب رسول ﷺ ہے۔ فرمایا‘ تم سو برس بھی دین پڑھتے رہو‘ عالم مفتی محدث بن سکتے ہو مگر سید نہیں بن سکتے‘ اپنے آپ کو تو بدل سکتے ہو مگر اپنا باپ نہیں بدل سکتے ہو۔

حضرت جنید نے اس نسبت کا احترام ہی تو کیا تھا جس نے ان کو رستم زماں (پہلوان) سے قطب دوراں بنا دیا۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت فرماتے ہیں کہ سید اگر بد عمل بھی ہو تو اس کی اصلاح پیار سے کرو اور یوں سمجھو کہ لعل ہے جو غلاظت میں لتھڑ گیا ہے‘ اس کو دھوئیں گے تو پھر لعل کا لعل ہی ہے۔

(وصلی اللہ تعالیٰ علی محمد (ﷺ) قدر حسنہ و جمالہ وجودہ ونوالہ واصحابہ والہٖ فی کل حین وان بعدد معلومات الرحمٰن)

یہاں پہ ایک حدیث پاک بھی یاد رکھیں کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

من تشبہ بقوم فھو منھم (او کما قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم)

”جو اپنے آپ کو کسی قوم سے (منسوب کرلے) مشابہ بنالے‘ وہ انہی میں سے ہوگا تو جس طرح المرء مع من احب والی حدیث کے مطابق حضور علیہ السلام کی سنتوں اور اداؤں کو اپنانے والے قیامت کے دن حضور علیہ السلام کے ساتھ ہوں گے اسی طرح مسلمان ہو کر غیر مسلموں کافروں اور ہندوؤں کے تہوار منانے والے قیامت کے دن ان کے ساتھ ہوں گے چونکہ نسبت کی رحمت کو بیان کیا ہے تو نسبت کے بعینہ حروف ”بسنت“ کے اندر پائے جاتے ہیں اور بسنت کا زور و شور بھی ہے لہٰذا بہتر ہے کہ اس

خطاب میں ضمنی طور پر نسبت کی رحمت کے ساتھ بسنت کی لعنت کو بھی بیان کر دیا جائے۔ یا یوں سمجھو کہ اچھی نسبت بیان ہو چکی اب بُری نسبت جس کی ایک بدترین مثال بسنت ہے لہٰذا موقع محل کے مطابق اس کی چند قباحتیں ملاحظہ ہوں۔

بسنت ایک لعنت

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وات ذاالقربی حقهٗ والمسکین وابن السبیل ولا تبذر تبذیرا . ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین وکان الشیطن لربه کفورا . (بنی اسرائیل: ۲۷-۲۶)

''اور رشتہ داروں کو ان کا حق دو اور مسکین اور مسافر کو اور فضول نہ اُڑاؤ بے شک فضول اُڑانے والے شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے''۔

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

فضول خرچی

بسنت کے تہوار ناہموار میں اگر کوئی اور خرابی نہ بھی مانی جائے تو اس میں زبردست قسم کی فضول خرچی ایسی بُرائی ہے کہ اس کی قباحت اس سے بڑھ کر اور کیا بیان کی جائے کہ یہ انسان کو شیطان کا بھائی بنا دیتی ہے اور ظاہر بات ہے کہ جب شیطان بھائی ہو جائے تو ایسے بھائی کے ہوتے کسی اور دشمن کی کیا ضرورت باقی رہ جاتی ہے۔ ان الشیطن للانسان عدو مبین ۔ حالانکہ اس میں وقت کا شدید ضیاع ہے اور وقت ایسی نعمت ہے کہ جس کی قرآن میں رب العالمین نے قسم یاد فرمائی ہے۔ (والعصر) مشرکین اور بدترین کافر ہندوؤں کی موافقت پائی جاتی ہے جو بذاتِ خود ایک شدید گناہ ہے۔

یہ رسم منانے سے ہندو کلچر کو فروغ ملتا ہے جبکہ مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنے معاشرے سے ہندو کلچر کو دُور رکھیں اور ارشادِ نبوی ہے:

خالفوا الیهود والنصری .

''یہود و نصاریٰ (یعنی غیر مسلموں) کی مخالفت کرو۔''

حضور علیہ السلام نے صحابہ کرام ﷺ اور اہلِ مدینہ کو نو روز اور مرجان کے تہوار منانے سے منع فرمایا تھا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے خوشی کے اظہار کے لیے ہمیں عیدالاضحیٰ اور عیدالفطر کے دن عطا فرمائے ہیں جن میں اہلِ اسلام کے لیے عبادت کے ساتھ ساتھ خوشی اور تفریح کا انتظام بھی موجود ہے۔

آپ (ﷺ) نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جو قوم کسی دوسری قوم کے ساتھ مشابہت کرے گی' آخرت کے دن وہ اسی کے ساتھ ہی اُٹھائی جائے گی۔ بسنت منانے سے ہندو قوم کی مشابہت اور اس کے کلچر کے فروغ کا شدید خطرہ ہے۔

ہر سال کئی بے گناہ افراد اور معصوم جانیں گلے پہ ڈور پھر جانے سے' مکانوں کی چھتوں سے گر جانے سے اور پتنگیں لوٹتے ہوئے سڑکوں پہ حادثات کے اندر ضائع ہو جاتی ہیں جن کے قتل کی ذمہ داری اس غیر اسلامی تہوار کو فروغ دینے والوں پر ہوتی ہے۔ یہ کتنا بڑا گناہ ہے۔ **فکانما قتل الناس جمیعا** ایک جان کو بے گناہ ضائع کرنا ساری انسانیت کو قتل کرنے کے مترادف ہے۔

جمعہ مسلمانوں کی عید اور بسنت ہندوؤں کی

جمعہ کو جو مسلمانوں کی عید ہے (**الجمعة عید للمسلمین**) جب جمعہ کی چھٹی ہوتی تھی تو تمام بسنتے اس غیر اسلامی تہوار میں کھو کر ہندوؤں کی عید مناتے مناتے اپنی عید بھول جاتے تھے' یہ ایک مسلمان کا کتنا بڑا امتحان تھا جس میں اکثر فیل ہو جاتے تھے اس سے نہرو اور گاندھی تو خوش ہوتے ہوں گے کہ مسلمان ہو کر اپنا جمعہ چھوڑ رہا ہے اور ہمارا تہوار منا رہا ہے اور اے مسلمان تیرے آقا (ﷺ) کے دل پہ کیا گزرتی ہوگی کہ میرا کلمہ پڑھنے والا' ادھر میرا میلاد مناتا ہے اور ادھر جمعہ ضائع کر کے میرے دشمنوں کا تہوار بھی مناتا ہے۔

با مسلماں اللہ اللہ با برہمن رام رام
دو رنگی چھوڑ دے یک رنگ ہو جا
سراسر موم یا پھر سنگ ہو جا

باپ بیٹے کو نماز نہیں سکھاتا اور پیچاڈالنے کا طریقہ سکھا رہا ہے' وہ بھی والدین تھے جو اپنے ننھے منے بچوں کو تلواریں دے کر میدانِ جہاد میں بھیجتے تھے اور اپنا سب کچھ جہاد کے چندے کے لیے وقف کر دیتے تھے اور آج یہ بھی والدین ہیں کہ بچے کو ہندو کا تہوار منانے کے لیے خود پیسے دے رہے ہیں۔ اقبال نے ٹھیک ہی تو رونا رویا ہے:

؎ شب بگر یستم پیش خدا زار　　　مسلماناں چرا خوار ندو زارند
ندا آمد نمی دانی کہ ایں قوم　　　دلے دارند و محبوبے نہ دارند

میں ایک رات اللہ کے آگے رویا کہ یا اللہ! تیرے نام لیوا کیوں ذلیل و رسوا ہو رہے ہیں؟

مجھے آواز آئی تو نہیں جانتا کہ یہ قوم دل تو رکھتی ہے مگر اس میں محبت محبوبِ خدا (ﷺ) کی نہیں بلکہ خدا کے دشمنوں کی رکھتی ہے۔

؎ میری تقریر طبع یار کو بے چین کرتی ہے
سبب کیا ہے وہی کہتا ہوں جو دل پہ گزرتی ہے

شیطان کی آمد

ہمارے بزرگوں نے ۱۹۴۷ء میں شیطان کو پاکستان سے نکال باہر کیا' وہ واپس آنے کے لیے بڑا بے تاب تھا' کبھی واہگہ کی طرف سے آنے کی کوشش کی اور کبھی چھمب جوڑیاں کی طرف سے مگر نہ تو زندہ دلانِ لاہور نے اس کو واپسی کا راستہ دیا اور نہ شہر اقبال والوں نے آخر کار قصور کی طرف سے اس کو آنے کا موقع مل گیا۔ (پاکستان میں بسنت کا آغاز قصور سے ہوا ہے)

پھر کاہنہ سے ہوتا ہوا لاہور آیا اور پاکستان کے دل لاہور پر قبضہ کر کے بیٹھ گیا۔ بچوں' بوڑھوں اور جوانوں کو اپنا غلام بنا لیا اور ایسا کہ خدائی عبادت کو چاہے بھول جائیں مگر شیطان کی لگائی ہوئی اس ڈیوٹی کو نہیں بھولتے۔ پوتے سے لے کر دادے تک تین نسلیں چھتوں پہ چڑھ کر ناچ رہی ہیں اور ''آئی بو' آئی بو'' کے نعرے لگ رہے ہیں۔ میں نے کہا' کیوں نہ بو آئے کہ یہ کافروں کی رسم ہے اور **انما المشرکون نجس**

نجس شئی سے بو ہی تو آئے گی' خوشبو چاہتا ہے تو غیر مسلموں کا دامن چھوڑ دے اور داتا گنج بخش کے دربار میں آ اور وہ کام کر جو محبوبِ خدا ﷺ نے کیے' اولیاء اللہ نے کیے اور وہ چھتوں پہ چڑھ کر بوکاٹا نہیں کرتے تھے بلکہ مسجد میں آ کر اپنے رب کی عبادت کرتے تھے۔

یہی مسجد یہی کعبہ یہی گلزارِ جنت ہے
چلے آؤ مسلمانو! یہی تختِ محمد ﷺ ہے

اور جہاں تین نسلیں مکانوں کی چھتوں پہ ناچ رہی ہوں وہاں سے شرم و حیا اور غیرت کا جنازہ نہیں نکلے گا تو اور کیا نکلے گا۔

نوجوانوں کو کھانا کھانے کی فرصت نہیں' ماں کہتی ہے' کھانا کھالو' وہ کہتا ہے' ٹھہر اماں! میرا پیچا پڑ گیا ہے' اذان ہو گئی ہے مگر اس کا ابھی پیچا پڑا ہوا ہے۔ میں نے کہا جب فرشتے قبر میں آئیں اور سوال کریں من ربک تیرا رب کون ہے؟ تو ان کو بھی یہی جواب دینا کہ ٹھہر جاؤ' میرا پیچا پڑا ہوا ہے۔

بزرگوں کی آمد پہ لاہور نے وجد کیا مگر......

بزرگوں نے لاہور کی سرزمین پہ قدم رکھا تو لاہور وجد کرنے لگا کہ میرے اوپر گنج بخش آ گیا' شاہ محمد غوث آ گیا' میاں میر آ گیا' شاہ عنایت قادری آ گیا' پیر مکی آ گئے۔ لاہور بزرگوں کے قدموں کو چوم کر اپنے مقدر پہ ناز کرنے لگا مگر آج ہم نے اپنے کردار سے صرف لاہور کو ہی شرمندہ نہیں کیا بلکہ بزرگوں کی روحوں کو بھی پریشان کر دیا ہے۔ آج لاہور کے بارے میں جب بھی کوئی خبر آتی ہے تو اس طرح کی کہ زندہ دلانِ لاہور نے اتنے کروڑ روپیہ بسنت پہ اُڑا دیا' اتنی معصوم جانیں ضائع ہو گئیں' بزرگانِ دین کو دیکھ کر لاہور دوسرے شہروں پر ناز کرتا تھا اور ہمارا کردار دیکھ کر لاہور نے اپنا سر شرم سے جھکا لیا ہے۔

یوں تو سید بھی ہو' مرزا بھی ہو' افغان بھی ہو
تم سبھی کچھ ہو بتاؤ تو مسلمان بھی ہو

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

دوستو' بچو اور جوانو! اپنے آقا (ﷺ) کی سیرت کو اپنا کر ہی تمہیں عزت مل سکتی ہے' حضور پاک ﷺ کے اقوال و افعال اور قواعد و اصول کو چھوڑ کر عزت نہیں مل سکتی کیونکہ اللہ نے ساری عزتیں حضور پاک ﷺ کے قدموں میں رکھ دی ہیں۔

تیری پتنگ کی ڈور ٹوٹے گی تو گھومتی گھماتی آخرکار زمین پہ ہی گرے گی اور حضور پاک ﷺ سے نسبت ٹوٹ گئی تو پھر تو سیدھا جہنم میں گرے گا۔ نماز کا مذاق تم اُڑاؤ' داڑھی کی توہین تم کرو اور ہم اگر ہندو کے اس بدبودار تہوار کی مخالفت کریں تو تم ہمیں دقیانوسی کہو' ہمیں جو چاہو کہو مگر مسلمان ہو کر اپنی نبی کی سنتوں اور اداؤں کا مذاق تو نہ اُڑاؤ کیونکہ آج نہیں تو کل قیامت کے دن تو تمہیں ان سے واسطہ پڑنے والا ہے پھر

جب سر محشر وہ پوچھیں گے بلا کر سامنے
کیا حسابِ جرم دو گے تم خدا کے سامنے

تیری ڈور کسی مرد کامل کے ہاتھ میں ہونی چاہیے جو ٹوٹ کر گرے بھی تو مدینے کی گلیوں میں گرے' تم تو کافروں کے تہوار منا رہے ہو اور اس خوشی میں پتنگ بازی اور دیگر خرافات میں اپنی کمائی ضائع کر رہے ہو اور ہندو خود تمہیں پتنگ بنانے کی فکر میں ہے کہ کس کس کو کہاں سے کاٹے۔ اسلام کے باغیو! تم موافقت کرتے ہو تو ہندوؤں کی اور مخالفت کرتے ہو تو خدا کی' مصطفیٰ (ﷺ) کی اور اپنے دینِ اسلام کی؟

کتنے کم ظرف ہیں یہ غبارے — چند پھونکوں میں پھول جاتے ہیں
چند پھونکوں سے پھٹ بھی سکتے ہیں — اپنی اوقات بھول جاتے ہیں

بدبختو! ہندو کا تہوار آ جائے تو تمہیں جمعہ جیسی عبادت بھول جاتی ہے' انڈیا کی فلم آ جائے' تمہیں قرآن پڑھنا یاد نہیں رہتا' تم یزید کو بُرا کہتے ہوئے شرماتے کیوں نہیں اس نے تو ایک بار دس محرم کو اسلام کا مذاق اُڑایا اور تمہارا روزانہ کا یہی کام ہے اس پر لعنت بھیجتے ہو ذرا اپنے گریبان میں بھی جھانک کر دیکھو۔ قربان جاؤں اس اللہ کے جو سب کچھ

دیکھ کر علی کل شئی قدیر ہو کر بھی ہمیں کچھ نہیں کہتا۔

؎ ہم وہ بندے ہیں جو دن رات گناہ کرتے ہیں
یہ وہ آقا ہیں جو سب بخش دیا کرتے ہیں

کیا یہ کشمیر کے شہیدوں سے غداری نہیں

کشمیریوں کے ساتھ یومِ یکجہتی بھی مناتے ہو' ہندو کے ظلم کی مذمت بھی کرتے ہو اور اس کا تہوار بھی مناتے ہو اگر واقعی تمہیں کشمیر و فلسطین کے مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہی ہے تو بسنت منانا بند کر دو اور یہ کروڑوں روپیہ جہاد فنڈ میں جمع کراؤ تاکہ اس رقم کا اسلحہ خرید کر مجاہدین کو دیا جائے اور اس سے لاکھوں ہندوؤں کو فنا فی النار کیا جائے۔

کیا تمہیں معلوم نہیں یہ دھاگہ جو تم ڈور کے طور پر استعمال کرتے ہو' یہ انڈیا سے آتا ہے' تم تو اس کو ہوا میں اُڑا دیتے ہو اور ہندو اسی سے بم بنا کر مسلمانوں پہ چلا دیتا ہے۔

کیا یہ موسمی تہوار ہے؟

چلو مان لیتے ہیں کہ اس تہوار کا مذہب سے کوئی تعلق نہیں لیکن کیا جمعہ کی نماز اور پنج گانہ نماز کا بھی مذہب سے کوئی تعلق نہیں؟ فضول خرچی' وقت کا ضیاع اور قیمتی جانوں کا ضیاع ہونا ان سارے کاموں کا بھی مذہب سے تعلق نہیں ہے؟ ارے غافل مسلمان نوجوانو! مسلمان کے ہر کام کا مذہب سے تعلق ہوتا ہے۔ مکانوں کی چھتوں پہ چڑھ کے ناچنا' فائرنگ کرنا' آوازے بلند کرنا' نہ خود سونا اور نہ دوسروں کو آرام کا موقع دینا' کیا ان ساری باتوں کا مذہب سے تعلق نہیں ہے؟

بعض لوگوں کو تو اس شیطانی کام میں فائدے بھی دِکھائی دیتے ہیں۔ مثلاً وہ کہتے ہیں کہ پتنگ بازی سے نظر تیز ہوتی ہے۔

؎ اندھے کو اندھیرے میں بڑی دُور کی سوجی

یہ فائدہ نظر آ گیا اور ہزاروں نقصانات نظر نہ آئے' فائدے تو شراب اور جوئے میں بھی ہیں۔

قل فیهما اثم کبیر و منافع للناس

ہر شئی میں کوئی نہ کوئی فائدہ ہے مگر ہم تو خدا اور رسول کے احکامات کے پابند ہیں اور ہماری دنیا و آخرت کا فائدہ اسی میں ہی ہے۔

احادیث مبارکہ

باب الاعتصام بالسنۃ مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ تین شخص ابغض الناس (اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ ناپسند) ہیں، ایک ان میں سے وہ ہے جو مبتغ فی الاسلام سنة الجاهلية جو مسلمان ہو کر بھی جاہلیت والا طریقہ اپنائے۔

آج کا مسلمان یہود و ہنود، نصاریٰ و مشرکین کے طریقے اپنا کر اپنے آپ کو ترقی یافتہ سمجھ رہا ہے جبکہ حضور پاک ﷺ نے فرمایا:

لو بدأ لكم موسیٰ فاتبعتموه وتركتمونی لضللتم عن سواء السبيل ۔

اگر موسیٰ علیہ السلام بھی (بفرض محال) ظاہر ہو جائیں اور تم مجھے چھوڑ کر ان کے پیچھے چل پڑو تو تم راہِ راست سے بھٹک گئے۔

ایک حدیث میں ہے:

ولو كان (موسیٰ) حيا وادرك نبوتی لاتبعنی ۔

اگر وہ (موسیٰ) زندہ ہو کر آجائیں اور میری نبوت کا زمانہ پالیں تو وہ بھی میری ہی اتباع کریں گے جب یہود و نصاریٰ جن کی پیروی کو آج ہم دنیوی ترقی کا باعث سمجھ رہے ہیں، ان کے نبی بھی اگر آجائیں تو ہمارے آقا ﷺ کی پیروی کیے بغیر ان کے لیے کوئی چارۂ کار نہیں تو ہمیں ان گمراہوں کی پیروی کب نجات دے سکتی ہے۔

حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے:

لايؤمن احدكم حتى يكون هواه تبعا لماجئت به ۔

تم میں سے اس وقت تک کوئی بھی مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی خواہشات میری تعلیمات کے مطابق نہ ہو جائیں۔

آپ (ﷺ) نے فرمایا:

من حسن اسلام المرء تركه مالايعنيه ۔

بندے کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ ہر لایعنی کام اور بات کو ترک کر دے۔

اٹھارہویں صدی کے گستاخ رسول ہندو کو موت کی سزا ہوئی اور اس کے اعزاز میں بسنت کا تہوار شروع ہوا۔ اے مسلمانو! تم اس گستاخ رسول کے اعزازی تہوار میں حصہ لے کر کیا خود بھی گستاخی رسول کے جرم کا ارتکاب تو نہیں کر رہے ہو۔

سُن اے تہذیب حاضر کے گرفتار
غلامی سے بتر ہے بے یقینی (اقبال)

ہندو بابری مسجد گرائیں تو ہندو کہتے ہائے ہائے اور ہندوؤں کی بسنت کا دن آئے تو ہندو مسلم بھائی بھائی شاید اس لیے کہ خدا ہی تو جدا جدا ہے، شیطان تو دونوں کا مشترکہ ہے۔

ہماری معاشی زبوں حالی اور پاکستانی قوم کی بے اعتدالی

ہمارے جوانوں کو شبِ قدر اور شب برأت بلکہ عیدین اور رمضان کی اتنی خوشی نہیں ہوتی جتنی کہ بسنت کی ہوتی ہے اگرچہ ہم غریب قوم ہیں، آئے دن بلوں کا رونا روتے ہیں، مہنگائی کا ماتم کرتے ہیں، معاشی پریشانیوں کی وجہ سے خودکشیاں بھی کرتے ہیں، دو درجن سے زیادہ ممالک اور ایک درجن کے قریب عالمی اداروں کے مقروض بھی ہیں، ہمارا بال بال قرضوں میں جکڑا ہوا ہے، ہمارا پیدا ہونے والا بچہ بھی مقروض پیدا ہوتا ہے لیکن اس کے باوجود اتنے بھی تو گئے گزرے نہیں کہ بسنت کا تہوار آئے اور خالی چلا جائے اور یہ قوم کچھ بھی نہ کر پائے، پیٹ کاٹ کر بھی منانی پڑے تو ضرور منائے اور کم از کم پانچ چھ ارب روپیہ تو بسنت کی خوشی میں ہواؤں کے اندر اُڑائے۔

اگرچہ ہمارے اوپر بانوے ارب ڈالر کا قرضہ ہے، پاکستان کا ہر فرد بغیر قرضہ لیے بیس ہزار روپے کا مقروض ہے لیکن جہاں ستیاناس ہوا وہاں سوا ستیاناس بھی ہو جائے، بسنت کونسی روز روز آتی ہے اور یہ مولوی بے چارے تو قوم کی خوشیوں کے دشمن ہیں، ان کی نظر چیز کے فائدوں پہ کم اور نقصان پہ زیادہ ہوتی ہے، ہر وقت وعظ میں ڈراتے ہی رہتے ہیں۔ یہ نہیں چاہتے کہ لوگ آپس میں ہنسی خوشی کریں۔

بسنت کے فوائد بھی ہیں؟

آخر بسنت کے فوائد بھی تو ہیں اور وہ فوائد کیا ہیں اس کے ذریعے ہر سال آبادی میں خاطر خواہ کمی (کیونکہ سینکڑوں گر کر یا فائرنگ سے مر جاتے ہیں) منصوبہ بندی کے کروڑوں کے اشتہارات اتنی آبادی نہیں گھٹا سکتے جتنی کہ بسنت کے چند دن لہٰذا والدین کا بوجھ اُترا اور ان کو سکھ کا سانس لینا نصیب ہوا اسی طرح ان کی تعلیم اور دیگر ضروریات سے جان چھوٹی' بجلی کا استعمال اس کے حصے کا کم ہوا' کالا باغ ڈیم بننے سے تو رہا اب بسنت کے ذریعے قوم کو جھٹکے دے دے کر ہی بجلی بچاؤ' چند دن بسنت کی ''برکت'' سے فیکٹریاں کارخانے بند رہیں گے تو مزدور حضرات لمبی تان کر سونے کے فوائد کے ساتھ ساتھ بڑھتی ہوئی آلودگی اور شور شرابے سے بھی بچے رہیں گے' چند دن مزدوروں کی دیہاڑی ضائع ہوگی تو یہ فائدہ بھی ہوگا ناں کہ چولہے نہ جلیں گے' ہسپتالوں میں کئی مریضوں سے جان چھوٹ جائے گی کیونکہ بجلی ہی نہ ہوگی تو مریض بلک بلک کر مریں گے نہیں تو کیا کریں گے لہٰذا یہ خرچہ بھی گھٹا اور لواحقین کے پھیرے بھی بچ گئے۔

آخری یہی فوائد حکومت کے پیش نظر ہو سکتے ہیں ناں جن کی وجہ سے اب حکومتی سطح پر بسنت منائی جاتی ہے کہ کبھی مولوی لوگ جہاد کی بات کرتے ہیں' کبھی نماز کی' کبھی فکر آخرت کی' کبھی خوفِ خدا کی' آخر شیطان بے چارہ تو اکیلا رہ گیا ناں اور اکیلا تو درخت بھی نہیں ہونا چاہیے اس لیے شیطان کی نمائندہ حکومت نے اب سرکاری سطح پر بسنت منانے کا اعلان کر دیا ہے اور ہمارا نوجوان بکاؤ مال بن کر خوفِ خدا سے عاری ہو کر بسنت منانے کے لیے پوری رات تو جاگ سکتا ہے لیکن صبح کی نماز کے وقت نہیں اُٹھ سکتا' میدانِ جہاد میں جان دینے سے تو رہا' سڑک پہ ایک روپے کی پتنگ لُوٹنے کے لیے جان دے رہا ہے' جہاد کے لیے کشمیر فنڈ میں چندہ تو نہیں دے سکتا' اپنے ہی مکان کی چھت پہ چڑھ کر ہندو کو خوش کرنے کے لیے چاہے ہزاروں روپے کا اسلحہ ہوائی فائرنگ میں برباد کر دے' ویسے عقل کے اندھوں کو کیا پرواہ چاہے کشمیر پاکستان میں آ جائے یا پاکستان بھی ہندوستان میں چلا جائے۔ (خاکم بدہن)

کھیل کوئی نہ عمر بھر کھیلے　　　ہم جو کھیلے تو جان پر کھیلے　　　(میرؔ)

لطیفہ

بسنت کے دنوں میں نوجوانوں کی زبان پہ بس چند الفاظ ہی ہوتے ہیں ''بوکاٹا' پیچا''۔ جس طرح گزشتہ دور میں کرکٹ کا ایک طوفانِ بدتمیزی بپا ہوا تو وکٹ' رن' سکور کے الفاظ متعارف ہوئے۔ نوجوان کیا' بچے بوڑھے بھی عبادت تو درکنار کھانا کھانے کی پرواہ بھی نہیں کرتے' اتنے مست ہو جاتے ہیں پتنگ بازی میں شاید پتنگ کے ساتھ ہی ان کی عقل بھی اُڑ جاتی ہے۔ طوطے اور گلہری کی دوستی ہوگئی' طوطے نے گلہری کی دعوت کی اس کو باغ میں بُلایا کبھی آم پھینکا' کبھی جامن کبھی امرود جواباً گلہری نے بھی طوطے کی دعوت کی اور چھلانگ لگا کر کبھی اس درخت پہ چڑھ جائے کبھی اس پہ۔ طوطے نے کہا' بد بخت! کہیں کی! تو نے میری دعوت کی ہے تو کچھ کھلا بھی اس نے کہا' کھانے وانے کو چھوڑ ساری عمر کھاتے ہی رہو گے بس میرا اوپر جانا دیکھ اور میرا نیچے آنا دیکھ۔

ہمارے بسنتے بھائیوں کا بھی کچھ یہی حال ہوتا ہے کہ ''اذان ہو رہی ہے' خطبہ ہو رہا ہے مگر ان کو کوئی پروا نہیں' ان کی بو ہوتی دیکھو اور ان کا پیچا پڑتا دیکھو۔

کیا منع کرنے والوں سے یہ ''بسنتے'' بہتر ہیں

ایک صاحب کہنے لگے کہ ہم مولویوں سے ہزار درجے بہتر ہیں کہ ہم لوگوں کو تفریح کے مواقع فراہم کرتے ہیں جبکہ مولوی تو ڈراتے ہی رہتے ہیں' میں نے ان کی خدمت میں بھی ایک لطیفہ پیش کر دیا کہ بکری' گائے اور بندر میں سے ہر ایک کہنے لگا کہ میں بہتر ہوں' گائے نے اپنی فضیلت پر یہ دلائل دیئے کہ میں اپنے مالک کی وفادار ہوں' دودھ دیتی ہوں تو وہ خوش ہو کر کہتا ہے:

؎ رب کا شکر ادا کر بھائی جس نے ہماری گائے بنائی

بکری نے بھی کچھ اس طرح کی باتیں کیں جب بندر سے پوچھا کہ تیرے بہتر ہونے کی کیا دلیل ہے تو وہ چھلانگ لگا کر درخت کے اوپر چڑھ گیا اور کہنے لگا ''میں آپے ای چنگا واں''

ے تیرا شکار تجھی پر جھپٹ بھی سکتا ہے
جو زخم کھا کے گیا پھر پلٹ بھی سکتا ہے
رموزِ جنگ سے وہ نابلد ہے تو کیا جانے
طرح دیتا ہے جو شخص ڈٹ بھی سکتا ہے
میری نشست سے قد اپنا ناپنے والے
تیرا یہ قد میرے اُٹھنے سے گھٹ بھی سکتا ہے
ابھی بساط بچھی ہے ابھی غرور نہ کر
سنبھل کے چل کہ یہ پاسہ پلٹ بھی سکتا ہے

ان الحمدلله نحمده ونستعينه ونستغفره ونتوب اليه ونعوذ بالله من شرور أنفسنا وسيئات أعمالنا' من يهده الله هو المهتد' ومن يضلل فلن تجدله ولياً مرشداً' واصلي وأسلم على خاتم الأنبياء' سيدنا محمد صلى الله عليه وسلم وعلى آله وصحبه اجمعين برحمتك ياارحم الراحمين ۔ ونرجوالله العلى القدير أن يوفقنا لما يحب ويرضى' وان يهيئى لنا سبيل الرشاد من يومنا هذا الى يوم الدين ۔ والحمدلله رب العالمين سبحن ربك رب العزة عما يصفون ۔ وسلم على المرسلين ۔ والحمدلله رب العالمين ۔

واٰخردعوانا ان الحمدلله رب العالمين ۔

(۱۲)

دینِ اسلام میں مسجد کی اہمیت

الحمدلله علٰی ماعلم من البیان والھم من التبیان وتمم من الجود والاحسان والصلٰوۃ والسلام الاتمان الاکملان علی سید ولد عدنان المبعوث باکمل الادیان المنعوت فی التوراۃ والانجیل والفرقان وعلٰی اله واصحابه والتابعین لھم باحسان صلوٰۃ دائمة ماکر الجدیدان وعبدالرحمن......

امابعد فاعوذ بالله من الشیطٰن الرجیم ۔ بسم الله الرحمٰن الرحیم ۔ انما یعمر مساجد الله من اٰمن بالله والیوم الاٰخر واقام الصلٰوۃ واتی الزکٰوۃ ولم یخش الا الله فعسٰی اولٓئك ان یکونوا من المھتدین ۔ (توبه:۱۸)

''اللہ کی مسجدیں وہی آباد کرتے ہیں جو اللہ اور قیامت پر ایمان لاتے اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے تو قریب ہے کہ یہ لوگ ہدایت والوں میں ہوں۔'' (کنزالایمان)

؎ بوقت صبح جو خورشید منہ دِکھاتا ہے
کوئی حرم کو کوئی میکدے کو جاتا ہے

جو دل سے پوچھتا ہوں تو کدھر کو جاتا ہے
تو بھر آنکھوں میں آنسو یہ پڑھ سناتا ہے
علی الصباح کہ مردم بہ کاروبار روند
بلاکشان محبت بکوئے یار روند

فضائل مسجد کی چند احادیث

سب سے بہترین جگہ مسجد

سیدنا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

احب البلاد الی اللہ مساجدها وابغض البلاد الی اللہ اسواقها ۔

(رواہ مسلم)

''اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام مقامات سے محبوب مقام مسجدیں ہیں اور تمام جگہوں سے بُری جگہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بازار ہیں۔''

مسجد کے خدمت گزار کے ایمان کی گواہی دو

عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا رأیتم الرجل یتعاهد المسجد فاشهدوا له بالایمان فان اللہ یقول انما یعمر مساجد اللہ من امن باللہ والیوم الاخر ۔ (رواہ الترمذی و ابن ماجه)

''حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ وہ مسجد سے تعلق رکھتا ہے اور اس کی خدمت ونگہداشت کرتا ہے تو اس کے لیے ایمان کی شہادت دو کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مسجدوں کو آباد وہی لوگ کرتے ہیں جو ایمان رکھتے ہیں' اللہ پر اور یومِ آخرت پر۔''

حدیث میں تعاهد کا لفظ آیا ہے جس کے معنی مسجد کی نگہداشت وخبر گیری کرنا' اس کی محافظت ومرمت کرنا' جھاڑو دینا' نماز پڑھنا' عبادت میں مشغول رہنا' ذکر کرنا' علوم

دینی کا درس دینا۔

اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ تم اگر کسی ایسے شخص کو دیکھو جو اللہ کے گھر کی خبر گیری کرتا ہے یعنی اس کی حفاظت و مرمت کرتا ہے اس میں جھاڑو وغیرہ دے کر اس کی صفائی و ستھرائی رکھتا ہے اس میں نماز پڑھتا ہے اور عبادت کرتا ہے اور اس میں دینی علوم کے درس و تدریس میں مشغول رہتا ہے تو تم اس کے حق میں گواہی دو کہ وہ مردِ مومن اور خدا و رسول کا اطاعت شعار و فرماں بردار بندہ ہے۔

سات شخص عرش الٰہی کے سائے میں ہوں گے

عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم سبعة يظلهم الله فى ظله يوم لاظل الاظله امام عادل و شباب نشأفى عبادة الله و رجل قلب معلق بالمسجد اذا خرج منه حتى يعود اليه و رجلان تحابا فى الله اجتمعا عليه وتفرقا عليه ورجل ذكر الله خاليا ففاضت عيناه و رجل دعته امرأه ذات حسب و جمال فقال انى اخاف الله و رجل تصدق بصدقة فاخفا ها حتى لاتعلم شماله ماتنفق يمينه عليه . (رواه البخاری و مسلم)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ سرورِ کائنات علیہ افضل الصلوات والتسلیمات نے فرمایا' سات شخص ایسے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اس روز (یعنی قیامت کے دن) اپنے سایۂ رحمت میں رکھے گا جس دن اس کے سایۂ رحمت کے سوا دوسرا سایہ نہ ہوگا۔ (۱) انصاف کرنے والا حاکم (۲) وہ جوان جو اپنی جوانی کو خدا کی عبادت میں صرف کر دے (۳) وہ شخص جو مسجد سے نکلتا ہے تو جب تک وہ دوبارہ مسجد میں نہیں چلا جاتا اس کا دل مسجد ہی کی طرف لگا رہتا ہے (۴) وہ دو شخص جو محض خدا کے لیے آپس میں محبت رکھتے ہیں اگر یکجا ہوتے ہیں تو خدا کی محبت میں اور جدا ہوتے ہیں تو خدا کی محبت میں (یعنی حاضر و غائب خالص بوجہ اللہ محبت رکھتے ہیں) (۵) وہ شخص جو تنہائی میں اللہ کو یاد کرتا ہے (اور خوفِ خدا سے) اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں (۶) وہ شخص جس کو کسی

شریف النسب اور حسین عورت نے (برے ارادے سے) بُلایا ہو اور اس نے (اس کی خواہش کے جواب میں) کہہ دیا ہو کہ میں خدا سے ڈرتا ہوں (۷) وہ شخص جس نے اس طرح مخفی طور پر صدقہ دیا ہو کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی معلوم نہ ہو کہ دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے۔ (بخاری و مسلم)

یہاں ان سات خوش نصیب اشخاص کی وضاحت کی گئی ہے جو اپنے اعمال و کردار کی بناء پر قیامت کے روز میدانِ حشر میں خدا کے سایہ میں ہوں گے یعنی خداوند قدوس ان اشخاص کو اپنے دامن رحمت میں جگہ دے گا اور انہیں آخرت کی سختیوں سے بچائے گا۔

اس حدیث میں تیسرے نمبر پر اس شخص کو اللہ تعالیٰ کے سایہ رحمت کی بشارت سنائی گئی ہے جس کا حال یہ ہو کہ مسجد سے باہر ہونے کی حالت میں بھی اس کا دل مسجد میں اٹکا رہے۔ بے شک مومن کا حال یہی ہونا چاہیے' اللہ تعالیٰ ان سات باتوں میں سے کوئی نہ کوئی بات ہم کو بھی نصیب فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

مسجد سے محبت خدا سے محبت ہے

عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من احب اللہ عزوجل فلیحبنی ومن احبنی فلیحب اصحابی ومن احب اصحابی فلیحب القران ومن احب القرآن فلیحب المساجد فانھا افنیة اللہ ۔ اذن اللہ فی رفعھا وبارك فیھا میمونة میمون اھلھا محفوظة محفوظ اھلھا ھم فی صلاتھم واللہ عزوجل فی حوائجھم ھم فی المساجد واللہ من ورائھم ۔

(تفسیر قرطبی ج ۱۲ ص ۲۶۶)

''سیدنا حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' جو شخص اللہ تعالیٰ سے محبت رکھنا چاہتا ہے اس کو چاہیے کہ مجھ سے محبت کرے اور جو مجھ سے محبت رکھنا چاہے اس کو چاہیے کہ قرآن کریم سے محبت کرے اور جو قرآن کریم سے محبت رکھنا چاہے اس کو چاہیے کہ مسجدوں سے محبت کرے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے گھر ہیں۔ اللہ

نے ان کی تعظیم کا حکم دیا ہے اور ان میں برکت رکھی ہے' وہ بھی بابرکت ہیں اور ان کے رہنے والے بھی بابرکت۔ وہ بھی اللہ کی حفاظت میں ہیں اور ان کے رہنے والے بھی حفاظت میں' جو لوگ اپنی نمازوں میں مشغول ہوتے ہیں' اللہ تعالیٰ ان کا کام بنا دیتا ہے اور حاجتیں پوری فرما دیتا ہے' وہ مسجدوں میں ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے پیچھے ان کی چیزوں کی حفاظت کرتا ہے۔"

مساجد کی چمک دمک

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال المساجد بیوت اللہ فی الارض تضیئی لاھل السمآء کما تضیئی نجوم السماء لاھل الارض ۔

(رواہ الطبرانی فی الکبیر)

"حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما راوی ہیں کہ مساجد زمین کے اوپر اللہ تعالیٰ کے گھر ہیں' وہ آسمان والوں کے لیے اس طرح چمکتی ہیں جس طرح زمین میں رہنے والوں کے لیے آسمان کے ستارے۔"

مسجد میں آنا خدا کے گھر آنا ہے

عن ابن عمر رضی اللہ عنہما المساجد بیوت اللہ فی الارض وحق علی المزوران یکرم زائرہ ۔ (مرقات ص ۱۸۳' ج ۲ طبع جدید)

"حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما راوی ہیں کہ مساجد زمین کے اوپر اللہ تعالیٰ کے گھر ہیں اور جس کی زیارت کو کوئی آئے تو اس پر یہ حق ہے کہ اپنی زیارت کرنے والے کا اعزاز و اکرام کرے۔"

☆......عن ابن عباس رضی اللہ عنہما المساجد بیوت اللہ والمؤمنون زوار اللہ وحق علی المزوران یکرم زائرہ ۔ (کنز العمال ص ۱۲۴' ج ۴)

"حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ مساجد اللہ تعالیٰ کے گھر ہیں اور ان میں حاضر ہونے والے اہلِ ایمان اللہ تعالیٰ کے ملاقاتی (اور مہمان) ہیں اور جس کی ملاقات کو کوئی آئے اس پر حق ہے کہ وہ آنے والے ملاقاتی کا اکرام اور اس کی خاطر داری

کرے۔''

تورات میں بھی مسجد کی عظمت بیان ہوئی

قد ذکر لنا ان کعبا کان یقول مکتوب فی التوراۃ ان بیوتی فی الارض المساجد وانہ من توضأ فاحسن وضوئہ ثم زارنی فی بیتی اکرمتہ وحق علی المزور کرامۃ الزائر۔

(رواہ عبدالرحمٰن ابن ابی حاتم فی تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۲۹۲)

''حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ تورات شریف میں لکھا ہوا ہے کہ زمین میں' میرے گھر یہ مساجد ہیں اور جو کوئی اچھی طرح وضو کرے پھر میرے گھر میری زیارت کو آئے تو میں اس کا اکرام کروں گا اور جس کی زیارت کو کوئی آئے اس پر حق ہے کہ وہ آنے والے ملاقاتی کا اکرام کرے۔'' (ہکذا فی نزہۃ الناظرین ص ۴۳' مرقات ص ۲۱۰ ج ۲)

المساجد بیوت اللہ وقد ضمن اللہ لمن کانت المساجد بیتہ بالروح والراحۃ والجواز علی الصراط الی الجنۃ۔

(کنز العمال ج ۴ ص ۱۳۴)

''مسجدیں خانہ خدا ہیں لہٰذا جس شخص کا گھر مسجد ہو' اللہ تعالیٰ اس کی راحت اور آرام اور پل صراط سے گزار کر جنت میں پہنچانے کا ضامن ہوتا ہے (اسی طرح کی ایک حدیث مرقات صفحہ ۱۸۳' ج ۲ میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے)

تمام مسجدیں جنت میں جائیں گی

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تذھب الارضون کلھا یوم القیامۃ الا المساجد فانھا ینضم بعضھا الی بعض۔ (منتخب کنز العمال بحوالہ اوسط طبرانی)

''قیامت کے دن ساری زمینیں جاتی رہیں گی سوائے مساجد کے کہ وہ سب آپس میں مل جائیں گی اور ایک جگہ جمع ہو جائیں گی (اور بعض احادیث میں ہے کہ پھر سب مسجدیں مل کر جنت میں چلی جائیں گی)

جنت کا مہمان

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ علیہ وسلم من غدا الی المسجد اوراح اعد اللہ لہ نزلہ من الجنۃ کلما غدا اوراح۔

(رواہ البخاری ومسلم)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو بندہ جس وقت بھی صبح کو یا شام کو اپنے گھر سے نکل کر مسجد کی طرف جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے واسطے جنت کی مہمانی کا سامان تیار کراتا ہے۔ وہ جتنی دفعہ بھی صبح وشام مسجد کی طرف جائے۔

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ بندہ صبح یا شام جس وقت بھی اور دن میں جتنی دفعہ بھی خدا تعالیٰ کے گھر میں (یعنی مسجد میں) حاضر ہوتا ہے رب کریم اس کو اپنے عزیز مہمان کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور ہر دفعہ کی حاضری پر جنت میں اس کے لیے مہمانی کا خاص سامان تیار کراتا ہے جو وہاں پہنچنے کے بعد بندہ کے سامنے آنے والا ہے اور ظاہر ہے کہ ربّ کریم کے جنت والے سامانِ مہمانی کا یہاں کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا۔

جنت کا باغ اور اس میں چرنا کیا ہے

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا مررتم بریاض الجنۃ فارتعوا قیل یارسول اللہ ما ریاض الجنۃ قال المساجد قیل وما الرتع یا رسول اللہ قال سبحان اللہ والحمدللہ ولا الہ الا اللہ واللہ واکبر۔ (رواہ الترمذی)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ سرذرِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' جب تم جنت کے باغوں میں جایا کرو تو وہاں خوب پھل کھایا کرو۔ آپ سے پوچھا گیا کہ یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم (دنیا میں) جنت کے باغ کہاں ہیں؟ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا' مسجدیں (جنت کے باغ ہیں) پھر پوچھا گیا کہ یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم میوہ کھانا کیا ہے؟ (یعنی ان میں میوہ کس طرح کھایا کریں) آپ نے فرمایا کہ **سبحان اللہ والحمدللہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر** کا

پڑھنا۔

مساجد کو جنت کے باغ اس لیے کہا گیا ہے کہ ان میں عبادت کرنا اور نماز پڑھنا جنت کے باغوں کے حاصل ہونے کا سبب ہے۔ رتع دراصل اسے کہتے ہیں کہ باغ میں جا کر اچھی طرح میوے اور لذیز چیزیں کھائی جائیں اور نہر وغیرہ کی سیر کی جائے جیسا کہ باغوں میں جانے والے لوگ کیا کرتے ہیں پھر یہ لفظ ثوابِ عظیم کے مرتبہ پر پہنچنے کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقات میں اس حدیث کی شرح میں رقم طراز ہیں۔

وجعل المساجد رياض الجنة بناء على ان العبادة فيها سبب للحصول فى رياض الجنة .

والرتع هنا كما فى قوله تعالى يرتع وهوان يتسع فى اصل الفواكه المستلذات والخروج الى التنزه فى الارياف و المياه كما هو عادة الناس اذا خرجوا الى الرياض ثم اتسع و استعمل فى الفوز بالثواب الجزيل . (مرقات ج۲ ص۲۱۴ طبع جدید)

مسجد مضبوط قلعہ ہے

عن الاعمش عن عبدالرحمن بن مغفل كنا نتحدث ان المسجد حصن حصين من الشيطان . (مرقات ص۱۸۳ ج۲)

''حضرت عبدالرحمٰن بن مغفل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم سے بیان کیا جاتا تھا کہ شیطان سے بچنے کے لیے مسجد ایک مضبوط قلعہ ہے۔

خدا کا منظور نظر

عن ابى هريرة قال ان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال لايوطن الرجل المسجد للصلوٰة والذكر الاتبشبش الله تعالىٰ كما يتبشبش اهل الغائب اذاقدم عليهم غائبهم .

(مرقات ص۱۸۳ ج۲)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی شخص مسجد میں نماز پڑھنے یا اللہ کا ذکر کرنے کے لیے جگہ پکڑتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف رحمت و شفقت کی نظر فرماتا ہے جس طرح اس شخص کے اہلِ خانہ جو مدت کے بعد اپنے گھر لوٹا ہو اس کے ساتھ محبت و شفقت سے پیش آتے ہیں۔''

مسجد میں نماز پڑھنے کا ثواب

عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه و آله وسلم صلوة الرجل فى الجماعة تضعف على صلوته فى بيته وفى سوقه خمسة وعشرين ضعفا وذالك انه اذا توضأ فاحسن الوضوء ثم خرج الى المسجد لايخرجه الا الصلوة لم يخط خطوة الا رفعت بها درجة وحط عنه بها خطيئة فاذاصلى لم تزل الملائكة تصلى عليه مادام فى مصلاه اللهم صل عليه اللهم أرحمه ولايزال احدكم فى صلوٰة ما انتظر الصلوٰة ۔
(رواہ البخاری ومسلم)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی کی نماز جو وہ جماعت سے مسجد میں ادا کرے اس کی اس نماز کے مقابلے میں جو وہ اپنے گھر میں یا بازار میں پڑھے (ثواب میں) پچیس گنا زیادہ ہوتی ہے اور وجہ یہ ہے کہ جب وہ بندہ اچھی طرح وضو کر کے مسجد کی طرف جاتا ہے اور اس جانے میں نماز کے سوا اس کا کوئی دنیوی مقصد نہیں ہوتا تو اس کے ہر قدم پر اس کا ایک درجہ بلند کر دیا جاتا ہے اور اس کی ایک خطا معاف کر دی جاتی ہے پھر وہ جب نماز پڑھتا ہے تو فرشتے اس وقت برابر اس کے حق میں عنایت اور رحمت کی دعا کرتے رہتے ہیں جب تک کہ وہ نماز پڑھنے کی جگہ میں رہے' ان فرشتوں کی دعا یہ ہوتی ہے' اے ہمارے اللہ!

اپنے اس بندے پر خاص عنایت فرما اس پر رحمت فرما اور جب تک تم میں سے کوئی نماز کے انتظار میں (مسجد میں) رہتا ہے' اللہ کے نزدیک اور اس کے حساب میں وہ برابر نماز ہی میں رہتا ہے۔'' (بخاری و مسلم)

مطلب یہ ہے کہ مسجد میں جماعت سے نماز پڑھنے پر بہ نسبت گھر اور دُکان وغیرہ کے پچیس گنا ثواب اور راستہ کے ہر قدم پر ایک درجہ کی بلندی اور ایک گناہ کی معافی۔ یہ کتنی بڑی اور کتنی ارزاں دولت ہے پھر اس سے بھی آگے فرشتوں کی دعا (اللھم صل علیہ اللھم ارحمہ) کیسی عظیم نعمت ہے اس کے علاوہ اس حدیث کی ایک دوسری روایت میں فرشتوں کی اس دعا میں (اللھم اغفر لہ اللھم تب علیہ) کا اضافہ بھی ہے۔ نیز اسی روایت کے آخر میں ایک اضافہ یہ بھی ہے (مالم یؤذ فیہ' مالم یحدث) یعنی نماز کے بعد مسجد میں بیٹھنے والے اس بندے کے حق میں فرشتے یہ دعائیں اس وقت تک برابر کرتے رہتے ہیں جب تک کہ وہ کسی کو اپنے ہاتھ یا اپنی زبان سے ایذاء نہ پہنچائے یا اس کا وضو ٹوٹ نہ جائے۔

مسجد میں نماز کی انتظار میں بیٹھنا

عن عثمان بن مظعون انہ قال یارسول اللہ ائذن لنا فی الترھب فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ترھب امتی الجلوس فی المساجد انتظار الصلوٰۃ ۔ (رواہ فی شرح السنہ)

''حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ حضور! مجھ کو رہبانیت اختیار کرنے کی اجازت دیجیے؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میری اُمت کی رہبانیت نماز کے انتظار میں مسجدوں میں بیٹھنا ہے۔ (شرح السنہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم میں دنیوی معاملات اور دنیا کی لذتوں سے بے تعلق اور کنارہ کش ہو جانے کا جذبہ پیدا ہوتا تھا اور وہ اس باب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض و معروض کرتے تھے۔

اس حدیث کے راوی حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ میں یہ رجحان بہت تیز تھا' انہوں نے ایک دفعہ کئی باتیں اسی طرح کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیں' ان میں آخری بات یہ تھی کہ ہمیں رہبانیت اختیار کرنے کی اجازت دے دی جائے جس کے بعد ہم تارک الدنیا راہبوں کی طرح زندگی گزاریں؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اس کا جواب دیا اس کا مطلب یہ ہے کہ جن روحانی مقاصد اور اخروی منافع کے لیے پہلی اُمتوں میں رہبانیت تھی' میری اُمت کو وہ چیزیں نماز کے انتظار میں مسجد میں بیٹھنے ہی پر اللہ تعالیٰ عطا فرما دیتا ہے اور بس یہی میری اُمت کی رہبانیت اور درویشی ہے۔ دراصل نماز کے انتظار میں بیٹھنا ایک طرح کا اعتکاف ہے کاش ہم اس کی قدر و قیمت جانیں۔ انتہیٰ (معارف الحدیث ص ۱۷۶ ج ۳)

اندھیرے میں مسجد کی طرف جانے کا ثواب

عن بریدۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشر' المشائین فی الظلم الی المساجد بالنور التام یوم القیامۃ ۔

(رواہ الترمذی وابوداؤد)

''حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے جو بندے اندھیرے میں مسجد کو جاتے ہیں' ان کو بشارت سناؤ کہ ان کے عمل کے صلہ میں قیامت کے دن ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور کامل عطا ہوگا۔'' (جامع ترمذی وسنن ابی داؤد)

یعنی رات کی اندھیریوں میں نماز کے لیے پابندی سے جانا بلاشبہ بڑا مجاہدہ اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ سچے تعلق کی دلیل ہے ایسے بندوں کو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی بشارت سنوائی ہے کہ ان کے اس عمل کے صلے میں قیامت کی اندھیریوں میں ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نورِ کامل عطا فرمایا جائے گا۔

مسجد سے دور رہنے والا

اس مقدس گھر کی بڑائی کا یہ حال ہے کہ اس کا فیض و کرم پڑوس کو بھی محروم نہیں کرتا'

رحمت کی چھینٹیں اُڑ کر ان پر بھی پڑتی ہیں جس سے ان کا درجہ کہاں سے کہاں پہنچ جاتا ہے۔ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

فضل الدار القريبة من المسجد على الشاسعة كفضل الغازى على القاعده . (کنز العمال ص ۱۳۸ ج ۴)

''مسجد سے جو گھر قریب ہے اس کی فضیلت دُور والے گھر پر ایسی ہے جیسے غازی کو گھر بیٹھنے والے پر فضیلت حاصل ہوتی ہے۔''

دیکھا آپ نے کہ مسجد کے پڑوس کا مرتبہ بھی کتنا اونچا ہے۔ یہ قریب اور آس پاس کے مکانات اپنے دوسرے مکانات سے سبقت لے گئے اور ایسا کیوں نہ ہو جہاں رحمتِ الٰہی کی بارش ہوتی ہے، جو جلوہ گاہِ خدا ہے اور جس کو دنیا کی جنت کہا گیا ہے یقیناً اس کا پڑوس بھی ضرور اس سے کچھ نہ کچھ نفع اندوز ہوگا ہی۔

مگر اس کے ساتھ قدرت کا یہ انصاف بھی ہے جو دُور رہتے ہیں، ان کو بھی محروم نہیں کیا بلکہ ان کو بھی کسی نہ کسی طرح یہ حصہ عطا کیا ہے۔آنحضرت ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

☆......**ان اعظم الناس اجراً فى الصلوة ابعدهم اليها ممشى، فابعدهم والذى ينتظر الصلوة حتى يصليها مع الامام اعظم اجرا من الذى يصليها ثم ينام .** (مسلم و فتح الملہم ص ۲۲۸ ج ۲)

''حضرت ابوموسیٰ راوی ہیں کہ سرورِ کائنات، ﷺ نے فرمایا، نماز کا سب سے زیادہ اجر اس شخص کو ملتا ہے جو باعتبار مسافت کے سب سے زیادہ دُور ہو۔ (یعنی جس شخص کا گھر مسجد سے جتنا دُور ہوگا اور وہ گھر سے چل کر نماز کے لیے مسجد میں آئے گا، اسے اتنا ہی زیادہ ثواب ملے گا) اور جو شخص نماز کے انتظار میں (مسجد کے اندر بیٹھا) رہتا ہے تاکہ امام کے ساتھ نماز پڑھے تو اس کا ثواب اس شخص سے زیادہ ہے کہ جو (تنہا) اپنی نماز پڑھ کر سو جائے۔''

اس حدیث میں ان کے لیے تسلی و تسکین کا مواد فراہم کیا گیا ہے جو مسجد سے دُور بستے اور رہتے سہتے ہیں اور پڑوس کی محرومی کا تدارک اس ثوابِ عظیم سے کیا گیا ہے جو

دُور سے چل کر آنے میں ہوتا ہے اور اس چلنے کے ثواب کی کثرت کا یہ حال ہے کہ کوئی قدم ثواب سے خالی نہیں ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہمارا گھر مسجد سے دُوری پر تھا' ایک موقع پر میں نے ارادہ کر لیا کہ اپنا گھر بیچ ڈالوں اور چل کر مسجد نبوی کے پڑوس میں سکونت اختیار کروں (جس حد تک ممکن ہو) لیکن آنحضرت ﷺ نے مجھے اس ارادہ سے روک دیا اور فرمایا:

ان لکم بکل خطوۃ درجۃ ۔ (مسلم باب کثرۃ الخطا الی المساجد)

''بے شک تمہارے لیے ہر قدم پر ایک درجہ ہے۔''

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ مسجد نبوی کے پڑوس میں کچھ جگہ خالی ہوئی' قبیلہ بنو سلمہ جو مسجد سے دُوری پر آباد تھا اس کا ارادہ ہوا کہ پڑوس میں آ کر آباد ہو اور پہلی جگہ چھوڑ دے۔ یہ خبر جب آنحضرت ﷺ کو ہوئی تو آپ نے ان سے اس کے متعلق سوال کیا۔ انہوں نے اثبات میں جواب دیا' آپ نے جب ان کا ارادہ ملاحظہ فرمایا تو ارشاد فرمایا:

یابنی سلمۃ دیارکم تکتب اثارکم ۔ (مسلم شریف)

''اے بنی سلمہ! اپنے مکانوں کو لازم پکڑو' تمہارے نشانِ قدم لکھے جائیں گے۔''

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ایک انصاری صحابی کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ یہ صاحب میرے علم میں مسجد سے (نمازیوں میں) سب سے زیادہ دُور رہتے تھے مگر ان کا یہ حال تھا کہ ہر وقت بڑی پابندی کے ساتھ مسجد میں حاضر ہوتے تھے' کبھی بھی ان کی جماعت نہیں چھوٹتی تھی۔ ایک مرتبہ ان سے کہا گیا کہ کاش آپ سواری کے لیے ایک گدھا خرید لیتے تا کہ آپ کو رات کی تاریکی اور تپتے دن میں مسجد آنے میں آرام رہتا' انہوں نے یہ سُن کر فرمایا: مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ میں مسجد کی بغل میں ہوتا اور چلنے کی مشقت سے بچتا بلکہ میری تو یہ خواہش ہے کہ آنے جانے میں جو قدم اُٹھیں' ان تمام کے نشانِ قدم میرے نامۂ اعمال میں لکھ دیئے جائیں' آنے کے بھی اور واپسی کے بھی۔ آنحضرت ﷺ کو جب اس

کی خبر ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ آمد و رفت دونوں کے ثواب اللہ تعالیٰ نے تم کو عطا کیے۔ (مسلم شریف)

ایک دفعہ رسول الثقلین ﷺ نے ارشاد فرمایا' جب کوئی پاک صاف ہو کر باوضو کسی مسجد کے لیے چلتا ہے تا کہ فریضہ ادا کرے تو ایسے شخص کا ایک قدم گناہ کو مٹاتا ہے اور دوسرا درجہ کی بلندی کا ذریعہ ہوتا ہے۔ (مسلم شریف)

آدابِ مسجد

زینت اپنانا

خذوا زینتکم عند کل مسجد ۔ (الاعراف:۳۱)

''ہر نماز کے وقت اپنے آپ کو مزین کرو۔''

تفسیر مظہری میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ اس آیت کے تحت لکھتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اچھا لباس پہن کر نماز کے لیے جانا مستحب ہے۔ (ج ۲ ص ۳۴۶)

روح المعانی میں علامہ محمود آلوسی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ امام حسن رضی اللہ عنہ ہر نماز کے لیے عمدہ لباس پہن کر جاتے تھے۔ (مذکورہ آیت میں حکم کی وجہ سے) ج ۸ ص ۱۰۹

ثابت ہوا کہ نماز میں صرف ستر عورت ہی مطلوب نہیں' زینت کا حکم بھی ہے اسی لیے مرد کا ننگے سر نماز پڑھنا' کندھے' کہنیاں کھول کر نماز پڑھنا یا آستین چڑھا کر نماز پڑھنا جو لباس دوستوں کے سامنے نہ پہن کر جا سکے اور اس کو پہنتے ہوئے شرم محسوس کرے جیسے صرف بنیان پہن کر جانا ایسے لباس میں نماز ادا کرنا بھی کراہت کے زمرے میں آتا ہے۔

عزت' سکون اور وقار سے چلنا

یلازم الوقار والتواضع ۔ (عین العلم)

''عزت و وقار اور عاجزی و انکساری کا پیکر بن کر نماز ادا کرنے کے لیے مسجد کی طرف جائے۔''

لہٰذا مسجد کی طرف جاتے ہوئے راستے میں ہنسی مذاق' لہو ولعب' نظر بازی سے پرہیز لازم ہے اسی طرح نماز میں شامل ہونے کے لیے مسجد میں دوڑنا بھی ممنوع ہے۔ حدیث شریف میں ہے جب تم اقامت سنو تو نماز کی طرف اس طرح چلو کہ علیکم بالسکینۃ والوقار ولاتسرعوا سکون ووقار کے ساتھ چلو اور دوڑ نہ لگاؤ۔

مسجد میں دایاں پاؤں پہلے رکھنا

مسجد میں پہلے دایاں قدم رکھنا اور مسجد میں داخل ہونے کی دعا پڑھنا:

اللهم افتح لی ابواب رحمتك .

ابن ماجہ شریف میں حدیث ہے کہ بندہ مسجد میں داخل ہوتے وقت مندرجہ ذیل دعا پڑھے:

اللهم انی اسئلك بحق السائلین علیك وبحق ممشاء ی هذا الیك فانی لم اخرج بطرا ولا اشرا ولاریاء ولاسمعة وانما خرجت اتقاء سخطك وابتغاء مرضاتك واسئلك ان تنقذنی من النار وان تغفرلی ذنونی انه لا یغفرُ الذنوب الاانت .

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ اس دعا کو پڑھنے کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت کے لیے ستر ہزار فرشتے مقرر کر دیتا ہے جو نماز مکمل کرنے تک اس کے لیے دعا کرتے رہتے ہیں۔ (زاد المعاد ص ۲۲ ج ۲' شرح سفر السعادت)

جوتے کی حفاظت وصفائی کرنا

ویتعهد النعل عند بابه ویمسح مابه من اذی .

(عین العلم شرح زین الحلم ج ا ص ۲۹ ب)

جوتے مسجد کے دروازے کے پاس اُتارے۔ (اگر وہاں جوتے کی حفاظت ہو سکتی ہو اور چوری کا خطرہ نہ ہو ورنہ مسجد کے اندر لے جائے) اور خوب اچھی طرح سے جھاڑ لے اگر گندگی وغیرہ لگی ہو تو صاف کرے۔

بہتر یہ ہے کہ کسی کپڑے یا شاپر وغیرہ میں لپیٹ کر لے جائے اور اپنے سامنے

رکھے تا کہ نماز پڑھتے ہوئے توجہ نہ ہٹے۔ حضور علیہ السلام کے دورِ اقدس میں اگر چہ جوتا پہن کر نماز پڑھنے کا حکم تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ مساجد میں آج کی طرح صفوں' دریوں' قالینوں کا اہتمام نہ تھا لہٰذا اب جوتا پہن کر نماز پڑھنا سوءادب ہے۔

ان دخول المسجد متنعلامن سوء الادب ۔ (ردالمحتار ج ا ص ۶۵۷)

مسجد سے نکلتے وقت پہلے بایاں پاؤں نکالنا

و یقدم الرجل الیمنیٰ داخلافیه والیسری خارجا منه ۔

(عین العلم)

داخل ہوتے ہوئے دایاں پاؤں پہلے رکھنا اور نکلتے ہوئے بایاں پاؤں پہلے نکالنا۔

(فتح الباری ج ا ص ۳۵۳' روح المعانی ج ۱۸ ص ۱۷۶)

مسئلہ:

بیت الخلاء اور حمام وغیرہ (مقاماتِ خسیسہ) میں اس کا اُلٹ کرے یعنی داخل ہوتے ہوئے پہلے بایاں پاؤں رکھے اور نکلتے ہوئے پہلے دایاں پاؤں نکالے۔

(طریقہ محمدیہ ج ۲ ص ۲۶۱)

سلام کہنا

ویحیٔ علی من یقربه ۔ (قرطبی ج ۱۲ ص ۲۷۷)

''مسجد میں داخل ہو تو قریب والے لوگوں کو سلام کہے۔''

یعنی زیادہ اونچی آواز سے بھی سلام نہ کرے اور لوگ ذکر واذکار یا نماز وغیرہ میں مصروف ہوں تو السلام علیکم کہنے کی بجائے آہستہ سے السلام علینا وعلیٰ عباداللہ الصالحین کہہ دے۔

تحیۃ المسجد پڑھنا

ان یرکع رکعتین قبل ان یجلس ۔ (تفسیر قرطبی ج ۱۲ ص ۲۷۷)

مسجد میں جا کر بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز نفل (تحیت المسجد) ادا کرے۔

بشرطیکہ نوافل پڑھنا اس وقت مکروہ نہ ہو' یہ شخص باوضو ہو' جماعت کھڑی ہوئی نہ ہو' جمعہ کا دن ہے تو خطیب خطبہ نہ دے رہا ہو۔

مسئلہ:

مسجد حرام میں ہے تو وہاں تحیت المسجد کا قائم مقام طواف ہے۔

ردالمحتار ج ۲ ص ۱۹ پہ ہے کہ اگر کسی وجہ سے تحیت المسجد نہ پڑھ سکا تو قبلہ رو ہو کر چار مرتبہ تیسرا کلمہ پڑھ لے۔

اگر کوئی مسجد میں داخل ہوتے ہی فرائض و سنن میں مصروف ہو گیا تو اس کو تحیت المسجد کا ثواب بھی مل جائے گا۔ (کتاب الفقہ ج ۱ ص ۳۳۴)

اگر بار بار مسجد میں آنا جانا رہتا ہو تو ایک بار تحیت المسجد پڑھ لینا کافی ہے۔

(ردالمحتار ج ۲ ص ۱۹)

اس نماز کی عربی میں نیت اس طرح ہوگی نویت ان اصلی رکعتی تحیت المسجد

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ شرح سفر السعادت میں فرماتے ہیں کہ مسجد میں داخل ہو کر پہلے تحیت المسجد ادا کرے' اس کے بعد قوم کو سلام کرے۔

مسجد میں قبلہ رو ہو کر بیٹھنا

ویستقبل القبلة فی الجلوس فھو عبادة ۔ (عین العلم)

''مسجد میں قبلہ رو ہو کر بیٹھنا بھی ثواب ہے۔''

بزرگانِ دین فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اپنی معرفت کا راز اس وقت کھولتا ہے جب ان کا منہ قبلہ کی طرف ہوتا ہے۔

اربعین نوویہ کی شرح میں ہے کہ ایک شخص نے اپنے دو بچوں کو قرآن مجید حفظ کرنے کے لیے بٹھایا' ان میں سے ایک ہمیشہ قبلہ رو ہو کر بیٹھتا تھا۔ چنانچہ اس نے دوسرے بھائی سے ایک سال پہلے قرآن پاک حفظ کر لیا۔

(مجالس السنیہ شرح اربعین نوویہ للشیخ احمد الفشی ص ۵۸)

ایک صاحب حال نے (بے دھیانی میں) قبلہ کی طرف منہ کر کے تھوکا تو اس کی

کیفیت سلب کر لی گئی۔

مجبوری کے علاوہ قبلہ کی طرف پاؤں کرنا مکروہ ہے اور اس کی عادت بنا لینا گناہِ کبیرہ ہے۔ (التحریر المختار لرد المحتار للرافعی ج ۱ ص ۴۲)

قبلہ کی طرف ایک پاؤں کو دراز کرنا بھی مکروہ ہے اور بچے کو اس طرح لٹانا کہ اس کے پاؤں قبلہ کی طرف ہو جائیں' یہ بھی مکروہ ہے۔ (شامی ج ۱ ص ۶۵۵)

مسجد میں خرید و فروخت نہ کرنا

ان لا یشتری فیه ولا یبیع . (قرطبی ج ۱۲ ص ۲۷۷)

مسجد میں خرید و فروخت کرنا بھی آدابِ مسجد کے خلاف ہے۔ (ہاں معتکف کے لیے بغیر سودا مسجد میں لائے خرید و فروخت کی اجازت ہے۔) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۲ ص ۲۱۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

اذا رایتم من یبیع او یبتاع فی المسجد فقولوا له لااربح الله تجارتك .
(ترمذی' نسائی)

''جب تم کسی کو مسجد میں خرید و فروخت کرتے ہوئے دیکھو تو کہو' خدا تیری تجارت میں نفع نہ دے۔''

قرطبی میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام ایک قوم کے پاس سے گزرے جو مسجد میں خرید و فروخت کر رہے تھے' آپ نے اپنی چادر کا کوڑا بنایا اور ان کو مارنے کے لیے دوڑے' اور ساتھ فرمایا:

ابناء الافاعی اتخذتم مساجد الله اسوا قاهذا سوق الاخرة .

''اے سانپوں کے بچو! تم نے اللہ کی مسجدوں کو (دنیا کے) بازار بنا رکھا ہے' یہ تو آخرت کا بازار ہے۔''

مسجد میں تعویذ بیچنا ناجائز ہے۔ (عالمگیری)

مسجد میں تلوار نیام میں رکھنا

ولا یسل فیه سهما ولا سیفا . (قرطبی ص ۲۷۷ ج ۱۲)

''مسجد میں تلوار نہ سونتے نہ ہی تیر نکالے۔''

ابن ماجہ شریف باب ما یکرہ فی المساجد میں حضور علیہ السلام نے منجملہ دیگر کاموں (مکروہات) کے مسجد میں تلوار و تیر نکالنے سے بھی منع فرمایا ہے۔

گمشدہ چیز مسجد میں تلاش نہ کرنا

ولا یطلب فیہ الضالۃ ۔ (تفسیر قرطبی ج ۱۲ ص ۲۷۷)

''گمشدہ چیز کو مسجد میں نہ تلاش کرتا پھرے۔''

لقولہ علیہ السلام من سمع رجلا ینشد ضالۃ المسجد فلیقل لا ردھا اللہ علیک فان المساجد لم تبن لھذا ۔ (رواہ مسلم)

''جب تو سنے کہ کوئی شخص اپنی گم شدہ شئی مسجد میں تلاش کر رہا ہے تو کہہ! خدا کرے تیری چیز نہ ملے کیونکہ مسجدیں ان کاموں کے لیے نہیں بنائی گئیں۔''

(انسانی عظمت واحترام کے پیش نظر علماء نے بچے کی گم شدگی اور فوتیدگی کا اعلان کرنے کی اجازت دی ہے' وہ بھی سپیکر کی وجہ سے اور بہتر ہے کہ سپیکر کا کمرہ مسجد سے علیحدہ ہوتا کہ یہ اعلان بھی مسجد سے باہر ہی ہو۔ واللہ اعلم)

مسجد میں آواز پست رکھنا

ولا یرفع فیہ صوتا بغیر ذکر اللہ تعالٰی ۔ (ایضاً)

''مسجد میں ذکرِ الٰہی کے سوا آواز بلند نہ کی جائے۔''

بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دو شخصوں کو مسجد میں شور کرتے ہوئے دیکھا تو پوچھا' کہاں کے رہنے والے ہو؟ انہوں نے کہا' طائف کے' فرمایا اگر تم مدینہ کے (یعنی مسافر نہ) ہوتے تو میں تمہیں سزا دیتا' تم حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں شور کرتے ہو۔

مسجد میں دنیوی باتوں سے پرہیز کرنا

ولا یتکلم فیہ باحادیث الدنیا ۔ (قرطبی ج ۱۲ ص ۲۷۸)

''دنیوی باتوں سے پرہیز کرے۔''

لقوله عليه السلام ان هذا المساجد لايصلح فيها شئى من كلام الناس انما هو التسبيح والتكبير وقراة القران ۔ (ایضاً)

''مسجدیں دنیوی گفتگو کے لیے نہیں یہ تو صرف تسبیح وتکبیر اور تلاوتِ قرآن کے لیے ہیں۔''

مسجد میں غلط اشعار نہ پڑھنا

ويكره انشاد الاشعار ۔ (اشباہ ص ۵۵۹)

اور مسجد میں (جھوٹے' لغو اور بے ہودہ وخلافِ شرع) اشعار پڑھنا مکروہ ہے' اچھے اشعار تو حضور علیہ السلام کی موجودگی میں بلکہ خواہش پر بلکہ حکم پر حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ مسجد نبوی شریف میں پڑھا کرتے تھے اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لیے دعا فرمایا کرتے تھے۔ (مرقات ص ۲۱۵' ج ۱۲)

آدابِ مسجد میں سے یہ بھی ہے کہ مسجد میں آنے والا لوگوں کی گردنیں نہ پھلانگے یعنی لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر آگے جانے کی کوشش نہ کرے بلکہ آسانی سے بغیر گردنیں پھلانگے جہاں جگہ ملے' بیٹھ جائے۔ بالخصوص جمعہ کے دن۔

لقوله عليه السلام من تخطى رقاب الناس يوم الجمعة اتخذ جسرا الى جهنم ۔

''جو جمعہ کے دن لوگوں کی گردنیں پھلانگے گا اس نے اپنے لیے دوزخ کی طرف پل بنالیا۔ (ہاں اس وقت جائز ہے کہ جب کسی کو تکلیف نہ ہوتی ہو اور امام کے خطبہ شروع کرنے سے پہلے پہلے ہو ورنہ مکروہ تحریمی ہے)

(کتاب الفقہ علی مذاہب الاربعہ ج ۱ ص ۴۰۰)

مسئلہ:

اگلی صف میں جگہ خالی رہ گئی ہو اور پچھلی صفیں پُر ہوگئی ہوں تو گردنیں پھلانگ کر بھی مگر آگے جانا جائز ہے مگر احتیاط سے جائے۔ امام بھی محتاط ہو کر گردنیں پھلانگ کر آگے

جا سکتا ہے۔

مسجد میں جھگڑے سے بچنا

ولاینازع فی المکان ۔ (ایضاً)

''مسجد میں جگہ کے لیے جھگڑا نہ کرے۔''

کسی ایک جگہ کو اپنے لیے مخصوص کر لینا مکروہ ہے۔ (طحطاوی ص۱۱۹)

پہلے سے بیٹھے ہوئے شخص کو اُٹھا کر خود بیٹھنا منع ہے۔

لقوله علیه السلام لایقمین احدکم رجلا من مجلسه ثم یجلس فیه ولکن توسعوا وتفسحوا ۔ (بخاری، مسلم)

''کوئی شخص اگر کسی کام کے لیے اُٹھ کر گیا ہے تو واپس آ کر اس جگہ پہ بیٹھنے کا وہی زیادہ حق رکھتا ہے۔''

لقوله علیه السلام اذا قام احدکم من مجلس ثم رجع الیه فهو احق به ۔

''کوئی شخص یہ حق نہیں رکھتا کہ مسجد میں جانے سے پہلے اپنا کوئی نوکر وغیرہ بھیج کر اپنے لیے جگہ ''ریزرو'' کرے اگر اس جگہ پہ اس کا جائے نماز بچھا دیا گیا ہو، کوئی دوسرا اگر جائے نماز اُٹھا کر خود بیٹھ جائے تو اس کو اس بات کا حق حاصل ہے۔

(لواقح الانوار القدسیه للشعرانی ص۸۸۳)

ہاں اگر کسی کے احترام میں کوئی اپنی جگہ سے اُٹھ کر اعزازی طور پر اس کو دے دے تو جائز ہے مگر جس کے لیے اُٹھ رہا ہے اس کو چاہیے کہ وہاں نہ بیٹھے کیونکہ ہو سکتا ہے خوف یا حیاء کی وجہ سے اُٹھا ہو۔

امام شعرانی فرماتے ہیں، لوگ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے اعزاز میں ایسا کرتے تھے مگر وہ فرماتے کہ:

ان رسول الله صلی الله علیه وسلم نهی عن ذلك ۔

''حضور پاک ﷺ نے ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے۔'' (ایضاً)

لطیفہ:

مرقات میں ایک عجیب لطیفہ لکھا ہے کہ ایک ظالم سردار مسجد میں آیا تو اس کے خدام نے لوگوں کو دھکے دیئے اور مار پیٹ کر اس کے لیے جگہ بنائی وہاں ایک عارف کامل موجود تھے‘ لوگوں نے ان کے سامنے شکایت کی تو انہوں نے فرمایا:

ھذا حال عبادتھم فقس حال ظلمھم ومعصیتھم .

”جب ان کی عبادت کا یہ حال ہے تو ان کے گناہ اور ظلم کا اندازہ خود کرلو۔“

(ص ۲۵۴‘ ج ۳)

دوسروں کے لئے تنگی پیدا نہ کرنا

ولایضیق علی احدفی الصف . (قرطبی ج ۱۲ص ۶۸۷)

صف میں گنجائش نہ ہو تو خواہ مخواہ گھس کر دوسروں کو تنگ نہ کرے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ صفوں میں خلا کو چھوڑا جائے کیونکہ حدیث میں ہے شیطان اس خلا میں بکری (یا بھیڑ) کے بچے کی طرح گھس جاتا ہے۔

نمازی کے آگے سے نہ گزرنا

ولایمربین یدی المصلی . (ایضاً)

”نماز پڑھنے والے کے آگے سے نہ گزرے۔“

کیونکہ اس سے سختی کے ساتھ منع فرمایا گیا ہے بلکہ فرمایا کہ اگر گزرنے والے کو معلوم ہو جائے کہ کتنا سخت گناہ ہے تو چالیس (دن مہینے یا سال) کھڑا رہے۔

(لواقح الانوار للعارف الشعرانی ص ۶۴۹ وقال روی الشیخان موفوعا‘ مرقات ص ۲۴۳ ج ۲)

ایک حدیث میں گزرنے والے کو شیطان قرار دیا گیا ہے اور ایک میں اس سے قتال کا حکم دیا گیا ہے۔

فلیدفع فی نحرہ فان ابی فلیقاتلہ فانما ھو شیطان . (لواقح)

کیونکہ یہ اللہ اور بندے کے درمیان رابطہ ختم کرنے کی کوشش کرتا ہے‘ نمازی کی توجہ اپنی طرف مبذول کر کے۔

اہلِ اللہ فرماتے ہیں' ہم نمازی کے سامنے سے اس لیے نہیں گزرتے کہ کہیں ہمیں شیطانوں کی فہرست میں شامل نہ کرلیا جائے۔ (ایضاً)

مدافعت کا حکم اس لیے دیا گیا ہے تا کہ گزرنے والے کو گناہ سے بچایا جا سکے اور نماز کو خلل اندازی سے۔

مسئلہ:

اگر نماز پڑھنے والے نے راستہ روک رکھا ہے تو گناہ گزرنے والے کو نہ ہوگا بلکہ نمازی کو۔

○...... مسجد حرام میں طواف کرنے والے نمازیوں کے آگے سے گزر سکتا ہے۔

(ردالمحتار ج ا ص ۶۳۵)

○...... بڑی مسجد ہو تو نمازی کی جائے سجدہ سے تین صفیں آگے تک نہ گزرے اس کے بعد گزرنا جائز ہے۔ (ایضاً)

○...... سترہ اگر ہو تو گزرنے میں حرج نہیں۔

مسجد میں نہ تھوکنا

ولا یبصق ولا یتنخم ولا یتمخط فیه . (قرطبی)

نہ مسجد میں تھوکے' نہ ناک صاف کرے' نہ کھنگار پھینکے۔

لقوله علیه السلام التفل فی المسجد سیئة و دفنه حسنة . (احمد' طبرانی)

انگلیاں نہ چٹخانا

ولا یفرقع اصابعه . (ایضاً)

مسجد میں (یا گھر میں دورانِ نماز) اپنی انگلیاں نہ چٹخائے۔

لقوله علیه السلام لعلی رضی الله عنه انی احب لك لنفسی لاتفرقع اصابك وانت تصلی .

''اے علی! میں تیرے لیے وہی پسند کرتا ہوں جو اپنے لیے کرتا ہوں تو نماز

کے دوران انگلیاں نہ چٹخا۔''

مسئلہ:

نماز میں انگلیاں چٹخانہ مکروہِ تحریمی ہے اسی طرح نماز کے علاوہ بھی مسجد میں انگلیاں چٹخانا منع ہے اور مسجد سے باہر بھی راحت وسکون مفاصل کے لیے اجازت ہے ورنہ عبث کام ہے۔ (فتاویٰ شامی ج ۱ص ۶۴۲)

بدن' کپڑوں سے نہ کھیلنا

ولا یعبث بشئی من جسدہ ۔ (ایضاً)

''بدن کے کسی حصے سے نہ کھیلے۔''

بلکہ وقار اور سنجیدگی سے مسجد میں بیٹھنا چاہیے اور اللہ کی بارگاہ کی عظمت کے منافی کاموں سے پرہیز کرنا چاہیے۔

مسجد کو گندگی سے صاف رکھنا

وان ینزہ عن النجاسات ۔ (ایضاً)

''مسجد کو نجاست اور گندگی سے صاف رکھے۔''

مسجد میں نجاست لے کر جانا اگر چہ مسجد اس سے آلودہ نہ ہو مکروہِ تحریمی ہے۔

اس طرح بدن پہ نجاست لگی ہو تو مسجد میں جانا منع ہے جس گارے میں ناپاک پانی ملا ہوا ہو اس سے مسجد کی لپائی کرنا مکروہِ تحریمی ہے اس طرح ناپاک تیل سے مسجد میں چراغ جلانا منع ہے۔ مسجد میں کسی برتن کے اندر پیشاب کرنا ناجائز ہے۔ جنبی' حائضہ اور نفاس والی کا مسجد میں داخل ہونا حرام ہے' مسجد کی چھت کا بھی یہی حکم ہے۔

کچا گوشت مسجد میں لے کر جانا تلویث مسجد کی وجہ سے ممنوع ہے۔

(کتاب الفقہ' شامی' تفسیر ابن کثیر)

کوئی بدبودار چیز کھالی مثلاً کچا لہسن یا پیاز تو جب تک اس کی بدبو ختم نہ ہو' مسجد میں نہ آئے۔ (طبرانی) چاہے مسجد میں کوئی نمازی ہو یا نہ ہو۔

وان کان خالیا عن الانسان لانہ محل الملائکۃ ۔

وہ شخص کہ ویسے ہی اس کے منہ سے بدبو آتی ہو یا کسی زخم یا دوائی کی وجہ سے بدبو آتی ہو' بدبو ختم ہونے تک مسجد میں نہ آئے اس طرح قصاب' مچھلی فروش' کوڑھی اور برص والا بھی مسجد میں آنے سے بچے۔ (شامی ج ۱ ص ۶۶۱)

اس طرح جس کے پسینے سے شدید بو آتی ہو' وہ بھی ایسی حالت میں مسجد میں آنے سے پرہیز کرے۔

سگریٹ' حقہ' پان' تمباکو کا بھی یہی حکم ہے کہ بدبو ختم کر کے مسجد میں جائے۔

قال الفقھاء کل من وجد فیہ رائحۃ کریھۃ یتأذی بہ الانسان یلزم اخراجہ ولو یجر من یدہ اورجلیہ دون لحیتہ وشعر راسہ ۔

(مجالس الابرار)

ہوا خارج کرنا بھی مسجد سے باہر ہو' چاہے وہ معتکف ہے یعنی اس ضرورت کے لیے بھی اس کو پیشاب پاخانہ کی طرح مسجد سے باہر جانا چاہیے۔ (عالمگیری)

چھوٹے اور ناسمجھ بچوں کو مسجد میں نہ لے جانا

(ان ینزہ) عن الصبیان والمجانین ۔ (ایضاً)

''مسجد میں چھوٹے بچوں اور مجنون کو نہ آنے دیا جائے۔''

لقولہ علیہ السلام جنبوا صبیانکم ومجانینکم......

(ابن ماجہ باب مایکرہ فی المسجد)

''اگر تلویث کا گمان غالب ہو تو حرام ہے ورنہ مکروہ تنزیہی۔ (شامی ج ۱ ص ۶۵۶)

مسجد میں حد جاری نہ کرنا

ان ینزہ عن اقامۃ الحدود ۔ (ایضاً)

''مسجد میں کسی پر حد جاری نہ کی جائے۔''

لقولہ علیہ السلام لاتقام الحدود فی المساجد ۔ (احمد' ابوداؤد)

مسجد میں سستی نہ کرنا

وان یکثر فیہ ذکر اللہ تعالیٰ ولا یغفل عنہ ۔ (قرطبی)

کثرت سے اللہ کا ذکر کیا جائے اور اس بارے میں سستی وغفلت نہ کی جائے۔

مسجد میں جھاڑو دینا

ویکنسس المسجد ۔ (عین العلم)

''مسجد میں جھاڑو دیا جائے۔''

حضور علیہ السلام خود مسجد میں جھاڑو دیتے تھے۔

وفی العمدۃ وقدور دعن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ کنس المسجد ۔

ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کان یتبع غبار المسجد بجریدۃ ۔

''آپ نے مسجد کا گرد وغبار ٹہنی سے بھی صاف فرمایا۔''

(روح المعانی ج ۱۸ ص ۱۷۶' مرقات ج ۲ ص ۲۰۵)

حضور علیہ السلام نے مسجد میں جھاڑو دینے والی ایک عورت کے بارے میں فرمایا:

انی رایتھا فی الجنۃ بلقطھا القذر من المسجد ۔

''مسجد کی صفائی کرنے کی وجہ سے میں نے اس کو (مرنے کے بعد) جنت میں دیکھا ہے۔'' (لوائح الانوار)

اس عورت کا وصال ہوا تو حضور علیہ السلام نے اس کی قبر پہ جا کر اس کی نمازِ جنازہ پڑھی کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اطلاع دیئے بغیر اس کا جنازہ پڑھ کر دفنا دیا تھا کہ حضور علیہ السلام کو کیا تکلیف دینی ہے۔

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں' میں نے اس سے (بعد الوصال) پوچھا:

ماوجدت من العمل افضل ۔

''تو نے کون سا عمل افضل پایا؟''

فقالت وجدت افضل الاعمال قم المسجد ۔

''مسجد کی صفائی کو میں نے تمام اعمال سے افضل پایا۔'' (لواقح الانوار)

یہ حضور علیہ السلام کا علم اور نگاہ تھی کہ آپ قبر والوں سے سوال و جواب فرما رہے ہیں۔

تعلیم جبریل امیں تھی برائے نام
حضرت وہیں سے آئے تھے لکھے پڑھے ہوئے
حضرت کا علم علم لدنی تھا اے امیر
دیتے تھے قدسیوں کو سبق بے پڑھے ہوئے

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

اذا رایتم الرجل یتعاهد المسجد فاشهدوا له بالایمان ۔ (مشکوٰۃ)

''جب تم کسی شخص کو مسجد کی خدمت کرتا ہوا دیکھو تو اس کے ایمان کی گواہی دو۔''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ عموماً پیر اور جمعرات کو مسجد قبا جاتے اگر صفائی نہ ہوئی ہوتی تو آپ کھجور کی شاخ سے مسجد قبا کی صفائی فرماتے۔ (وفاء الوفاء ج ۲ ص ۲۰)

حدیث میں ہے:

من اخرج اذی من المسجد نبی الله له بیتافی الجنة ۔

(ابن ماجہ باب تطہیر المساجد)

''جو مسجد سے گندگی نکالے گا' اللہ تعالیٰ جنت میں اس کے لیے گھر بنا دے گا۔''

مسئلہ:

مسجد کا کوڑا وغیرہ بھی غلاظت والی جگہ پر نہ پھینکا جائے کہ یہ بھی مسجد کے احترام کے خلاف ہے۔ (درمختار)

مسجد کے طہارت خانے مسجد کے دروازے کے ساتھ بنانا کہ جس سے مسجد میں بدبو آئے' منع ہے۔

جمعہ کے دن مسجد میں خوشبو کا انتظام کیا جائے۔

☆......وینور المسجد ۔ (عین العلم)

''مسجد میں روشنی کا انتظام کیا جائے۔''

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من اسرج فی المسجد سراجالم تزل الملائکة وحملة العرش یصلون علیه ویستغفرون له مادام ذلك الضوء فیه ۔

''جو مسجد میں چراغ روشن کرے گا' ہمیشہ فرشتے اور حاملین عرش اس کے لیے دعا و استغفار کرتے رہتے ہیں جب تک کہ وہ چراغ مسجد میں جلتا رہتا ہے۔''

مسجد میں صفیں اور قالین بچھانا

ویفرشه ففیها الفضائل ۔ (عین العلم)

''مسجد میں صف' دری اور قالین بچھانے کے اپنے فضائل ہیں۔''

مسجد کو رہائش نہ بنانا

ولایتخده بیتا ۔ (عین العلم)

''مسجد کو رہائش نہ بنایا جائے۔''

الاللمسافر وللمعتکف ۔سوائے مسافر اور معتکف کے

مسجد کو رہائش نہ بنانا

ولایتخذه معبرا ۔ (عین العلم)

''مسجد کو راستہ نہ بنایا جائے۔''

مسجد کو گزرگاہ بنانے کی عادت ڈالنے والا فاسق ہے۔ (شامی)

اعتکاف کی نیت کر کے گزرنے والا گناہ گار نہیں ہوگا۔ (ردالمحتار)

مسجد میں نیند کو روکنا

وان غلبه النعاس فیه یتحول عن موضعه ویضرب باطراف

اصابعه جانب راسه الایمن ثلاثا ثم جلس ۔ (ایضاً)

''اگر مسجد میں بیٹھے بیٹھے نیند آنے لگے تو اس کو ختم کرنے کا فوری انتظام اس طرح کرے کہ اپنی جگہ سے کھڑا ہو کر اپنے سر کی دائیں جانب اپنی انگلیوں کے اطراف سے تین ضربیں لگائے اور پھر دوسری جگہ بیٹھ جائے۔''

سفر سے واپسی سے پہلے مسجد میں آنا

ویدخل المسجد اولا ویصلی رکعتین ۔ (ایضاً)

''سفر سے واپسی پر اپنے گھر جانے سے پہلے اللہ کے گھر میں آئے اور دو رکعت نماز نفل پڑھ کر پھر اپنے گھر جائے۔''

یہ نماز تحیۃ القدوم (یعنی خیریت کے ساتھ سفر سے واپسی کا شکریہ) کہلاتی ہے۔

حضور علیہ السلام بھی ایسا ہی فرمایا کرتے تھے' آپ ﷺ کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بھی یہی معمول تھا۔

مسجد کے معاملے میں مسلمانوں کی بے حسی پر ایک تقریر:

اس میں شک نہیں کہ بڑے بڑے مقدس مقامات حجاز' شام اور عراق کے حصے میں آئے لیکن اس سے بھی کسی کو انکار نہیں کہ خدا کی زمین کا ہر خطہ ایسے مقدس مقامات سے معمور ہے جو اپنے تقدس میں بیت اللہ کا پرتو رکھتے ہیں اور ان مقاماتِ مقدسہ کو ہم مساجد کہتے ہیں' ہر مسلمان کو سوچنا چاہیے کہ ہم نے ان مقامات کی کیا توقیر و تعظیم کی ہے کیونکہ بیت المقدس اور وہ مقامات مقدسہ جو ہمارے ہاتھوں سے ہماری کمزوری اور بدقسمتی کی وجہ سے نکل کر ہمارے دشمن کے قبضے میں جا چکے ہیں اور جن کو یاد کر کے ایک دردِ دل رکھنے والا مسلمان خون کے آنسو روتا ہے' ان پر دل کا پگھلنا اپنی جگہ بجا مگر جو مقامات ہمارے پاس ہیں' ہم ان کی کتنی عزت کرتے ہیں' ہماری مسجدیں نمازیوں کو ترستی ہیں' 95 فیصد مسلمان نماز چھوڑ چکے ہیں۔

جبکہ کئی مساجد میں نمازیوں کی بجائے جانور ''اعتکاف'' بیٹھے نظر آتے ہیں اور جو نمازیوں سے آباد ہیں' وہ آباد ہو کر بھی برباد ہیں اور اس حدیث کا پورا مصداق ہیں جو

قربِ قیامت کی علامت کے طور پر حضور پاک ﷺ نے فرمایا:

مساجد هم معمورة وهی خراب ۔

ذکر و عبادت سے خالی دنیا کے دھندے ان میں نمٹائے جاتے ہیں' شور و شغب اور ہر قسم کے قصے قضیے وہاں طے ہوتے ہیں۔ گویا مسجدیں ہو کر بازاروں کا منظر پیش کر رہی ہیں اور مسجد جس مقصد کے لیے بنائی جاتی ہے اس کا قحط ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہر جمعہ کو مسجد کی خود صفائی فرماتے' خوشبو سے معطر فرماتے' آج کتنی مسجدیں ہیں جن میں غیبت و حسد کی بدبو' تکبر و الزام تراشیوں کا تعفن اور دنیاوی باتوں کی طویل داستانیں اور کہانیاں تو موجود ہیں مگر ذکرِ الٰہی کی لذتیں اور عبادتِ الٰہی کی مستیاں مفقود ہیں۔ نتیجتاً بجائے ثواب کے گناہ کا سامان ملتا ہے۔ ایک روایت مدخل ابن حاج کے اندر ہے کہ جب کوئی بندہ مسجد میں ناروا بات کرتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے اسکت یا ولی اللہ اے اللہ کے دوست چپ ہو جا۔ اور اگر وہ باز نہ آئے تو دوبارہ کہتا ہے اسکت یا عدو اللہ اے اللہ کے دشمن چپ ہو جا۔ اور تیسری بار پھٹکار ڈالتا ہوا کہتا ہے اسکت لعنة اللہ علیك۔ چپ ہو جا تجھ پہ اللہ کی لعنت ہو۔ حدیث شریف میں ہے:

ان بیوت اللہ من الارض مساجدها ۔ (المعجم الکبیر للطبرانی)

بیشک زمین پہ مسجدیں اللہ کے گھر ہیں۔

آگے فرمایا کہ اللہ کے ذمہ میں ہے کہ ہر اس شخص کی عزت کرے جو مساجد کی زیارت کے لیے حاضر ہو اس لیے مسجد کی عزت درحقیقت خدا کی عزت ہے اور اس کی بے ادبی کسی رنگ میں چاہے' نماز نہ پڑھ کے ہو یا ادب و احترام نہ کر کے' صفائی نہ کر کے یا اس میں دنیوی باتیں کر کے ہو' یہ اللہ کے جلال و کبریائی کی بے ادبی ہے اور یاد رکھو! کوئی یہ نہ سمجھے کہ مسجد اللہ کا گھر اس معنیٰ میں ہے کہ اللہ اس کی چار دیواری میں ایسے رہتا ہوگا جیسے ہم اپنے گھروں میں بلکہ یوں کہ جیسے سورج کے سامنے شیشہ کرنے سے شیشہ سورج کی تجلی سے جگمگا اُٹھتا ہے پھر جدھر کو آئینہ کریں ہر چیز روشن ہو جاتی ہے حالانکہ زمین سے لاکھوں گنا بڑا سورج آئینہ میں تو نہیں آ گیا بلا تشبیہ (مثال صرف سمجھانے کے لیے ہوتی

ہے ورنہ لیس کمثلہ شیء) اللہ کی تجلی خاص مسجد پہ پڑتی ہے جس سے انوارِ الٰہیہ پیدا ہوتے ہیں اور اس میں آنے والے ان انوار سے فیضیاب اور مستفید ہوتے ہیں۔

مستدرک حاکم میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار علیہ السلام نے فرمایا:

المساجد سوق من اسواق الاخرة من دخلها کان ضیف اللہ قراہ المغفرة وتحفته الکرامة ۔

مسجدیں آخرت کے بازار ہیں' جو ان میں داخل ہوا وہ اللہ کا مہمان ٹھہرا اور اس کی میزبانی بخشش سے کی جائے گی اور اس کو عزت کا تحفہ دیا جائے گا۔

جیسے صبح صبح دنیا کے بازار لگتے ہیں' لوگ اپنی دنیوی ضرورتوں کے مطابق خرید وفروخت کرتے ہیں اسی طرح اس دنیا میں آخرت اور دین کے بازار بھی سجتے ہیں جن میں رب کی رضا اور عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا سودا بکتا ہے اور جنت کے سودے ہوتے ہیں۔

ان اللہ اشتریٰ من المؤمنین ۔

دنیا کے بازاروں میں اس چند روزہ زندگی کا سامان ملتا ہے جبکہ ان آخرت کے بازاروں میں سچے اخروی گھر کا سامان ملتا ہے' اے دنیا کے بازاروں کی سیر کرنے والو! کبھی آخرت کے بازاروں کی سیر بھی کرایا کرو۔

ایک حدیث شریف اس مضمون کی زبردست تائید کرتی ہے' فرمایا:

کل الناس یغدو فبائع نفسه ۔

ہر بندہ اپنے نفس کا سودا کرتے ہوئے صبح کرتا ہے۔

پھر کوئی اچھے عمل کر کے اسے آزاد کرا لیتا ہے اور کوئی بداعمالیوں سے ہلاکت میں ڈال دیتا ہے۔

ایک حدیث میں ہے دنیا کی تمام جگہوں سے پیاری جگہ اللہ کے نزدیک مسجد ہے اور بدترین جگہ بازار ہے۔ وجہ شاید یہی ہے کہ انسان کو پیدا کرنے کا مقصد عبادت ہے۔ تو جو جگہ اس کے مقصد تخلیق کو پورا کرتی ہے' وہ محبوب ترین ہوگئی اور بازار میں چونکہ

عبادت کی بجائے غفلت اور اطاعت کی بجائے معصیت پیدا ہوتی ہے اس لیے بدترین ہوگئی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بازار جاتے' دُکان کاروبار کرتے مگر اس وجہ سے بہت بچتے جس وجہ سے بازار بدترین جگہ بنا ہے' ان کا حال یہ ہوتا

دست بکار دل بیار

توئی مقصود اگر مشغول غیرم ‎ ‎ تو مطلوب اگر نزدیک دیرم

ایک مثال

مثلاً اگر کوئی لوہے کا کام کرتا ہے (ذات پات صرف پہچان کے لیے ہے ورنہ اکرمکم عنداللہ اتقکم) ہتھوڑا اُٹھایا لوہے پر مارنے کو ادھر اذان شروع ہوگئی تو ہتھوڑا فوراً رکھ دے اور مسجد کو چل پڑے' اتنا بھی گوارا نہ کیا کہ اُٹھائے ہوئے ہتھوڑے کی ضرب سے کام لے لے' اس خیال سے کہ کہیں میرا رب مجھ سے ناراض نہ ہو جائے۔ ایک وقت وہ تھا کہ اذان کی آواز بازاروں میں سناٹا پیدا کر دیتی' دُکانیں بند' کاروبار ٹھپ اور مسجد کی طرف دوڑ لگ جاتی قرآن ایسے ہی لوگوں کی شان میں بولتا ہے:

رجال لاتلھیھم تجارۃٌ ولا بیع عن ذکر اللہ۔

چونکہ بازار شر و فساد کی جگہ ہے اس لیے اس کریم آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے جنہیں ہمارا گناہوں میں پڑنا پریشان کر دیتا ہے اس کے شر و فساد سے بچنے کا وظیفہ بتا دیا کہ چوتھا کلمہ پڑھ لیا کرو' بازار جاتے وقت ایک لاکھ نیکیاں ملتی ہیں' ایک لاکھ گناہ معاف ہوتے ہیں اور ایک لاکھ درجے بلند۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم صرف یہ ثواب حاصل کرنے بازار جاتے' یہ ان کا تقویٰ تھا کہ بازاروں کو بھی مسجد بنا دیا اور ہماری بدقسمتی ہے کہ ہمارے لیے مسجدیں بھی بازار بن گئیں' دنیا کے بازار میں جائیں تو دنیا کا گھاٹا کر کے آتے ہیں اور مسجد میں جائیں تو اپنی بداعمالیوں سے آخرت کا نقصان کر کے آ جاتے ہیں نہ دین رہا نہ دنیا۔

یاد رکھو کہ دنیا کا سب سے پہلا گھر بھی مسجد ہے۔ ان اوّل بیت اور جب دنیا کے سارے گھر مٹ جائیں گے تو یہ مسجدیں پھر بھی قائم رہیں گی۔ حدیث میں ہے:

یذھب الارضوان کلھا یوم القیمۃ الا المساجد فانھا فیضم

یعضها الی بعض

قیامت کے دن ساری زمین فنا ہو جائے گی مگر مسجدیں آپس میں اکٹھی ہو کر قائم رہیں گی۔

اور ظاہر ہے سب مسجدیں مل کر بیت اللہ کے ساتھ ہو کر جیسا کہ حدیث میں ہے، جنت میں جائیں گی۔

مسجد کے قریب رہنے والوں کی فضیلت اپنی ہے مگر دُور والے بھی جو حق ادا کریں، پیچھے نہیں ہیں۔ حدیث میں ہے قریب والے دُور والوں پر ایسے فضیلت رکھتے ہیں جیسے غازی اور مجاہد کی فضیلت صرف مجاہد پر جب سرکارِ دوعالم ﷺ نے یہ فضیلت بیان کی تو دُور والے صحابہ رضی اللہ عنہم نے ارادہ کیا کہ مکان بیچ کر مسجد کے قریب مکان بناتے ہیں، سرکارِ دوعالم ﷺ نے منع کر دیا، بنو سلمہ قبیلہ تھا، فرمایا، دُور سے جتنے قدم چل کے آؤ گے، ہر قدم پہ نیکیاں لکھی جائیں گی۔

یاد رہے بعض لوگ صرف مسجد بنانا ہی ثواب سمجھتے ہیں اگرچہ ضرورت نہ ہو، وہ سمجھتے ہیں کہ بندوں پہ خرچ کرنے سے شاید ثواب میں کمی آ جائے۔ یہ بات غلط ہے، ضرورت بندوں پر خرچ کرنے کی ہو تو وہاں خرچ کرنا زیادہ ثواب ہے اور یہ خیال اس لیے آیا کہ مسلمان کی عظمت کو سمجھتے نہیں۔ حدیث میں ہے کہ کعبہ بھی مومن کی عظمت و شان کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ (ابن ماجہ) لہٰذا جہاں مسجد نہ ہو، مسجد بنانا زیادہ ثواب، جہاں مدرسہ نہ ہو، مدرسہ بنانا زیادہ ثواب جس شے کی جہاں ضرورت ہو، اس پر خرچ کرنا زیادہ ثواب ہے۔

الحمدللہ الذی احب من البقاع مساجدها وتخیر لجوارہ القدس راکعها وساجدها وصلی اللہ تعالیٰ علی عبدہ الذی اسریٰ بعبدہ من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ الذی بارک حولہ فجعل طاعة وقولہ و علی الہ وصحبہ الذین هم زین المسجد وانوارها ونظار ریاض الجنة وعمارها وسلم تسلیما کثیرا ۔ اللہ اکبر کبیرا

(۱۳)

توبہ و استغفار

الحمدلله ذی المجد والعلیٰ خالق الارض والسماء مالک اللوح والقلم والعرش العلیٰ یامن تقدس عن الاشباہ ذاتہ وعن الامثال صفاتہ یامن دلت علی وحدانیۃ ایاتہ واحد لامن قلۃ موجود لا من علۃ یامن لیس کمثلہ شیء فی الارض ولا فی السماء یادائم بلا فناء و یاقائم بلا زوال ویامدبر بلاوز یرسھل علینا وعلی والدینا کل عسیر سبحان من لم یزل ربا ولایزال کریما والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا وشفیعنا وحبیبنا وطبینا ورؤفنا ورحیمنا وکریمنا وبشیر ناو نذیرنا و وکلینا ووسیلتنا محمدن المصطفی وعلیٰ الہٖ واصحابہٖ واھل بیتہٖ وعترتہٖ واحباءہٖ واولیاء امتہٖ وامتہٖ الاصفیاء وعلماء ملتہٖ وملتہٖ البیضاء ۔ امابعد

اعلموا ایھا الناس ان الدنیا دارالفناء والعزور والاخرۃ دارالبقاء والسرور واذکروا فضیحۃ القیامۃ والصراط والنشور الا ان وعداللہ حق فلا تغرنکم باللہ الغرور الھکم التکاثر حتی زرتم المقابر کلاسوف تعلمون ثم کلاسوف تعلمون ۔

اذکروا ایها الناس یوم ینادی مناد الجبار لمن الملك الیوم لله الواحد القهار احسن الکلام کلام العلام اعوذ بالله من الشیطن الرجیم . بسم الله الرحمن الرحیم .

توبوا الی الله جمیعا ایه المؤمنون لعلکم تفلحون . (النور: ۳۱)

''اللہ کی طرف توبہ کرو اے مسلمانو! سب کے سب اس امید پر کہ تم فلاں پاؤ۔''

حیف تو سوتا ہے اور مسجد میں ہوتی ہے اذاں
مرغ و ماہی سب اُٹھیں یادِ خدا کے واسطے

زندگی کی حقیقت

ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے اس لیے ہر شخص کو موت سے قبل اپنی فائل یعنی معاملات کو درست کر لینا چاہیے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک صحابی نے سوال کیا' یارسول اللہ! (ﷺ) سب سے زیادہ سمجھ دار آدمی کون ہے؟ فرمایا کہ جو موت کے لیے ہر وقت تیاری میں مشغول رہتا ہے اور جو موت کو کثرت سے یاد رکھتا ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز ایک مرتبہ ایک جنازہ کے ساتھ تشریف لے گئے اور قبرستان میں پہنچ کر علیحدہ ایک جگہ بیٹھ کر سوچنے لگے کسی نے عرض کیا' امیر المومنین! آپ اس جنازہ کے ولی تھے' آپ ہی علیحدہ بیٹھ گئے' فرمایا' ہاں! مجھے ایک قبر نے آواز دی اور مجھ سے یوں کہا کہ اے عمر بن عبدالعزیز! تو مجھ سے یہ نہیں پوچھتا کہ میں آنے والوں کے ساتھ کیا کیا کرتی ہوں؟ میں نے کہا' ضرور بتا۔ اس نے کہا کہ ان کے کفن پھاڑ دیتی ہوں' بدن کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتی ہوں' خون سارا چوس لیتی ہوں' گوشت سارا کھا لیتی ہوں اور بتاؤں کہ آدمی کے جوڑوں کے ساتھ کیا کرتی ہوں' مونڈھوں کو بانہوں سے جدا کر دیتی ہوں اور بانہوں کو پہنچوں سے جدا کر دیتی ہوں اور سرینوں کو بدن سے جدا کر دیتی ہوں اور سرینوں سے رانوں کو جدا کر دیتی ہوں اور رانوں کو گھٹنوں سے اور گھٹنوں کو پنڈلیوں سے اور پنڈلیوں کو پاؤں سے جدا کر دیتی ہوں۔ یہ فرما کر عمر بن عبدالعزیز رونے لگے اور فرمایا' دنیا کا قیام بہت ہی تھوڑا ہے اور اس کا دھوکہ بہت زیادہ ہے اس میں جو عزیز ہے وہ

آخرت میں ذلیل ہے اس میں جو دولت والا ہے' وہ آخرت میں فقیر ہے اس کا جوان بہت جلد بوڑھا ہو جائے گا اس کا زندہ بہت جلد مر جائے گا اس کا تمہاری طرف متوجہ ہونا تم کو دھوکہ میں نہ ڈال دے حالانکہ تم دیکھ رہے ہو کہ یہ کتنی جلدی منہ پھیر لیتی ہے اور بے وقوف وہ ہے جو اس کے دھوکہ میں پھنس جائے' کہاں گئے اس کے دل دادہ جنہوں نے بڑے بڑے شہر آباد کیے' بڑی بڑی نہریں نکالیں' بڑے بڑے باغ لگائے اور بہت تھوڑے دن رہ کر سب چھوڑ کر چل دیئے' وہ اپنی صحت اور تندرستی سے دھوکہ میں پڑے کہ صحت کے بہتر ہونے سے ان میں نشاط پیدا ہوا اور اس سے گناہوں میں مبتلا ہوئے' وہ لوگ خدا کی قسم دنیا میں مال کی کثرت کی وجہ سے قابلِ رشک تھے باوجودیکہ مال کے کمانے میں ان کو رکاوٹیں پیش آتی تھیں مگر پھر بھی خوب کماتے تھے ان پر لوگ حسد کرتے تھے لیکن وہ بے فکر مال کو جمع کرتے رہتے تھے اور اس کے جمع کرنے میں ہر قسم کی تکلیف بخوشی برداشت کرتے تھے لیکن اب دیکھ لو کہ مٹی نے ان کے بدنوں کا حال کیا کر دیا ہے اور خاک نے ان کے بدنوں کو کیا بنا دیا۔ کیڑوں نے ان کے جوڑوں اور ان کی ہڈیوں کا کیا حال بنا دیا۔ وہ لوگ دنیا میں اونچی اونچی مسہریوں اور اونچے اونچے فرش اور نرم نرم گدوں پر نوکروں اور خادموں کے درمیان آرام کرتے تھے' عزیز و اقارب رشتہ دار اور پڑوسی ہر وقت دلداری کو تیار رہتے تھے لیکن اب کیا ہو رہا ہے' آواز دے کر ان سے پوچھ کہ کیا گزر رہی ہے؟ غریب امیر سب ایک میدان میں پڑے ہوئے ہیں' ان کے مال دار سے پوچھ کہ اس کے مال نے کام دیا؟ ان کے فقیر سے پوچھ کہ اس کے فقر نے کیا نقصان دیا' ان کی زبان کا حال پوچھ جو بہت چہکتی تھی' ان کی آنکھوں کو دیکھ کہ دنیا میں وہ ہر طرف دیکھتی تھیں' ان کی نرم نرم کھالوں کا حال دریافت کر' ان کے خوب صورت اور دل رُبا چہروں کا حال پوچھ کہ کیا ہوا ان کے نازک بدن کو معلوم کر کہاں گیا اور کیڑوں نے کیا حشر کیا؟ افسوس صد افسوس اے وہ شخص جو آج مرتے وقت اپنے بھائی کی آنکھ بند کر رہا ہے' اپنے بیٹے' اپنے باپ کی آنکھ بند کر رہا ہے' ان میں سے کسی کو نہلا رہا ہے اور کسی کو کفن دے رہا ہے' کسی کے جنازے کے ساتھ جا رہا ہے' کسی کو قبر کے گڑھے میں ڈال رہا ہے۔ کل کو

تجھے یہ سب کچھ پیش آنا ہے۔

؎ یوں تو دنیا دیکھنے میں کس قدر خوش رنگ تھی
قبر میں جاتے ہی دنیا کی حقیقت کھل گئی

احادیث استغفار

استغفار ہر مصیبت کا علاج ہے

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من لزم الاستغفار جعل الله له من کل ضیق مخرجا ومن کل هم فرجاورزقه من حیث لایحتسب ۔ (مشکوۃ ص ۲۰۴)

''جو شخص اپنے اوپر استغفار کو لازم کر لیتا ہے' اللہ تعالیٰ اس کے لیے ہر تنگی سے آسانی' ہر غم سے نجات پیدا فرما دیتا ہے اور اس کو ایسی جگہ سے رزق عطا فرماتا ہے کہ جہاں سے رزق ملنے کا اس کو وہم وگمان بھی نہیں ہوتا۔''

بہترین گناہ گار کون؟

آپ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا:

کل بنی ادم خطاء و خیر الخطائین التوابون ۔ (مشکوۃ ص ۲۰۴)

''آدم علیہ السلام کی اولاد بہت زیادہ خطا کرنے والی ہے اور خطا کاروں میں سے بہترین وہ ہیں جو کثرت کے ساتھ استغفار کرنے والے ہیں۔''

قبولیت توبہ کی تین شرائط

شیخ محی الدین ابو زکریا نووی علیہ الرحمۃ نے شرح مسلم ج ۲ ص ۳۴٦ پر توبہ کی قبولیت کے لیے تین شرائط بیان فرمائی ہیں۔

(۱) **ان یقلع عن المعصیة**۔ گناہوں سے کنارہ کش ہو جائے (ایسا نہ ہو کہ جس طرح بعض لوگ بے پردہ عورتوں کو دیکھتے رہتے ہیں اور لاحول بھی پڑھتے رہتے ہیں' ایسا

لاحول خود ان پر لاحول پڑھتا ہے۔ **فان هذا الاستغفار يحتاج الى الاستغفار** ۔ایسا استغفار خود دوسرے استغفار کا محتاج ہے۔

(۲) **ان یندم علیھا** ۔گناہ پر شرمندگی بھی ہو۔ندامت و شرمندگی کا مطلب یہ ہے کہ تألم القلب۔ دل میں رنج والم کی کیفیت پیدا ہو جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی میں اس کی مثالیں موجود ہیں کہ جب ان کو معلوم ہوا کہ اللہ اور اس کا رسول ہم سے ناراض ہو گئے ہیں تو قرآن فرماتا ہے:

ضاقت علیهم الارض بما رحبت .

''زمین اپنی وسعتوں کے باوجود ان پر تنگ ہو گئی۔''

وضاقت علیهم انفسهم .

''اور وہ اپنی جانوں سے بھی بے زار ہو گئے۔''

یہ ان کی اللہ و رسول سے محبت کی اعلیٰ درجہ کی دلیل ہے کہ جس سے محبت ہو اس کی ناراضگی دل پر ایسا اثر کرتی ہے کہ اپنا مال، جان، اولاد، مکان، جائیداد کچھ بھی اچھا نہیں لگتا۔

بدایون کے ایک شاعر (فانی) کو اپنی بیوی سے بہت محبت تھی، اس کی بیوی اس سے ناراض ہو گئی جس پر اس نے یہ شعر پڑھا:

ہم نے فانی ڈوبتے دیکھی ہے نبض کائنات
جب مزاج یار کچھ برہم نظر آیا مجھے

(۳) **ان یعزم عزما جازما ان لایعود الی مثلها ابدا** . (ج۲ص۳۳۶)

''یہ کہ پکا ارادہ کرلے کہ آئندہ یہ گناہ نہیں کروں گا۔''

پھر بھی اگر شرارت نفس سے گناہ کر بیٹھے تو اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو بلکہ عرض کرے کہ اے اللہ! تیری بارگاہ کے علاوہ اور کون سی بارگاہ ہے جہاں مجھ کمینے کو پناہ مل سکتی ہے۔آخر بچے کو جب ماں مارتی ہے تو وہ پھر بھی ماں ہی کی طرف دوڑتا ہے۔

نہ پوچھے سوا نیکو کاروں کے گر تو
کدھر جائے بندہ گناہ گار تیرا

ایسے موقع پر شیطان دل میں وسوسہ ڈالتا ہے کہ شرم نہیں آتی روزانہ وہی حرکت کرتا ہے جس کی معافی مانگتا ہے اب چھوڑ معافی وافی کو یہ بے حیائی کا حیاء شیطانی ہے کہ کہا جائے۔

؎ کعبے کس منہ سے جاؤ گے غالب
شرم تم کو مگر نہیں آتی

اگر اس طرح کے شعروں پہ عمل شروع ہو جائے تو انبیاء و اولیاء کے علاوہ ہر کوئی خدا کی بارگاہ چھوڑ دے اور شیطان کا مطیع ہو جائے۔ یوں کہنا چاہیے کہ:

؎ میں اسی منہ سے کعبہ جاؤں گا شرم کو خاک میں ملاؤں گا
اس کو رد رو کے میں مناؤں گا اپنی بگڑی کو یوں بناؤں گا

اگر زمین تیرے گناہوں سے بھر بھی جائے تو......

حضور علیہ السلام فرماتے ہیں' کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے اے انسان! جب تک تو مجھ سے دعا کرتا رہے گا اور میری بارگاہ سے امید رکھے گا' میں تیرے گناہ معاف کرتا رہوں گا' خواہ کیسے ہی ہوں اور کچھ پرواہ نہ کروں گا۔ اے انسان! اگر تیرے گناہ بادل تک پہنچ جائیں اور تو مجھ سے معافی چاہے تو میں بخش دوں گا اور کچھ پرواہ نہ کروں گا۔ اے انسان اگر تو میرے پاس زمین بھر خطائیں لائے تو میں تجھے زمین بھر بخشش دوں گا بشرطیکہ تو مشرک ہو کر میرے پاس نہ آ۔ (ترمذی احمد دارمی)

دل کی سیاہی کا علاج

حضور پاک ﷺ فرماتے ہیں کہ مومن جب گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک سیاہ داغ پیدا ہو جاتا ہے اگر توبہ کر لے تو صیقل ہو کر اس کا قلب صاف ہو جاتا ہے اور اگر توبہ نہ کرے بلکہ گناہ پر گناہ کیے جائے تو اس کے دل کی سیاہی بڑھتی جائے گی یہاں تک کہ قلب کو ڈھک لے گی' اسی کا نام رین ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے:

كلا بل ران على قلوبهم ما كانوا يكسبون ۔

"حضور پاک ﷺ فرماتے ہیں کہ شیطان نے اللہ سے کہا اے مولیٰ! تیری عزت

کی قسم میں تیرے بندوں کو اس وقت تک بہکاؤں گا جب تک کہ ان کے جسموں میں جان رہے گی۔ رب تعالیٰ نے فرمایا' میری عزت و جلال کی قسم میں انہیں تب تک بخشوں گا جب تک وہ توبہ کرتے رہیں گے۔ (احمدی)

توبہ کا دروازہ

حضور پاک ﷺ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے مغرب میں ایک دروازہ بنایا ہے جس کی چوڑائی ستر سال کی راہ ہے' یہ دروازہ توبہ کا ہے جب تک سورج مغرب سے طلوع نہ ہوگا تب تک وہ دروازہ بند نہ ہوگا۔

بابرکت شخص

حضور پاک ﷺ فرماتے ہیں کہ مبارک ہے وہ شخص جس کے نامۂ اعمال میں توبہ و استغفار زیادہ پائی جائے۔ (اشرف التفاسیر)

دوزخ کی آگ حرام کردی گئی

مشکوٰۃ ص ۴۵۸ پہ روایت ہے:

مامن عبد مؤمن یخرج من عینیه دموع وان کان مثل راس الذباب من خشیة الله ثم یصیب شیئا من حروجهه الا حرمه الله علی النار .

جب کسی مسلمان کی آنکھوں سے خوفِ خدا کی وجہ سے مکھی کے سر کے برابر آنسو کا ایک قطرہ گرتا ہے اور وہ چل کر اس کے چہرے پہ آ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر دوزخ کی آگ کو حرام کر دیتا ہے۔

رو رو کر اللہ کی بارگاہ سے دعا مانگنے کی فضیلت کے پیش نظر حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

ابکوا فان لم تبکو فتباکوا .

''رویا کرو اور اگر رونا نہ آئے تو رونے کی شکل بنالیا کرو۔'' (ابن ماجہ ص ۳۱۹)

ایک روایت میں ہے:

وابك علی خطیئتك .

''اپنے گناہ پہ روتا رہ۔''

جنت ودوزخ کے متعلق دعا کرنے والا

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

من سال اللہ الجنة ثلث مرات قالت الجنة اللھم ادخله الجنة ومن استجار من النار ثلث مرات قالت النار اللھم اجرہ من النار . (مشکوۃ ص ۲۱۸)

''جو شخص اللہ تعالیٰ سے تین مرتبہ جنت کا سوال کرتا ہے' جنت خود اللہ سے درخواست کرتی ہے اے اللہ! اس کو جنت میں داخل فرما دے اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے تین مرتبہ دوزخ سے پناہ مانگتا ہے' دوزخ کہتی ہے' یا اللہ! اس کو آگ سے پناہ عطا فرما۔''

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی دنیا سے بے رغبتی

حضرت سلمہ بن کلثوم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں' حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے دمشق میں ایک اونچی عمارت بنائی' حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ میں اس کی اطلاع ملی تو حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کو یہ خط لکھا:

''اے عویمر بن ام عویمر! کیا تمہیں روم وفارس کی عمارتیں کافی نہیں تھیں کہ تم اور نئی عمارتیں بنانے لگ گئے ہو؟ اور اے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ! تم دوسروں کے لیے نمونہ ہو''۔(یعنی کہ ہر کام سوچ سمجھ کر کرنا چاہیے کیونکہ لوگ تمہیں جیسا کام کرتے ہوئے دیکھیں گے ویسا ہی کرنے لگ جائیں گے)

حضرت راشد بن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو خبر ملی کہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے حمص میں دروازے پر ایک چھجہ بنالیا ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں خط لکھا:

"اے عویمر! روم والوں نے جو تعمیرات کی ہیں' کیا وہ دنیا کی زیب و زینت کے لیے کافی نہیں تھیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تو دنیا کو اُجاڑنے یعنی سادگی کا حکم دے رکھا ہے۔"

ابونعیم کی روایت میں مزید یہ ہے کہ روم والوں نے جو تعمیرات کی ہیں' کیا وہ دنیا کی زیب و زینت اور نئی عمارتیں بنانے کے لیے کافی نہیں تھیں حالانکہ اللہ نے تو دنیا کے ویران ہونے کا بتایا ہے جب تمہیں میرا خط ملے فوراً حمص سے دمشق چلے جانا۔ حضرت سفیان کہتے ہیں' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ حکم ان کو بطورِ سزا کے دیا۔

بالاخانہ بنانے والے کو حضرت عمر کا خط

حضرت یزید بن ابی حبیب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں' مصر میں سب سے پہلے حضرت خارجہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ نے بالاخانہ بنایا تھا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو جب اس کی اطلاع ملی تو انہوں نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو یہ خط لکھا:

"سلام ہو! امابعد مجھے یہ خبر ملی ہے کہ حضرت خارجہ بن حذافہ نے بالاخانہ بنایا ہے۔ خارجہ اپنے پڑوسیوں کے پردے کی چیزوں پر جھانکنا چاہتے ہیں لہٰذا جوں ہی تمہیں میرا یہ خط ملے اس بالاخانے کو گرا دو۔ فقط والسلام"

مکان کی چھت کیسی ہو؟

حضرت عبداللہ رومی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضرت اُم طلق رضی اللہ عنہا کے گھر ان کی خدمت میں گیا تو میں نے دیکھا کہ ان کے گھر کی چھت نیچی ہے' میں نے کہا' اے اُم طلق! رضی اللہ عنہا آپ کے گھر کی چھت بہت ہی نیچی ہے۔ انہوں نے کہا' اے میرے بیٹے! حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے گورنروں کو یہ خط لکھا کہ تم اپنی عمارتیں اونچی نہ بناؤ کیونکہ تمہارا سب سے بُرا دن وہ ہوگا جس دن تم لوگ اونچی عمارتیں بناؤ گے۔

حضرت سفیان بن عیینہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کوفہ کے گورنر تھے' انہوں نے خط لکھ کر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے رہنے کے لیے گھر بنانے کی اجازت مانگی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں جواب لکھا کہ ایسا گھر بناؤ جس سے تمہاری

دھوپ اور بارش سے بچنے کی ضرورت پوری ہو جائے کیونکہ دنیا تو گزارہ کرنے کی جگہ ہے۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ مصر کے گورنر تھے' انہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ لکھا کہ تم اپنے ساتھ اپنے امیر کا جیسا رویہ پسند کرتے ہو ویسا ہی رویہ تم اپنی رعایا کے ساتھ اختیار کرو۔

کھلی کچہری

قرآن مجید میں توبہ واستغفار کی رغبت پیدا کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایک عجیب طرزِ تکلم اختیار فرمایا ہے:

افلایتوبون الی اللہ ویستغفرونہٗ ۔

''وہ کیوں اللہ سے توبہ واستغفار نہیں کرتے۔''

گویا اللہ کی رحمت ہم سے شکوہ کناں ہے کہ جب تمہارا رب غفور ورحیم ہے اور تمہیں عطا فرمانے پر تیار ہے تو اس سے مانگو تو سہی۔ گویا اللہ نے اپنی ساری مخلوق کے لیے کھلی کچہری لگا رکھی ہے اور یہ کچہری سال بعد یا مہینے بعد نہیں لگتی بلکہ ہر وقت لگی ہوتی ہے اور تمہارا رب تمہیں اپنی طرف بُلا رہا ہے' ففروا الی اللہ آؤ بھاگ کر اللہ کی طرف۔

کوئی وزیر کبھی سال میں ایک آدھ مرتبہ کھلی کچہری لگائے تو اپنے دنیوی مسائل لے کر دوڑتے جاتے ہو اگرچہ ایک فیصد بھی حل ہونے کی امید ہو تو جو اللہ تمہارے سو فیصد دنیوی واخروی مسائل حل کرنے کے لیے خود تمہیں بُلا رہا ہے اس کی طرف کیوں نہیں آتے ہو۔

اس رب سے محبت کی بات بھی کرتے ہو اور محبوب تمہیں بُلاتا ہے تو اس کی طرف آتے بھی نہیں ہو؟ ارے کیسے محبّ ہو؟ محبّ تو محبوب کی راہوں میں انتظار کرتے کرتے جان دے دیتے ہیں اور تمہارا محبوب تمہیں بُلاتا ہے' رات کی تنہائیوں میں اور دن کے اُجالوں میں نہ اس کو نیند آئے نہ اونگھ اور تم سو رہے ہو۔ وہ فرماتا ہے' اُٹھ اے سونے والے! مجھ سے مانگ' میں تمہارے تمام مسائل حل کردوں اور تو محبت کی بات بھی کرتا ہے اور محبوب کے پاس آتا بھی نہیں ہے۔

؎ زمانے بھر میں رسوا ہوں مگر اے وائے نادانی
سمجھتا ہوں کہ میرا عشق میرے رازداں تک ہے

سرنامہ عنوان آیت میں اکٹھے ہو کر توبہ و استغفار کرنے کا حکم دیا گیا کہ ہو سکتا ہے تیرے دائیں بائیں کوئی ایسا اللہ کا پیارا بیٹھا ہو جس کی آنکھوں سے نکلنے والا آنسو اللہ کی رحمت کے دریا میں ہلچل مچا دے اور اس کے صدقے تیری بھی تقدیر بدل جائے۔ حدیث شریف میں ہے وہ جوان جو جوانی میں توبہ کرتا ہے اور اس کا دل مسجد سے لگا رہتا ہے وہ قیامت کے دن اللہ کے عرش کے سایہ میں جگہ پائے گا اور وہ بوڑھا جو بڑھاپے میں بھی توبہ نہیں کرتا' اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سب سے زیادہ اس کے غضب کا نشانہ بنتا ہے کہ خدا تو اس کے سفید بالوں کا حیا فرماتا ہے اور اس کو بڑھاپے میں بھی شرم نہ آئے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قل یعبادی الذین اسرفوا علی انفسھم لاتقنطوا من رحمۃ اللہ .

''اے اپنی جانو! پہ ظلم کرنے والے میرے بندو! اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو جاؤ' وہ چاہے گا تو تمہارے گناہوں میں سے کچھ بھی نہ بچے گا۔''

اللہ تعالیٰ نے یہاں یاایھا الناس نہیں فرمایا کہ کوئی یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ گناہ کر کے اللہ سے تعلق بندگی ٹوٹ گیا ہوگا۔ فرمایا' تم نے مجھے رگ جاں سے قریب اور علیم بذات الصدور وعلی کل شئی قدیر مان کر بھی گناہ کر لیے اور تمہیں مجھ سے ذرا حیاء نہ آئی کہ ہمارا رب ہمیں دیکھ رہا ہے لیکن میں پھر بھی تمہیں بندہ کہہ کر ہی پکار رہا ہوں' تم اب بھی لرزتے ہاتھوں' برستی آنکھوں' دھڑکتے دل اور تھرتھراتی آواز کے ساتھ مجھے پکارو تو سہی پھر دیکھو میری رحمت کے دریا میں کیسے تلاطم پیدا ہوتا ہے۔

؎ اہل عمل تو اپنے عمل سے ہیں مطمئن
اعظم کو کون دے گا سہارا تیرے بغیر

خدا کی رحمت نیکی کر کے اکڑنے والے پہ اتنی خوش نہیں ہوتی جتنی گناہ کر کے بخشش کی بھیک مانگنے والے پہ خوش ہوتی ہے کیونکہ نیکی والے تو اپنی نیکیوں پہ بھروسہ کر کے بیٹھ

جاتے ہیں اور گناہ گار اپنے رب کی رحمت کی امید لگا کر بیٹھا ہوا ہے اس لیے اس کی یہ تڑپ دریائے رحمتِ خداوندی میں ہلچل مچا دیتی ہے۔

حضور علیہ السلام کا دن میں سوسو مرتبہ استغفار کرنا

حضور علیہ السلام سید المعصومین ہو کر دن میں ستر ستر اور سو سو مرتبہ توبہ و استغفار کرتے' ظاہری حیات کے آخری سانسوں میں بھی حضور علیہ السلام کی زبان پہ یہ الفاظ تھے:

سبحان اللہ وبحمدہ استغفر اللہ واتوب الیہ ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا' حضور! (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر مجھے لیلۃ القدر نصیب ہو جائے تو کون سی نعمت اپنے رب سے مانگوں؟ فرمایا' یہ دعا کرنا:

اللھم انک عفو تحب العفو فاعف عنی ۔

''اے اللہ! تو بہت معاف فرمانے والا اور معاف کرنے کو پسند فرماتے والا ہے۔ پس مجھے معاف فرما دے۔''

عطار ہو رومی ہو' رازی ہو غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہ سحر گاہی
جب عشق سکھاتا ہے آداب خود آگاہی
کھلتے ہیں غلاموں پہ اسرار شہنشاہی
اے طائر لاہوتی اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی
دارا و سکندر سے وہ مرد فقیر اولیٰ
ہو جس کی فقیری میں بوئے اسد اللہی
آئین جواں مرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

گناہ کرنے کے بعد بھی اللہ تعالیٰ بندے کو ظالم نہیں فرماتا حالانکہ گناہ ظلم ہے بلکہ فرمایا:

ولو انهم اذ ظلموا انفسهم ۔

''جب تم اپنی جانوں پہ ظلم کر بیٹھو''

اور بندہ ظالم اس وقت قرار پاتا ہے کہ جب وہ گناہ کر کے توبہ نہیں کرتا۔

توبہ نہ کرنے والا ظالم ہے

ومن لم یتب فاولئك هم الظلمون ۔

کیونکہ گناہ کر کے توبہ کرنے والا تو رب کی رحمت کے قریب ہو گیا اور گناہ کر کے توبہ کرنے کی بجائے اکڑنے والا رب کی رحمت سے دُور ہو گیا۔ رب کی رحمت تو اس کو تکتی رہتی ہے کہ ابھی میری طرف متوجہ ہوتا ہے لیکن جب وہ متوجہ نہیں ہوتا تو اللہ کی رحمت بھی اس سے روٹھ جاتی ہے۔

ان الله لا یهدی القوم الظالمین ۔

اور اگر ایک ہی گناہ سے بار بار توبہ کر کے ستر مرتبہ بھی بندہ وہی گناہ کرے تو اللہ کی رحمت بندے کو پھر بھی مایوس نہیں فرماتی بلکہ اس کا پھر بھی اعلان ہے:

التائب من الذنب کمن لاذنب له ۔

''وہ ایسے ہے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہیں''

بلکہ قرآن پاک میں فرمایا گیا کہ گناہوں سے سچی توبہ کرنے والے **فاولئك یبدل الله سیاتهم حسنات** نہ صرف یہ کہ ان کے گناہوں کو مٹا دیا جاتا ہے بلکہ گناہوں کو نیکیاں بنا دیا جاتا ہے اور اس کے نامۂ اعمال میں لکھ دیا جاتا ہے' بڑا گناہ بڑی نیکی' چھوٹا گناہ' چھوٹی نیکی۔

جس کا مطلب یہ ہوا کہ بندے کی توبہ یہ ہے کہ وہ اپنے رب کی طرف رجوع کر کے گناہوں کی بخشش طلب کرتا رہے اور ربّ کی توبہ یہ ہے کہ وہ اپنے بندے پہ اپنی رحمت فرماتا رہے۔ **(یتوب الله علیهم)** گویا کہ اللہ فرماتا ہے' اے بندے! تو نے تو مجھ سے گناہ نہ کرنے کا وندہ کر کے اپنی توبہ توڑ لی ہے مگر میں نے تو اپنی توبہ نہیں توڑی بلکہ مسلسل تجھ پہ رحم و کرم کیے جا رہا ہوں۔

؎ تیرے کرم سے "سب کی" سلامت ہے زندگی
تیرا کرم نہ ہو تو قیامت ہے زندگی

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اُمت کو فرمایا! اگر توبہ کرنا چاہتے ہو تو فاقتلوا انفسکم اپنے آپ کو قتل کر دو۔ چنانچہ وہ اس پر بھی تیار ہو گئے اور ایک دن میں ستر ہزار افراد نے اپنے آپ کو قتل کر دیا اور ہمارے لیے توبہ کو بالکل آسان کر دیا کہ جس وقت چاہو' جہاں چاہو' جو چاہو' مانگو' تمہیں دیا جائے گا۔

جس کی وجہ سے بارش رُکی ہوئی تھی اب اس کی وجہ سے ہونے لگی

موسیٰ علیہ السلام ایک مرتبہ اپنی قوم کو لے کر بارش کی دعا کرنے کے لیے نکلے' نماز پڑھی' دعا کی مگر بارش نہ ہوئی' رب العالمین کی بارگاہ میں عرض کیا' کیا ماجرا ہے؟ فرمایا' تیری قوم میں ایک ایسا گناہ گار ہے کہ جس کی وجہ سے بارش نہیں ہو رہی' اس کو نکال دو' بارش ہو جائے گی۔ آپ نے دو تین مرتبہ اعلان فرمایا کہ ایسا ایسا بندہ اُٹھ کر چلا جائے مگر کوئی بھی نہ اُٹھا' آخر آپ نے فرمایا' اُٹھ جائے ورنہ میں اللہ سے اس کا نام پوچھ کر اس کو نکال باہر کروں گا اس وقت اس گناہ گار کے دل سے آہ نکلی کہ مولیٰ آج میرا پردہ رکھ لے ورنہ میں ذلیل ہو جاؤں گا۔

؎ تو کریمی من کمینہ بندہ ام
لیک از لطف شما پروردہ ام

اسی وقت بارش شروع ہو گئی' موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا' یااللہ! کوئی شخص اُٹھ کر گیا تو نہیں پھر کس وجہ سے بارش ہونے لگی؟ حکم ہوا کہ جس کی وجہ سے نہیں ہو رہی تھی اب اسی کی وجہ سے ہونے لگی۔ عرض کیا' مولیٰ! اس بندے کا نام تو بتا دے' فرمایا جب وہ گناہ گار تھا جب اس وقت اس کا نام ظاہر نہیں کیا تو اب تو وہ میرا پیارا ہو گیا ہے' اب اس کا نام بتا کر اسے شرمندہ کیوں کروں؟

توبہ' استغفار کے فائدے

توبہ سے صرف گناہ ہی معاف نہیں ہوتے اور صرف اخروی نعمتیں ہی نہیں ملتیں بلکہ

دنیوی نعمتوں کی بھی بارش ہو جاتی ہے۔ چنانچہ سورۂ نوح میں ارشاد ہوتا ہے کہ نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو فرمایا:

استغفروا ربکم انہ کان غفارا یرسل السماء علیکم مدرار ویمددکم باموال وبنین ویجعل لکم جنت ویجعل لکم انہار ۔

''اپنے رب سے استغفار کرو' وہ بڑا معاف فرمانے والا ہے' تم پر اپنی موسلا دھار رحمت کی بارش برسائے گا' مال اور اولاد سے تمہاری مدد فرمائے گا' تمہارے لیے باغات اور نہریں بنائے گا۔''

سورۂ اعراف میں فرمایا:

ولوان اھل القریٰ اٰمنوا واتقوا لفتحنا علیھم برکت من السمآء والارض ولکن کذبوا فاخذنھم بما کانوا یکسبون ۔

''اگر بستی والے ایمان لاتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ہم ان پر زمین و آسمان سے برکتیں نازل فرماتے مگر انہوں نے جھٹلایا' پس ہم نے ان کی کرتوتوں کی وجہ سے ان کو پکڑ لیا۔''

اگر کوئی کہے کہ بے شمار کفار بھی تو دنیا میں خوش حال پھر رہے ہیں بلکہ مسلمانوں سے زیادہ۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ رزق حلال کی بات ہو رہی ہے جو بندے کو اللہ تعالیٰ کے قریب کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں توبہ کرنے والوں کا ذکر عبادت گزاروں' حمد کرنے والوں' نیکی کا حکم کرنے والوں' برائی سے روکنے والوں اور حدود اللہ کا قیام کرنے والوں سے بھی پہلے فرمایا۔

التائبون العابدون الحامدون السائحون الراکعون الساجدون الامرون بالمعروف والناھون عن المنکر والحافظون لحدود اللہ ۔ (التوبہ:۱۱۲)

توبہ کی اس فضیلت کے پیش نظر اگر گناہ گار گناہ کر کے توبہ کرتا ہے تو عارف لوگ عبادت کر کے توبہ واستغفار کی لذت لیتے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا گیا:

؎ زاہداں از گناہ توبہ کنند
عارفاں از عبادت استغفار

توبہ کی اقسام

محرکات کے لحاظ سے توبہ کی چار قسمیں بیان کی گئی ہیں:

(۱) توبۃ النصوح اس میں محرک گناہ ہوتا ہے یعنی گناہ سے بچنے کی وجہ سے اور اس کی معافی کے لیے توبہ کی جاتی ہے' اس کی آگے پھر دو قسمیں ہیں' توبہ عن الصغائر اور توبہ عن الکبائر۔

(۲) توبہ انابت' اس میں محرک حصولِ ثواب و اجر ہوتا ہے۔

(۳) توبہ استجابت' اس میں محرک قربِ الٰہی کا احساس ہے کہ وہ ذات تو شہ رگ سے بھی قریب ہے اور میں اس کی نافرمانی کر رہا ہوں۔

(۴) توبہ استحیاء' کہ جب خدا کی بارگاہ سے اعلان ہوتا ہے کہ اے گناہ کارو! گناہ کر کے بھی میری رحمت سے مایوس نہ ہونا تو بندے کو حیا آ جاتی ہے کہ میرا مولا تو اتنا مہربان ہے پھر میں کیوں اتنا ذلیل ہو جاؤں کہ اس کے کرم سے ناجائز فائدہ اُٹھاؤں۔

پہلی توبہ کا ثمر التائب من الذنب کمن لاذنب لہ ہے

تو اس سے اندازہ لگالو کہ باقی تین کا ثمرہ کتنا عظیم ہوگا اور جب تائب کا یہ حال ہے تو پھر منیب و اواب اور مستجیب و صاحبِ استحیاء کا کیا حال ہوگا۔

پہلی توبہ (عن الذنوب) عوام کی توبہ ہے' توبہ انابت خواص کی ہے اور اخص الخواص کی توبہ یہ ہے کہ

؎ جو دم غافل سو دم کافر

پہلی توبہ کا سفر خطا سے جزا تک ہے' دوسری کا درستگی سے پختگی تک ہے اور اخص الخواص کی توبہ کا سفر خودی سے خدا تک ہے۔

؎ خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

موسیٰ علیہ السلام نے جب دیدارِ الٰہی کی خواہش کا اظہار کیا اور جو ہوا سو ہوا تو عرض کیا:

انی تبت الیک

یا اللہ! میری توبہ۔ یہاں جرم تو تھا کوئی نہیں پھر توبہ کیسی؟ یہ ہے اخص الخواص کی توبہ اور بقاباللہ کی منزل کہ جس مقام پہ بندے میں رب کی صفات جلوہ گر ہوتی ہیں اور توبہ کرنے والے کا فعل، اطاعت، رضا۔ رب کا فعل، اطاعت و رضا ہو جاتی ہیں۔

ومارمیت اذرمیت ولٰکن اللہ رمٰی - واللہ ورسولہ احق ان یرضوہ - من یطع الرسول فقدا طاع اللہ ۔

ایسا بندہ اگر ایک دن میں ستر ستر اور سو سو بار توبہ کرتا ہے اور تریسٹھ سال کرتا رہے تو خدا ہی جانتا ہے کہ اس کے قربِ خدا کی حالت کیا ہوگی۔

رب ''ادن منی حبیبی'' کہے
تیرے قربِ خدا کا کیا کہنا

یاد رہے! سچی توبہ کا ایک سجدہ کرنے سے زمین وجد کرتی ہے، آسمان کانپ جاتا ہے، دل سے نکلی ہوئی دعا رب کی رحمت کو اپنی طرف متوجہ کر لیتی ہے، ہم لوگ توبہ کے ساتھ مذاق کرتے ہیں اور پھر کہتے ہیں، حالات کیوں نہیں بدلتے۔ سچی توبہ کرنے والوں کی شان یہ ہے کہ وہ رات کو سوتے ہیں تو فرشتے ان کی نگہبانی کرتے ہیں، سچی توبہ ہر درد کی دوا اور ہر مرض کا علاج ہے۔ خدا ہمیں پریشان کر کے خوش نہیں ہوتا، وہ تو ہمیں معافی دینا چاہتا ہے لیکن اگر معافی لینے کا کسی میں سچا جذبہ ہی نہ ہو تو اس میں قصور ہمارا اپنا ہے۔

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں
راہ دِکھلائیں کسے راہ روِ منزل ہی نہیں

کسی نے اہل اللہ کے بارے میں کیا خوب کہا ہے کہ:

آہوں کے سہارے جیتے ہیں اشکوں پہ گزارا کرتے ہیں
ہر وقت عشق کی مستی میں بس اس کو پکارا کرتے ہیں

جب حالت یہ ہو پھر اس طرف سے بھی مسلسل یہ آواز سنائی دیتی ہے:

؎ یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

توبہ کی مزید اقسام:

گناہ سے باز آنے کا نام توبہ ہے چونکہ گناہ صدہا اقسام کے ہیں اس لیے توبہ کی بھی بہت سی قسمیں ہوئیں اور ہر قسم کے گناہ کی توبہ مختلف (۱) کفر و شرک، بدمذہبی اور بدعقیدگی سے توبہ (۲) بداعمال سے توبہ (۳) شریعت کی حق تلفی سے توبہ (۴) حقوق العباد سے توبہ (۵) نیکیوں میں کوتاہی اور سستی کرنے سے توبہ (۶) خطا اور بھول چوک سے توبہ (۷) محض اظہارِ عبدیت اور بندوں کی تعلیم کے لیے توبہ۔ انبیائے کرام کی توبہ آخری دو قسم کی ہوتی ہے، ان میں سے ہر ایک کا طریقہ علیحدہ اور تاثیر جداگانہ ہے۔ چنانچہ پہلی قسم کی توبہ سے دین داری و خوش اعتقادی پیدا ہوتی ہے۔ دوسری قسم کی توبہ سے نیک اعمال کی توفیق ملتی ہے۔ تیسری قسم کی توبہ سے ذوق و شوق پیدا ہوتا ہے۔ آخری دو قسم کی توبہ سے رب تعالیٰ راضی ہوتا ہے اور درجے بلند ہوتے ہیں پھر توبہ کے مختلف درجے ہیں۔ (۱) وہ توبہ جس سے گناہ معاف ہو جائیں۔ (۲) وہ توبہ جس سے گناہ کی بخشش ہو کر توبہ کرنے والے کو ولایت حاصل ہو جائے۔ غرض جیسی توبہ اور جیسا توبہ کرانے والا ویسا اس کا اثر۔ حضور غوث پاک اور حضرت رابعہ بصری رضی اللہ عنہما کے چور ایک دَم ولی بن گئے، یہ توبہ کرانے والوں کا فیض تھا۔

توبہ کے آداب و شرائط:

جیسے نماز کے لیے کچھ فرائض ہیں، کچھ واجبات، کچھ سنن، کچھ مستحبات ایسے ہی توبہ کے لیے بھی اور جیسے نماز کے لیے کچھ ادا کی شرطیں ہیں، کچھ قبولیت کی ایسے ہی توبہ کے لیے کچھ شرائط جواز ہیں، کچھ شرائط قبولیت اور جیسے کہ نماز کے لیے کچھ اوقات مستحبہ ہیں، کچھ وقت مکروہہ ایسے ہی توبہ کے لیے۔ چنانچہ توبہ کے شرائط یہ ہیں، وقت پر توبہ کرے توبہ مشرک کا وقت غرغرہ سے پہلے ہے۔ (۲) توبہ کرتے وقت گناہ کا ارادہ نہ ہو بلکہ گناہ سے باز رہنے کا پورا قصد ہو۔ (۳) توبہ کے وقت گزشتہ گناہوں پر پشیمانی ہو (۴) صرف

قبولیت توبہ کا یقین نہ ہو بلکہ رب تعالیٰ کے کرم سے امید اور اس کے قہر سے خوف ہو۔ (۵) جیسا گناہ ہو ویسی توبہ کرے علانیہ گناہ کی علانیہ توبہ، چھپے گناہ کی چھپی توبہ مگر یہ شرط شریعت کے لحاظ سے ہے جس پر شرعی احکام جاری ہوتے ہیں اگر کافر دل سے توبہ کر کے مرے اور کسی کو ظاہر نہ کرے، وہ شرعاً کافر ہے کہ اس کی تجہیز و تکفین وغیرہ نہ ہوگی مگر عنداللہ مومن ہے۔ (۶) اگر ممکن ہو تو گزشتہ گناہ کا بدلہ کرے لہٰذا چھوڑی ہوئی نمازیں قضا کرے، مارا ہوا حق ادا کرے۔ (۷) جن گناہوں کا بدلہ نہیں ہو سکتا، ان کا کفارہ دے۔ حضرت وحشی نے زمانہ کفر میں سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا تو مسلمان ہو کر مسیلمہ کذاب کو مار کر اس کا کفارہ ادا کیا۔ حضرت خالد ابن ولید و عکرمہ رضی اللہ عنہما کی تلوار سے جیسے مسلمان شہید ہوئے ویسے ہی اسلام لانے کے بعد کافر مارے گئے یہ کفارہ ہوا۔ (۸) توبہ کا وقت مستحب یہ ہے کہ گناہ کی طاقت ہوتے ہوئے توبہ کرے۔ مثل مشہور ہے کہ بڑھیا رنڈی اور معزول حاکم، زنا اور ظلم سے توبہ نہ کریں تو کیا کریں؟ مجبور کی توبہ اگرچہ مقبول ہے مگر قادر کی توبہ کا درجہ بلند۔

در جوانی توبہ کردن شیوۂ پیغمبری است
وقت پیری گرگ ظالم مے شود پرہیز گار

ربّ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا چاہیے

حتی الوسع انسان کو گناہوں سے پرہیز کرنا لازم ہے لیکن اگر بتقاضائے بشریت گناہ ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کو اپنے اوپر قیاس نہیں کرنا چاہیے کہ جس طرح کوئی ہماری نافرمانی کرے تو ہم کم ظرفی اور بخل سے کام لیتے ہیں اور اپنی ہی طرح کے انسان کو معاف نہیں کرتے بلکہ انتقام لینے کا سوچتے ہیں بس چلے تو معمولی غلطی پر اس کو قتل کرنے سے بھی باز نہیں آتے جس طرح کہ پرانے بادشاہوں کے واقعات مشہور ہیں۔ خدا تو ایسا مہربان ہے جو معافی کو پسند فرماتا ہے اور گناہ کو ناپسند کرنے کے باوجود فرماتا ہے کہ اگر تم گناہ نہ کرو گے تو میں تمہیں مٹا کر ایسی مخلوق لاؤں گا جو گناہ کرے گی اور میں ان کو بخشوں گا تاکہ اس کی شان غفوریت کا ظہور ہو کیونکہ اگر کسی کا کوئی گناہ ہی نہ ہو تو وہ معاف کس کو

کرے‘ اس کی شان تو یہ ہے کہ اگر کوئی سو افراد کو ناحق قتل کر کے بھی سچی توبہ کی نیت سے گھر سے چل پڑے‘ ابھی توبہ نہ بھی کی ہو اور موت آ جائے تو وہ اس کو بھی جنت کا حق دار قرار دے دیتا ہے‘ اس کی رحمت تو معاف کرنے کے بہانے تلاش کرتی ہے۔

ہم وہ بندے ہیں جو دن رات گناہ کرتے ہیں
یہ وہ آقا ہیں جو سب بخش دیا کرتے ہیں

گناہ کرنے کی وجہ سے بندے کا دل زنگ آلود ہو جاتا ہے‘ توبہ ایسا پانی ہے جو دل کو شیشے کی طرح چمکا دیتا ہے اس لیے اہلِ ایمان کی علامت ہے کہ اپنے لیے بھی دعا کرتے ہیں اور اپنے مرحومین کے لیے بھی۔

ربنا اغفرلنا ولا خواننا الذین سبقونا بالایمان ۔

زندگی کا پتہ نہیں کب ختم ہو جائے اس لیے زندگی کے ہر دن کو آخری دن اور ہر رات کو آخری رات سمجھنا چاہیے‘ اپنی ہر نماز زندگی کی آخری نماز سمجھ کر نہایت خشوع و خضوع سے ادا کرنی چاہیے۔ خدا تعالیٰ کو توبہ کرنے والا بندہ اس قدر پیارا لگتا ہے کہ پھر اس کے گناہوں کے پہاڑ نہیں دیکھتا بلکہ اپنی رحمت کی بہار دیکھتا ہے۔

ہماری زندگی غیر یقینی ہے اور قیامت یقینی ہے جب ہم غیر یقینی زندگی کے نشیب و فراز اور گرمی سردی کے لیے موسم کے آنے سے پہلے ہی انتظام کر لیتے ہیں حالانکہ پتہ ہی نہیں ہوتا کہ یہ لباس یا مکان ہم نے استعمال کرنا بھی ہے یا نہیں تو پھر اس دن کے لیے ہم نے کیا تیاری کر رکھی ہے کہ جو ایک دن ہی خمسین الف سنۃٍ مما تعدون پچاس ہزار سال کا ہے۔

فکرِ آخرت اور تعلیماتِ نبوی

صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا حال:

حضرت ساعدہ بن سعد بن حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ سب سے زیادہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک کا باعث اور میرے جی کو سب سے زیادہ

محبوب وہ دن ہے جس دن میں اپنے اہل وعیال کے پاس جاؤں اور مجھے ان کے پاس کھانے کی کوئی چیز نہ ملے اور وہ یوں کہیں کہ آج ہمارے پاس کھلانے کے لیے کچھ ہے ہی نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے حضورِ اقدس ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مریض کو اس کے گھر والے جتنا کھانے سے بچاتے ہیں' اللہ تعالیٰ مومن کو اس سے زیادہ دنیا سے بچاتا ہے اور باپ اپنی اولاد کے لیے خیر کی جتنی فکر کرتا ہے' اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ مومن کی آزمائش کا اہتمام کرتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں' ایک مرتبہ حضورِ انور ﷺ نے مجھے دیکھا کہ میں نے ایک دن میں دو مرتبہ کھانا کھایا ہے تو مجھ سے فرمایا' اے عائشہ! رضی اللہ عنہا کیا تم یہ چاہتی ہو کہ صرف پیٹ بھرنا ہی تمہارا مشغلہ ہو؟ ایک دن میں دو مرتبہ کھانا اسراف ہے اور اسراف والوں کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتا۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا' اے عائشہ! رضی اللہ عنہا کیا تمہیں اس دنیا میں بس پیٹ بھرنے کی ہی فکر ہے اور کسی چیز کی فکر نہیں ہے؟ ایک دن میں ایک مرتبہ سے زیادہ کھانا اسراف ہے اور اسراف والوں کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں حضورِ اقدس ﷺ کے پاس بیٹھی رو رہی تھی' آپ ﷺ نے فرمایا' تم کیوں رو رہی ہو؟ اگر تم مجھ سے (جنت میں) ملنا چاہتی ہو تو تمہیں دنیا کا اتنا سامان کافی ہونا چاہیے جتنا سوار کو زادِ سفر ہوتا ہے اور مال داروں سے میل جول نہ رکھنا۔ ترمذی' حاکم اور بیہقی کی روایت میں مزید الفاظ یہ ہیں اور جب تک کپڑے پر پیوند نہ لگا لو' اسے پرانا نہ سمجھنا۔ رزین کی روایت میں مزید یہ مضمون ہے کہ حضرت عروہ نے کہا کہ جب تک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے کپڑے پر پیوند نہ لگا لیتیں اور اسے اُلٹ کر نہ پہنتیں اس وقت تک نیا کپڑا نہ پہنتیں۔

غذا کا معاملہ

حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' میں نے ایک دن چربی والے گوشت کا ثرید کھایا پھر میں حضورِ اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور مجھے ڈکار آ رہے تھے۔ حضور پاک

ﷺ نے فرمایا' اے ابو جحیفہ! ہمارے سامنے ڈکار نہ لو کیونکہ جو دنیا میں زیادہ پیٹ بھر کر کھائیں گے' انہیں قیامت کے دن زیادہ بھوک برداشت کرنی پڑے گی۔ چنانچہ اس کے بعد حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ نے آخری دَم تک پیٹ بھر کر کھانا نہ کھایا جب دوپہر کو کھانا کھا لیتے تھے تو رات کو نہ کھاتے اور جب رات کو کھا لیتے تو دن کو نہ کھاتے۔

حضرت جعدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' حضور پاک ﷺ نے ایک بڑے پیٹ والا آدمی دیکھا تو آپ ﷺ نے اس کے پیٹ میں انگلی مار کر فرمایا اگر یہ کھانا اس پیٹ کے علاوہ کسی اور (فقیر یا ضرورت مند) کے پیٹ میں ہوتا تو تمہارے لیے زیادہ بہتر تھا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دِلوں میں خشیتِ الٰہی اور خوفِ قیامت اس قدر سما گیا تھا کہ وہ ہر وقت کانپتے ڈرتے اور سہمے رہتے تھے۔

ایک مرتبہ مدینہ منورہ میں سیاہ بادلوں کی وجہ سے اندھیرا ہو گیا' کسی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا' کیا عہد نبوت ﷺ میں کبھی ایسا ہوا تھا؟ وہ بولے' معاذ اللہ! اگر ذرا تیز ہوا بھی چلتی تو ہم سب بارگاہِ نبوی علیٰ صاحبہا السلام کی طرف دوڑتے تھے۔ (تاکہ وہاں استغفار کریں)

دونوں زمین سے دستبردار ہو گئے

ایک مرتبہ دو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان وراثت کے متعلق نزاع پیدا ہو گیا' گواہ کسی کے پاس بھی نہ تھا۔ دونوں صاحبان حضورِ اکرم ﷺ کے حضور پیش ہوئے۔ آپ ﷺ نے دونوں صاحبان سے کہا' میں ایک انسان ہوں' ممکن ہے کہ تم دونوں میں سے ایک چرب زبان ہو' تیز طرار ہو اس کی بات سُن کر میں اس کے مؤقف کا قائل ہو جاؤں اور فیصلہ اس کے حق میں کر دوں لیکن اگر یہ اس کا حق نہیں تو اس کو سمجھ لینا چاہیے کہ میں نے اس کے گلے میں جہنم کی آگ کا طوق لٹکا دیا ہے۔

دونوں صحابہ رضی اللہ عنہما نے یہ سنا تو آخرت کے خوف اور خشیتِ الٰہی کے مارے زار و قطار رونے لگے اور دونوں نے ایک دوسرے کو اپنا حق دینا چاہا اس موقع پر ہی یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی:

''لوگو! اپنے رب کے غضب سے بچو' حقیقت یہ ہے کہ قیامت کا زلزلہ بڑی (ہولناک) چیز ہے۔'' (الحج:۱)

خوفِ خدا سے رونا

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بڑے رقیق القلب تھے' ایک روز حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے خطاب فرماتے ہوئے کہا:

''جو کچھ میں جانتا ہوں اگر تم جانتے ہوتے تو ہنستے کم اور روتے زیادہ''

اس پر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے اپنے چہرے ڈھانپ کر رونے لگے۔

تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ زیادہ رقیق القلب تھے جب بھی آپ قرآن حکیم کی تلاوت کرتے تو ان پر اتنا اثر ہوتا کہ بے اختیار رونے لگتے۔ ایک بار حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے پوچھا' کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر خوفِ الٰہی سے کبھی غشی بھی طاری ہوتی تھی؟ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نہیں' وہ صرف روتے تھے۔

خوفِ خدا تمام محاسن کا سرچشمہ ہے جس دل میں خوفِ خدا نہیں' وہ قلب زندہ نہیں' قلب مردہ ہے اور مردہ دل انسان سے نیکی کی توقع رکھنا عبث ہوتا ہے اگر ہم اپنے دل میں خوفِ خدا پیدا کر لیں تو ہم بہت سی نہیں' تمام بُرائیوں سے نجات پا سکتے ہیں۔

جنگ احد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سولہ زخم لگے' ان میں سے چار زخم بڑے زبردست تھے جن کی وجہ سے آپ زمین پر گر پڑے اس وقت ایک خوب صورت آدمی خوشبو لگائے ہوئے آیا' آپ کو اُٹھایا اور کہا کہ تم خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں ہو' وہ تم سے راضی ہیں' تم کفار کے مقابلے کے لیے جاؤ۔ آپ نے یہ سارا واقعہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا تو ارشاد ہوا کہ تمہاری آنکھیں ٹھنڈی ہوں' وہ جبرائیل علیہ السلام تھے۔

حضرت علی المرتضٰی کا حال

حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک جہادِ میں مشغول تھے کہ حریف کی تلوار ٹوٹ گئی اور دشمن نے نہایت بے باکی سے حضرت سے تلوار مانگی' آپ نے کمال خندہ پیشانی سے وہی تلوار جس سے اس وقت جنگ کر رہے تھے' اپنے خون کے پیاسے کو عطا فرمائی' دشمن اس ناممکن

مروت پر دنگ رہ گیا اور پوچھا علی! رضی اللہ عنہ یہ تم نے کیا غضب کیا' اپنے مخالف کو از سر نو قوی کر دیا؟ آپ نے مسکرا کر جواب دیا' میں کیا کروں' کوئی بھی حالت ہو' سائل کا کوئی سوال کسی وقت بھی میں رد نہیں کر سکتا۔ امیر المومنین کے اس دلیرانہ اخلاق کا اس کے دل میں اس قدر اثر ہوا کہ وہ مسلمان ہو گیا۔

ایک روز بزاز کی دُکان سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دو کپڑے خریدے' ایک کپڑے کی قیمت کم اور دوسرے کی قیمت زیادہ تھی۔ آپ کا خادم قنبر ہمراہ تھا' کم قیمت والا کپڑا خود رکھ لیا اور زیادہ قیمت والا کپڑا قنبر کو عطا فرمایا۔ قنبر نے عرض کیا' اس کو سرکار رضی اللہ عنہ ہی زیب تن فرمائیں کیونکہ یہ حضور رضی اللہ عنہ کے لیے زیبا ہے۔ ارشاد ہوا' نہیں تم جوان ہو' تمہارے لیے نفیس کپڑا اور میرے لیے یہی بہتر ہے۔

سیدنا حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ اگرچہ چوتھے خلیفہ تھے لیکن درحقیقت ہر خلیفہ کے زمانہ میں صاحبِ اقتدار و اثر تھے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہوئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کو امداد دیتے رہے' ان کے بعد جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہوئے تو ان کے بھی سب سے بڑے مددگار حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہی تھے۔

جب حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کو بھی امداد دیتے رہے۔ حضرت عثمان کی شہادت کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ متفقہ طور پر خلیفہ مقرر ہوئے تو اپنے منصب خلافت پر سرفراز ہو کر صدق و اخلاص کے ساتھ خدمات سرانجام دیں۔

بیعت خلافت کے بعد جب آپ اپنے مکان میں تشریف لائے تو آپ کی ریش مبارک آنسوؤں سے تر تھی۔ آپ کے حرم محترم نے گھبرا کر کہا خیر تو ہے؟ فرمایا' خیریت کہاں میری گردن پر اُمت محمدیہ کا بوجھ ڈال دیا گیا ہے' ننگے بھوکے' مسافر' قیدی' بچے' بوڑھے' کم حیثیت' عیال دار غرض دنیا کے لوگوں کا بار مجھ پر لاد دیا گیا ہے اب میں ڈرتا ہوں کہ قیامت کے دن پرسش ہو تو وہاں مجھے جواب نہ بن آئے' رونے کے لیے یہ کیا کم مصیبت ہے۔

؎ مینار ہیں یہ عظمتِ انسانی کے
حامل ہیں تجلیات قرآنی کے
بوبکر و عمر حضرت عثمان و علی
یہ چار عناصر ہیں مسلمانی کے
(رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین)

صحابہ کرام کی نگاہ میں دنیا کی حقیقت

جب بنی نضیر کے اموال حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قبضہ وتصرف میں آ گئے تو حضور علیہ السلام نے ثابت بن قیس بن شماس کو یاد فرمایا۔ انہیں حکم دیا کہ اپنی قوم کو بلا لائیں۔ انہوں نے عرض کی اپنے قبیلہ خزرج کے لوگوں کو بلا لاؤں یا سب انصار کو؟ فرمایا: سب کو۔ جب اوس وخزرج حاضر ہو گئے تو رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی۔ پھر انصار کی ان قربانیوں کا ذکر فرمایا جو انہوں نے مہاجرین کے لیے دیں۔ پھر فرمایا: اگر تم چاہو تو تمہارے اموال اور فئی کے اموال سب یکجا کر دیے جائیں۔ پھر ان سب کو مہاجرین وانصار میں تقسیم کر دیا جائے اور اگر تمہاری مرضی ہو تو تمہارے مکانات اور زمینیں جو تم نے مہاجرین کو دے رکھی ہیں وہ تمہیں واپس کر دی جائیں اور بنی نضیر کے اموال مہاجرین میں تقسیم کر دیے جائیں۔

اللہ! اللہ! کیا روح پرور منظر ہوگا۔ کیسا نور برس رہا ہوگا اس محفل پر۔ حضور علیہ السلام کا ارشاد سن کر سعد بن زرارہ اور سعد بن معاذ نے عرض کیا یا رسول اللہ! بل تقسمه بين المهاجرين ويكونوا في دورنا كما كانو. یا رسول اللہ! ہمارے مال ان کے پاس ہی رہنے دیجیے اور بنی نضیر کے سب اموال بھی ہمارے مہاجر بھائیوں میں تقسیم فرما دیجیے۔ سب انصار نے ان کی تائید کرتے ہوئے عرض کیا رضينا وسلمنا۔ یا رسول اللہ! ہمیں یہ تجویز منظور ہے۔ ہم اس پر خوش ہیں۔ اس ایثار کو دیکھ کر اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا دل خوش ہو گیا۔ زبانِ اقدس سے دعا فرمائی۔ اللهم ارحم الانصار۔ الٰہی دین کے ان بے لوث مددگاروں پر اپنی خصوصی رحمت فرما۔ چنانچہ انصار کے مشورہ سے یہ تمام

اموال مہاجرین میں تقسیم کر دیے گئے۔ انصار میں سے صرف تین آدمیوں کو جو بہت نادار تھے حصہ ملا۔ ابودجانہ سہیل بن حنیف۔ ان کے علاوہ مشہور یہودی سردار ابن ابی الحقیق کی تلوار حضرت سعد بن معاذ کو عطا فرمائی گئی (مظہری) یہ کمالِ استغناء، یہ شانِ بے نیازی، غلامانِ حبیبِ کبریاء علیہ اجمل الصلوٰۃ واطیب الثناء کا ہی حصہ ہے۔ جمالِ یار نے جن کے دلوں اور آنکھوں سب کو سیراب کر دیا تھا۔

نخستیں بادہ کاندر جام کردند
زچشم مستِ ساقی وام کردند

اپنی ضرورتوں کی پرواہ نہیں دوسروں کی ضرورت پوری کرتے

ان کے کمالِ استغنا کی توصیف اسی پر ختم نہیں ہوتی بلکہ ارشاد ہوتا ہے: ویؤثرون علی انفسھم الخ۔ یہ نہیں کہ مالی طور پر وہ بڑے تونگر تھے، ہر چیز کی ان کے پاس بہتات تھی، اس لیے وہ اموال کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔ درحقیقت وہ خود ضرورتمند تھے۔ ان کی مالی حالت بھی قابلِ رحم تھی لیکن وہ اپنی ضرورت پر اپنے مہاجر بھائیوں کی ضرورت کو ترجیح دیتے تھے۔ حضور علیہ السلام نے اپنی نگاہِ کرم سے سارے اسلامی معاشرے کو ہی اس رنگ میں رنگ دیا تھا۔

ایک مہمان کا عجیب قصہ

ایک روز ایک شخص بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوا۔ عرض کیا! سخت بھوکا ہوں۔ حضور علیہ السلام نے ازواجِ مطہرات سے پوچھا۔ وہاں پانی کے سوا کچھ نہ تھا۔ صحابہ کو فرمایا کوئی ہے جو آج رات اس کی میزبانی کرے۔ اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے۔ انصار میں سے ایک آدمی اٹھا۔ عرض کی یہ سعادت میں حاصل کروں گا اور اس نووارد کو اپنے گھر لے گیا۔ اپنی بیوی سے کہا یہ اللہ تعالیٰ کے رسول کا مہمان ہے۔ اس کی خدمت میں بخل نہ کرنا۔ اس نے کہا بخدا میرے پاس تو بچوں کے کھانے کے سوا کچھ بھی نہیں۔ انصاری نے کہا بچوں کو سلا دینا۔ جب ہم کھانا کھانے بیٹھیں تو دیا بجھا دینا۔ آج رات ہم بھوکے گزاریں گے۔ جب کھانا تیار ہوا تو بچوں کو سلا دیا گیا۔ وہ نیک خاتون دیے کو درست کرنے کے

بہانے اُٹھی اور دِیا بجھا دیا۔ ایک ہی دسترخوان پر سب بیٹھ گئے۔ میاں بیوی اس طرح ظاہر کرتے رہے کہ وہ کھا رہے ہیں۔ مہمان کو احساس ہی نہ ہونے دیا کہ انہوں نے کھانا نہیں کھایا۔ رات بھوکے گزار دی۔ صبح بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے تو حضور علیہ السلام نے فرمایا: لقد اعجب اللہ اوضحك من فلان وفلانة۔ فلاں شخص اور اس کی زوجہ نے جو کام کیا ہے اللہ تعالیٰ نے اسے بہت پسند کیا ہے یا اللہ تعالیٰ اس پر ہنسا ہے۔

ایثار و قربانی کے بے مثال واقعات

اسی طرح ایک دفعہ کسی آدمی نے بکری کا سرا ایک صحابی کو بطورِ تحفہ بھیجا۔ انہوں نے خیال کیا کہ میرے فلاں بھائی کا چھوٹا بال بچہ ہے۔ اس کو مجھ سے زیادہ اس کی ضرورت ہے چنانچہ اس کی طرف وہ سرا بھیج دیا۔ اس نے تیسرے کے پاس تیسرے نے چوتھے کے پاس۔ یہاں تک کہ نو گھروں سے پھر کہ پہلے آدمی کے پاس واپس پہنچ گیا۔

جنگِ یرموک میں جب اسلام کو فتح ہوئی تو لوگ زخمیوں کو پانی پلانے کے لیے میدانِ جنگ میں مشکیزے لے کر پہنچ گئے۔ ایک جگہ عکرمہ، کون عکرمہ؟ ابوجہل کا بیٹا عکرمہ، زخموں سے چور چور پڑا تھا۔ پانی پلانے کے لیے پیالہ آگے بڑھایا گیا تو پاس سے العطش، العطش کی آواز آئی۔ عکرمہ نے اشارہ کیا مجھے رہنے دو، میرے بھائی کے پاس جاؤ۔ اس کے پاس گئے تو کسی اور نے العطش کی صدا بلند کی۔ اس نے کہا مجھے چھوڑو اور اسے پلاؤ۔ پانی پلانے والا وہاں پہنچا تو وہ جامِ شہادت سے اپنی پیاس بجھا چکا تھا اور اسی طرح دوسرا اور جب عکرمہ کے پاس آیا تو وہ بھی جنت الفردوس کو سدھار چکے تھے۔ (ابن کثیر) یہ قرآنی تعلیمات کا اعجاز تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہِ کرم کا فیض تھا۔

لیکن کس قدر بدبختی ہے

کہ جن کی عظمتوں سے قرآن پاک بھرپور ہے نام نہاد مؤمن اور محبانِ اہل بیت ان کی برائی کرتے ہوئے نہیں تھکتے۔ عمرو بن شرحبیل کا قول کتنا معقول ہے کہ رافضی لوگ یہود و نصاریٰ سے بھی دو ہاتھ آگے ہیں کیونکہ اگر یہودیوں سے پوچھا جائے کہ تمہاری امت میں سے افضل ترین لوگ کون ہیں تو ایک ایک یہودی کہے گا وہ لوگ ہم میں سے

افضل ترین ہیں جو ہمارے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ رہے' ان کی زیارت کرتے رہے' ان سے فیض لیتے رہے۔ یہی بات اگر عیسائیوں سے پوچھی جائے تو وہ عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں اوران کے ساتھیوں کا نام لیں گے مگر رافضیوں سے پوچھ کر دیکھ لو من شر اھل ملتکم. تمہاری ملت میں بدترین لوگ کون ہیں؟ تو یہ بدنصیب حضور علیہ السلام کے صحابہ کا نام لیں گے۔ جن کی عظمت کی خدا قسمیں یاد فرماتا ہے۔ لعنة اللّٰہ علی شر کم

سرورِ عالم پہ جو جان فدا کرتے ہیں ۔۔۔ سرورِ عالم بھی انہیں کچھ تو دیا کرتے ہیں

حضرت لقمان کی بیٹے کو نصیحت:

حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو فرمایا کہ بیٹا! کہیں مرغ سے بھی بدتر نہ ہو جانا کہ وہ تو صبح اُٹھ کر اللہ کو یاد کرے۔ (اور اعبدوا اللہ ایھا الغافلون کی صدا بلند کرے) اور تو غفلت میں سویا رہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وما کان اللہ معذبھم وھم یستغفرون ۔

''بندے استغفار کرتے رہیں تو اللہ تعالیٰ کا عذاب ٹلا رہتا ہے۔''

بخاری و مسلم کی حدیث ہے کہ جب بندہ عرض کرتا ہے' یارب اذنبت اے اللہ! میں گناہ کر بیٹھا ہوں تو اللہ تعالیٰ بہت خوش ہوتا ہے کہ میرے بندے نے مجھے یاد کیا ہے اور وہ جانتا ہے کہ میں ہی اس کے گناہ کو بخشوں گا۔

گناہ کر کے بندہ اگر اس کی بارگاہ میں ہاتھ اُٹھا کر دعا کرتا ہے تو وہ کریم فرماتا ہے کہ مجھے تیرے ہاتھ خالی لوٹاتے ہوئے شرم آتی ہے۔

بندے کو بھی شرم آنی چاہیے کہ جب اپنے جیسے کسی بندے کے سامنے گناہ نہیں کرتا اور شرما جاتا ہے کہ یہ کیا کہے گا تو اللہ جو کسی لمحہ اپنے بندے سے جدا ہی نہیں ہوتا اس سے شرم کی زیادہ ضرورت ہونی چاہیے لہٰذا جہاں بھی گناہ کرو وہاں اگر یہ سوچتے ہو کہ کسی نے دیکھ لیا تو کیا بنے گا' وہاں یہ بھی سوچ لیا کرو کہ جو (اللہ) دیکھ رہا ہے' وہ کیا کہے گا اور جب

قیامت کے دن اس کے حضور حاضری ہوگی تو کیا بنے گا۔

بندے کی توبہ اور شیطان کی ذلت

شیطان نے جب اللہ کی بارگاہ میں یہ کہا کہ یا اللہ! میں تیرے بندوں کے آگے پیچھے دائیں بائیں سے حملہ کروں گا اور ان میں سے اکثر کو تیرا ناشکرا کر دوں گا تو خدا نے دو جہتیں اس کے ذہن سے محو فرما دیں تا کہ مذکورہ چار جہتوں سے میرے بندے کام ہی نہ رکھیں۔ نیچے جھک کر مجھے سجدہ کر لیں گے اور ہاتھ اوپر اُٹھا کر مجھ سے دعا کر لیں گے جب بندہ گناہوں سے توبہ واستغفار کرتا ہے تو شیطان سر میں خاک ڈال کر روتا ہے کہ ابن آدم نے مجھے ذلیل کر دیا ہے کہ اتنی مشکل سے گناہ کراتا ہوں اور یہ فوراً توبہ کر کے معاف کروالیتا ہے۔

چنانچہ وادی محسر میں جب حضور علیہ السلام کی اپنی اُمت کے بارے میں دعا قبول ہوتی تو حضور پاک ﷺ نے اپنی آنکھوں سے یہ منظر دیکھا کہ شیطان سر میں خاک ڈالے رو رہا ہے اور آقا ﷺ اس کو دیکھ کر مسکرا رہے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مسکرانے کا سبب پوچھا تو حضور پاک ﷺ نے ان کو بتایا کہ میری دعا کی قبولیت پہ شیطان کی یہ حالت ہوگئی ہے جسے دیکھ کر مجھے ہنسی آ گئی۔ (مشکوٰۃ)

معلوم ہوا کہ مسلمانوں کی خوشی دیکھ کر جو پریشان ہو جائے' وہ شیطان کا ساتھی ہے لہٰذا جو لوگ مہنگائی کر کے خوش ہوتے ہیں یا ڈاکٹرز وغیرہ بیماری پھیلنے سے خوش ہوتے ہیں اور اس موسم کو اپنا سیزن قرار دیتے ہیں' وہ شیطان کے نمائندے ہیں کہ جن کو حضور پاک ﷺ کی اُمت کی پریشانی خوشی دِلاتی ہے اس طرح اہلِ بیت اطہار اور شہدائے کربلا کو شہادت جیسی نعمت ملنے پر جو لوگ آج تک سر میں خاک ڈال کر پیٹ رہے ہیں' وہ بھی اسی راستے پہ چل رہے ہیں۔

یہ بھی یاد رکھو کہ زندگی میں کسی کو ایک گناہ کرتا ہوا دیکھو تو ساری عمر کا اس سے بائیکاٹ نہ کرو کیونکہ ہوسکتا ہے اس کا گناہ معاف کر دیا گیا ہو یا نیکی میں تبدیل کر دیا گیا ہو اور تم اس کو گناہ گار سمجھتے پھرو لہٰذا تمہاری عبادت نے وہ کام نہ کیا جو گناہوں کے کرنے

کے بعد اس کے آنسوؤں نے کر دکھایا کیونکہ اللہ تعالیٰ عبادت کے نتیجے میں ہی جنت نہیں دیتا یہ تو پھر دُکان داری ہوئی کہ پیسے لاؤ اور سودا لے جاؤ' جنت ملنے کے اور بھی بہت سارے اسباب ہیں۔

ے مارا تو بہشت گر بطاعت دہی
آں بیع بود لطف عطائے تو کجا است

اگر ایسی بات ہوتی تو سو انسانوں کا قاتل اتنی جلدی نہ بخشا جاتا اور ستر بچیوں کو زندہ درگور کرنے والا جس کے گناہ نے محبوبِ خدا ﷺ کو بھی رُلا دیا' وہ اتنا آسانی سے نہ چھوٹ سکتا۔ گریہ وزاری رب کی رحمت کو جیت لیتی ہے۔ مولانا روم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

ے طفل یک روزہ ہمیں داند طریق
کہ بگریم تا شود دایہ شفیق
چوں خدا خواہد کہ ما یاری کند
میل مارا جانب زاری کند
باش چوں دلاب نالاں چشم تر
تاز صحن جان بر روید خضر

مثنوی شریف میں ہے کہ ایک مرتبہ مجنوں نے اللہ کی بارگاہ میں عرض کیا' اے اللہ! تو نے مجھے لیلیٰ کا عشق دے کر کس مصیبت میں ڈال دیا ہے کہ ساری دنیا میں رسوائی ہوگئی ہے اور زندگی کی تمام لذتوں سے بے بہرہ ہوگیا ہوں تو جواب ملا اے دیوانے! یہ لیلیٰ کا عشق تو ایک پردہ ہے۔

ے عشق لیلیٰ نیست ایں کار من است
حسن لیلیٰ عکس رخسارے من است
خوش بیاید نالۂ شب ہائے تو
ذوق ہا دارم بیار بہائے تو

روح البیان میں یہ بھی ہے کہ بظاہر تو یعقوب علیہ السلام فراق یوسف علیہ السلام میں رو رہے تھے مگر در حقیقت خالق یوسف کی محبت ان کو رُلا رہی تھی کیوں کہ وہ تو کنعان میں بیٹھ کر یوسف علیہ السلام کی قمیص تک کے حالات جانتے تھے۔

توبۂ آدم علیہ السلام

قصہ آدم علیہ السلام میں علامہ اسماعیل حقی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ آدم علیہ السلام کے قلب میں محبتِ الٰہی کا بیج بویا گیا اور آنکھ کے چشمے سے اسے سیراب کیا گیا تو اس بیج کی پہلی شاخ ربنا ظلمنا انفسنا ظاہر ہوئی اس شاخ پر توبہ کی کلیاں نمودار ہوئیں جن سے ہدایت کے پھول کھلے' معرفت کا پھل حاصل ہوا۔ یہ ہے ثم اجتباہ ربہ فتاب علیہ وھدیٰ ۔ (تفسیر نعیمی پارہ نمبر ا ص ۲۹۹)

راتیں کر کر زاری روندے نیندا کھاں تھیں دھونڈے
فجریں او گنہار سداون سب تھیں نیویں ہوندے

تفسیر عزیزی' روح البیان' خزائن العرفان میں طبرانی' حاکم' ابونعیم اور بیہقی کی روایت نقل کی گئی ہے کہ سیدنا عمر فاروق اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب آدم علیہ السلام کی پریشانی انتہا کو پہنچ گئی تو ان کو یاد آیا کہ میری پیدائش کے وقت عرش اعظم پہ یہ الفاظ لکھے ہوئے تھے:

لا الہ اللہ محمد رسول اللہ ۔

میں کیوں نہ اس نام کے وسیلے سے دعا کروں۔ چنانچہ آپ نے ان الفاظ سے دعا کی جو فوراً قبول ہوئی۔ اسئلک بحق محمد ان تغفرلی اور ابن منذر کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

اللھم انی اسئلک بجاہ محمد عبدک و کرامتہ علیک ان تغفرلی خطیئتی ۔

لا ورب العرش جس کو جو ملا ان سے ملا
بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی

یاد رہے کہ آدم علیہ السلام کی توبہ تو اوّل دن ہی قبول ہو گئی تھی کیونکہ اللہ تعالیٰ تو ہر کسی کی توبہ قبول فرماتا ہے جیسا کہ قرآن پاک میں ہے:

اجیب دعوۃ الداع اذا دعان ۔

پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ نسلِ انسانی کے باپ' خلیفۃ اللہ تعالیٰ فی الارض اور مسجود الملائکہ کی توبہ قبول نہ ہو لیکن جس طرح ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ کے جج کبھی فیصلہ محفوظ کر لیتے ہیں تاکہ موزوں وقت پہ اعلان کیا جائے اللہ تعالیٰ نے فرمایا' اے آدم! تیری توبہ کا اعلان موزوں وقت پہ کیا جائے گا اور وہ موزوں وقت وہی ہے جس کا ذکر اوپر ہو چکا کہ میرے محبوب ﷺ کا نام تیری زبان پہ آئے گا تو تیری توبہ کی قبولیت کا اعلان ہو جائے گا۔

(علامہ ابن حجر فرماتے ہیں' کسی حدیث مدلس اور منقطع نہ ہونا ہی اس کی صحیح ہونے کی علامت ہے ایسے ہی کسی حدیث میں عظمت مصطفیٰ ﷺ کا بیان ہونا بھی اس کو قابل اعتبار کر دیتا ہے لہٰذا جس حدیث میں عظمت مصطفیٰ ﷺ کا بیان ہو اس کو آنکھیں بند کر کے مان لو کیونکہ حضور پاک ﷺ کی عظمت کو بیان کرنا غلط لوگوں کا نہیں' صحیح لوگوں کا کام ہے۔

امام سیوطی علیہ الرحمۃ' حضور علیہ السلام کے والدین کے زندہ ہو کر اسلام قبول کرنے کے بارے میں شعر لکھ کر فرماتے ہیں سَلِّمْ اس کو تسلیم کر سند کی جانچ پڑتال میں نہ پڑ یہی سلامتی کا راستہ ہے۔)

حضور علیہ السلام کی برکت

حضور علیہ السلام کی برکت سے ہر دور میں دعائیں قبول ہوتی رہی ہیں اس اُمت پہ اللہ تعالیٰ نے کس قدر مہربانی فرمائی ہے کہ بنی اسرائیل کے لیے حکم تھا کہ کوئی تمہارا عضو ناپاک ہو جائے تو اس کو پاک کرنے کے لیے کاٹنا پڑے گا' تمہاری نماز سوائے عبادت گاہ کے نہیں ہو سکتی۔ تمہاری طہارت صرف پانی سے ہی ہو سکے گی' روزہ دار اگر سو جائے تو اس کے بعد کھانا پینا حرام' ان پر ان کے گناہوں کی وجہ سے حلال چیزیں بھی حرام کر دی گئیں۔

فبظلم من الذین ھادوا حرمنا علیھم طیبت احلت لھم ۔

ان کے مال کا چوتھائی حصہ زکوٰۃ میں جاتا اور وہ بھی آگ جلا دیتی یعنی ان کے کام نہ آتی ان کے رات میں چھپ کر کیے ہوئے گناہ ان کے دروازوں پہ لکھ دیئے جاتے۔

(روح البیان)

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کی برکت سے یہ تمام بوجھ اس اُمت سے اُٹھا دیئے۔

ویضع عنھم اصرھم والاغلل التی کانت علیھم ۔

پھول اور کانٹے کی مثال

مولانا رومی فرماتے ہیں کہ جو کانٹے پھولوں کے دامن میں اپنا منہ چھپائے ہوئے ہیں' ان کو باغبان گلستان سے نہیں نکالتا لیکن جو خالص کانٹے ہیں اور پھولوں سے اعراض کیے ہوئے ہیں' ان سے مستغنی اور دُور ہیں' ان کو جڑ سے اُکھاڑ پھینک دیتا ہے۔ فرماتے ہیں:

؎ آں خارمی گریست کہ اے عیب پوش خلق
شد مستجاب دعوت او گلعذار شد

ایک کانٹا زبانِ حال سے رو رہا تھا کہ اے مخلوق کے عیب چھپانے والے خدا! میرا عیب کیسے چھپے گا کہ میں تو کانٹا ہوں اس کی یہ فریاد وگریہ زاری قبول ہوئی اور حق تعالیٰ کے کرم نے اس کی عیب پوشی اس طرح فرمائی کہ اس پر پھول اُگا دیا جس کی پنکھڑیوں کے دامن میں اس خار نے اپنا منہ چھپا لیا پس اگر ہم کانٹے ہیں' نالائق ہیں تو ہمیں چاہیے کہ اللہ والوں کی صحبت میں رہا کریں اس کی برکت سے انشاء اللہ تعالیٰ اوّل تو ہم خلعتِ گل سے نواز دیئے جائیں گے یعنی اللہ والے ہو جائیں گے ورنہ اگر کاملین میں نہ ہوئے تو تابعین میں انشاء اللہ تعالیٰ ضرور اُٹھائے جائیں گے۔ مثل خار کے محروم نہ رہیں گے۔

؎ ہمیں معلوم ہے تیرے چمن میں خار ہے اختؔر
مگر خاروں کا پردہ دامنِ گل سے نہیں بہتر

چھپانا منہ کسی کانٹے کا دامن میں گل تر کے
تعجب کیا چمن خالی نہیں ہے ایسے منظر سے

توفیق توبہ

آج کل اس دورِ پُرفتن میں ہم لوگ روحانیت سے کٹ کر مادیات کی طرف دوڑ رہے ہیں جس کی بناء پر اعمالِ صالحہ سے غفلت اور گناہوں کی طرف رغبت بڑھتی جارہی ہے' لاکھوں افراد ایسے ہیں کہ جو اپنے دعویٰ میں مسلمان ہیں لیکن گناہوں میں سر سے پاؤں تک ڈوبے ہوئے ہیں' فسق و فجور میں اس حد تک آگے جاچکے ہیں کہ گناہوں کے ترک کرنے اور توبہ واستغفار کا تصور بھی نہیں کرتے اس کے بعد ان کے دل میں خیالات ایسے پیدا ہوتے ہیں کہ اب ہماری توبہ ہی کیا قبول ہوگی؟ حالانکہ حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے:

وھو الذی یقبل التوبۃ عن عبادہ ویعفوا عن السیئات

وہ ایسا مالک ہے کہ اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور تمام گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے' اللہ تعالیٰ کی ذات سب سے زیادہ رحیم و کریم ہے' وہ ارحم الراحمین ہے اس کی رحمت سے کبھی ناامید نہ ہوں' برابر توبہ کا اہتمام کرتے رہیں' گناہ ہو جائے پھر فوراً توبہ کریں۔ ایک بزرگ یہ شعر پڑھا کرتے تھے:

ہم نے طے کیں اس طرح سے منزلیں
گر پڑے گر کر اُٹھے' اُٹھ کر چلے

صغائر کی مغفرت تو اعمالِ صالحہ سے بھی ہو سکتی ہے لیکن کبائر کی مغفرت مشروط ہے توبہ کے ساتھ۔ یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ مغفرت کی خوش خبری سُن کر گناہوں پر جرأت کرنا اس خیال سے کہ مرنے سے قبل توبہ کرلیں گے' بہت بڑی حماقت' نادانی اور بے وقوفی ہے کیونکہ آئندہ کا حال کسی کو معلوم نہیں کہ کب نزع کا عالم طاری ہو جائے اور توبہ کا دروازہ بند ہو جائے۔

ظالم ابھی ہے فرصتِ توبہ' نہ دیر کر
وہ بھی گرا نہیں جو گرا پھر سنبھل گیا

حدیث مبارک (ترمذی ج ۲ ص ۷۲، ابواب صفۃ القیامۃ) میں حضور پاک ﷺ کا ارشاد ہے:

الکیس من دان نفسہ وعمل لما بعد الموت والعاجز من اتبع نفسہ ھواھا وتمنی علی اللہ۔

عقل مندی کی سند دربارِ رسالت سے اس شخص کو عطا ہو رہی ہے جس نے اپنے نفس کا حکم نہیں مانا اور مابعد الموت کے لیے عمل کیا اور بے وقوف وہ ہے جو اپنے نفس کو اس کی خواہشوں کے پیچھے لگائے رکھے اور اللہ تعالیٰ سے لمبی لمبی امیدیں لگائے رکھے۔

ہر گناہ توبہ سے معاف ہو جاتا ہے

جتنے بھی گناہ ہوں، سب توبہ کرنے سے معاف ہو سکتے ہیں۔ ترمذی شریف ابواب الدعوات میں حضرت انس سے روایت ہے کہ:

سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول قال اللہ تبارک و تعالیٰ یا ابن ادم انک مادعوتنی ورجوتنی غفرت لک علی ماکان فیک ولا ابالی یا ابن ادم لوبلغت دنوبک عنان السمآء ثم استغفرتنی غفرت لک ولا ابالی یا ابن ادم لو اتیتنی بقراب الارض خطایا ثم لقیتنی لاتشرک بی شیئا لاتیتک بقرابھا مغفرۃ۔ (ج ۲ ص ۱۹۴)

میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اے انسان! بے شک تو جب تک مجھ سے دعا کرتا رہے گا اور مجھ سے امید لگائے رہے گا، میں تجھ کو بخشوں گا، تیرے گناہ جو بھی ہوں اور میں کچھ پرواہ نہیں کرتا ہوں۔ اے انسان! اگر تیرے گناہ آسمان کے بادلوں تک پہنچ جائیں پھر بھی تو مجھ سے مغفرت طلب کرے تو میں تجھے بخش دوں گا اور میں کچھ پرواہ نہیں کرتا ہوں۔ اے انسان! اگر تو اتنے گناہ لے کر میرے پاس آئے جس سے ساری زمین بھر جائے پھر مجھ سے اس حال میں ملاقات کرے کہ میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناتا ہو تو میں اتنی ہی بڑی مغفرت سے تجھ کو نوازوں گا جس سے

زمین بھر جائے۔ (ترمذی باب الدعوات ج ۲ ص ۱۹۴) یہ حدیث مومن بندوں کے لیے اعلانِ عام ہے جو شہنشاہِ حقیقی کی طرف سے نشر کیا گیا ہے' انسانوں سے لغزشیں اور خطائیں ہو جاتی ہیں' احکام کی ادائیگی میں خامی رہ جاتی ہے۔ موظبت اور پابندی میں فرق آ جاتا ہے چھوٹے بڑے گناہ بندہ اپنی نادانی سے کر بیٹھتا ہے' اللہ پاک نے اپنے بندوں کی مغفرت کے لیے یہ نسخہ تجویز فرمایا ہے کہ عجز وانکساری کے ساتھ بارگاہِ خداوندی میں مضبوط امید رکھتے ہوئے مغفرت کا سوال کرو' دل میں شرمندہ و پشیمان ہو کہ ہائے مجھ ذلیل وحقیر سے مولائے کائنات خالقِ موجودات تبارک وتعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی ہوگئی اور آئندہ کے لیے گناہ نہ کرنے کا پختہ عزم کرے اس پر اللہ جل شانہ مغفرت فرما دیتا ہے اور فرماتا ہے کہ لاابالی یعنی تیرا گناہ بخشنے میں مجھ پر کوئی بوجھ نہیں' مجھے کسی قسم کی کوئی پرواہ نہیں ہے نہ بڑے گناہ بخشنے میں کوئی مشکل ہے نہ چھوٹا گناہ معاف کرنے میں کوئی مانع ہے۔

ان الکبائر فی الغفران کاللمم ۔

اللہ کی بخشش کے سامنے کبیرہ گناہوں کی حیثیت بھی معمولی لغزشوں کی سی ہے۔

گناہوں کی کثرت

گناہوں کی کثرت کی دو مثالیں ارشاد فرماتے ہوئے مومنین کو مزید تسلی دی اور فرمایا کہ اگر تیرے گناہ اس قدر ہوں کہ ان کو جسم بنایا جائے اور وہ زمین سے آسمان تک پہنچ جائیں اور ساری فضا (آسمان وزمین کے درمیان) کو بھر دیں تب بھی مغفرت مانگنے پر میں مغفرت کر دوں گا اور تیرے گناہ اس قدر ہوں کہ ساری زمین ان سے بھر جائے تب بھی میں بخشنے پر قادر ہوں اور سب کو بخشتا ہوں۔ تیرے گناہ زمین کو بھر سکتے ہیں تو میری مغفرت بھی زمین کو بھر سکتی ہے بلکہ اس کی مغفرت تو بے انتہا ہے' آسمان وزمین کی وسعت اور ظرفیت اس کے سامنے ہیچ در ہیچ ہے البتہ کافر ومشرک کی بخشش نہ ہوگی جیسا کہ حدیث شریف کے آخر میں بطورِ شرط کے فرمایا ہے **لاتشرك بی شیئا** اور قرآن شریف میں ارشاد ہے:

ان اللہ لایغفر ان یشرك بہٖ و یغفر مادون ذلك لمن یشآء ۔

''بے شک اللہ نہیں بخشے گا اس کو کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک قرار دیا جائے اور اس کے سوا دوسرے جتنے گناہ ہیں جس کے لیے وہ چاہے گا' بخش دے گا۔'' (سورۂ نساء پ ۵)

کافر و مشرک کی کبھی بھی مغفرت نہ ہوگی یہ لوگ ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔ مومن بندہ سے جتنے بھی گناہ ہو جائیں' اللہ کی رحمت اور مغفرت سے کبھی ناامید نہ ہو' توبہ و استغفار میں لگا رہے اور مغفرت کی پختہ امید باندھے رہے۔

الحمدلله غافر الذنب وقابل التوب شديد العقاب ذی الطول لا اله الا هو اليه المصير ۔ وهو الذی يقبل التوبة عن عباده ويعفوا عن السيئات ويعلم ماتفعلون ويستجيب الذين امنوا وعملو الصلحت ويزيدهم من فضله والصلوٰة والسلام علىٰ من بشر المؤمنين برحمة الله وهو رحمة للعلمين بشيرا ونذيرًا وداعيا الى الله باذنه وسراجًا منيرًا وآله واصحابه وبارك وسلم تسليمًا كثيرًا كثيرًا كثيرًا ۔



(۱۴)

اسلامی سلام اور اس کا صحیح جواب

الحمدلله الذی لایدرکه بعد الهمم ولاینالہ عقول الامم الذی لیس لصفته حد محدود ولانعت موجود ولاوقت معدود ولااجل ممدودو تری الخلائق بقدرته ونشر الضیاء برحمته اول الدین معرفته وکمال معرفته التصدیق وکمال التصدیق به التوحید والصلوة والسلام علی سیدنا الانبیاء بشیرنا المسدد ونذیرنا المؤید المصطفی الامجد المحمود الاحمد ابی القاسم محمد وعلی اله الطیبین الطاهرین واصحابه الکاملین العارفین ۔ امابعد فاعوذ بالله من الشیطن الرجیم' بسم الله الرحمن الرحیم ۔

واذا جاء ك الذین یؤمنون بایتنا فقل سلم علیکم ۔ (انعام ۵۴)

''اور جب ہماری آیتوں پر ایمان رکھنے والے آپ کے پاس آئیں تو کہو تم پر سلامتی ہو۔''

اسلام سے پہلے اہل عرب کی عادت یہ تھی کہ جب ایک دوسرے سے ملتے تو کہتے حیاك الله (جیتے رہو) اور اس طرح کے دیگر بہت سارے الفاظ سے سلام اور اس کا جواب دیتے۔

اسلام نے اس طریقے کو بدل کر السلام علیکم کہنے کا حکم دیا۔ مندرجہ بالا آیت میں حضور علیہ السلام کے واسطے سے اُمت کو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ مسلمان جب آپس میں ملیں تو ایک السلام علیکم کہے اور دوسرا وعلیکم السلام کہے۔ قاضی ابوبکر ابن العربی احکام القرآن ج ۱ ص ۱۹۴ پہ فرماتے ہیں کہ لفظ سلام اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ہے جس کا معنی ہے اللہ رقیب علیکم (اللہ تمہارا محافظ ونگہبان ہو)

قرآن پاک میں لفظ سلام

لفظ سلام کی اہمیت کا اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ قرآن پاک میں یہ لفظ کئی جگہ آیا ہے۔

☆ جاہل لوگ جب اللہ کے بندوں سے جاہلانہ گفتگو کرتے ہیں تو عباد الرحمٰن کی زبان پہ یہی لفظ ہوتا ہے:

واذا خاطبھم الجاھلون قالوا سلما ۔ (الفرقان)

☆ جب تم کسی کے گھر میں داخل ہو تو اپنوں کو سلام کرو' یہ اللہ کی طرف سے ملتے وقت کی بہت عمدہ اور پاکیزہ دعا ہے۔

فاذا دخلتم بیوتا فسلموا علیٰ انفسکم تحیۃ من عنداللہ مبرکۃ طیبۃ ۔ (النور:۶۱)

☆ اہل جنت جب جنت میں ایک دوسرے سے ملیں گے تو یہی لفظ بولیں گے۔

تحتیھم فیھا سلٰم ۔ (یونس)

☆ قیامت کے دن فرشتے جنتی لوگوں کو جنت کی طرف آتا ہوا دیکھ کر ان کا استقبال کرتے ہوئے کہیں گے تم پر سلام ہو' ہمیشہ کے لیے جنت میں داخل ہو جاؤ اور وہاں خوشیاں مناتے رہو۔

سلم علیکم طبتم فادخلوھا خلدین ۔ (الزمر)

وتتلقھم الملائکۃ ۔ (الانبیاء)

یقولون سلم علیکم ادخلوا الجنۃ بما کنتم تعملون ۔ (النحل)

☆ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں کئی انبیائے کرام علیہم السلام پہ اسی لفظ سے سلام بھیجا۔

سلامٌ علی نوحٍ فی العالمین' سلام علیٰ ابراھیم' سلام علی موسیٰ و ھرون' سلام علیٰ الیاسین' وسلام علیٰ المرسلین' یحییٰ علیہ السلام پہ یوں سلام بھیجا وسلم علیہ یوم ولد ویوم یموت ویوم یبعث حیا ۔ ان پر سلام ان کے یومِ ولادت ویومِ وفات اور جس دن ان کو زندہ کر کے اُٹھایا جائے گا اس دن ان پہ سلام۔

☆ سارے جہاں کے اہلِ ایمان کو اپنے محبوب علیہ السلام پہ سلام بھیجنے کا حکم دیا۔

یاایھا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما ۔ (الاحزاب)

☆ جو تمہیں سلام کہے' اس کو یہ نہ کہو کہ تو مومن نہیں ہے۔

ولاتقولوا لمن القی الیکم السلام لست مؤمنا ۔

ہاں اگر واقعی اس کے عقائد کفریہ کا آپ کو علم ہے تو وہ لفظ سلام بول کر اسلام شعائر کی توہین کا مرتکب ہو رہا ہے اور آپ کے جواب کا ہرگز مستحق نہیں ہے۔

☆ جب کوئی مسلمان تمہیں سلام کہے تو اس کو اس سے بہتر یا کم از کم اس طرح کا اس کو جواب دو۔

واذا حییتم بتحیۃ فحیوا باحسن منھا اوردوھا ۔ (نساء)

اس سے سلام ہی مراد ہے بہتر طریقہ جواب دینے کا یہ ہے کہ ایک السلام علیکم کہے اور دوسرا وعلیکم السلام ورحمۃ و برکاتہ کہے۔

سلام کے بارے میں احادیث:

☆ بخاری ومسلم کی حدیث ہے' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور علیہ السلام سے پوچھا ای الاسلام افضل؟ اسلام میں کون سا عمل سب سے افضل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' تطعم الطعام و تقرئ السلام علی من عرفت ومن لم تعرف ۔

لوگوں کو کھانا کھلاؤ اور سلام کو عام کرو خواہ پہچانتے ہو یا نہیں پہچانتے۔

☆ ایک حدیث میں فرمایا:

افشوا السلام واطعموا الطعام وادخلوا الجنة دار السلام ۔

سلام پھیلاؤ' کھانا کھلاؤ اور جنت جو کہ سلامتی کا گھر ہے اس میں داخل ہو جاؤ۔

حضور علیہ السلام جب مدینے پاک میں تشریف لائے تو حضرت عبداللہ بن سلام جو یہودیوں کے بہت بڑے عالم تھے' انہوں نے حضور علیہ السلام کی زبانِ حق ترجمان سے سب سے پہلے یہی الفاظ سنے اور اپنی قوم کو فرمایا' ایسا چہرہ کسی جھوٹے کا نہیں ہو سکتا۔

☆ ابن ماجہ شریف ص ۲۷۱ پہ ہے:

مامن مسلمین یلتقیان فیتصافحان الاغفر لهما قبل ان یتفرقا ۔

دو مسلمان جب آپس میں سلام لیتے ہیں اور مصافحہ کرتے ہیں تو جدا ہونے سے پہلے ان دونوں کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام نے فرشتوں کو یہی سلام کیا اور فرشتوں نے ان کو یہی جواب دیا تو معلوم ہوا کہ یہ طریقۂ سلام فطرت کے تقاضوں کے مطابق بھی ہے' فرشتوں کا پسندیدہ بھی ہے' خدا کا فرمودہ بھی ہے' حق کا راستہ بھی ہے اور حقوق العباد میں سے ایک اہم حق بھی ہے۔

☆...... صحیح مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم جنت میں اس وقت تک داخل نہیں ہو سکتے جب تک کہ مومن نہ ہو اور تمہارا ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتا جب تک ایک دوسرے سے محبت نہ کرو۔ میں تم کو ایسی چیز بتاتا ہوں کہ اگر تم اس پر عمل کر لو تو تمہارے درمیان آپس میں محبت قائم ہو جائے گی' وہ یہ کہ آپس میں سلام کو عام کرو یعنی ہر مسلمان کے لیے خواہ اس سے جان پہچان ہو یا نہ ہو۔

☆...... مسند احمد و ترمذی و ابوداؤد نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ قریب وہ شخص ہے جو سلام کرنے میں ابتدا کرے۔

☆...... مسند بزار اور معجم طبرانی کبیر میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سلام اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے زمین پر اُتارا اس لیے تم آپس میں سلام کو عام کرو کیونکہ مسلمان آدمی جب کسی مجلس میں جاتا ہے اور ان کو سلام کرتا ہے تو اس شخص کو اللہ تعالیٰ کے نزدیک فضیلت کا بلند مقام حاصل ہوتا ہے کیونکہ اس نے سب کو سلام یعنی اللہ تعالیٰ کی یاد دِلائی اگر مجلس والوں نے اس کے سلام کا جواب نہ دیا تو ایسے لوگ اس کو جواب دیں گے جو اس مجلس والوں سے بہتر ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کے فرشتے۔

☆...... طبرانی معجم کبیر میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بڑا بخیل وہ آدمی ہے جو سلام میں بخل کرے۔

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر جو اثر ہوا اس کا اندازہ اس روایت سے ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اکثر بازار میں صرف اس لیے جایا کرتے تھے کہ جو مسلمان ملے اس کو سلام کر کے عبادت کا ثواب حاصل کریں' کچھ خریدنا یا فروخت کرنا مقصود نہ ہوتا تھا۔ یہ روایت مؤطا امام مالک میں حضرت طفیل بن ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے نقل کی گئی ہے۔

سلام کے غلط طریقے:

حدیث شریف میں ہے کہ بڑا بخیل (اور متکبر) ہے وہ بندہ جس کو سلام کیا جائے تو وہ جواب ہی نہ دے۔

لہٰذا سلام کہنے والے کو جواب نہ ملنے پر پریشان نہیں ہونا چاہیے کیونکہ اس نے سلام کرنے کا اور جواب نہ ملنے پر برداشت کرنے کا ثواب حاصل کیا ہے اور جواب نہ دینے والا تکبر کی بیماری میں مبتلا ہے۔

بعض لوگ سلام تو کہتے ہیں مگر اس طرح کہ اس سے بہتر تھا کہ نہ ہی کہتے کیونکہ وہ یہودیوں والا سلام کہتے ہیں جو انہوں نے حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں آ کر کہا۔ السام علیکم! تم پر موت واقع ہو (نعوذ باللہ) آپ نے ان کو اسی طرح کا ہی جواب دیا اور پھر دنیا

نے دیکھا کہ ان پر کس طرح موت واقع ہوئی کہ عرب سے ہی نکال دیئے گئے۔ (اللہ تعالیٰ موجودہ عربوں کو غیرت عطا کرے تاکہ یہودی قیامت تک عرب سے نکلے ہی رہیں) زیادہ تر تعلیم یافتہ (انگلش خوان) اس طرح سلام کہتے ہیں جن کے

طاق دل میں چراغ انگریزی سر کے اندر دماغ انگریزی
چال انگریزی ڈھال انگریزی جسم کا بال بال انگریزی
چھل رہا ہے گلا تو چھل جائے لہجہ "صاحب" سے اپنا مل جائے

موجودہ دور میں سلام کے طور پر جتنے الفاظ بولے جاتے ہیں مثلاً گڈ مارننگ، گڈ نون، گڈ آفٹر نون، گڈ نائٹ، ہیلو ہائے، بائے بائے، بندگی عرض، آداب عرض، جیتے رہو، رام رام، نمستے یہ سب فضول و بے کار ہیں اور (معنوی طور پر) السلام علیکم کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتے اس طرح بعض لوگ خالی سر کو ہلا کر یا سینے پہ ہاتھ رکھ کر سلام کا جواب دیتے ہیں، مہمان کو الوداع کہنا ہو تو خالی ہاتھ ہلا دیا جاتا ہے شاید اس کا مطلب یہ ہے کہ جاؤ اور آئندہ کبھی واپس نہ آؤ۔ آخر کیا وجہ ہے کہ ہم نے سلام کا وہ طریقہ کیوں چھوڑا ہوا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب علیہ السلام کو اُمت کے لیے عطا فرمایا ہے۔

لفظ سلام کی معنوی حیثیت:

اگرچہ اسلام سے پہلے توحید پہ یقین رکھنے والے لوگ بوقت ملاقات بہت اچھے الفاظ بولتے تھے۔ مثلاً

انعم اللہ بك عینا وانعم صباحا۔

"یعنی اللہ تعالیٰ تیری آنکھوں کو ٹھنڈک عطا فرمائے اور نعمتوں کے ہجوم میں تیری صبح طلوع ہو۔"

مگر یہ بھی ایک وقتی دعا تھی جس میں دوام و استمرار کا معنیٰ نہ تھا جبکہ السلام علیکم کا معنیٰ یہ ہے کہ خدا تمہیں ہمیشہ سلامت رکھے، دنیا و آخرت میں، عذابِ قبر اور عذابِ دوزخ سے، ہر بیماری و آفت سے، ہر پریشانی اور دُکھ سے اب معلوم ہوا کہ السام علیکم کہنا بالکل سلام کی روح کے خلاف ہے کہ السلام علیکم کا معنی ہے تو ہمیشہ سلامت رہے اور السام علیکم کا

معنی ہے تو ابھی مر جائے۔

؎ خود تو ڈوبے ہیں صنم تم کو بھی لے ڈوبیں گے

کیا ہماری ذلت و رسوائی کی وجوہات میں اسلامی شعائر کے ساتھ اس طرح کا مذاق بھی ایک وجہ تو نہیں بن رہی؟

سادہ اور جامع انداز

لہٰذا اے مسلمانو! ہمیشہ اسلامی طریقہ پر سلام کرو' کسی سے ہم کلامی ہو یا مکاتبت' ہمیشہ کتاب وسنت کے بتلائے ہوئے یہ الفاظ ہی استعمال کیجئے اس اسلامی طریقے کو چھوڑ کر سوسائٹی کے رائج کیے ہوئے الفاظ گڈ مارننگ' گڈ نون' گڈ آفٹر نون' گڈ ایوننگ' گیڈ نائٹ' گڈ بائی اور آداب عرض' بندگی عرض' اختیار نہ کیجیے۔

اسلام کا یہ بتایا ہوا سلام وتحیۃ نہایت سادہ' بامعنی اور پُر اثر بھی ہے اور سلامتی و عافیت کی جامع ترین دعا بھی۔ آپ جب اپنے کسی بھائی کو السلام علیکم کہتے ہیں تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ خدا تم کو ہر قسم کی سلامتی اور عافیت سے نوازے۔ خدا تمہارے جان و مال کو سلامت رکھے' گھر بار کو سلامت رکھے' اہل وعیال متعلقین کو سلامت رکھے' دین وایمان کو سلامت رکھے' دنیا بھی سلامت رہے اور آخرت بھی' خدا تم کو ان سلامتیوں سے بھی نوازے جو میرے علم میں ہیں اور ان سلامتیوں سے بھی نوازے جو میرے علم میں نہیں۔

احکام القرآن صفحہ ۱۹۴ ج ا میں ابن عربی امام ابن عیینہ کا قول نقل کرتے ہیں:

اتدری ماالسلام؟ یقول انت امن منی ۔

کیا تم جانتے ہو سلام کیا ہے؟

یعنی میرے دل میں تمہارے لیے نصیحت و خیر خواہی' محبت وخلوص اور سلامتی و عافیت کے انتہائی گہرے جذبات ہیں اس لیے تم میری طرف سے کبھی کوئی اندیشہ محسوس نہ کرنا' میرے طرزِ عمل سے تمہیں کوئی دُکھ نہ پہنچے گا۔

چنانچہ کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ صفحہ ۵۲ ج ۲ کتاب الحظر والاباحۃ میں ہے:

السلام معناه السلامة فالذی یلقی السلام علیٰ غیرہ کانہ یقول القیت الیك سلاما وامانا من کل مایضیرك وبدیھی ان افشاء السلام من السنن الاسلامیة الجلیة لما فیه من اعلان الامن......

(لواقع الانور القدسیہ ص ۴۶۹)

''اسلامی تحیۃ ایک عالمگیر جامعیت رکھتا ہے۔

(۱) اس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر بھی ہے (۲) تذکیر بھی (۳) اپنے بھائی مسلمان سے اظہارِ تعلق ومحبت بھی (۴) اس کے لیے بہترین دعا بھی (۵) اس سے یہ معاہدہ بھی کہ میرے ہاتھ اور زبان سے آپ کو کوئی تکلیف نہ پہنچے گی جیسا کہ حدیث صحیح میں رسولِ کریم ﷺ کا ارشاد وارد ہے:

المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ۔

مسلمان تو وہی ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے سب مسلمان محفوظ رہیں' کسی کو تکلیف نہ پہنچے۔

کاش! مسلمان اس کلمہ کو عام لوگوں کی رسم کی طرح ادا نہ کرے بلکہ اس کی حقیقت کو سمجھ کر اختیار کرے تو شاید پوری قوم کی اصلاح کے لیے یہی کافی ہو جائے۔ یہی وجہ ہے کہ رسولِ کریم ﷺ نے مسلمانوں کو باہم سلام کو رواج دینے کی بڑی تاکید فرمائی ہے اور اس کو افضل الاعمال قرار دیا اور اس کے فضائل وبرکات اور اجر وثواب بیان فرمائے۔

بسم اللہ سے سلام کا جواب:۔

بسم اللہ شریف بڑا بابرکت لفظ ہے مگر یہ سلام کا جواب نہیں ہے' ہاں کھانا کھاؤ تو بسم اللہ شریف پڑھو' پانی پیو تو بسم اللہ پڑھو' ہر بابرکت اور جائز کام سے پہلے بسم اللہ شریف پڑھی جائے مگر سلام کا جواب بسم اللہ سے دینے سے جواب نہ بن سکے گا اور واجب آپ کے سر پر قائم رہے گا اور آپ گناہ گار رہیں گے اور اگر جواب کے بارے میں جان کر بھی بسم اللہ سے جواب دو گے تو مزید گناہ ہوگا۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ کا نام لے رہے ہو کیونکہ جان بوجھ کر اپنے نبی کے حکم کی خلاف ورزی کر رہے ہو۔ (کمافی الحدیث)

؎ خلاف پیمبر کسے را گزید
کہ ہرگز بمنزل نہ خواہد رسید

جس طرح نماز عبادت ہے لیکن اگر اس میں ریا کی نیت آ جائے تو گناہ و شرک اصغر ہے اسی طرح بسم اللہ ثواب ہے مگر جب پیغمبر علیہ السلام کی مخالفت کی نیت آ جائے گی تو گناہ ہو جائے گا۔

ہم لوگ بچوں کو سلام کہنا اپنی توہین سمجھتے ہیں اور اگر وہ سلام کریں تو ان کو وعلیکم السلام کہنے میں شرم محسوس کرتے ہیں مگر ہمارے آقا علیہ السلام جن کے قدموں کے ساتھ ساری عزتیں وابستہ ہیں' بچوں کو پہلے سلام فرمایا کرتے تھے (جیسا کہ حدیث شریف میں ہے) بلکہ چلتے چلتے رُک جاتے اور سب بچوں سے مصافحہ فرماتے۔

بیوی کو سلام کرنا تو ہمارے لیے زن مرید بننے والی بات ہے لیکن ہمارے آقا علیہ السلام کا طریقہ مبارکہ یہ تھا کہ آپ اپنی ازواجِ مطہرات کو بھی سلام فرمایا کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا:

یابنی اذا دخلت علی اهلك فسلم یكون علیك بركة وعلی اهل بیتك ۔

''اے بیٹے! جب تو گھر جائے تو اپنے گھر والوں کو سلام کہہ اس سے تجھ پر بھی برکت ہوگی اور تیرے گھر والوں پر بھی۔''

ہمارے آقا علیہ السلام نے ہمیں جو طریقہ بھی عطا فرمایا ہے اس سے عزت ہی ملے گی کیونکہ اس طریقے کو اپنانے کا نام ہی تقویٰ ہے اور اللہ کے ہاں جو زیادہ پرہیزگار ہے وہی زیادہ عزت والا ہے لہٰذا اللہ کا شکر کر کے نبی علیہ السلام کا احسان مان کر آپ کے طریقوں کو اپنایا جائے تو عزت ہمارے قدم چومے گی۔

؎ نبی کا ذکر کرتے ہیں تیرا احسان ہے مولا
ہمارے پاس بخشش کا یہی سامان ہے مولا
مدینے کی گلی کو چھوڑ دیں جنت کے بدلے میں
یہ سودا ہم نہیں کرتے ہمیں نقصان ہے مولا

سلام کے متعلق فقہی مسائل

(۱) مسئلہ: سلام کہنا سنت ہے اور جواب دینا واجب (کتاب الفقہ ج۲ص۵۳)

(۲) مسئلہ: اس میں اختلاف ہے کہ سلام کرنا افضل ہے یا جواب دینا تو بعض علماء نے کہا ہے کہ جواب دینا افضل ہے کیونکہ سلام کرنا سنت ہے اور جواب دینا واجب اور بعض علماء نے کہا کہ سلام کرنا افضل ہے کہ اس میں تواضع ہے جواب تو سبھی دے دیتے ہیں مگر سلام کرنے میں بعض لوگ ہتک شان سمجھتے ہیں۔

(عالمگیری، انوار الباری ج۲ص۲۵)

(۳) مسئلہ: جواب دینے والے کو مناسب ہے کہ بلند آواز سے جواب دے تاکہ سلام کہنے والا جواب سُن سکے اور جواب میں دیر کرنا گناہ ہے۔ (کتاب الفقہ ج۲ص۵۳)

(۴) مسئلہ: آنے والوں میں سے اگر ایک بھی سلام کہے تو سب کی طرف سے سنت ادا ہو جائے گی اور اگر کوئی بھی نہ کہے تو سب کے سب ترکِ سنت کی وجہ سے گناہ گار ہوں گے۔

(۵) مسئلہ: بیٹھنے والوں میں سے اگر ایک بھی سلام کا جواب دے دے تو سب کی طرف سے واجب ادا ہو جائے گا اور اگر کوئی بھی جواب نہ دے تو سب کے سب گناہ گار ہوں گے۔

(۶) مسئلہ: ایک شخص کو سلام کرے تو اس کے لیے بھی لفظ جمع ہونا چاہیے یعنی السلام علیک کی بجائے السلام علیکم کہنا چاہیے اور جواب دینے والا بھی وعلیکم السلام کہے۔

(روح المعانی ج۵)

(۷) مسئلہ: کسی سے کہہ دیا کہ فلاں کو میرا سلام کہہ دینا اگر وعدہ کر لیا تو اس پر سلام پہنچانا واجب ہے اور اس نے سلام پہنچایا تو جواب یوں دے کہ پہلے اس پہنچانے والے کو اور اس کے بعد اس کو جس نے سلام بھیجا ہے یعنی یہ کہے۔ علیك وعلیه السلام (عالمگیری)

(۸) مسئلہ: یہ پہنچانا اس وقت واجب ہے جس وقت اس نے اس کا التزام کر لیا ہو یعنی یہ

کہہ دیا ہو کہ تمہارا سلام کہہ دوں گا ورنہ واجب نہیں۔ حاجیوں سے لوگ کہہ دیتے ہیں کہ حضورِ اقدس ﷺ کے دربار میں میرا سلام عرض کر دینا تو یہ سلام بھی پہنچانا حسبِ وعدہ واجب ہے۔ (ردالمحتار)

(۹) مسئلہ: خط میں سلام لکھا جاتا ہے اس کا بھی جواب دینا واجب ہے اور یہاں جواب دو طرح کا ہوتا ہے ایک یہ کہ زبان سے جواب دے دے اور دوسری صورت یہ ہے کہ سلام کا جواب لکھ کر بھیجے۔ (درمختار، ردالمحتار)

مگر سلام کا جواب فوراً دینا واجب ہے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا تو اگر فوراً تحریری جواب نہ ہو جیسا کہ یہی ہوتا ہے کہ خط کا جواب فوراً نہیں لکھا جاتا خواہ مخواہ کچھ دیر ہو جاتی ہے تو زبان سے فوراً جواب دے دے تاکہ تاخیر سے گناہ نہ ہو اس لیے علامہ سید احمد طحطاوی نے اس جگہ فرمایا ہے:

والناس عنه غافلون .

"یعنی لوگ اس سے غافل ہیں"

(۱۰) مسئلہ: سوار کو مناسب ہے کہ پیدل چلنے والے کو سلام کہہ کر آگے بڑھے۔

(۱۱) مسئلہ: پیدل چلنے والا راستے میں بیٹھنے والے کو سلام کہہ کر آگے بڑھے۔

(کتاب الفقہ)

(۱۲) مسئلہ: چھوٹوں کو چاہیے کہ بڑوں کو سلام کریں اور اگر بڑے بھی شفقت سے پہل کریں تو بہتر ہے کوئی حرج نہیں۔

يسلم الراكب على الماشي والماشي على القاعد والقليل على الكثير والصغير على الكبير .

(۱۳) کار والا بے کار کو سلام کرے۔

سلام کہنا کب منع ہے:

(۱) جب لوگ قرآن وحدیث پڑھنے یا سننے میں مصروف ہوں۔

(۲) جب کوئی خطبہ دینے اور سننے میں مصروف ہو۔

(۳) جب کوئی اذان یا تکبیر کہہ رہا ہو۔

(۴) جب کوئی ذکر میں مشغول ہو۔

(۵) جب کسی مجلس میں دینی موضوع پر گفتگو ہو رہی ہو یا کوئی کسی کو دینی احکام سمجھا رہا ہو۔

(۶) جب کوئی قضائے حاجت کے لیے یعنی پیشاب' پاخانہ کے لیے بیٹھا ہو۔

(۷) جب کوئی غسل خانہ' نہر' تالاب یا حمام میں ننگا نہا رہا ہو۔

(۸) جب کوئی کسی گناہ کے کام میں مشغول ہو' مثلاً داڑھی منڈوا رہا ہو' یا تاش کھیل رہا ہو یا چرس بھنگ استعمال کر رہا ہو۔

(۹) اسلامی تمدن میں نامحرم عورت کو سلام کہنا گناہ ہے مگر آج کے تمدن میں مصافحہ کیا جاتا ہے۔ مزید برآں اونچے طبقہ میں بوسہ کو بھی تکمیل ملاقات کا جزِ اعظم بنالیا گیا ہے۔ فیا للعجب

(۱۰) مرتد کو نہ سلام کہا جائے اور نہ اس کے سلام کا جواب دیا جائے اگر کہیں مجبوراً سلام یا اس کا جواب دینا پڑے تو یوں کہے:

السام علیکم و علیکم السام یعنی سلام کے لام کو نہ پڑھے۔

(سلام کے بارے میں مزید تفصیلات و جزئیات دیکھنی ہوں تو تفسیر روح المعانی' مظہری پارہ نمبر ۵ سورۂ نساص ۱۷۵۱۷۴ بدائع الصنائع' ردالمحتار وغیرہ کتب کا مطالعہ کیا جائے۔)

بارگاہِ رسالت میں ایک عاشق رسول کا سلامِ محبت:

؎ جب آفتوں نے گھیرا جب مشکلوں نے مارا
تجھ پہ سلام پڑھ کر اللہ کو پکارا

آج کل تو لوگ نبی علیہ السلام کی ذات بابرکات جن پر خود اللہ اور سارے فرشتے سلام بھیجتے ہیں اور خود ان معترضین کے بزرگ انہی مختلف فیہ الفاظ کے ساتھ قریب و بعید سے سلام بھیجتے رہے (دیکھیے تبلیغی نصاب فضائل درود) مگر پہلے بزرگوں کی بات بھی سُن

لیں کہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ' حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں' یارسول اللہ! ﷺ میں تو ہر وقت آپ کی ذات بابرکات پر سلام پڑھتا رہتا ہوں' آپ ﷺ اگر میرے ہر سلام کا جواب دیں گے تو آپ کو کہیں تکلیف نہ ہو بس میرے سو سلام کا آپ ایک ہی بار جواب دے دیا کریں' وہ بھی صرف علیک کے ساتھ۔ (کہ تجھ پر بھی) مجھے یہی کافی ہے۔

بہر سلام مراد رجواب مرنجاں لب
کہ صد سلام مرا یک علیک بس است

انہی محبتوں نے ان لوگوں کو ولیوں کا سردار اور علماء کا امام بنایا ہے جو حضور پاک ﷺ کے در کا جتنا بڑا گدا بنتا ہے' وہ دنیا و آخرت کا اتنا ہی بڑا امام بنتا ہے اور حضرت شیخ عبدالحق جن کو برکۃ الرسول فی الہند کہا جاتا ہے' آپ نے اپنی داڑھی کے ساتھ کئی سال حضور پاک ﷺ کے روضۂ انور پر جھاڑو دیا ہے۔

اے جذبہ عشق تو نے مجھے کیا بنا دیا
مجھ کو در رسول کا منگتا بنا دیا
ان کی نوازشوں کا کیا کیا کروں بیاں
خیرات لینے آیا تو سلطاں بنا دیا

الحمدللہ الذی احکم الدین القویم بالمحکمات ونورہ بسنۃ نبیہ سیدالکائنات واشرقہ بالاجماع والقیاس والاجتہادات صلی اللہ تعالٰی علٰی رسولہٖ سیدالبریات وعلٰی آلہٖ اصحابہ القادۃ والسادات۔

وما علینا الا البلاغ



(۱۵)

عید الفطر کی تقریر

الحمدلله الذی انزل الفرقان فیه تبیان لکل شیء تمیز الطیب من الخبیث وامرنبیه ان یبینه للناس بما اراك الله فقرن القران ببیان الحدیث والصلوٰة والسلام علٰی من بین القران واقام المظان واذن للمجتهدین باعمال الاذهان فاستخرجوا الاحکام بالطلب الحثیث فلولا الائمة لم تفهه السنة ولولا السنة لم یفهم الکتاب ولولا الکتاب لم یعلم الخطاب فیالها من سلسلة لتهدی وتغیث وعلی اله وصحابته ومجتهدی ملته وسائر امته الٰی یوم التوریت امابعد

فاعوذ بالله من الشیطن الرجیم ۔ بسم الله الرحمن الرحیم ۔

واما بنعمة ربك فحدث ۔ (سورۃ الضحیٰ)

''اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کیجئے۔''

؎ عید خدا کے پیاروں کی ہے یعنی روزہ داروں کی ہے
سب محنت منظور ہوئی ہے ہر کوشش منظور ہوئی ہے
قرض اُترا بندوں کے سر سے داد ملی اللہ کے گھر سے

جس طرح باپ اپنے بیٹے پر' استاد اپنے شاگرد پر' مالک اپنے نوکر پر اور پیر اپنے مرید پر کوئی ڈیوٹی لگائے اور وہ اس ڈیوٹی کو کماحقہ ادا کر دے تو ڈیوٹی لگانے والا خوش ہو کر اپنی حیثیت کے مطابق انعام و اکرام سے نوازتا ہے' خدا نے بھی اپنے بندوں پہ رمضان شریف کے روزوں کی ڈیوٹی لگائی اور جب بندوں نے اس ڈیوٹی کو نبھایا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو عید کی خوشیاں عطا فرمائیں۔

پڑھ پڑھ کے دوگانہ عید کا جب آپس میں مسلماں ملتے ہیں
اُلفت کی ہوائیں چلتی ہیں اخلاق کے غنچے کھلتے ہیں
جو عید ہماری ظاہر ہے وہ عید ہماری باطن ہو
اس شان سے مولیٰ دل بھی ملیں جس شان سے سینے ملتے ہیں

پھر جس طرح ہم اپنی بساط کے مطابق عید کے موقع پر بچوں کو عیدی دیتے ہیں' اللہ تعالیٰ بھی عید کی خوشی میں اپنے بندوں کو عیدی سے نوازتا ہے۔ ایک ایمان افروز حدیث سماعت کیجیے اور اللہ کی بارگاہ سے عیدی وصول کر کے جھوم جائیے۔

اللہ تعالیٰ بندوں کو عیدی عطا فرماتا ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جب لیلۃ القدر کی رات آتی ہے تو جبرائیل علیہ السلام فرشتوں کے جھرمٹ میں زمین پر اُترتے ہیں اور ہر وہ بندہ جو کھڑا ہو کر یا بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہا ہوتا ہے اس کے لیے رحمت کی دعا کرتے ہیں۔

فاذا كان يوم عيدهم يعني يوم فطرهم باهى بهم ملائكته فقال يا ملائكتي ماجزاء اجير وفى عمله قالوا ربنا جزاء ه ان يوفى اجره قال ملائكتي عبيدى وامائى قضوا فريضتي عليهم ثم خرجوا يعجون الى الدعاء وعزتي وجلالي و كرمي وعلوى وارتفاع مكاني لاجيبنهم فيقول ارجعوا قد غفرت لكم وبدلت سيأتكم حسنات قال فيرجعون مغفور الهم .

(رواه البيهقي في شعب الايمان) مشكوة ص ۱۸۲ و ص ۱۸۳)

اور جب عید الفطر کا دن آتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کے سامنے مباہات (ناز) فرماتا ہے اور فرشتوں کو ارشاد فرماتا ہے اے میرے فرشتو! اس مزدور کی کیا مزدوری ہونی چاہیے جس نے اپنا کام پورا کرلیا؟ فرشتے کہتے ہیں اس کی مزدوری یہ ہے کہ اس کو اس کا پورا پورا معاوضہ دیا جائے۔ (کیونکہ تیرا وعدہ ہے انما یوفی الصبرون اجرھم بغیر حساب) اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے' اے میرے فرشتو! میرے بندوں اور میری بندیوں نے (رمضان کے روزوں کی ڈیوٹی اور) اپنا فریضہ ادا کر دیا ہے اور آج دعا کے لیے (نماز عید الفطر ادا کرنے کو نکلے ہیں اور) گڑگڑا رہے ہیں' مجھے اپنی عزت' جلال' کرم' بلندی اور اونچے مقام کی قسم ہے' میں ضرور بالضرور ان کی دعاؤں کو قبول کروں گا (پھر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی طرف مخاطب ہو کر ارشاد فرماتا ہے' اے میرے بندو!) جاؤ میں نے تمہارے گناہ بخش دیئے ہیں اور (صرف بخشے ہی نہیں بلکہ) ان گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل فرما دیا ہے۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں (نماز پڑھنے گئے تھے تو گناہوں کے پہاڑ لے کر گئے تھے اور) واپس پلٹ رہے ہیں تو (نیکیوں کے انبار لے کر آ رہے ہیں اور) گناہوں کو بخشوا کے آ رہے ہیں۔

؎ آؤ کہ سبھی پیار کریں عید کا دن ہے
جذبات کو بیدار کریں عید کا دن ہے
کیوں رنج کا اظہار کریں عید کا دن ہے
کیوں روح کو بیزار کریں عید کا دن ہے
اس روز مناسب نہیں اعداء سے لڑائی
احباب کو سرشار کریں عید کا دن ہے
مہکائیں رگِ جان کو خوشبوئے وفا سے
دل کو گل و گلزار کریں عید کا دن ہے
پیش آمدہ خطرات کا احساس دلائیں
ملت کو خبردار کریں عید کا دن ہے

فیضان وطن میں کوئی غدار نہ چھوڑیں
اس باغ کو بے خار کریں عید کا دن ہے

عید اکیلے نہ مناؤ

لیکن عید کی خوشیاں اکیلے ہی نہ منائیں بلکہ ان لوگوں کو بھی ان خوشیوں میں شامل کریں جو ہماری طرح وسائل نہیں رکھتے دوسرے لفظوں میں یوں سمجھیں کہ اگر آج بھی کسی یتیم بچے کی آنکھوں سے آنسو ٹپک رہے ہوں تو ہماری خوشیاں کس کام کی؟ مظلوم، مسکین، بے سہارا، بیوگان اور بالخصوص یتیموں کا پورا پورا خیال رکھیں ان کی آہ اور اللہ کی بارگاہ کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہوتا ادھر منہ سے نکلی ادھر اللہ کی بارگاہ میں مقبول ومنظور ہو گئی۔ اگر آپ آج عید کے دن اپنے بچے کو پیار کر رہے ہیں اور اس کو عیدی سے نواز رہے ہیں اور یتیم بچہ یہ منظر دیکھ کر اپنے مرحوم باپ کو یاد کر کے آنسو بہا رہا ہے تو ایسی عید بے مزہ ہے اور ایسی خوشی بے کار ہے اور کیا کوئی آپ کی اس سنگ دِلی کو دیکھ کر یقین کرے گا کہ آپ اس پیارے نبی کے اُمتی ہیں جس کی شان یہ ہے کہ:

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا
مرادیں غریبوں کی بر لانے والا
مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا
وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا
غریبوں کا ماویٰ، اسیروں کا ملجا
یتیموں کا والی غلاموں کا مولا

عید کا دن اور یتیم بچے سے حضور علیہ السلام کی محبت:

یہ واقعہ اتنا مشہور ہے کہ پرائمری کی کلاس سے اب تک یاد ہے کہ حضور علیہ السلام عید کی نماز ادا کرنے کے لیے تشریف لا رہے ہیں، بچوں نے اچھے اچھے کپڑے پہن رکھے ہیں اور خوشیاں منا رہے ہیں، آپ نے دیکھا کہ ایک بچہ میلے کپڑے پہنے رو رہا ہے۔ حضور علیہ السلام اس کے پاس جا کر رُک گئے، بچے سے پوچھا، کیا بات ہے تو نے

اچھے کپڑے کیوں نہیں پہنے ہوئے اور رو کیوں رہا ہے؟ اس نے عرض کیا! میرا باپ آپ کے ساتھ فلاں جنگ میں شہید ہو گیا تھا' ماں بھی نہیں ہے' عید کی خوشیوں میں کیسے شریک ہوں' اس کی درد بھری گفتگو سُن کر حضور علیہ السلام کی آنکھوں میں بھی آنسو جاری ہو گئے' آپ (ﷺ) عید گاہ کی طرف جانے کی بجائے بچے کو لے کر گھر آئے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا! اس کو نہلا دُھلا کر نئے کپڑے پہنا کر کھانا کھلا کر تیار کر کے میرے ساتھ بھیج دو اور ہاں بچے آج سے میں تیرا باپ ہوں' عائشہ تیری ماں ہے اور خاتونِ جنت تیری بہن ہے۔

اساں سنیاں سوہناں اوہدی بانہہ پھڑدا جیہدا کوئی سہارا نہ ہووے
اوہدی کشتی پار لنگھا دیندا جیہدا کوئی کنارا نہ ہووے

حضور پاک ﷺ اس کو ساتھ لے کر باہر نکلے بلکہ اس بچے کو اپنے کندھوں پہ بٹھا لیا۔ ایک بار تو عرش نے بھی جھک کر دیکھا ہو گا کہ یہ کون بچہ ہے جو چودہ طبق کے رسول کے کندھوں پہ سوار ہو کر آ رہا ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم ایڑھیاں اُٹھا اُٹھا کے دیکھ رہے تھے اور پہچان رہے تھے' یہ حسن بھی نہیں حسین بھی نہیں پھر کون ہے' بچے اس سے پوچھ رہے تھے اور وہ ان کو بتا رہا تھا کہ آج سے عائشہ میری ماں ہے' فاطمہ میری بہن ہے اور میرا باپ جانتے ہو کون ہے؟

سید و سرور محمد نور جہاں
مہتر و بہتر شفیع مجرماں
آنکہ آمد نہ فلک معراج او
انبیاء و اولیاء محتاج او

منظوم واقعہ

کسی محبت والے نے اس محبت سے لبریز واقعہ کو اس طرح قلم بند فرمایا ہے:

واقعہ ہے یہ نبی کے عہد کا
عید کا اک مرتبہ تہوار تھا

ایک جا سے آپ گزرے جس جگہ
ہر کوئی خوشیوں میں تھا ڈوبا ہوا
ایک بچے پر پڑی یک دم نظر
جس کے کپڑے تھے سراسر چیتھڑا
اس سے حضرت نے پوچھا پیار سے
کس لیے خاموش ہے تو یاں کھڑا
عید کی خوشیوں میں کیوں شامل نہیں
سچ بتا دے مجھ کو تو ہے بات کیا
بچہ بولا بات یہ ہے یا نبی ﷺ!
میں سراسر ہوں یتیم و بے نوا
عید کی خوشیاں مناؤں کس طرح
جب نہیں ہے پاس میرے اِک ٹکا
بس اسے لے کر گئے گھر میں نبی ﷺ
اور حضرت عائشہ سے یہ کہا
اچھے کپڑے اور اس کو غسل دے
کیونکہ یہ ہے سربسر بے آسرا
بعد میں بچے سے فرمانے لگے
فکر مت کر تو ہے اب بچہ میرا
بس وہ بچہ اچھے کپڑے پہن کر
عید کی خوشیوں میں یکسر کھو گیا
پیکر رحمت تھے پیغمبر انہیں
ننھے بچوں سے بہت ہی پیار تھا
تم بھی عصمی ان کے رستے پر چلو
اور بچوں سے کرو اُلفت سدا

یتیموں کی خیر خواہی و دادرسی:

یتیم کو جھڑکنے سے اللہ کا عرش کانپ اُٹھتا ہے اور نیکیاں برباد ہو جاتی ہیں اور یتیم کے سر پر شفقت کا ہاتھ رکھنے سے جتنے بال ہاتھ کے نیچے آتے ہیں' ان کے برابر نیکیاں ملتی ہیں۔

انجمن حمایت اسلام کے سالانہ جلسے میں ایک یتیم بچی کی شادی کا اہتمام کیا گیا۔ علامہ اقبال بھی اس پروگرام میں مدعو تھے' کسی نے مذاق سے دولہا کو انجمن حمایت اسلام کا داماد کہہ دیا' علامہ نے اس کو ڈانٹ کر فرمایا' یہ صرف حمایت اسلام کا داماد نہیں' پوری مسلم قوم کا داماد ہے۔

بعض لوگ یتیموں سے اس لیے پیار نہیں کرتے کہ یتیم عموماً بدتمیز ہوتے ہیں مگر کیوں ہوتے ہیں؟ اس لیے کہ ان کو تمیز سکھانے والا (باپ) جو ان کے سر پر نہیں ہے اگر تو اس کو اپنے بچے کی طرح سمجھتا اور اس کے سر پہ دستِ رحمت رکھتا تو اس کو تمیز آ جاتی۔

حضور علیہ السلام نے یتیم کی کفالت کرنے والے کو خوش خبری سنائی کہ وہ جنت میں میرے ساتھ ایسے ہوگا جس طرح ہاتھ کی دو انگلیاں (وسطی اور سبابہ)

دل کی سختی کا علاج

ایک شخص نے عرض کیا' حضور! میرا دل سخت ہے اس کا علاج بتائیں۔ فرمایا' یتیم کے سر پہ ہاتھ رکھا کر۔ ہمارے آقا ﷺ کو تو کفار کے یتیم بچے دیکھ کر بھی ترس آ جاتا تھا' ہم کیسے ان کے غلام ہیں کہ اپنے قریبی یتیموں کی کفالت بھی نہیں کر سکتے اگر ہر شخص اپنے قریبی یتیموں کی کفالت کی ذمہ داری کا بوجھ اُٹھا لے اور صدقات و خیرات سے اپنے غریب رشتہ داروں کی خیر خواہی اور دادرسی کا فریضہ سرانجام دے تو معاشرے سے غربت ختم ہو جائے اور جنت کی ہوائیں چلنے لگیں کیونکہ ہر یتیم اور غریب کسی نہ کسی مخیر' صاحب ثروت کا رشتہ دار ہوگا۔

یتیم سے ایسی محبت کرو کہ اس کو یہ احساس تک نہ ہو کہ میرے سر پہ باپ کا سایہ نہیں رہا بلکہ وہ یہ سمجھے کہ اگر میرا باپ نہیں تو کیا ہوا دنیا کا ہر مسلمان مجھے باپ جیسا پیار عطا کر

رہا ہے۔

؎ کرو مہربانی تم اہلِ زمین پر
خدا مہرباں ہوگا عرشِ بریں پر

بزرگانِ دین کی عید اور ہم:

؎ لیس العید لمن لبس الجدید
انما العید لمن خاف الوعید
لیس العید لمن رکب المطایا
انما العید لمن ترك الخطایا
لیس العید لمن نصب القدور
انما العیدلمن سعد بالقدور
لیس العیدلمن تزین بزینة الدنیا
انما العید لمن تزود بالتقویٰ
لیس العید لمن بسط البساط
انما العید لمن جاوز الصراط

ترجمہ: عید اس کی نہیں جو نئے کپڑے پہن لے' عید تو اس کی ہے جو عذاب کی دھمکی سے ڈر جائے۔

عید اس کی نہیں جو سواریوں پہ سواری کرے' عید تو اس کی ہے جو گناہوں کو چھوڑ دے۔

عید اس کی نہیں جو اچھے کھانا کھائے' عید تو اس کی ہے جو حقیقی عزتوں کو پائے۔

عید اس کی نہیں جو دنیا کی زینت کے ساتھ مزین ہو جائے' عید تو اس کی ہے جو تقویٰ اور پرہیز گاری کا زادِ راہ تیار کرے۔

عید اس کی نہیں جو دستر خوان بچھائے' عید تو اس کی ہے جو پل صراط سے کامیاب

گزر جائے۔

صرف رمضان میں نماز

ہماری حالت تو یہ ہے کہ رمضان شریف کے جاتے ہی ہم گناہوں پہ شیر ہو جاتے ہیں، سینموں میں رش، شراب کے دور چلنے لگیں، نماز چھوڑ دیتے ہیں، قرآن پاک بند کر کے الماریوں میں رکھ دیتے ہیں حالانکہ رمضان میں نیکی کرنا تو کوئی مشکل ہی نہیں۔ شیطان کو جکڑ دیا جاتا ہے، دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں، جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، بندہ عبادت نہ کرے تو اور کیا کرے، مزہ تو تب ہے کہ رمضان کے بعد رحمٰن کا بندہ بن کر شیطان لعین کا مقابلہ کیا جائے لیکن وہ بے ایمان ایسا انتقام لیتا ہے کہ ایک مہینے کی عبادت کے بدلے گیارہ مہینے مسجد کے قریب نہیں آنے دیتا، بڑے بڑے برج اُلٹ جاتے ہیں، ستون گر جاتے ہیں، تاج اُچھل جاتے ہیں اور پہلی صف میں سجدوں پہ سجدے کرنے والے رمضان کے بعد آخری صف میں بلکہ جمعہ کے دن بھی دِکھائی نہیں دیتے بلکہ پہلے روزے ہی ان کی نیت یہ ہوتی ہے کہ بس آخری روزے والے دن ہماری آخری نماز ہوگی۔ چنانچہ اس کی تصدیق عیدالفطر کے دن صبح کی نماز میں آپ کر سکتے ہیں کہ چاندرات کی خوشی میں جاگ جاگ کر فجر کی نماز اور بعض تو عید کی نماز سے ہی محروم ہو جاتے ہیں جبکہ بار بار قرآن پاک میں فرمایا گیا:

والذین هم علٰی صلوٰتهم یحافظون . والذین هم علٰی صلوٰتهم دائمون .

ایمان والے تو وہ ہیں جو ہمیشہ نماز پڑھتے رہتے ہیں اور اپنی ہر نماز کی حفاظت کرتے ہیں۔

نیز فرمایا:

یاایها الذین امنوا ادخلوا فی السلم کافة ولاتتبعوا خطوات الشیطن .

اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ (ایک مہینے کے لیے نہیں یعنی فصلی نمازی نہ بنو بلکہ اصل نمازی بنو، ایک مہینہ اللہ کا اور گیارہ مہینے شیطان کے لیے

وقف نہ کرے) شیطان کی پیروی نہ کرو۔

اس طرح تو فصلی بٹیرے اور رمضان کے نمازی کے درمیان کوئی فرق نہیں رہ جاتا' دونوں فصل پکنے پہ آ دھمکتے ہیں' اچھا نوکر وہی ہوتا ہے جو ہر وقت اپنے مالک کی بات مانتا رہے ورنہ خودغرض قرار پائے گا' ہر کام کی عادت ہو جائے تو وہ کام ہوتا رہتا ہے' آپ نے رمضان میں روزوں کی عادت بنائی تو اللہ نے پورے کر دیئے۔ (نمازِ فجر کے بعد سونے کی عادت ڈالی اب بھی کئی سوئے ہوئے ہیں' واپڈا والوں کو بجلی لے جانے کی عادت پڑی ہوتی ہے انہوں نے آج بھی معاف نہیں کیا) نماز کی عادت ڈال لو تو یہ بھی ادا ہوتی رہے گی۔ آخر کیا وجہ ہے کہ نماز نہ پڑھنے کے جو بہانے باقی گیارہ مہینے گھڑے جاتے ہیں' رمضان میں وہ سارے کے سارے کیوں دفن ہو جاتے ہیں اور رمضان کے بعد وہ پھر سے کیوں نکل آتے ہیں۔

رمضان کا آخری اور شوال کا پہلا جمعہ

بزرگانِ دین فرماتے ہیں کہ رمضان کا آخری جمعہ اگر جمعۃ الوداع ہے تو شوال کا پہلا جمعہ جمعۃ النتیجہ ہے اس میں پتہ چلتا ہے کہ کون رمضان میں فعل ہوا ہے اور کون پاس کس نے رمضان کا فیضان حاصل کیا ہے اور کون محروم رہا ہے۔ خدا کے بندو! اپنے کام چھوڑ کر اللہ کا کام (عبادت) کرو گے تو تمہارا بھی کام بن جائے گا ورنہ اوور ٹائم لگاؤ' راتیں لگاؤ' کبھی پوری نہ پڑے گی کیونکہ دولت تو کما لو گے مگر اس میں برکت پیدا کرنا تو اللہ کا کام ہے اور وہ تب ہی پیدا ہوگی جب اس کو خوش کرو گے اور وہ خوش نہیں ہوگا تو کروڑوں روپیہ ہونے کے باوجود بھی نیند کی گولیاں کھا کر سونا پڑے گا اور دل کو سکون نہ ملے گا کیونکہ

؎ نہ دولت سے نہ دنیا سے نہ گھر آباد کرنے سے
دِلوں کو چین ملتا ہے خدا کو یاد کرنے سے

الغرض! ہم لوگ تو رمضان گزر جانے پر شکر کا کلمہ پڑھتے ہیں اور پھر وہی شیطان اور وہی ہم اس سے ہماری اتنی پکی دوستی ہے کہ رمضان جیسا بابرکت مہینہ بھی اس دوستی کو

کمزور نہ کر سکا۔ (استغفر اللہ) اس کو میں رمضان کی کمزوری کہنے کی بجائے اپنے ایمان کی کمزوری کیوں نہ کہوں؟

کیا یہ عید ہے؟

ہم نے عیاشی کو عید سمجھ رکھا ہے' ٹولیوں کی ٹولیاں سینمے جا رہی ہیں جو وہاں نہیں جا سکتے' پرہیز گاری کی وجہ سے نہیں بلکہ زیادہ رش کی وجہ سے وہ گھر میں ہی وی سی آر لگا کر سارا دن فلم بینی میں مصروف رہتے ہیں' نوجوانوں کے گریباں کھلے ہوئے ہیں' شراب پی رکھی ہے اور اکڑ کر چل رہے ہیں' کہاں جا رہے ہو؟ ٹرومنانے جا رہے ہیں۔ ارے خدا کے بندو! ٹرو بھی کوئی منانے والی شے ہے؟

کاش کبھی اس وقت کو بھی یاد کر لیا ہوتا کہ جب عزرائیل تیرے سر پہ کھڑے ہوں گے اور تیری گردن دبا کر تیری رگ رگ سے جان نکالتے ہوں گے اور تیرا باپ بھی تجھے نہ چھڑا سکے گا۔

لہٰذا جاگ اے غافل انسان! اور اس وقت کو ہرگز نہ بھلا کہ جب

خاک اک دن تجھ پہ ڈالی جائے گی
اور رو کر اپنے رب کی بارگاہ میں عرض کیا کر
خوار ہوں بدکار ہوں ڈوبا ہوا ذلت میں ہوں
کچھ بھی ہوں لیکن تیرے محبوب کی اُمت میں ہوں

ورنہ تجھے یاد ہونا چاہیے کہ آج بھی وہی جبرائیل علیہ السلام ہے جس نے چالیس دیہات کو پر مار کر اوپر اُٹھایا اور آسمان کے قریب لے جا کر زمین پر پھینک دیا۔

کان لم یغنوا فیھا ۔

''ایسے ہو گئے کہ جیسے یہاں آباد ہی نہ تھے۔''

اور کسی بستی کو چھوٹی انگلی پہ اُٹھا کر دے مارا اور اس پوری بستی کا نام و نشان مٹ گیا اور کئی فرلانگ زمین میں گڑھا پڑ گیا۔

حضرت عمر جیسے تو گلی میں جاتے ہوئے تنکا پکڑ کر خوف خدا کی وجہ سے رونے لگیں

کہ کاش میں تنکا ہوتا جس سے حساب کتاب نہ لیا جاتا اور قرآن پاک کی آیت ان عذاب ربك لواقع ''بے شک تیرے رب کا عذاب ضرور واقع ہونے والا ہے'' اور رو رو کر بے ہوش ہو جائیں۔

غوث پاک جیسے تو خانہ کعبہ کے دروازے کو پکڑ کر عرض کریں' اے اللہ! مرا بروزِ قیامت نابینا برانگیخت ''مجھے قیامت کے دن نابینا کر کے اُٹھانا تا کہ اہلِ محشر کے سامنے رسوانہ ہو جاؤں۔''

اور ہم اتنے بے باک ہو جائیں کہ کہیں ''ایہہ جہاں مٹھا اگلا کنھیں ڈٹھا۔''

کیا ہماری مثال اس بادشاہ کی سی تو نہیں ہے جس نے بھرے دربار میں ایک بزرگ کو رومال دے کر کہا کہ اس دربار میں جو سب سے بڑا بے وقوف ہے' اس کو دے دو' بزرگ نے بادشاہ کو ہی واپس دے دیا۔ پہلے تو بادشاہ غصے میں آیا اور جب بزرگ نے سمجھایا تو پھر ماننے کی طرف بھی آیا۔

بزرگ نے کہا' اگر آپ نے سفر پہ جانا ہو تو کیا تیاری کرتے ہیں؟ بادشاہ نے کہا' مہینے کے لیے جاؤں تو دو مہینوں کی تیاری کر کے جاتا ہوں' دو مہینوں کے لیے جاؤں تو چار ماہ کا راشن اور زادِراہ لے کر جاتا ہوں۔ بزرگ نے فرمایا' آخرت کے سفر کی کیا تیاری کی ہے جس کا پہلا دن ہی پچاس ہزار سال کا ہوگا۔ بادشاہ خاموش ہو گیا' اور اپنی بے وقوفی کو تسلیم کر گیا۔

؎ ہیں خوشی میں عید کے کیوں چار شو   خواب غفلت تا بہ کے بیدار شو

غوث پاک رضی اللہ عنہ کی عید:

حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ عید والے دن رو رہے تھے اور لوگ خوشیاں منا رہے تھے' کسی نے سبب پوچھا تو فرمایا کہ یہ لوگ عید کے آنے کی خوشیاں منا رہے ہیں اور میں رمضان کے جانے پہ آنسو بہا رہا ہوں اور یہ یاد کر کر کے رو رہا ہوں کہ:

؎ الوداع اے ماہِ رمضان الوداع
الوداع اے جانِ ایماں الوداع

تیرا آنا عاصیوں کے واسطے
بن گیا بخشش کا ساماں الوداع
تیرا آنا رحمت حق کا پیام
تیرا جانا عید رمضان الوداع
تجھ سے روشن تھے زمین و آسماں
اے چراغ بزم امکاں الوداع
کانپ اٹھی روح رہ گیا تھرا کے دل
لب سے جب نکلا کہ رمضان الوداع
اے میرے ہاتھوں سے اے ماہِ صیام
چھٹ رہا ہے تیرا داماں الوداع
فاسق و فاجر بھی مومن بن گئے
دینے والے درس قرآن الوداع

جبکہ ہماری حالت یہ ہے کہ رمضان میں عبادت کرو' تہجد و تراویح پڑھو' تلاوت کرو اور رمضان گزرتے ہی اللہ سے بغاوت شروع کر دو حالانکہ عبادت کا فلسفہ تو یہ ہے لعلکم تتقون تم ہمیشہ کے لیے پرہیز گار بن جاؤ۔

حضرت غوث پاک عید کے ایک دن پہلے راستے میں بیٹھے رو رہے تھے کہ چند بچے آپ کے پاس آئے اور عرض کیا کہ ہمیں عید کے بارے میں چند اشعار لکھ دیں' آپ نے یہ رباعی لکھ دی:

خلق گوید کہ فردا روز عید است
خوشی در روح ہر مومن پدید است
دراں روزے کہ باایماں بمیرم
مرا در ملک خود آں روز عید است

کہ لوگ کہتے ہیں کل عید ہے اور ہر مسلمان عید کی خوشی میں شریک ہوگا' میرے لیے تو عید کا دن وہ دن ہوگا کہ جس دن میں ایمان سلامت لے کر اس دنیا سے رخصت ہو

جاؤں گا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی عید:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ عید کے دن نمازِ عید کے لیے روتے ہوئے جا رہے ہیں، رکوع جاتے روتے ہیں، سجدے میں روتے ہیں، کسی نے عرض کیا، آج تو عید خوشی کا دن ہے آپ اس قدر کیوں رو رہے ہیں؟ فرمایا اس لیے رو رہا ہوں کہ رمضان شریف اللہ کا مہمان ہمارے پاس آیا تھا، پتہ نہیں ہم سے راضی گیا ہے یا ناراض، کہیں اللہ کی بارگاہ میں ہماری شکایت نہ کر دے کہ یا اللہ تیرے بندوں نے میری قدر نہیں کی۔

اور پھر اس لیے بھی رو رہا ہوں کہ صرف رمضان کے روزے ہی نہیں رخصت ہوئے بلکہ اے رمضان

تیری راتوں کی عبادت بھی گئی
تیری صبحوں کی مسرت بھی گئی
بھوک میں رہ رہ کے لذت بھی گئی
اور پھر فرقاں کی دولت بھی گئی
تیری آمد سے ہمیں عزت ملی
دین و دنیا کی ہمیں عظمت ملی
میری عزت تیری عظمت پر نثار
میرا ایماں تیری شوکت پر نثار
تیری گرد راہ تاج اولیاء
تیرا ذکر خیر جان اصفیاء
سال بھر تیرا رہے گا انتظار
ہم کو تڑپاتا رہے گا تیرا پیار

حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ کی عید:

عید کے دن آپ کے پاس سے چند نوجوان آپس میں مذاق کرتے ہوئے گزرے

(یزید بننا آسان ہے' بایزید بننا مشکل ہے) آپ نے فرمایا: بچو! ٹھہر جاؤ وہ رُک گئے۔ (اس دور کے بچے تھے' آج کل کے ہوتے تو ان کو بھی مذاق کر کے گزر جاتے) باباجی کیا بات ہے؟ بچوں نے عرض کیا' فرمایا: کیوں ہنستے جا رہے ہو؟ عرض کیا' عید ہے اس لیے' فرمایا اگر تو تم نے رمضان کے روزے نہیں رکھے تو پھر خوشیاں منانے کا تمہیں حق ہی نہیں کیونکہ عید تو روزہ داروں کے لیے ہے اور اگر روزے رکھے ہیں تو یا تمہارے روزے قبول ہوئے ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں ہوئے تو پھر رونے کا مقام ہے نہ کہ ہنسنے کا' پورے مہینے کی محنت ضائع ہوگئی اور تم ہنس رہے ہو اور اگر قبول ہوگئے ہیں تو پھر جاؤ رب کی بارگاہ میں سجدۂ شکر بجالاؤ کہ خدا نے تمہاری محنت کو قبول فرمالیا ہے۔

؎ وہ تھے کس منزل میں اور تو کونسی منزل میں ہے
شرم سے گڑھ جا اگر احساس تیرے دل میں ہے

حضرت بابا فریدالدین گنج شکر علیہ الرحمۃ کا فرمان:

آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پہنچنے کے لیے باقی تمام عبادات کے ذریعے صرف آدھا سفر طے ہوسکتا ہے اور باقی آدھا سفر صرف رمضان کے روزوں سے طے ہوتا ہے اس لیے تو اہلِ اللہ کی رمضان کے جانے پہ یہ حالت ہو جاتی ہے کہ لوگ (ناقدرے) خوشیاں منا رہے ہوتے ہیں اور ان کی چیخیں نکل رہی ہوتی ہیں جس نے ساری عمر کیلا کھایا ہی نہ ہو اس کو کیا پتہ کیلے کا ذائقہ کیا ہے۔ ہم صرف کھانا پینا چھوڑ دینے کو روزہ سمجھتے ہیں باقی گالی گلوچ' بدنگاہی' جھوٹ وغیرہ سب کچھ چلتا رہتا ہے اس لیے ہم کیا سمجھیں کہ روزے کا فلسفہ' روح اور اس کی افادیت کیا ہے۔ مکھن اور بالائی ساری تو اولیائے اللہ تعالیٰ نکال کے لے گئے' ہم صرف لسی کو رگڑا لگا رہے ہیں۔

؎ عرفی اگر بگریہ میسر شدے وصال
صد سال می تواں بتمنا گریستم

اگر رونے سے یار ملتا ہو تو میں سو سال تک روتا رہوں اور ساری عمر یار کی تمنا میں روتے ہوئے گزار دوں۔

؎ جنہاں دِلاں وچہ عشق سمایا رونا کم اوہنائیں
اُٹھدے رودن بہندے رودن رودن چلدیاں راہیں

اور کسی نے کیا خوب کہا:

؎ گریار من بہ آید دل را کنم کباب
سر را پیالہ سازم خون جگر شراب
تن را رباب سازم ہر رگ بجائے تار
ہر تار ایں بگو ید اے یار یار یار

اگر میرا محبوب آئے تو میں اپنے دل کے کباب بنا کر اس کو پیش کروں' سر کا پیالہ بنا کر' جگر کا خون پینے کے لیے پیش کروں۔ جسم کو سارنگی بنا کر رگوں کو تاریں بنالوں پھر ہر تار سے یار یار یار کی آواز ہی نکلے

؎ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روزے کی دید ہو جائے
قسم خدا کی غریبوں کی عید ہو جائے

؎ جو تیری یاد میں مسرور نغمہ خواں گزرے
وہ لمحے کتنے حسیں کس قدر جواں گزرے

عید کیسے ملیں؟:

ہم نے دیکھا ہے کہ عید ملتے ہوئے بھی بہت سارے لوگ ڈنڈی مار جاتے ہیں کہ امیروں کو بڑے پیار سے عید ملتے ہیں اور غریبوں کو ملنے سے بچنے کی کوشش ہی کرتے ہیں اگرچہ ان کو عیدی دینے کا پروگرام گھر سے چلتے ہی نہ ہو حالانکہ آج کے دن تو دشمن کو بھی ملتے ہوئے سینہ صاف اور دل پاک کر لینا چاہیے مگر

؎ ہم تو دشمن کو بھی پاکیزہ سزا دیتے ہیں
ہاتھ اُٹھاتے نہیں نظروں سے گرا دیتے ہیں

اگر آج بھی تیرا دل حسد' بغض اور کینے کی بیماری سے صاف نہ ہوا تو اس دن سے زیادہ بابرکت دن کون سا ہوگا' سینے سے سینہ ملا کر رب سے دعا کر اے اللہ! میں ظاہر کو

ظاہر سے ملا سکتا تھا' دِلوں کو پھیرنے والا تو ہے لہٰذا سینہ ہم نے ملا دیا ہے' دِلوں کو تو ملا دے۔

؎ جو عید ہماری ظاہر ہے وہ عید ہماری باطن ہو
اس شان سے مولیٰ دل بھی ملیں جس شان سے سینے ملتے ہیں

ورنہ تو پھر وہی معاملہ ہوگا کہ کنویں سے سارا پانی تو نکال لیا مگر کتا اندر ہی پڑا رہا۔

؎ انسان کو انسان سے کینہ نہیں اچھا
جس سینے میں ہو کینہ وہ سینہ نہیں اچھا

بالخصوص معانقہ کرتے ہوئے یہ دعا کرو کہ یا اللہ ہم سارے سال کی دشمنیاں لے کر تیرے دربار میں حاضر ہوئے ہیں تو ان کو دوستیوں میں تبدیل کر دے اور نفرتوں کو محبتوں میں بدل دے' ہم ایک دوسرے کو معاف کرتے ہیں تو ہم سب کو معاف کر دے۔

؎ کار مابدکاری و شرمندگی
کار تو برما ہمہ بخشندگی

فضول خرچی سے بچو

اور خاص طور پر آج کے دن فضول خرچی سے بچنے کی دعا کرو کیونکہ سب سے زیادہ فضول خرچی عید کے دن ہوتی ہے جو آج کے دن فضول خرچی سے بچ گیا' وہ سارا سال ہی اس لعنت سے محفوظ رہا اور جتنا مال آج کے دن ضائع کرنے کا پروگرام بنا رکھا ہے' وعدہ کرو کہ وہ سارے کا سارا (صدقہ فطر کے علاوہ) غرباء' یتامیٰ' مساکین اور مستحقین میں تقسیم کیا جائے گا۔ غیر مسلم' عیسائی' یہودی اگر اپنے تہواروں (نیوایئر نائٹ' بسنت وغیرہ) پہ فضول خرچیاں کرتے ہیں تو تم ان کے پیچھے کیوں چلتے ہو کیا تمہیں اتباع و اطاعت کے لیے اسوۂ رسول ﷺ کافی نہیں ہے۔ حضور پاک ﷺ کے قدموں کو چوم چوم کر چلتے جاؤ اور جنت کے حق دار بنتے جاؤ۔

فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی ۔

''اللہ کے بندوں میں شامل ہو جاؤ اور جنت میں داخل ہو جاؤ۔''



(۱۶)

عیسائیت (حدیث ہرقل)

الحمدلله الذی ھورب المنان المستعان الرحمن خالق الانس والجان الذی ھو صاحب العفو والغفران ونزل علی عبدہ محمدن المصطفی الفرقان والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ البرھان و کنزالایمان وعلیٰ الہٖ وصحبہٖ علیھم الرضوان ۔
امابعد فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔
ورفعنا لک ذکرک ۔ (سورۃ الانشراح)
''اور ہم نے آپ کی خاطر آپ کے ذکر کو بلند فرما دیا ہے۔''
اس عنوان کے تحت بخاری شریف کی ایک حدیث کو بیان کرنا مقصود ہے جو کہ باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے۔
حدیث کا نمبر ۶ ہے اور بخاری شریف جلد ا، ص ۴ اور ۵ پہ ہے۔
یہ اس وقت کی بات ہے کہ جب ابھی ابوسفیان ایمان نہیں لائے تھے اور اسلام لانے کے بعد حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے سامنے ابوسفیان نے سارا واقعہ بیان کیا۔
اور وہ واقعہ یہ ہے کہ ابوسفیان تجارت کے سلسلے میں ملک شام گئے ہوئے تھے، ان دنوں شام میں ھِرَقْلْ یَا ھَرَقِلْ بادشاہ (جو کہ مذہب عیسائی رکھتا تھا) کی حکومت تھی، صلح

حدیبیہ کے معاہدے کے سلسلے میں بادشاہ نے ابوسفیان کو بُلا بھیجا کہ پوچھے اس معاہدے کا کیا بنا۔

فدعاهم بمجلسه وحوله عظماء الروم .

یہ واقعہ شہر بیت المقدس میں ہوا۔ ابوسفیان اپنے ساتھیوں کے ساتھ آئے تو دیکھا کہ ہرقل کے اردگرد روم کے بڑے بڑے لوگ بیٹھے ہوئے ہیں' بادشاہ نے اپنا ترجمان بھی بُلایا کیونکہ وہ خود عربی نہ جانتا تھا' خدا کی شان کہ ایک مشرک ہے' دوسرا عیسائی ہے اور بھرے دربار میں اللہ تعالیٰ ان دشمنوں کی زبان سے کس طرح شانِ مصطفیٰ ﷺ کا اعلان کروا رہا ہے۔

کس کس کی زباں روکنے جاؤں تیری خاطر
کس کس کی "تباہی" میں تیرا ہاتھ نہیں

چنانچہ ہرقل بادشاہ اور ابوسفیان کے درمیان جو گفتگو ہوئی اس کو سوال و جواب کی صورت میں پیش کیا جاتا ہے۔ سوال ہرقل کرتا ہے اور جواب ابوسفیان دیتا ہے۔

سوال: ایکم اقرب نسبا بھذا الرجل یزعم انه نبی .

تم میں سے نسب کے لحاظ سے اس شخص (حضور علیہ السلام) کے زیادہ قریب کون ہے جس شخص کا گمان ہے کہ وہ نبی ہے۔

جواب: قال ابو سفین قلت انا اقربھم نسبا .

ابوسفیان نے بول کر کہا کہ میں نسب کے لحاظ سے اس کے زیادہ قریب ہوں۔

فقال ادنوہ منی قربوا اصحابه فاجعلوھم عند ظھرہ ثم قال لترجمانه قل لھم انی سائل ھذا عن ھذا الرجل فان کذبنی فکذبوہ .

پھر بادشاہ (ہرقل) نے کہا کہ ابوسفیان کو میرے قریب کر دو اور اس کے ساتھیوں کو اس کی پشت کے پیچھے کھڑا کر دو اور اپنے ترجمان کو کہنے لگا کہ ابوسفیان کے ساتھیوں کو کہہ دے کہ میں اس شخص (حضور علیہ السلام) کے بارے میں ابوسفیان سے سوال کرنے لگا

ہوں اگر یہ جواب صحیح نہ دے تو تم سب نے اس کو جھٹلا دینا ہے۔

ابوسفیان کے الفاظ ہیں:

فو اللہ لو لا الحیاء من ان یاثروا علی کذبا لکذبت عنہ ۔

قسم بخدا! اگر مجھے یہ خطرہ (حیاء) نہ ہوتا کہ میرے ساتھی مجھے جھٹلا دیں گے تو میں (حضور علیہ السلام کے بارے میں) خوب خوب جھوٹ بولتا۔

سوال: ثم کان اول سالنی عنہ ان قال کیف نسبہ فیکم ۔

اس بادشاہ نے مجھ سے پہلا سوال یہ کیا کہ وہ شخص (جس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے یعنی حضور علیہ السلام) نسب کے لحاظ سے تم میں کیسا ہے؟

جواب: قلت ھو فینا ذو نسب ۔ میں (ابوسفیان) نے کہا اس کا نسب تو بڑا بلند ہے۔

قدیمی شہنشاہ عالی گھرانہ حسین و حسن دا غم خوار نانا
جگر دلبند مائی آمنہ دا تے بابل ہے او پیاری فاطمہ دا

سوال: قال فھل قال ھذا القول منکم احد قط قبلہ ۔

کیا اس (حضور علیہ السلام) سے پہلے بھی کبھی تمہارے خاندان میں یہ بات (دعوائے نبوت کی) کسی نے کی ہے؟

جواب: قلت لا ۔ میں نے کہا، نہیں!

سوال: قال فھل کان من ابائہ من ملک ۔ کیا اس کے بڑوں میں سے کوئی بادشاہ گزرا ہے؟

جواب: میں نے کہا، نہیں!

سوال: فاشراف الناس اتبعوہ ام ضعفاء ھم ۔ کیا بڑے لوگ اس کی پیروی کر رہے ہیں یا کمزور اور پسے ہوئے؟

جواب: قلت بل ضعفاء ھم ۔ میں نے کہا، کمزور لوگ ہی اس کی بات مان رہے ہیں۔

سوال: ایـزیـدون ام ینقصـون؟ کیا ماننے والوں کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے یا گھٹتی جا رہی ہے؟

جواب: قـلـت بـل یزیـدون ۔ بڑھتے ہی جا رہے ہیں (اور ہماری کوششیں بے کار جا رہی ہیں)

؎ نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا
؎ فانوس بن کے جس کی حفاظت ہوا کرے
وہ شمع کیوں بجھے جسے روشن خدا کرے

سوال: هل یرتد احدمنهم سخطة لدینه بعد ان یدخل فیه؟
کیا کوئی بندہ اس کے دین میں داخل ہو کر پھر متنفر ہو کر اس نے دین چھوڑا بھی ہے؟

جواب: قلت لا ۔ میں نے کہا، نہیں!

سوال: فهل کنتم تتهمون بالکذب قبل ان یقول ما قال؟
کیا دعوائے نبوت سے پہلے تم نے کبھی اس پر جھوٹ کی تہمت لگائی ہے یا کبھی اس نے جھوٹ بولا ہے؟

جواب: نہیں!

سوال: فهل یغدر؟ کیا کبھی اس نے تم سے بے وفائی بھی کی ہے؟

جواب: قلت لا ونحن منه فی مدة لاندری ماهو فاعل فیها ۔
میں نے کہا، نہیں! ہاں ہمارے درمیان ایک معاہدہ (صلح حدیبیہ کا) چل رہا ہے، دیکھیں اس میں کہاں تک وفا کرتا ہے۔

قال ولم تمکنی کلمة ادخل فیها شیئا غیرهذه الکلمة ۔
ابوسفیان کہتا ہے کہ یہ انتہائی الفاظ تھے جو میں نے اپنی طرف سے بڑھائے اور ان الفاظ سے مطلب یہ تھا کہ ہوسکتا ہے اس معاہدے میں بے وفائی کر جائیں۔

بخاری ص ۴۱۲ پہ اسی حدیث میں یہ لفظ بھی ہے کہ مجھے اس کے سوا کوئی اور کلمہ نہ ملا کہ انتقصه جس سے میں ان (حضور علیہ السلام) میں عیب لگا سکتا۔ (شکر ہے اس وقت تقویۃ الایمان نہ تھی ورنہ پکڑا دی جاتی کہ یہ لے جتنے عیب چاہے لگا تا جا۔ استغفر اللہ)

سوال: فهل قاتلتموه؟ کیا کبھی تمہاری ان سے جنگ بھی ہوئی ہے؟

جواب: نعم ہاں ہوئی ہے۔

سوال: فكيف كان قتالكم اياه؟ ان سے جنگ کیسی رہی؟

جواب: قلت الحرب بيننا وبينه سجال ينال منا وننال منه .

جنگ تو ہمارے اور ان کے درمیان ڈول کی مانند ہے کبھی ہم جیت جاتے ہیں کبھی وہ۔

سوال: ماذا يامركم؟ وہ تمہیں کیا دعوت دیتا ہے؟

جواب: **يقول اعبدوا الله وحده ولا تشركوا به شيئا واتركوا ما يقول اباء كم ويامرنا بالصلوة والصدق والعفاف والصلة .**

وہ ہمیں کہتا ہے کہ اللہ وحدہ لاشریک لہٗ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ جو تمہارے بڑے کہتے رہے اس کو چھوڑ دو' وہ ہمیں نماز' سچائی' پاک دامنی اور صلہ رحمی کی دعوت دیتا ہے۔

بادشاہ کا تبصرہ

سوال و جواب ختم ہوئے اب عیسائی بادشاہ (ہرقل) کا تبصرہ سماعت کیجیے:

فقال للترجمان قل له سالتك عن نسبه فذكرت انه فيكم ذو نسب وكذلك الرسل تبعث فى نسب قومها .

ہرقل نے ترجمان کو کہا اس (ابوسفیان) کو کہہ کہ میں نے تجھ سے اس (حضور علیہ السلام) کے نسب کے بارے میں سوال کیا تو تو نے کہا وہ عالی نسب ہے تو سُن لے کہ رسول اسی طرح اپنی قوم میں بلند نسبت ہی ہوتے ہیں۔ (اگرچہ خالی نسب کا اونچا ہونا

کوئی خوبی نہیں ہے کیونکہ ان اکرمکم عنداللہ اتقکم ورنہ حضور علیہ السلام ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کو چھوڑ کر بلال حبشی کو کعبہ کی چھت پہ نہ چڑھاتے' یہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس لیے کیا کہ لوگوں کو پتہ چل جائے کہ اگر ایمان نہ ہو تو نسب کسی کام کا نہیں اور عزت نسب میں نہیں بلکہ غلامی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے۔ عیسائی اور یہودی کہا کرتے تھے نحن بناء اللہ واحباء ہ ۔ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں۔ فرمایا میرا پیارا بننا چاہتے ہو تو فاتبعونی یحببکم اللہ میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروکار بن جاؤ' اللہ کے پیارے ہو جاؤ گے۔

آدمیت کو نئی طرز پہ ڈالا کس نے
ڈگمگاتے ہوئے انساں کو سنبھالا کس نے
توڑ ڈالا کس نے رنگ ونسل کا ایک ایک بت
کارواں انسانیت کا اک خاندان بنایا کس نے

تبصرہ: وسالتك هل قال احدمنكم هذا القول فذكرت ان لا قلت لو كان احد قال هذا القول قبله لقلت رجل يأتسِيُ بقول قيل قبله .

میں نے تم سے پوچھا کہ کیا اس طرح کی بات (دعوائے نبوت) تم میں سے پہلے بھی کسی نے کی ہے تو تو نے کہا کہ نہیں' پس میں سمجھ گیا کہ اگر اس (حضور علیہ السلام) کے بڑوں میں سے پہلے بھی کوئی ایسی بات کرتا تو میں کہتا کہ اپنے بڑے کی پیروی میں یہ بات کہہ رہا ہے (لہٰذا اس صورت میں تو سچا ہو جاتا)

تبصرہ: وسالتك هل كان من اباء ه من ملك فذكرت ان لافقلت فلو كان من ابائه من ملك قلت رجل يطلب ملك ابيه .

میں نے تم سے پوچھا کہ کیا اس کے بڑوں میں کوئی بادشاہ ہوا ہے تو نے کہا' نہیں! پس میں نے جان لیا کہ اگر اس کے بڑوں میں کوئی بادشاہ ہوتا تو میں کہتا کہ ایسی بات کر کے اپنے باپ کا ملک حاصل کرنا چاہتا ہے۔

(الفضل ماشهدت به الاعداء) خوبی وہ ہے جو دشمن بھی مانے اور جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے۔ برنباس کی انجیل میں آج بھی حضور علیہ السلام کے بارے میں عیسیٰ علیہ السلام کا یہ فرمان موجود ہے جو (میرے بعد) آ رہا ہے وہ آراستہ ہے فہم و اصلاح کی روح سے' عقل و لطافت کی خوف و محبت کی روح سے' دانائی اور اعتدال کی اور سخاوت و رحم کی روح سے' انصاف و تقویٰ اور شرافت و صبر کی روح سے جو خدا نے اس کو ساری مخلوق سے تین گنا زیادہ عطا فرمائی ہے یقین جانو میں نے اسے دیکھا ہے تو میں نے اس کو کہا! اے محبوبِ خدا (ﷺ) میں تجھ پہ فدا۔

پھر فرمایا' اللہ تعالیٰ مجھے اس قابل کرے کہ میں اس کے جوتے کا تسمہ کھول سکوں کیونکہ اس طرح میں اللہ کی بارگاہ میں قدوس ہو جاؤں گا۔ اس انجیل کے بارے میں مودودی صاحب کا فیصلہ ہے کہ یہ صحیح ترین انجیل ہے اور مزے کی بات یہ ہے کہ اس میں دیگر مسائل کے ساتھ آدم علیہ السلام کا نام مصطفیٰ پہ انگوٹھے چومنا بھی لکھا ہوا ہے۔

الغرض کوئی کتاب بھی عظمتِ مصطفیٰ ﷺ کو بیان کیے بغیر مکمل نہیں ہوتی (سوائے تبلیغی نصاب اور تقویۃ الایمان کے)

تبصرہ ۵: وسألتك هل كنتم تتهمون بالكذب قبل ان يقول ماقال فذكرت ان لافقداعرف انه لم يكن ليذر الكذب على الناس ويكذب على الله.

''میں نے تم سے پوچھا کہ کیا دعوائے نبوت سے پہلے کبھی تم نے اس پر جھوٹ بولنے کی تہمت لگائی ہے تو تو نے کہا نہیں۔ پس میں پہچان گیا کہ جو بندوں پر جھوٹ نہیں بولتا' وہ اللہ پر جھوٹ کیسے بول سکتا ہے۔''

تبصرہ ۵: وسالتك اشراف الناس اتبعوه ام ضعفائهم فذكرت ان ضعفاء هم اتبعوه وهم اتباع الرسل.

''میں نے تجھ سے سوال کیا کہ کیا بڑے (امیر) لوگ اس کی پیروی کر رہے ہیں یا کمزور اور غریب؟ تو نے کہا' غریب لوگ پس رسولوں کی اطاعت میں

غریب لوگ ہی پیش پیش ہوتے ہیں۔''

تبصرہ: **وسالتك ایزیدون ام ینقصون فذکرت انهم یزیدون و کذلك امر الایمان حتی یتم .**

''اور میں نے تم سے پوچھا کہ کیا ان کے پیروکار بڑھتے جا رہے ہیں یا کم ہوتے جا رہے ہیں؟ تو تو نے کہا' بڑھتے جا رہے ہیں تو ایمان کا معاملہ اس طرح ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ پورا ہو کر رہتا ہے۔''

تبصرہ: **وسالتك ایرتدمنهم سخطة لدینه بعد ان یدخل فیه فذکرت ان لا و کذلك الایمان حتی تخالط بشاشتة القلوب .**

''اور میں نے تجھ سے پوچھا کہ کیا کوئی شخص اس کے دین میں داخل ہو کر پھر مرتد بھی ہوا ہے؟ تو نے کہا کہ نہیں۔ تو اسی طرح ایمان کا معاملہ ہوتا ہے یہاں تک کہ اس کی عمدگی دِلوں میں رچ بس جاتی ہے اور دل چمک اُٹھتے ہیں۔''

تبصرہ: **وسألتك هل یغدر فذکرت ان لا و کذلك الرسول لا تغدر**

میں نے پوچھا کہ کیا اس نے کبھی تم سے بے وفائی اور وعدہ خلافی کی۔ تو نے کہا کہ نہیں۔ تو بے شک رسول بے وفائی اور وعدہ خلافی نہیں کیا کرتے۔

تبصرہ: **وسالتك بما یامرکم فذکرت انه یامرکم ان تعبدوا الله ولا تشرکوا به شیئا وینهاکم عن عبادة الاوثان ویامرکم بالصلوة والصدق والعفاف .**

''میں نے تم سے سوال کیا کہ وہ تمہیں کس بات کا حکم دیتے ہیں؟ تو نے جواب دیا' اللہ کی عبادت کا' شرک نہ کرنے کا' نماز' سچائی اور پاک دامنی کا۔''

مکالمہ کا نتیجہ کیا نکلا؟

فان کان ما تقول حقا فسیملك موضع قدمی هاتین وقد کنت

اعلم انه خارج و لم اکن اظن انه منکم فلوانی اعلم انی اخلص لتجشمت لقائه ۔ (لتکلفت الوصول الیه) ولو کنت عنده لغلست عن قدمیه ۔

پس جو تو نے کہا اگر یہ حق ہے تو عنقریب میرے ان دونوں پاؤں کی جگہ کا وہ مالک ہوگا (یعنی آج اگر یہاں میری حکومت ہے تو کل اس کی ہوگی) مجھے یہ تو پتہ تھا کہ وہ (نبی) ظاہر ہوگا لیکن یہ پتہ نہیں تھا کہ وہ تم میں سے ہوگا۔ پس اگر مجھے فرصت ملے تو میں ضرور اس کی خدمت میں جاؤں اور اس کے قدم دھو کر پیوں۔

جس کے قدموں کا دھوون ہے آبِ حیات
ہے وہ جان مسیحا ہمارا نبی (ﷺ)

یہ بادشاہ (ہرقل) کوئی معمولی شخص یا بھولا بھالا بادشاہ نہ تھا بلکہ صحیح بخاری میں ہے۔ سقف علی نصاری (ای رئیس دین النصاری) عیسائیوں کے مذہب کا اس دور میں سربراہ تھا۔

جب حضور علیہ السلام کا خط اس کو ملا جس خط کا آغاز اس طرح تھا:

خط کا عنوان کیا تھا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم من محمد عبداللہ و رسولہٗ الی ھرقل عظیم الروم سلام علی من اتبع الھدیٰ ۔

اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے محمد (ﷺ) اللہ کے بندے اور رسول کی طرف سے روم کے بڑے بادشاہ ہرقل کے نام سلامتی ہے اس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی۔ (سچے اور جھوٹے نبی کا فرق یہیں پہ واضح ہو جاتا ہے کہ مرزا قادیانی نے ملکہ برطانیہ کو جو خطوط لکھے ہیں ان کو پڑھ لو کہ کس طرح اس کی خوشامد میں زمین و آسمان کے قلابے ملاتا ہے ہم آپ کے پرانے خادم و نمک خوار ہیں ہمارے سروں پر سے دستِ شفقت نہ اُٹھانا وغیرہ وغیرہ۔ اسلام کے دشمنوں کی اس طرح کی

خوشامد تو ایک عام مسلمان بھی نہیں کر سکتا چہ جائیکہ بزعم خویش نبی۔

ملکہ برطانیہ نے اپنی تاجپوشی کی تقریب پہ بڑے بڑے لوگوں کو بُلایا' بہت سارے صاحبان جبہ و دستار نے اس کی شان میں قصیدے پڑھے اور انعام وصول کیے۔ حضرت پیر مہر علی شاہ علیہ الرحمۃ سے بھی عرض کیا گیا تو آپ نے بڑے استغنا سے جواب دیا:

محمد عربی کی تعریف کرنے والا ملکہ برطانیہ کی قصیدہ خوانی نہیں کر سکتا

اور ایک لفظ بھی اس کی شان میں نہ کہا۔

حضور علیہ السلام کے خط کا اگلا مضمون یہ تھا:

اسلم تسلم یؤتك الله اجرك مرتین ۔

اسلام قبول کرلے سلامتی پا جائے گا اور اللہ تجھے دوہرا اجر عطا کرے گا۔

عیسائیوں سے ایک سوال

میرا عیسائیوں سے سوال ہے کہ تم اپنے نبی کی تعلیمات میں دِکھا سکتے ہو کہ کوئی مسلمان اگر (خدانخواستہ) عیسائی ہو جائے تو اس کو عیسائیوں سے ڈبل اجر ملے گا' یہ دین اسلام ہے کہ جس کو قبول کرنے پر مسلمان کو تو ایک اجر ملے اور عیسائی یہودی کو ڈبل اجر ملے تو پھر ہم کیوں عیسائی ہو جائیں' تمہیں اسلام کے دامن رحمت میں آنا چاہیے کیونکہ آج تمہارے نبی بھی اگر ہوتے تو وہ بھی دینِ اسلام کے مطابق ہی عمل کرتے۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا:

والذی نفس محمد بیدہ ۔

اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے جس نے میرا زمانہ پایا اور مجھ پر ایمان نہ لایا۔

الا کان من اصحاب النار ۔ ''وہ ضرور جہنمی ہے۔'' (مسلم ج ۱ ص ۸۶)

لہٰذا اے عیسائیو! سنو اور غور سے سنو۔

؎ دونوں عالم میں تمہیں مقصود گر آرام ہے
ان کا دامن تھام لو جن کا محمد ﷺ نام ہے

اس کے بعد خط کی عبارت یہ تھی:

فان تولیت فانما علیك اثم الاریسین ۔

''اے بادشاہ! اگر تو نے اسلام قبول نہ کیا تو تیرا اپنا گناہ بھی تیرے سر پر ہوگا اور تیرے پیروکاروں کا بھی''

پھر یہ آیت تحریر تھی:

قل یااھل الکتب تعالوا الی کلمة......

ابوسفیان کہتے ہیں کہ جب اتنی بات ہو چکی وفرغ من قراۃ الکتاب اور بادشاہ خط پڑھ کر فارغ ہوا تو پورے دربار سے آوازیں بلند ہونے لگیں۔ اور ہمیں وہاں سے نکال دیا گیا' پس میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا معاملہ تو دن بدن بڑھتا ہی جا رہا ہے۔ اب روم کے بادشاہ بھی اس سے ڈرنے لگے ہیں اور اس کے قدموں کو دھو کر پینے کی بات کر رہے ہیں۔ حدیث آگے کافی طویل ہے قصہ مختصر یہ کہ محل کے دروازے بند کر کے ہرقل درباریوں سے کہنے لگا یا معشر الروم ھل لکم فی الفلاح والرشد وان یتبت ملکم فتابعوا ھذا النبی۔ اے رومیو! اگر فلاح و کامیابی اور اپنے ملک کی بقا چاہتے ہو تو اس نبی (علیہ السلام) کی بیعت کر لو۔

رومیوں نے بادشاہ کی بات سنی تو انہوں نے بُرا منایا اور بگڑ گئے اور اس نے حکومت بچانے کی خاطر کہا! میں تو دیکھنا چاہتا تھا کہ تم اپنے دین پہ کتنے قائم ہو۔ فسجدوا ورضوا عنه۔ چنانچہ رومیوں نے بادشاہ کو سجدہ کیا اور اس طرح اس سے راضی ہو گئے۔

؎ لبھا دیس عرب تھیں اوہ سوہنا' جنہوں ڈھونڈ پھری نگری نگری

سلطان حسینان دوجہاں ھو مدخری عال القدر
بے مثل ہے جو بن سوہنے دا مارے چمکاں نور خدا مکھ پر
ہیں سوئے رُخش ہم سوئے قمر ھو حسن الوجه من القمر
آیا جگت میں ہو کے رسول اللہ اور مکھ سے پکارے الا اللہ
در سرو خفا اللہ اللہ لا مثل له عند البشر

معراج کی شب جو کچھ پایا' جبریل کی بھی حاجت نہ رہی
شد واقف سرّ خفی و جلی فاقرأ ما قلت من الخبر
تیرے در کے سوا کوئی در ہی نہیں جہاں جا کے کروں فریاد اپنی
فوقفت ببابك یا سندی بمحمد حسن من النظر

ردّ عیسائیت اور علماء اہل سنت ماضی قریب کے آئینے میں

برصغیر میں فرنگی اقتدار کے طلوع کے ساتھ ہی عیسائی مبلغین (مشنری) کی آمد کا باقاعدہ سلسلہ شروع ہوگیا۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کے تسلط پر (۱۸۱۳ء) میں انگلستان کی پارلیمنٹ نے ایک بل پاس کیا جس کی رو سے انجمن ترقی علوم عیسائیت کے آرک بشپ کو اختیار دیا گیا کہ وہ پاک و ہند میں تبلیغ عیسائیت کے لیے اپنے مبلغین بھیجے۔ چنانچہ انگلینڈ کے پادریوں کی ایک جماعت ۱۸۱۴ء میں کلکتہ پہنچی اور اپنا کام شروع کر دیا۔ برطانوی حکومت جوں جوں برصغیر کے وسیع علاقوں میں اپنا تسلط قائم کرتی گئی' عیسائی مبلغین کی کھیپ میں اضافہ ہوتا جاتا تھا اس سلسلہ میں انگلستان کے مشہور مبلغین نے برصغیر میں عیسائی تبلیغ کی بنیادیں رکھیں جن میں ہنری مارٹن' کلاڈیس لوکاٹین' ڈاکر ڈف' مسٹر جن سن' پادری جوشا مارش اور ولیم وارڈ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں' یہ لوگ اپنی علمی قابلیت میں شہرۂ آفاق تھے اور اپنی تبلیغی قابلیت کی بناء پر سارے یورپ میں احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔

ابتدائے کار میں ان عیسائی علماء نے فورٹ ولیم کالج کلکتہ میں اساتذہ اور تلامذہ کی حیثیت سے انجیل کے تراجم و تفاسیر کی اشاعت کا ایک شعبہ قائم کیا اور مشرقی زبانوں میں اپنے نظریات کی تبلیغ کرتے اور نہایت پُرامن طریقے سے عیسائی مذہب کی خوبیاں بیان کرتے' ان کے منادی کرنے والے بازاروں' چوراہوں اور میلوں کے اجتماعات میں چلے جاتے اور عوام کے سامنے عیسائیت کی تبلیغ کرتے۔ ۱۸۵۲ء میں ان عیسائی تبلیغی اداروں نے ملک میں ۱۳۴۶ء سکول قائم کر لیے جن میں ۴۷۵۰۴ عیسائی لڑکے اور لڑکیاں پاک و ہند کی علاقائی زبانوں سے واقف ہو کر عیسائی تبلیغ کے لیے تیار ہو گئے اس کے ساتھ ہی

۱۱۲۶۔ ایسی درس گاہیں قائم کر دی گئیں جن میں ۱۴۵۶۲ نوجوانوں کو فن مناظرہ میں تیار کر کے ملک کے مختلف حصوں میں بھیج دیا گیا دوسری طرف انگریزوں کے بڑھتے ہوئے اقتدار کے ساتھ ساتھ ۲۵ پرنٹنگ پریس قائم کر دیے گئے جن میں عیسائی تبلیغی لٹریچر چھپ چھپ کر برصغیر کے گوشہ گوشہ میں پہنچنے لگا۔

اگر یہ ادارے اپنے پُر امن تبلیغی کارناموں میں مصروف رہتے تو کوئی بات نہیں تھی مگر ان کے فارغ التحصیل نوجوانوں نے مسلمان علمائے کرام اور عوام الناس کے ساتھ مناظرانہ انداز پر عیسائیت کی برتری منوانے کے لیے جگہ جگہ ہنگامے برپا کرنے شروع کر دیے۔ مسلمان ایک طرف سیاسی طور پر ایسٹ انڈیا کمپنی کے مکار اور سفاک حکمرانوں کے ظلم وستم سے تنگ آ چکا تھا اور دوسری طرف مذہبی دل آزاری کے ساتھ ساتھ بعض دریدہ دہن عیسائی مبلغین نے سرکارِ دو عالم ﷺ کی شان میں ہذیان گوئی شروع کر دی اس صورتِ حال نے علمائے اسلام کو میدانِ عمل میں لا کھڑا کیا اور انہوں نے ان لوگوں کو للکارنا شروع کیا۔

عیسائی حکومت کا مسلمان علماء پہ ظلم وستم

علمائے اسلام اپنی بے سروسامانی کے باوجود انگریز کے سیاسی اور تبلیغی طوفانوں کے سامنے سینہ سپر ہو گئے۔ چنانچہ علمائے حق کی ایک جماعت تو باقاعدگی کے ساتھ جہاد کے لیے اُٹھ کھڑی ہوئی اور انہوں نے عوام کے اندر روح جہاد پھونک کر انہیں ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے لیے تیار کر دیا۔ ناکامی کی صورت میں ان علمائے دین کو جن مصائب اور آلام کا سامنا کرنا پڑا اس کے بیان سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں' ان کو تختہ دار پر لٹکا دیا گیا' ان کے لاشے کئی کئی دنوں تک دارورسن کی زینت بنتے رہتے' بعضوں کو توپ دَم کر دیا گیا' بعض عمر بھر دریائے شور (کالا پانی) کی صعوبتیں برداشت کرتے رہے اور بعض کی آنکھوں کے سامنے ان کے اہل وعیال کو ذبح کر دیا گیا اور ان کے مدارس کو لُوٹ کر جلا دیا گیا۔ ان بزرگوں میں مولانا احمد اللہ مدراسی' مولانا فضل حق خیر آبادی' مولانا فضل امام مولانا عنایت علی چڑیا کوٹی' حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے علاوہ سینکڑوں علمائے

کرام شمع حریت وطن پر پروانہ وار قربان ہوتے رہے مگر علماء کا ایک طبقہ ایسا بھی تھا جو عیسائی مبلغین کو علمی میدان میں للکارتا اور انہیں شکستِ فاش دے کر ناموس رسول ﷺ اور عظمتِ اسلام کی حفاظت کرتا تھا' ان علمائے کرام میں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی' مولانا رحمۃ اللہ کیرانوی' مولانا حاجی امداد اللہ مہاجر مکی' ڈاکٹر وزیر حسن' مولانا آلِ حسن' مولانا اشراف الحق' مولانا احمد علی سہارنپوری' اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی' مولانا غلام دستگیر قصوری' مولانا حافظ ولی اللہ لاہوری خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ ان لوگوں نے عیسائی پادریوں کے خلاف علمی جہاد کیا' عیسائی مبلغین کے کتابی اور اخباری زہریلے پراپیگنڈے کا علمی انداز میں جواب دیا۔ وہ قریہ بہ قریہ کوچہ بہ کوچہ اور دُور دراز دیہات میں پہنچے' معرکہ آرا مناظرے' عدیم المثال مباحثے اور زوردار مقابلے کر کے عیسائی مبلغین کے کھوکھلے دعووں کے تاروپود بکھیر دیتے۔ انگریز حکومت نے ان علمائے حق کو باغی اور غدار قرار دیا' ان پر مقدمے قائم کیے' جائیدادیں ضبط کیں' یہ نفوس قدسیہ جلاوطن ہوئے پس دیوار زنداں پابجولاں رہے مگر پاک و ہند کی سرزمین کو عیسائی مبلغین کے منحوس اثرات سے پاک کر کے دَم لیا' ان علمائے کرام کے علمی جہاد کا ہی یہ نتیجہ تھا کہ جس قوم نے پورے دوسو سال حکومت کی اس کے مذہب کے تبلیغی اثرات اس کے جانے کے ساتھ ہی ختم ہوتے گئے۔

تحریری خدمات

ان علمائے کرام نے اس سلسلے میں جتنی کتابیں لکھیں' رسالے شائع کیے' مناظرے کیے' مضامین چھاپے' ان کے اثرات وفوائد لکھنے بیٹھیں تو پوری تاریخ مرتب ہوتی ہے مگر ہم اس دور کو ایک طائرانہ نظر سے دیکھتے چلے جاتے ہیں تاکہ آج کا مسلمان یہ اندازہ لگا سکے کہ دین حق کی حفاظت کے لیے ان کے آباؤ اجداد نے کتنا خونِ جگر نچھاور کیا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ پاک و ہند کے مسلمانوں کا سر فخر سے بلند ہو جاتا ہے جب وہ تصور کرتے ہیں کہ ان کے بزرگوں نے انتہائی سنگین حالات کے باوجود عظمتِ اسلام پر آنچ نہیں آنے دی۔

عیسائی مبلغین کی بڑھتی ہوئی قوت نے مسلمانانِ برصغیر پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا تھا۔ لارڈ میکالے کے وائسرائے مقرر ہونے کے بعد مشنریوں کی خاص طور پر سرپرستی ہونے لگی۔ انہیں بے پناہ مالی امداد دے کر غریب عوام کو ترغیب عیسائیت دی جانے لگی اور فورٹ ولیم کالج نے مغربی علوم کی اشاعت کے دروازے کھول دیئے۔ لارڈ ڈلہوزی نے تو انگریزی تہذیب و تمدن کو رواج دینے کے لیے باقاعدہ ایک محکمہ قائم کیا اور عیسائی مذہب اختیار کرنے کے لیے ضلع کے تمام افسروں اور ان کی بیگمات کو مالی امداد دینے کے حکم نامے جاری کر دیئے۔ فوجی افسر اپنی رجمنٹوں میں اپنے ماتحت سپاہیوں کو حضرت مسیح کی تعلیمات دینے لگے۔ پنجاب کے اعلیٰ حکام ہنری لارنس، جان لارنس، رابرٹ ڈانلڈ میکلوڈ ہربرٹ ایڈورڈ اور جان نکسن نے انجیل کی تعلیم دِلوانے کے لیے پوری سرکاری مشینری وقف کر دی تھی۔

لفظ نصاریٰ پہ جھگڑا

علمائے کرام کو اس بات پر سزائیں دی جاتی تھیں کہ وہ عیسائیوں کو نصاریٰ کیوں لکھتے تھے۔ لفظ نصاریٰ کی خونی داستان مولانا حالی نے ان الفاظ میں بیان کی ہے۔

''بعض اضلاع میں مسلمانوں کی تحریریں ایام غدر میں پیش کی گئیں جن میں انگریزوں کو لفظ نصاریٰ سے تعبیر کیا گیا تھا، انگریزی حکام نے اس لفظ کو بھی بغاوت پر محمول کرتے ہوئے لکھنے والے کو سزائیں دیں۔

سرسید نے اسی لیے انگریزوں کو اس غلط فہمی کو دُور کرنے کے لیے ایک رسالہ ''تحقیق'' لفظ نصاریٰ لکھا اور انگریزی میں چھپوا کر حکام تک پہنچایا تاکہ وہ مزید سختی نہ کریں۔

داڑھی کی توہین

سرکاری اثر اندازی کا یہ عالم تھا کہ ۱۸۵۸ء میں کمانڈر انچیف سر جان نے فوجی سپاہیوں کو داڑھی صاف کرنے کا آرمی آرڈر نافذ کیا، جیل میں قیدیوں کی داڑھیاں منڈوا دی جاتیں۔ مولانا محمد جعفر تھانیسری کی داڑھی زبردستی مونڈی گئی تو انہوں نے اپنے ایک

ساتھی مولانا یحییٰ کو دیکھا جو اپنی داڑھی کے گرے ہوئے بال اُٹھا کر روتے ہوئے کہتے:

"یہ داڑھی مجھ سے زیادہ خوش نصیب ہے جو خدا کی راہ میں کھینچی گئی اور کاٹی گئی۔" (تواریخ عجیبہ)

"حیات جاوید" میں سرسید نے تفصیل کے ساتھ لکھا ہے کہ سرکاری ملازمین کو نماز پڑھنے سے روکا جاتا تھا اور ۱۸۵۷ء کے بعد مسلمان لڑکوں کو عیسائی سکولوں میں داخلہ لینے کی سرکاری ترغیب دی جاتی تھی۔ مولانا عبدالحق دہلوی مصنف "تفسیر حقانی" نے تفسیر حقانی کے ص ۸۴ کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ عیسائی مشنریوں نے قرآن پاک میں تحریف کر کے پرانے قلمی نسخے عوام سے لے کر نئے ایڈیشن چھپوائے' غریب اور یتیم بچوں کو عیسائی بنایا جاتا غرضیکہ عیسائیت کو مقبول اور مرغوب بنانے کے لیے ہر حربہ استعمال کیا جاتا۔

اندریں حالات علمائے اسلام نے سخت نوٹس لیا' وہ میدانِ عمل میں نکل آئے اور ہندوستان کے الگ الگ شہر میں ان برخود غلط پادریوں کو سرعام للکارا اور شکست فاش دی جانے لگی اور ان کے غلط دعوؤں کا محاسبہ کر کے ان کا تنقیدی تعاقب کیا گیا۔

شاہ عبدالعزیز دہلوی کا عیسائیوں سے ایک مناظرہ

ہندوستان میں عیسائی مناظروں کا سلسلہ اگرچہ اکبری دور سے شروع ہو چکا تھا اور اس دور کے مشہور مناظرے شیخ قطب الدین تھانسیری مولانا عبداللہ اور پھر شاہجہانی دور میں مولانا سعداللہ خاں نے سر کیے تھے مگر دور غلامی میں عیسائی پادری بے لگام ہو کر ہر مسجد میں مناظرے کا چیلنج دے دیا کرتے تھے ابتدا میں علمائے کرام حکومت کے جور و ستم کے سامنے ان لوگوں کو نظر انداز کر دیتے تھے مگر سب سے پہلے حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ نے اس سکوت کو توڑا اور عیسائیوں کو للکارا جس سے دوسرے علمائے کرام میں بھی جرأت پیدا ہوگئی۔ شاہ عبدالعزیز دہلی کی جامع مسجد میں درس قرآن دیا کرتے تھے۔ ایک دن آپ بہت بڑے مجمع کے سامنے قرآن پاک کی تفسیر بیان کر رہے تھے کہ ایک بارعب پادری نے آگے بڑھ کر آپ کو مخاطب کیا اور کہا کہ قرآن کا درس بند کریں' پہلے میرے ایک سوال کا جواب دیں' مجمع میں ایک سناٹا چھا گیا' پادری بڑا بے

باک تھا اور اردو اور فارسی زبان سے واقف نظر آتا تھا اس نے آتے ہی یہ شعر پڑھا:

"کہ ایں بزیر زمین است او باوج سماست"

کہنے لگا حضرت عیسیٰ کی اوالعزمی اسی واقعہ سے ظاہر ہو رہی ہے کہ وہ آسمان پر ہیں اور آپ کے نبی زیر زمین مدفون ہیں۔

شاہ صاحب بجائے اس کے کہ اسے طویل علمی دلائل دے کر قائل کرتے' فی الفور ایک شعر پڑھا:

بگفتمش کہ نہ ایں حجت قوی باشد

حباب برسر آب و گہر تہ دریا ست

اس کا تو یہ مطلب ہوا کہ حضرت عیسیٰ بمنزلہ بلبلہ آسمان پر ہیں اور سرکارِ دو عالم ﷺ موتی کی طرح سمندر کی تہہ میں ہیں۔ یہ فی البدیہ شعر سُن کر پادری بڑا محظوظ ہوا اور آپ کی ذہانت کی داد دینے لگا اور کہنے لگا' اچھا مفصل مناظرہ پھر کریں گے۔

اس واقعہ کے بعد شاہ عبدالعزیز دہلوی نے محسوس کیا کہ یہ لوگ عقلی طور پر علماء اور عوام کو پریشان کرتے رہیں گے۔ چنانچہ اس کے بعد آپ نے اپنے درس کا رُخ عیسائیت کے ردّ اور شیعوں کے خلاف جوان دنوں مسلمان ریاستوں میں سنیوں سے اُلجھ رہے تھے' پھیر دیا۔ آپ نے اپنے ہم عصر علمائے کرام کو بھی جرأت دلائی اور مناظروں کا سلسلہ جاری ہو گیا' کوئی دن ایسا نہ تھا کہ دہلی' لاہور' امرت سر اور پاک و ہند کے دوسرے بڑے شہروں میں کوئی نہ کوئی مناظرہ نہ ہوتا ہو۔

مولانا ہادی کا ایک دلچسپ مناظرہ

انہی دنوں مولانا ہادی نے ایک مفصل کتاب مناظرہ بنام "ردنصاریٰ" ۲۰ دسمبر ۱۸۴۰ء کو شائع کرا دی اس کتاب میں عیسائیت کے ان تمام اعتراضات کا جو وہ آئے دن مسلمانوں کے خلاف اُٹھاتے رہتے تھے' علمی انداز میں جائزہ لیا گیا۔ یہ کتاب اس دور کی بڑی مفید کتاب سمجھی جاتی ہے جو عام مناظرین کے لیے بڑی مفید ثابت ہوئی اس ضمن میں ایک سوال کا جواب ملاحظہ فرمائیں۔

ایک پادری نے کہا کہ اگر معراجِ مصطفیٰ ﷺ کو صحیح مان لیا جائے تو آج تک آسمان میں کوئی سوراخ تو دِکھائی دیتا یا آسمان کا کوئی دروازہ ہی ہوتا جس سے آپ گزرے تھے اس کے جواب میں انجیل کے مکتوب باب ۱۲ آیت ۲ تا ۵ کا حوالہ دیا گیا تھا جس میں پولس نبی آسمان پر گئے اور عیسائی دنیا کسی سوراخ یا دروازے کا مطالبہ نہیں کرتی۔ حضرت عیسیٰ دو روز قبر میں رہ کر سوراخ کے بغیر آسمان پر کیسے چلے گئے؟

پادری نے کہا ''بہت سے رسول پیدا ہوئے مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح باپ کے بغیر کوئی پیدا نہیں ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ خدا کے بیٹے تھے'' جواباً پوچھا گیا تو پھر حضرت آدم کے متعلق کیا خیال ہے؟ جو باپ اور ماں دونوں کے بغیر پیدا ہوئے پھر ان کو خدا کا بیٹا کیوں نہ مانا جائے' آدم کو خدا کا بیٹا ماننے پر انکار ہے اور ابن آدم پر اصرار اس طرح معجزہ شق القمر زکوٰۃ' نماز' روزہ غرضیکہ عیسائیوں کے تمام سوالوں کے مختصر الزامی اور عقلی جواب اس کتاب میں جمع کر دیئے تھے جن کا عیسائیوں کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔

مولانا آلِ حسن نے پادری فینڈر کا تعاقب کیا

یہ مناظرہ خط و کتابت کے ذریعے ہوا' ۲۲ جولائی ۱۸۴۴ء سے شروع ہو کر ۲ فروری ۱۸۴۵ء تک جاری رہا اس مناظرے میں پادری فینڈر ر کو اپنی شکست کا اعتراف کرنا پڑا۔ (کارل گونکیب فینڈر) یہ پادری ۱۸۰۳ء میں درہم برگ جرمنی میں پیدا ہوا' ابتدا ہی سے فینڈر ر کو مذہبی تعلیم پر لگا دیا گیا اور پادری فریڈرک کے زیرِ تعلیم رہا۔ ۱۸۲۰ء میں بائبل مشنری کالج میں پانچ سال تک علم الٰہیات کا مطالعہ کرتا رہا' وہ دنیا کی مختلف زبانوں پر عبور حاصل کرتا رہا خاص کر مشرقی علوم پر اس کی گہری نظر رہی۔ چنانچہ ۱۸۲۵ء میں اسے آرمینیا میں شوشا کے قصبہ میں انجیل کا ترجمہ کرنے کے لیے بھیجا گیا' وہ ترکی آرمینی اور فارسی میں مشاق ہو گیا۔ چنانچہ وہ ان تین زبانوں میں مسلمانوں میں مسیح اصولوں کی تبلیغ کرنے لگا' ان ہی ایام میں اس کی مشہور کتاب ''میزان الحق'' جرمنی زبان میں ۱۸۲۹ء میں شائع ہوئی پھر اس کا ترجمہ فارسی' انگریزی' اردو' مرہٹی' ترکی اور عربی زبان میں کیا گیا اس کتاب نے عالمِ اسلام میں اضطراب کی لہر دوڑا دی اسی دوران وہ بغداد' طہران'

اصفہان اور کرمان پہنچا اور مسیحی لٹریچر تقسیم کرتا رہا' دورانِ سفر تبریز میں پہنچ کر اس نے ایک آزاد خیال ایرانی ادیب سے شناسائی پیدا کر لی اور ''میزان الحق'' کا فصیح فارسی میں ترجمہ کرا لیا۔ ۱۸۳۳ء میں واپس جرمنی چلا گیا۔ ۱۸۳۷ء میں اپنے ایک دوست کرئیس کے ساتھ ہندوستان میں وارد ہوا اور چرچ مشنری سوسائٹی کی طرف سے آگرہ میں مسیحی تبلیغ پر متعین کر دیا گیا۔ آگرہ میں ایک عیسائی مبلغہ سے شادی کر کے شہر کے گنجان آباد علاقہ میں قیام پذیر ہوا' وہ آگرہ کے گردونواح میں نکل جاتا اور عیسائیت کا پرچار کرتا رہتا۔ سب سے پہلے اس کی اس حرکت کا ایک مسلمان افسر مولانا آل حسن نے نوٹس لیا اور میزان الحق کے جواب میں ''استفسار'' لکھی۔ لکھنؤ کے ایک اور عالم دین نے پادری فینڈر کی کتاب ''مفتاح الاسرار'' کے جواب میں ''کشف الاستار'' لکھی جس کا جواب الجواب پادری فینڈر نے ''حل الاشکال'' کے نام پر شائع کیا۔ ان کتابوں کا منظر عام پر آنا تھا کہ پادری فینڈر کی شہرت سارے برصغیر میں پھیل گئی۔ ۱۸۴۵ء میں اس پادری نے دہلی پہنچ کر جامع مسجد دہلی میں علمائے اسلام کو مناظرے کا چیلنج دیا لیکن مولانا آل حسن نے اسے اپنے تحریری مناظرہ میں لاجواب کر دیا اور پادری فینڈر آئندہ کے لیے مولانا آل حسن کے مقابلہ میں آنے سے ہمیشہ گریز کرتا رہا۔ مولانا آل حسن کے سامنے پادری بے حال ہو گیا تھا۔

مولانا رحمت اللہ کیرانوی اور پادری فینڈر

پادری فینڈر کی بڑھتی ہوئی جرأت کو حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی ثم مہاجر مکی نے للکارا اور ۱۸۵۴ء میں آگرہ میں پہنچ کر مناظرہ کا اعلان کر دیا اور فینڈر کو برسرعام مقابل ہونا پڑا۔

امام المناظرین مولانا رحمت اللہ کیرانوی محلہ دربار کلاں قصبہ کیرانہ ضلع مظفر نگر (بھارت) میں رہتے تھے' آپ کے جد امجد شیخ عبدالرحمٰن گازرونی محمود غزنوی کے ان مجاہدین میں سے تھے جنہوں نے برصغیر کو اسلامی زندگی سے روشناس کیا۔ وہ پانی پت میں زیر قلعہ مدفون ہیں۔ مولانا کے اسلاف ہمیشہ برگزیدہ روزگار رہے اور علوم دینیہ کی اشاعت میں نمایاں خدمات سرانجام دیتے رہے۔ مولانا رحمت اللہ جمادی الاولیٰ

۱۲۳۳ھ میں پیدا ہوئے بارہ برس کی عمر میں فارسی کی درسیات سے فارغ ہو گئے۔ آپ شاہجہاں آباد میں مدرسہ مولوی غیاث میں مقیم رہے ان دنوں لکھنؤ میں مفتی سعد اللہ کی تدریس کا بڑا چرچا تھا آپ نے وہاں جا کر مسلم الثبوت اور میر زاہد پڑھی۔ درسیات میں آپ نے مولانا احمد علی وزیر ریاست پٹیالہ حضرت مولانا شاہ عبدالرحمٰن چشتی (یہ وہی مولانا عبدالرحمٰن ہیں جو زبدۃ الاولیاء شاہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے اور ان کا مزار بستی نظام الدین اولیاء دہلی میں ہے) مولوی امام بخش صہبائی سے خاص طور پر تلمذ کیا اور منقولات و معقولات میں مکمل مہارت حاصل کی۔

مولانا نے عملی زندگی میں قدم رکھتے ہی مناظروں میں بڑا نام پیدا کیا۔ پاک و ہند میں جن لوگوں نے آپ سے تلمذ کیا ان میں سے مولانا عبدالسمیع رام پوری صاحب انوار ساطعہ مولانا شاہ ابوالخیر مولانا نور احمد امرتسری (مرتب حواشی مکتوبات مجدد الف ثانی) مولانا بدر الاسلام مولانا احمد دین چکوالی مولانا محمد سعید ناظم دار العلوم حرم صولتیہ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں حرم پاک میں آپ نے ایک طویل عرصہ تک حلقہ تدریس قائم رکھا جس سے ہزاروں طلبہ دنیائے علم میں نامور ثابت ہوئے۔

مولانا کی زندگی کا ایک خاص وقت ردعیسائیت میں گزرا شاہ عبدالغنی سجادہ نشین خانقاہ شاہ غلام علی دہلوی کی فرمائش پر ''ازالہ اوہام'' لکھ کر عیسائی نظریات کا مسکت جواب دیا۔ یہ کتاب اب پاکستان میں ''بائبل سے قرآن تک'' کے نام سے شائع ہوئی ہے۔

مولانا نے دیکھا کہ مسیح علماء برصغیر کو اپنی جاگیر سمجھ کر اسلام کے خلاف کتابیں لکھ رہے ہیں اور محسن دو عالم ﷺ پر ناروا حملے کر کے مسلمانوں کی دل آزاری کر رہے ہیں تو آپ نے اس وقت کے پادری فینڈر اور پادری فرنچ کو مناظرہ کے لیے للکارا اور کہا کہ جس کتاب ''انجیل'' کی طرف تم لوگوں کو بلا رہے ہو یہ الہامی کتاب نہیں بلکہ تبدیل کر دی گئی ہے اور جس دین کی تم دعوت دیتے ہو وہ منسوخ ہو چکا ہے۔

یہ مناظرہ دو دن ۱۰، ۱۱ اپریل ۱۸۴۵ء کو گڑھ عبدالمسیح اکبر آباد آگرہ میں ہوا۔ ہزاروں سامعین کی موجودگی میں مولانا رحمت اللہ کیرانوی نے ان پادریوں کو ہاتھوں ہاتھ

لیا' آپ کے معاون ڈاکٹر وزیر محمد خان صاحب جنہیں عیسائی لٹریچر پر بڑا عبور تھا' بھی آپ کے ساتھ رہے۔ یہ مناظرہ پاک و ہند کے ان تاریخی اور فقید المثال مناظروں میں سے ایک ہے جس پر دنیائے عیسائیت آج تک لرزاں ہے۔

مولانا نے اس مناظرے کے دوران یہ ثابت کر دیا کہ عیسائیوں کی موجودہ انجیل جس پر پادریوں کو ناز ہے' تحریف شدہ ہے۔ (ندائے عام ص ۱۲۲) آپ نے انجیل کے مختلف نسخے پیش کیے جو زمانہ بدلنے کے ساتھ ساتھ تبدیل ہوتے رہے ہیں۔ پادری فینڈر اس مناظرہ میں لاجواب ہو گیا تھا اس مناظرہ کی ایک شرط یہ بھی تھی کہ شکست خوردہ فریق اپنا مذہب ترک کر دے گا مگر پادری فینڈر نے روئیداد مناظرہ پر ایک کتاب ''حل الاشکال'' کے نام سے لکھی اور ان سوالات کے جوابات دینے کی ناکام کوشش کی جو اسے مناظرے کے وقت شکست دِلانے کا ذریعہ بنے۔

اس مناظرہ کی مفصل کیفیت وزیر الدین ابن شرف الدین نے ''البحث الشریف فی اثبات النسخ والتحریف'' کے نام سے لکھی اور فخر المطابع شاہجہاں آباد سے ۱۲۷۰ھ میں چھپوا کر تقسیم کی گئی۔ ان مناظروں نے مولانا کو اتنی شہرت دی کہ انگریز آپ کے نام سے بوکھلا اُٹھا' پادری انہیں عیسائیت کے لیے زہر قاتل سمجھتے تھے۔ چنانچہ جنگِ آزادی کے پانچ سال بعد شاملی کی تباہی کے دوران انگریزوں نے مولانا کو اور ان کے ایک ساتھی جو تھانہ بھون میں تھے' باغی قرار دے دیا اور آپ کے وارنٹ جاری کر دیئے جب مولانا گرفتار نہ ہو سکے تو انگریزی عدالت نے آپ کی عدم موجودگی میں مقدمہ چلا کر آپ کی ساری جائے داد منقولہ اور غیر منقولہ واقعہ پانی پت اور کیرانہ ضبط کر لی۔ جائیداد کی ضبطی کا فیصلہ کرنال کے انگریز ڈپٹی کمشنر نے ۳ جنوری ۱۸۲۶ء کو سنایا اس جائے داد کی تفصیل ''تاریخ عروج عہد سلطنت انگلشیہ'' ہند کے صفحہ ۶۷۵ میں دیکھی جا سکتی ہے۔

مولانا رحمت اللہ اور پادری فینڈر کے مناظرہ کی تفصیلی رپورٹ اور نسخ انجیل کے موضوع پر دلائل جناب امداد صابری صاحب کی کتاب ''فرنگیوں کے جال'' میں مل سکتی ہیں۔

ڈاکٹر وزیر خاں اور پادری فینڈر کا مناظرہ

آپ اوپر پڑھ چکے ہیں کہ مولانا رحمت اللہ کیرانوی کے ایک رفیق کار جناب ڈاکٹر وزیر خاں سرجن الٰہ آباد بھی تھے۔ فینڈر کی شکست کے بعد ہندوستان کے سارے پادری دَم بخود تھے۔ ادھر ڈاکٹر وزیر خاں نے مناظرہ کی روئے داد چھاپ کر ملک کے کونے کونے تک پہنچادی تھی۔ اندریں حالات پادری فینڈر نے اپنی خفت مٹانے کے لیے ڈاکٹر موصوف سے خط وکتابت شروع کر کے مناظرے کا آغاز کردیا۔ یہ مناظرہ یکم مئی ۱۸۵۴ء کو شروع ہوا اور ۱۲ اگست ۱۸۵۴ء میں ختم ہوگیا اس عرصہ میں کئی خطوں کا تبادلہ ہوا جس میں پادری فینڈر کے تحریری سوالوں کا مسکت جواب دے کر اسے لاجواب کردیا گیا۔ یہ خطوط تردید عیسائیت میں بہترین مواد ہیں۔

اسی دوران چند اور پادری عماد الدین اور مولانا محمد عمر دہلوی' چوہدری مولا بخش اور پادری فینڈر کے درمیان مناظرے بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔ رائے بریلی میں اسی دوران ایک مناظرہ الطاف مسیح اور مولانا سلیم اللہ دہلوی کے درمیان ہوا۔ شرط یہ تھی کہ ہارنے والا جیتنے والے کا مذہب اختیار کرے گا۔ چنانچہ الطاف مسیح کو شکست ہوئی اور انہوں نے اعتراف شکست کے بعد مشرف بہ اسلام ہونے کا اعلان کردیا اس مناظرہ کی مکمل رپورٹ مولانا سلیم اللہ کی کتاب ''اظہار الاسلام'' میں دیکھی جاسکتی ہے۔

مولانا شرف الحق نے پادری پیٹرک کو للکارا

مولانا رحمت اللہ کے مناظرے سے عوام الناس کے حوصلے بلند ہوگئے اور علمائے اسلام میں عیسائیوں کے جواب کے لیے جرأت پیدا ہوگئی۔ مولانا شرف الحق ردنصاریٰ میں بڑے معروف عالمِ دین تھے' انہوں نے پادری پیٹرک کو مناظرے کے لیے للکارا۔

مولانا شرف الحق برصغیر میں ردنصاریٰ میں بڑی شہرت کے مالک تھے' آپ کے والد مولانا حافظ جلال الدین کو انگریزوں نے جنگِ آزادی میں باغیوں کی ایک جماعت کے سربراہ ہونے کے الزام میں گرفتار کرلیا تھا۔ مولانا شرف الحق 1867ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ آپ کو ابتدا ہی سے شاہ رحیم بخش کی روحانی صحبت ملی۔ 1877ء اینگلو بک

سکول دہلی میں داخلہ لے کر انگریزی زبان سیکھی۔ 1881ء میں مولانا الطاف حسین حالی سے فارسی کی تکمیل کی۔ 1883 میں فتح پور کے دینی مدرسہ سے سند حاصل کی۔ پنجاب یونیورسٹی سے فاضل فارسی کیا اور پنجاب بھر میں اوّل آئے' ان دنوں عیسائی اور آریہ مناظروں کا ملک میں بڑا زور تھا' دینی مدارس کے طالب علم ان مناظروں میں بڑی دلچسپی لیتے تھے۔ چنانچہ آپ بھی عبرانی' سنسکرت اور عیسائی لٹریچر کا مطالعہ کرنے لگے۔ طالب علمی کے زمانہ میں جب گھنٹہ گھر دہلی میں ایک پادری نے تمسخرانہ انداز میں کہا کہ مسلمانوں کے پیغمبر ''حبیب اللہ'' کہلاتے ہیں لیکن جب پیغمبر کے نواسے کو کربلا میں شہید کر دیا گیا تو مسلمانوں کے پیغمبر خدا سے سفارش نہ کر سکے حالانکہ حبیب کا محبوب زیادہ محبوب ہوتا ہے۔ آپ کو شاہ عبدالعزیز کا جواب یاد تھا' مجمع عام میں پادری کو مخاطب کر کے کہنے لگے ''آپ بھول گئے ہیں حبیب نے سفارش کی تھی مگر خدا تعالیٰ نے فرمایا اے حبیب! (ﷺ) آپ اپنے نواسے کی بات کرتے ہیں' ان لوگوں نے میرے بیٹے عیسیٰ کو سولی پر چڑھا دیا تھا تو بھی میں خاموش رہا اس بات سے مسلمان مجمع میں ''نعرہ تکبیر'' بلند ہوا اور پادری صاحب کھسک گئے۔ آپ کی چلتے پھرتے مناظروں میں دلچسپی بڑھی تو آپ کے استاد مولانا حالی نے پہلے تکمیل تعلیم پر پابندی کرنے کا مشورہ دیا۔ چنانچہ آپ دینی مدارس میں علومِ عربیہ کے حاصل کرنے کے لیے داخل ہو گئے' عبرانی اور یونانی زبان حکیم عبدالمجید خان کے زیر علاج ایک یہودی سے پڑھی' پشتو مولانا عبدالحکیم افغانی اور ترکی مولانا ابوالخیر سے سیکھی' آپ آٹھ زبانوں کے ماہر ہونے کے باوجود فن مناظرہ میں کسی ماہر استاد کی تلاش میں تھے کہ مولانا رحمت اللہ فاتح عیسائیت کا شہرہ سنا تو عازم حج بیت اللہ ہوئے اور 1305ھ میں مدرسہ صولتیہ میں داخلہ لے کر فن مناظرہ میں کمال حاصل کر لیا۔ مولانا رحمت اللہ نے آپ کو سند فراغت کے ساتھ ساتھ ''ازالۃ الشکوک'' ''اظہار الحق'' تبرکاً عنایت کر کے ردِ نصاریٰ کی اجازت عطا فرمائی۔

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی سے ملاقات

آپ باطنی علوم کے حصول کے لئے مکہ معظمہ میں حاجی امداد اللہ مہاجر مکی سے

بیعت ہوئے اور خرقہ خلافت حاصل کر کے سلسلہ چشتیہ صابریہ میں اجازت حاصل کی۔

آپ نے اپنی عمر میں تین حج کیے اور اسی دوران اسلامی ممالک کی سیر و سیاحت کر کے ہر ملک میں عیسائی پادریوں سے مناظرے کیے۔ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی سے مکہ مکرمہ میں مثنوی مولانا روم سبقاً پڑھی۔

برصغیر میں واپسی پر مولانا نے ہر میدان میں عیسائی مبلغین سے مناظرہ کیا' چنانچہ پادری بشپ فرنچ' پادری ہومر' پادری دیکٹ' پادری ویون' پادری ٹرنبر' پادری رائیٹ' پادری جانسن' پادری وٹرلی اور پادری کار لایل سے مناظرے بڑے مشہور ہوئے۔ دسمبر 1891ء میں پادری گولڈ سمتھ سے حیدر آباد اور 8 فروری 1813ء میں پادری جے سمول سے پونہ اور 8 مارچ 1894ء کو پادری رونس سے غازی پور میں وہ مناظرے ہوئے جو یادگار اور تاریخی مناظروں میں شامل ہوتے ہیں۔

تحریف انجیل پر آپ نے یکم اپریل 1891ء میں دہلی کی جامع مسجد فتح پوری میں لارڈ بشپ جے اے لیفرائے کا مناظرہ تو خصوصیت کا حامل ہے اس مناظرہ میں دہلی اور اطراف دہلی سے ہزاروں مسلمان اور عیسائی جمع ہوئے' مسلمانوں کے جلیل القدر علماء اور زعماء شریک مناظرہ تھے اور ادھر عیسائیوں کے پادری اور انگریز افسر بھی شریک تھے۔ تین روز مناظرہ جاری رہا' تحریف انجیل پر ایسے ٹھوس اور دستاویزی ثبوت دیئے گئے کہ لیفرائے نے اعتراف کیا کہ واقعی انجیل میں تحریف ہوئی ہے' ان کا یہ اعتراف مناظرہ میں بھی تحریری شکل میں لے لیا گیا۔

پادری روفس سے مباحثہ

غازی پور کے مشن سکول میں 8 مارچ 1885ء میں پادری رونس کے ساتھ مولانا شرف الحق کا مناظرہ بھی تاریخی حیثیت کا حامل ہے اس مناظرے میں پادری روفس نے اپنی شکست کا اعتراف کر لیا مگر یہ کہا کہ میں مولانا کے منطقی دلائل کے سامنے شکست کھا گیا ہوں لیکن وہ حق ثابت نہیں کر سکے۔

مولانا شرف الحق مناظرِ اسلام نے ردِ نصاریٰ میں بڑا کام کیا' ان کی کتابیں آج

تک عیسائی مبلغین کے اعتراضات پر کاری ضرب کا کام دے رہی ہیں۔ان کی تصانیف میں سے دافع البہتان بہ تنزیہہ الرحمٰن' استیصال دین عیسوی بمقابلہ دین محمدی مناظرہ غازی پور' مناظرہ کالکا' مناظرہ حیدرآباد دکن' مناظرہ پونا اور دینی مناظرہ خاص طور پر مشہور ہیں۔

پادری عمادالدین کی شرانگیزی

اسی زمانے میں جبکہ علمائے اسلام' عیسائی مبلغین کو پے در پے شکست دے رہے تھے' پنجاب میں پادری عمادالدین نے اسلام اور محسن اسلام پر ناروا حملوں کا سلسلہ شروع کر دیا۔عمادالدین المعروف حکیم الٰہی کے والد چراغ دین پانی پت کے رہنے والے تھے اس نے عیسائیت قبول کر لی مگر آخر عمر میں عیسائیت سے تائب ہو گئے۔پادری عمادالدین نے اپنی سرگزشت ''عمادیہ'' میں اپنے خاندان کا نسبی تعلق حضرت جمال الدین قطب ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ سے ملایا ہے مگر ان کے بھائی خیرالدین کے مطابق (کوہ نور لاہور 24 جنوری 1874ء) یہ قوم کے تیلی تھے اور پانی پت میں یہی کام کرتے تھے۔ابتدائی تعلیم اکبرآباد میں ہوئی' سکول کے ہیڈ ماسٹر مسٹر سلین فاش نے انہیں انجیل پڑھائی اور دوسرا مسیحی لٹریچر بھی دیا اس ابتدائی تربیت کا یہ اثر ہوا کہ عمادالدین نے 29 اپریل 1866ء میں امرتسر کے پادری رابرٹ کلارک کے ہاتھ پر عیسائی مذہب اختیار کر لیا۔دو سال تک سرکاری ملازمت میں رہ کر ''خادم دین عیسوی'' کی حیثیت سے تبلیغ مسیحیت کے لیے باہر نکلے' وہ شام کے وقت امرتسر کی گلیوں میں چل نکلتے' رات کے دس بجے تک مختلف لوگوں سے عیسائیت پر گفتگو کرتے' کچھ عرصہ کے بعد انہیں مغربی دارالعلوم کی طرف سے ڈی ڈی حکم الٰہی کی ڈگری دی گئی مگر امرتسر کے علمائے اسلام اور عوام نے ان کا زور توڑ دیا۔یہی وجہ ہے کہ پادری عمادالدین نے عیسائیت پر کتابیں لکھنے کا سلسلہ شروع کر دیا اگرچہ یہ پادری 1890ء میں راہی ملک عدم ہو گیا مگر اس کی تحریروں نے مذہبی دنیا میں ایک فتنہ کھڑا کر دیا۔دینی موضوعات پر اس نے 53 کتابیں لکھیں جن میں تلخیص الاحادیث' تعلیمات و مکاشفات نغمہ طنبوری' تحقیق الایمان' عقوبت الضالین' آثار قیامت'

واقعات عماد الدین' تفسیر منی اور تفسیر اعمال خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ ان کی تحریر میں اسلام کے خلاف ہرزہ سرائی بہت پائی جاتی تھی' ان سے نہ صرف مسلمانوں کے جذبات کو ٹھیس پہنچی بلکہ ان کے عیسائی ہم عصر پادری کرپول نے بھی ان کی تحریروں پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا تھا:

''پادری عماد الدین کی تحریریں ہندوستان میں ایک اور غدر برپا کریں گی۔''

اگرچہ ان تحریروں کو سند اس سے اس کے ہم مذہب بھی نالاں تھے مگر علمائے اسلام نے اس کی کتابوں کے جواب لکھنے میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی اور جواب میں اتنی جان دار کتابیں لکھی گئیں جو عیسائیت کے نظریات کے تابوت میں آخری کیل ثابت ہوئیں۔

(ماہنامہ ضیائے حرم لاہور' اپریل 1971ء)

(اس تقریر کے آخر میں اختصار کے ساتھ قرآن پاک کی چند آیات کی روشنی میں عظمتِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے چند نکات قارئینِ کرام کی خدمت میں پیش کیے جا رہے ہیں' ملاحظہ فرمائیں۔)

عظمتِ مصطفیٰ اور قرآن

☆ امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ وما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین کی تفسیر میں لکھتے ہیں لما کان رحمۃ للعالمین لزم ان یکون افضل من کل العالمین

کہ جب حضور ﷺ تمام جہانوں کیلئے رحمت ہیں تو لازم ہے کہ آپ ﷺ تمام جہانوں سے افضل و اعلیٰ بھی ہوں۔

سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی
سب سے بالا و اعلیٰ ہمارا نبی

☆ وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ۔

نہیں بھیجا ہم نے کوئی رسول مگر اس کی قوم کی زبان کے ساتھ

یہ آیت دلیل ہے اس بات پر کہ ہر نبی و رسول کسی نہ کسی قوم کی طرف بھیجا گیا لقد

ارسلنا نوحا الی قومہ ۔ والی عاد اخاھم ھودا ۔ والی ثمود اخاھم صالحا ۔ والی مدین اخاھم شعیبا ۔ ولوطا الی قومہ ۔ ثم بعثنا من بعد ھم موسیٰ الی فرعون وملائہ ۔ و تلک حجتنا اتینا ھا ابراھیم علی قومہ ۔ حضرت یونس علیہ السلام کے لئے فرمایا گیا **وارسلنہ الی مائۃ الف اویزیدون** ۔

عیسیٰ علیہ السلام کیلئے فرمایا **ورسولا الی بنی اسرائیل** حدیث شریف میں ہے **کان النبی یبعث الی قومہ خاصۃ** ۔ ہر نبی خاص خاص قوم کی طرف معبوث ہوا۔ دوسری حدیث میں ہے **کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یبعث الی قریۃ لایعدوھا**۔ بعض نبی صرف ایک ایک گاؤں کی طرف بھیجے گئے۔

الغرض: ہر نبی ورسول خاص قوم' خاص علاقے کی طرف اس قوم کی زبان دے کر مبعوث ہوا لیکن جب حضور ﷺ کی بعثت کا ذکر آیا تو فرمایا **قل یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا ۔ وما ارسلنک الا کافۃ للناس بشیرا ونذیرا** ۔ اللہ تعالیٰ ساری کائنات کا رب اور اس کا محبوب ساری کائنات کا رسول۔ وہ نسل انسانیت کا رب یہ نسل انسانیت کا نبی۔ جو اس کے ہوتے ہوئے دوسرا رب مانے نسل انسانی سے وہ بھی نہیں اور جو اس کے ہوتے ہوئے کسی اور کو نبی مانے انسان کا بچہ وہ بھی نہیں۔

چونکہ ہر نبی اپنی قوم کی زبان دیگر بھیجا جاتا ہے اور حضور علیہ السلام سارے جہانوں کے لئے تشریف لائے اس لئے آپ ہر زبان جانتے اور سمجھتے ہیں' چڑیوں کی فریاد بھی سنتے ہیں' اونٹوں کی مشکل کشائی بھی فرماتے ہیں' جنگل کے جانوروں کی بھی حاجت روائی فرماتے ہیں۔

☆ قرآن پاک میں ہر نبی کو نام لے پکارا گیا۔

یا ابراھیم قد صدقت الرؤیا ۔ یا نوح اھبط ۔ یداؤد انا جعلنک خلیفۃ فی الارض ۔ یا یحیی خذالکتاب بقوۃ ۔ یموسیٰ ۔ یعنی یہاں تک کہ نبیوں کے باپ آدم علیہ السلام کو بھی نام لے کر پکارا **یا اٰدم اسکن** مگر پورے قرآن میں ایک بار بھی حضور ﷺ کو نام لے کر مخاطب نہ فرمایا گیا بلکہ القابات سے **یا ایھا الرسول ۔ یا ایھا النبی ۔ یا ایھا المزمل ۔ یا ایھا المدثر**۔

؎ یا ادم است با پدر انبیاء خطاب

یـــا ایھـــا الـنـبـی خطاب محمد است

عقل مند تو سمجھ جائے گا کہ جن کو نام لے کر بلایا جا رہا ہے ان کی اور شان ہے اور جس کو اتنے اتنے پیارے القابات سے یاد کیا جا رہا ہے اس کی شان کچھ اور ہے۔

؎ آفتاب، ماہتاب حسین کلی تیرے حسن و جمال توں وار دیواں

جو بن لیلۃ القدر دی شان والا تیری زلف دے وال توں وار دیواں

دارا اتے سکندر نوشیرواں توں تیرے حبشی بلال توں وار دیواں

صابر سارے سردار زمانیاں دے اک زہرا دے لعل توں وار دیواں

''لعمرک'' ہے تیری جاں کی قسم

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے **ماحلف اللہ بحیوۃ الابحیوۃ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم**۔ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے علاوہ کسی نبی کی زندگی کی قسم نہیں اٹھائی۔ حضور کی باری آئی تو نہ صرف زندگی کی بلکہ محبوب کی گلیوں کی **لا اقسم بھذا البلد**۔ آپ کے چہرے اور زلفوں کی۔ **والضحٰی والیل**۔ آپ کے زمانے کی **والعصر**۔ جو تیل اور خوراک آپ استعمال کرتے اس کی **والتین والزیتون**۔ آپ کی بات کی **وقیلہ یا رب ان ھولا قوم لا یؤمنون**

؎ ہر کس قسم بدانچہ عزیز است می خورند

سوگند رب کردگار بنام محمد است (ﷺ)

حضور کی طرف سے اللہ نے جواب دیا

حضرت انبیاء کرام اور رسل عظام کے بارے میں فرمایا گیا **مایاتیھم من رسول الا کانوا بہ یستھزون**۔ ہر نبی کا اس کی قوم نے مذاق اڑایا مگر ہر نبی نے اپنی قوم کو اس کے مذاق کا خود جواب دیا۔

ھود علیہ السلام کو قوم نے کہا: **انا لنرٰک فی سفاھۃ وانا لنظنک من الکذبین**۔ آپ تو بے وقوف اور جھوٹے ہیں۔ (نعوذ باللہ)

آپ نے جواب میں فرمایالیس بی سفاھة ولکنی رسول من رب العالمین ۔ میں بے وقوف تو نہیں ہوں بلکہ اللہ رب العالمین کا رسول ہوں۔ نوح علیہ السلام کو قوم نے کہاانا لنرٰک فی ضلٰل مبین ۔ ہم آپ کو کھلی گمراہی میں دیکھتے ہیں۔

آپ نے جواباً فرمایالیس بی ضللة ولکنی رسول من رب العالمین ۔ میں گمراہ تو نہیں میں تو اللہ کا رسول ہوں۔

اسی طرح سورۂ اعراف، شعراء اور دیگر کئی مقامات پر مختلف انبیاء کرام علیہم السلام کا ذکر فرمایا کہ ان کی قوموں نے ان کو جھٹلایا تو ہر نبی نے اپنی قوم کو خود جواب دیا۔

لیکن جب ہمارے آقا کی باری آئی تو اعتراض کافروں نے کئے اور جواب خدا نے دیئے۔

نام نبیوں کے بے شک بڑے ہیں عظمتوں کے نگینے جڑے ہیں
مقتدی بن کے پیچھے کھڑے ہیں وہ جو پہلے کے آئے ہوئے ہیں

حضور ﷺ کو کفار نے جھٹلایا تو خدا نے فرمایاذرنی والمکذبین مجھے چھوڑ میں جانوں اور یہ جانیں۔ سبحان اللہ انداز ملاحظہ کیجئے۔

اور کس شان سے جواب دیا

○ کافروں نے کہالست مرسلا ۔ آپ رسول نہیں ہیں۔ خدا نے قسم ارشاد فرما کر جواب دیایٰس والقراٰن الحکیم انك لمن المرسلین ۔ اے میری ساری مخلوق کے سردار مجھے حکمت والے قرآن کی قسم ہے آپ تو یقیناً رسولوں میں سے ہیں۔

○ انہوں نے کہاانك لمجنون ۔ خدا نے قسم اٹھا کر جواب دیا نٓ والقلم وما یسطرون ما انت بنعمة ربك بمجنون۔ قلم اور اس کے لکھے ہوئے کی قسم ہے آپ اپنے رب کی نعمت کا صدقہ مجنوں تو نہیں ہیں اور پھر یہ کہنے والے کے کئی عیب بیان فرما کر آخر میں عتل بعد ذلك زنیم (حرامی) ڈیکلیئر کر دیا اور اس نے جب گھر جا کر تصدیق کی تو ایسا ہی نکلا۔

○ ابولہب نے کہاتبالك یا محمد الھذا جمعتنا ۔ اے محمد تو ہلاک ہو (تیرا

ہاتھ ٹوٹے) تو نے اس لئے ہمیں اکٹھا کیا ہے۔ خدا نے فرمایا تبت یدا ابی لھب وتب ۔ (میرے محبوب کا نورانی وگورا گورا چمکدار ہاتھ کیوں ٹوٹے' ارے بدبخت) ابولہب تیرے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں اور تو تباہ ہو۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

○ چند دن وحی کا سلسلہ منقطع ہوا تو کافروں نے کہنا شروع کر دیا کہ محمد کے رب نے اس کو چھوڑ دیا ہے۔ خدا نے اپنے حبیب کے چہرے اور زلفوں کی قسم یاد فرما کر فرمایا ما والضحی والیل اذا سجی ما ودعك ربك وما قلیٰ (والضحی) المراد به وجه رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ۔ والیل المراد به شعر رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم

(امام رازی)

یہ ہوائی کسی دشمن نے اڑائی ہوگی ہم نے تو تمہیں تب نہ چھوڑا تھا جب سب نے چھوڑ دیا تھا تو بھلا تیرا رب اب تجھے کیوں چھوڑے گا۔ تیرا ذکر بند کرنے والے خود بند ہو جائیں گے اور تیری ہر آنے والی گھڑی پہلی سے بہتر ہوگی۔

؎ رونقت را روز روز افزوں کنم
نام تو برنقرہ وبرزر زنم

○ رئیس المنافقین نے کہا لیخرجن الاعز منھا الاذل ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا العزۃ للہ ولرسول وللمومنین ۔ ساری عزتیں اللہ کے لئے' اللہ کے رسول اور رسول کے غلاموں کیلئے ہیں۔

؎ شداں مداں زیراں زبراں شان تیری وجہ آئیاں
عاماں لوکاں خبر نہ آئی خاصاں رمزاں پائیں

مسئلہ حیات النبی ﷺ

ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ ہر جاندار نے موت کا ذائقہ پانا ہے اور ہر متنفس نے آخر کار اس دار فانی سے جانا ہے۔ یہ وعدہ الٰہی نبی اکرم ﷺ کے ساتھ بھی پورا ہوا اور آپ پر موت آئی اور ایک لمحہ کی موت کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسی پاکیزہ زندگی عطا فرمائی

کہ جس کی لطافتوں کولفظوں میں بیان نہیں کیا جاسکتا اور یہ عقیدہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اس بیان سے ہمیں ملا ہے کہ جو انہوں نے حضور ﷺ کی وفات پر دیا ہے۔ اما الموتة التی کتب الله علیك فقدمتها (بخاری ص ۱۶۶ ج ۱) لیکن وہ موت جو اللہ تعالیٰ نے آپ پر لکھی تھی (کل نفس ذائقة الموت ۔ انك میت و انهم میتون کل من علیها فان) وہ تو آ چکی۔ بابی انت یا نبی الله لا یجمع الله علیك موتتین ۔ میرا باپ آپ پر فدا' اے اللہ کے نبی' اللہ تعالیٰ آپ پر دو موتیں جمع نہ فرمائے گا۔ یعنی ایک لمحہ بھر کی موت کے بعد حیات ہی حیات ہے۔

جو لوگ اس عقیدہ کے بارے میں ہم پر اعتراض کرتے ہیں انہیں اپنے گھر کی بھی خبر لینی چاہئے کہ وہ تو ہم سے بھی چار قدم آگے بڑھنے کی کوشش میں ہیں۔ چنانچہ نانوتوی صاحب نے یہ لکھ کر کہ "حضور ﷺ کی موت کا معاملہ ایسے ہی ہے کہ جیسے جلتے چراغ پر ایک لمحہ کیلئے پردہ رکھ دو کہ اس کی روشنی باہر نہ آسکے اور چراغ گل بھی نہ ہو اور پھر پردہ اٹھا لو تو چراغ ویسے کا ویسے ہی جل رہا ہے' یہ ان کی عبارت کا خلاصہ ہے جو آب حیات میں ہے کیا اس سے کل نفس ذائقة الموت کا انکار لازم نہیں آیا؟ اور کیا یہ موت ہے یا سکتہ؟

اہل ایمان کے بارے میں فرمایا گیا من عمل صالحا من ذکرا وانثی و هو مومن فلنحیینهٗ حیٰوةً طیبةً ۔ جو ایماندار چاہے مرد ہو یا عورت نیک عمل کرے گا ہم اس کو پاکیزہ زندگی عطا فرمائیں گے۔ جب غلام کی یہ زندگی ہے تو آقا علیہ السلام کی زندگی کی عظمتوں کو کون سمجھ سکتا ہے اور اس کی پاکیزگی کا اندازہ کرنا ہے تو کسی بھی ولی اللہ کے دربار پر چلے جاؤ اور دیکھو کہ دنیا میں لوگ ان کے ہاتھ پاؤں چومتے تھے اور قبر میں جانے کے بعد قبر کے پتھروں کو بوسے دیئے جا رہے ہیں اور سارا زمانہ ان کی قبر پر حاضری دے رہا ہے۔

اگر کوئی یہ کہے کہ مرنے کے بعد برزخی زندگی تو کافر کو بھی ملتی ہے تو پھر مسلمان اور کافر کی زندگی میں فرق کیا ہوا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ کافر بھی زندہ ہے مگر جوتے کھانے کیلئے' عذاب پانے کیلئے اور ایمان والا زندہ ہے جزا ونعمت وانعامات سے لطف

اندوز ہونے کیلئے۔ کیا دنیا میں ایک پھانسی کی سزا پانے والے مجرم اور بادشاہ کی زندگی میں کوئی فرق نہیں ہے؟

قرآنی آیات سے استدلال

ارشاد باری تعالیٰ ہے **وللاخرۃ خیرلک من الاولی**۔ اے حبیب آپ کیلئے ہر آنے والی گھڑی پہلی گھڑی سے بہتر ہوگی۔ اس سے حیات النبی کے مسئلہ کا استنباط یوں ہوسکتا ہے کہ جب فرشتوں نے اللہ کے حکم سے روح مصطفیٰ ﷺ کو جسم مصطفیٰ سے نکالا اور آسمانوں کی طرف پرواز کی کہ اب روح مصطفیٰ کو کہاں رکھا جائے تو عرش معلیٰ اور اعلیٰ علیین بھی روح مصطفیٰ کے شایان شان نظر نہ آیا کیوں کہ حضور کے جسم کے ساتھ لگنے والی مٹی بھی جب عرش معلیٰ سے افضل ہے تو جسم کی شان کیا ہوگی تو حکم ہوا کہ روح مصطفیٰ کے لئے جسم مصطفیٰ سے بہتر کوئی مقام نہیں لہذا وہیں پر لوٹا دو۔

اور پھر روح زندگی کیلئے ضروری بھی نہیں کیونکہ یہ روح خدا میں کہاں ہے مگر وہ حی قیوم ہے، شہیدوں میں کہاں ہے مگر **بل احیآءٌ ولٰکن لا تشعرون**۔ ہم سوتے ہیں تو روح پرواز کرتی رہتی ہے۔ جن کنکروں کو حضور نے کلمہ پڑھایا تھا ان میں بغیر روح کے زندگی کس طرح آ گئی۔ **فا حیا بہ الارض بعد موتھا**۔ کیا زمین میں روح ڈالی جاتی ہے جس سے وہ زندہ ہوتی ہے؟

اور پھر معراج کی رات حضور ﷺ کے سینہ اقدس سے آپ کا قلب منور نکال لیا گیا مگر آپ دیکھ بھی رہے تھے اور سن بھی رہے تھے تو جب دل نکلنے سے زندگی برقرار رہ سکتی ہے تو روح کے نکلنے سے بھی زندگی برقرار رہ سکتی ہے۔

حضور فرماتے ہیں جب کوئی میرا امتی مجھ پر درود و سلام پڑھتا ہے **الارد اللّٰہ روحی**۔ اللہ تعالیٰ میری روح کو جسم میں لوٹا دیتا ہے تو میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔ بتا دو کہ وہ کون سا وقت یا لمحہ ہے کہ جس میں حضور کا کوئی نہ کوئی امتی آپ پر سلام نہیں پڑھ رہا ہوتا اور پھر ستر ہزار صبح اور ستر ہزار شام آپ کی بارگاہ میں حاضر ہونے والے اور صلوٰۃ وسلام پڑھنے والے فرشتوں کو کس کھاتے میں ڈالو گے۔

انور شاہ کشمیری فیض الباری کے تیسرے پارے میں لکھتے ہیں کہ نبی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز ادا فرماتے ہیں' قرآن پڑھتے ہیں اور ہر سال حج ادا فرماتے ہیں۔

اسی میدان جنگ میں کافر مرے تو مردہ اور مسلمان مرے تو شہید و زندہ۔ کیوں؟ اس لئے کہ اس نے حضور ﷺ کا کلمہ پڑھ کر اپنی جان رب کے حوالے کی ہے۔ تو جس کا کلمہ پڑھ کر اس کو ہمیشہ کی زندگی مل گئی ہے اس کلمے والے کے بارے میں کیا خیال ہے؟

اور اس نے تو خالی جان اللہ کے حوالے کی ہے اور حضور کی تو ہر شی ہی رب کے حوالے ہے ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للّٰہ ربّ العالمین۔

؎ تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ

میری چشم عالم سے چھپ جانے والے

صحیح احادیث میں ہے حضور ﷺ نے قضائے حاجت کے لئے پتھروں کو بلایا تو وہ آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے۔ پتھر کو اشارہ کیا تو وہ پانی پر تیرتا ہوا آپ کے قدموں میں آ گیا اور ساتھ ساتھ آپ کے ایمان کی گواہی بھی دے رہا تھا تو جو نبی پتھر کو بغیر پاؤں کے چلا سکتا ہے۔ بغیر آنکھوں کے دکھا سکتا ہے' بغیر زبان کے بلا سکتا ہے' بغیر عقل کے سمجھا سکتا ہے' وہ خود بغیر روح کے بھی زندہ و تابندہ رہ سکتا ہے۔

حضرت قاضی عیاض علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں لعمرك کا معنی یہ ہے وحیاتك اے محبوب مجھے تیری زندگی کی قسم ہے یعنی خدا تو حیات النبی کی قسم یاد فرمائے اور تم اس میں جھگڑا کرو؟ ؎ بہ بین تفاوت از کجا تا بہ کجا

ایک سوال اور اس کا جواب

اگر کوئی سوال کرے کہ حضور اگر زندہ ہیں تو دکھائی کیوں نہیں دیتے تو جواب یہ ہے کہ زندہ ہونے کیلئے دکھائی دینا ضروری ہی نہیں۔ ہر ایک کی روح زندہ ہے مگر نظر نہیں آتی۔ کوئی کہہ سکتا ہے کہ میرا چلنا پھرنا میری روح کے زندہ ہونے کی علامت ہے تو پھر اسلام کا اب تک زندہ رہنا اذان کی گونج' قرآن کی تلاوتیں' قرآن والے آقا کی زندگی پر دلالت کیوں نہیں کرتیں' درخت کے پتے' پھول اور پھل اگر درخت کی جڑ کی زندگی یہ

دلیلیں ہیں تو اسلام کے گلشن میں ولیوں کی بہار' علماء کا ثمر ہمارے آقا علیہ السلام کی حیات مبارکہ پر دلالت تامہ ہے۔

لا فرق بین موته وحیاته صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فی مشاهداته فی امته ومعرفته باحوالهم ونیاتهم و عزائمهم وخواطرهم وذلك عنده جلی لاخفاء به

(قال ابن الحاج فی المدخل ص ۲۵۲' مطبوعہ بیروت)

(ابن الحاج نے مدخل میں فرمایا) کہ آپ ﷺ کی موت و حیات میں امت کے احوال و نیات و عزائم و کیفیات قلوب کی معرفت و مشاہدہ کے سلسلہ میں کوئی فرق نہیں تب بھی سب معلوم تھا' اب بھی سب معلوم ہے اور اس میں کوئی شئی آپ پر مخفی نہیں ہے۔

مگر بے خبر بے خبر جانتے ہیں

ان النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم حی بجسده وروحه ویتصرف ویسیر فی اقطار السموات والارض وهو بهیئة التی کان علیها قبل وفاته ولم یتبدل منه شیئا . (ایک عارف کا قول)

حضور ﷺ جسم و روح کے ساتھ زندہ ہیں۔ تصرف فرماتے اور زمین و آسمان میں ہر جگہ آتے جاتے ہیں اور اپنی وفات سے پہلے والی تمام صفات کے حامل ہیں اور کچھ بھی تبدیلی نہیں آئی اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

انبیاء کو بھی اجل آنی ہے — مگر ایسی کہ فقط ''آنی'' ہے
پھر اسی آن کے بعد ان کی حیات — مثل سابق وہی جسمانی ہے
روح تو سب کی ہے زندہ ان کا — جسم پر نور بھی روحانی ہے
اوروں کی روح ہو کتنی لطیف — ان کے اجسام کی کب ثانی ہے
پاؤں جس خاک پہ رکھ دیں وہ بھی — روح ہے' پاک ہے' نورانی ہے
اس کی ازواج کو جائز ہے نکاح — اس کا ترکہ بٹے جو فانی ہے
یہ ہیں حی ابدی ان کو رضا — صدق وعدہ کی قضا مانی ہے

ہائی کورٹ کا قانون صرف انہی مقدمات پر اثر انداز ہوگا جو قانون بننے کے بعد معرض وجود میں آئیں گے۔ اس طرح موت کا سلسلہ تو اس وقت شروع ہوا جبکہ سیدنا آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا گیا تو جو یہ فرمائے کہ میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم علیہ السلام ابھی مٹی اور پانی کے درمیان تھے اس پر موت کا حکم اس طرح کا نہیں لگ سکتا جس طرح کا تم اپنے اوپر لگاتے ہو۔ کیونکہ حضور کے قدموں سے سچی وابستگی ہی تو ایمان کی جان اور زندگی کی پہچان ہے۔

؎ اس کو ارباب محبت سے کروں میں کیوں شمار
آپ کی زلفوں سے جس کا سلسلہ ملتا نہیں

الحمد للّٰہ العزیز الجبار ۔ والصلوۃ والسلام علی عبادہ الخیار سیما سید المرسلین احمد ن المختار صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وعلی الہ الاطہار وصحبہ الابرار رضوان اللّٰہ تعالیٰ علیھم الی یوم القرار ۔

(١٧)

فیضانِ اولیاء کرام علیہم الرحمۃ

الحمد للہ الذی خلق الارض والسماء وفضل علی جمیع الخلق الانبیاء ورفع درجات محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سید الانبیاء والصلوٰۃ والسلام علی امام الرسل وخاتم الانبیاء وعلی سائر الانبیاء وعلی صحابتہ والہ وعلی العلماء والصلحاء والاتقیاء

اما بعد!

فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم ۔ بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم ۔
الا ان اولیاء اللّٰہ لاخوف علیھم ولاھم یحزنون الذین امنوا وکانوا یتقون ۔ لھم البشری فی الحیوٰۃ الدنیا وفی الاخرہ لاتبدیل لکلمات اللّٰہ ذلک ھو الفوز العظیم ۔ (سورۃ یونس)

سن لو بے شک اللہ کے ولیوں پر کوئی خوف ہے نہ کوئی غم (اولیاء اللہ وہ ہیں) جو ایماندار اور پرہیزگار ہیں، انہی کیلئے خوشخبری ہے دنیا اور آخرت کی زندگی میں، اللہ تعالیٰ کی باتیں بدلتی نہیں ہیں، یہی بڑی کامیابی ہے۔

اولیاء اللہ کی عظمت وشان ضمنی طور پر اس سے قبل کئی مواقع پر قرآن وسنت کی روشنی میں آپ پڑھ چکے ہیں اس موضوع کو علیحدہ سے بیان کرنے کی اس لئے ضرورت محسوس

کی گئی کہ بعض دشمنان اولیاء بے دھڑک محبوبان خدا کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے بھی ذرا خیال نہیں کرتے کہ ہم کن کے بارے میں زبان طعن دراز کر رہے ہیں۔ وہ جن کی عظمتیں خدا نے جابجا قرآن میں بیان فرمائی ہیں اور وہ جن کی شانیں محبوب خدا نے بیان فرمائی ہیں۔ بھلا ان پر کیچڑ اچھال کر ہمارا ایمان سلامت رہ سکتا ہے۔ اس موضوع کو تفصیل کے ساتھ بیان کرنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ چند ارشادات پر ہی اکتفا کروں گا۔

وما توفیقی الا باللہ۔

حدیث کی روشنی میں

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہوئے کعبہ کو مخاطب کر کے یہ ارشاد فرماتے سنا: **والذی نفس محمد بیدہ لحرمۃ المؤمن اعظم عنداللہ حرمۃ منک۔** (ابن ماجہ ص ۲۹۰)

قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک مومن کی عزت (اے کعبہ) تجھ سے کہیں زیادہ ہے۔

اس حدیث کو ایک دوسری حدیث سے ملایئے جو کہ مشکوٰۃ ص ۷۱ پر حضرت سائب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

ان رجلا ام قوما فبصق فی القبلۃ ورسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ینظر فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لقومہ حین فرغ لا یصلی لکم

ایک شخص ایک قوم کی امامت کیا کرتا تھا پس اس نے قبلہ کی طرف رخ کر کے تھوکا جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دیکھ رہے تھے۔ آپ نے قوم کو نماز سے فارغ ہونے کے بعد فرمایا (آئندہ) یہ شخص تمہیں نماز نہ پڑھایا کرے۔

تو جب کعبہ کی توہین کرنے والا قابل امامت نہیں تو جس بندۂ مومن کی شان حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ سے بھی زیادہ بیان فرمائی اس کی توہین کرنے والا امام الانبیاء کی نگاہوں میں کس مقام کا حامل ہوگا؟

؎ حب درویشاں کلید جنت است
دشمن ایشاں سزائے لعنت است

تفصیل میں جائے بغیر عرض کرتا ہوں کہ جب بھی کسی ولی اللہ کی کوئی کرامت بیان کی جاتی ہے تو یار لوگوں کے تن بدن میں آگ لگ جاتی ہے اور جب کہا جائے کہ کیا قرآن میں کرامات کا تذکرہ نہیں ہے؟ (حضرت بی بی مریم سلام اللہ علیہا کے پاس بے موسمے پھل آنا' عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے سلسلہ میں کھجور کے خشک تنے پر کھجوروں کا اگنا اور پانی کا چشمہ جاری ہو جانا۔ اصحاب کہف کے واقعہ میں کرامات کا ظہور۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار میں آصف بن برخیا کا آنکھ جھپکنے سے پہلے اتنا وزنی تخت اتنی دور سے لے آنا) اور کیا صحیح احادیث میں کرامات کا وجود نہیں ہے؟ اور مشکوٰۃ شریف میں کرامات صحابہ رضی اللہ عنہم کا باب نہیں ہے؟ پھر کیا وجہ ہے کہ آپ لوگ ولی اور کرامات سے اتنے خوفزدہ کیوں ہیں؟ لہٰذا تم الٹے ہو جاؤ یا سیدھے رہو ہم تو

؎ دم میں جب تک دم ہے ذکر ان کا سناتے جائیں گے

ولی اللہ کا مقام و مرتبہ

حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ درویش کے ستر ہزار مقامات ہیں۔ جب تک وہ ان میں سے نہ گزرے اور ہر مقام سے بہرہ وافر حاصل نہ کرے اسے درویش نہیں کہا جا سکتا۔ کیونکہ کائنات کے بھی ستر ہزار عالم ہیں جب تک درویش ان میں سے ہر عالم سے واقفیت حاصل نہ کر سکے درویش نہیں کہلا سکتا وہ ''درپیش'' کہلائے جانے کا مستحق ہے۔ یعنی شکم پروری کیلئے لبادہ درویشی اوڑھا ہوا ہے۔ درویش کو ان مقامات میں ہر جگہ خوف و رجا کا سامنا ہوتا ہے۔ ہر مقام پر آزمائشوں کا ایک ہجوم اس پر نازل ہوتا ہے تاکہ درویش کے استقلال واستحکام کی آزمائش ہو۔ اگر وہ ذرہ برابر حد استقامت سے تجاوز کر بیٹھے تو وہ مقام اس سے لے لیا جاتا ہے اور اسے نکال دیا جاتا ہے۔ مگر وہ درویش جو صبر واستقلال کا مظاہرہ کرتا ہے اور ان ابتلاؤں پر خوش ہوتا ہے۔ اس کی ترقی ہوتی ہے اور اس کا کام اٹھارہ ہزار دنیاؤں میں سے گزر کر عالم بالا کی

طرف راہ پیا ہو جاتا ہے۔ پس اس قسم کے انسان کو اہل سلوک کے ہاں درویش کہتے ہیں۔ ان ستر ہزار مقامات میں سے جب درویش مقام اولین سے گزرتا ہے' اپنے آپ کو عرشِ عظیم کے گرد کھڑا دیکھتا ہے۔ عرش کے مکینوں کی معیت میں نماز پنجگانہ ادا کرتا ہے۔ جب لوٹتا ہے تو خانہ کعبہ میں ہوتا ہے۔ جب واپس اپنی دنیا میں آتا ہے تو اس کا حال یہ ہوتا ہے کہ تمام کائنات کو اپنی دو انگلیوں کے درمیان مشاہدہ کرتا ہے۔ یہ حال تو پہلے مقام کا ہے۔ مگر جب درویش ستر ہزار مقامات کو طے کر لیتا ہے تو اس کا حال وہم وفہم انسانی سے ماورا ہوتا ہے اور اس میں اشارہ اس جانب ہے کہ غیریت کی گنجائش باقی نہیں رہتی اور یہی مقام بندہ ومولا کے درمیان ایک راز ہے جس راز کو کوئی اور نہیں جان سکتا۔ شیخ الاسلام نے یہ فرمایا' نعرہ مارا اور یہ مثنوی ارشاد فرمائی:

مثنوی

چو درویش را کار بالا کشید — بیک لحظہ سر در ثریا کشید
چناں غرق گردد بدریائے عشق — کہ یک دم سراز عشق بالا کشید

جب درویش کے احوال ترقی پذیر ہوئے تو ایک لحظہ میں اس کا مقام ثریا سے بلند تر ہو گیا۔ پھر ایک لحظہ کیلئے سر دریائے عشق سے بلند کیا اور واپس اس کی گہرائیوں میں کھو گیا۔ (اسرار الاولیاء)

چادر چڑھانا

کہا جاتا ہے کہ ولیوں کی قبر پر چادر کیوں چڑھاتے ہو کیا ان کو سردی لگتی ہے؟

اس کا ایک جواب تو تمہارے انداز میں یہ ہے کہ جب تمہارا کوئی مرجائے اور موسم بھی گرمی کا ہو تو قبر میں جاتے ہی دوزخ کی طرف سے کھڑکی کھل جاتی ہے تو تم شاید اس لئے چادر نہیں چڑھاتے کہ پہلے کیا گرمی کم ہے کہ ہم اوپر چادریں بھی چڑھادیں۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ قرآن اور کعبہ پر غلاف کیوں چڑھاتے ہو' ہزار کتابیں ہوں تو ان میں قرآن کی فوری پہچان یہ ہے کہ جس پر غلاف چڑھا ہو گا وہ قرآن ہو گا۔ اس کیلئے کہ قرآن نے دوسری کتابوں کے ساتھ رہنا ہے لہٰذا اس پر غلاف چڑھا دو تا کہ

دوسری کتابوں سے ممتاز رہے اور کوئی بغیر وضو کے اس کو ہاتھ نہ لگا بیٹھے؟ اور کعبہ نے بھی چونکہ دوسرے گھروں کے ساتھ رہنا ہے لہٰذا اس پر بھی غلاف چڑھا دیا تا کہ کوئی اس کو عام گھروں کی طرح نہ سمجھ بیٹھے اور ولی اللہ نے بھی چونکہ دوسرے لوگوں کے ساتھ رہنا ہوتا ہے لہٰذا اس کی قبر پر چادر چڑھا دی گنبد بنا دیا تا کہ عام لوگوں سے ممتاز رہے۔ یہ صرف ہمارے فائدہ کیلئے ہے ورنہ ان کی عظمت چادر یا غلاف چڑھانے سے زیادہ نہیں ہو جاتی' ہمارا فائدہ اس میں یہ ہے کہ قرآن کو عام کتاب کعبہ کو عام مکان اور ولی اللہ کو عام آدمی سمجھ کر کہیں ان کی توہین کر کے اپنا ایمان ضائع نہ کر بیٹھیں۔ کعبہ کی عزت وہی کرے گا جو ایماندار ہوگا' قرآن کو وہیں چھوئے گا جو پاک ہوگا اور ولی اللہ کے دربار پر وہی جائے گا جو ان کے دربار میں جانے کے قابل ہوگا۔ دوسرا کترا جائے گا' گھبرا جائے گا اور شرما جائے گا۔

کیونکہ الایمان کلہ ادب۔ ایمان سراپا ادب بن جانے کا نام ہے۔ خالی قرآن پڑھنے والا اگر مومن ہوتا تو یضل بہ کثیرًا نہ فرمایا جاتا۔ خالی مسجد بنانا اگر جنتی ہونے کی علامت ہوتی تو مسجد ضرار بھی تو کسی نے بنائی تھی' خالی کلمہ پڑھنا اگر ایمان ہوتا تو اذا جاء ك المنافقون قالوا نشھدانك لرسول الله۔ والوں کو منافق کیوں کہا گیا؟

ہاتھ کی حرکت جان نہیں مگر علامت ہے کہ اس جسم میں جان ہے دیکھنا جان نہیں مگر علامت جان ہے' کلمہ' نماز' قرآن ایمان نہیں علامات ایمان ضرور ہیں۔ مگر علامت اور خاصہ میں پھر فرق ہے کہ اذان علامت ہے اس بات کی کہ یہاں جماعت ہوگی مگر بچہ کے کان میں اذان ہوتی ہے لیکن جماعت نہیں۔ جنازے میں جماعت ہوئی ہے مگر اذان نہیں۔ مسند ہونا اسم کی علامت ہے خاصہ نہیں اسی لئے فعل بھی مسند ہو سکتا ہے اور خاصہ کیا ہے مایوجد فیہ ولا یوجد فی غیرہ جو صرف اسی میں پایا جائے غیر میں نہ پایا جائے۔ تو ایمان کا خاصہ اگر کوئی ہے تو وہ اہل اللہ کی محبت ہے کیونکہ ایماندار اللہ والوں کی کسی بھی طرح توہین نہیں کرے گا۔

اولیاء اللہ کے مزارات پر حاضری دینا باعث سعادت ہے کیونکہ جب اللہ کی رحمت

کا پنکھا چلتا ہے تو چلتا صرف ولی اللہ کے لئے ہے لیکن جو پاس بیٹھے ہوئے ہیں ان کو بھی حصہ مل جاتا ہے۔

لاتقم علی قبرہ میں جس کی قبر پر کھڑا ہونے سے منع کیا گیا ہے۔ اس کے لئے لاتصل علی احدٍ کا حکم بھی ہے یعنی اس کی قبر پر کھڑا ہونا منع ہے جس کی نماز جنازہ پڑھنا بھی جائز نہیں ہے۔ بابرکت جگہ پر قبر کی خواہش کرنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عقیدہ ہے۔ (بخاری ج ا ص ۱۷۸)

بزگوں کی محنت

حضرت بابا فرید الدین گنج شکر علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں بغداد شریف کی طرف سفر کر رہا تھا۔ دجلہ کے کنارے پہ میں نے بزرگان دین میں سے ایک کو پانی کی سطح پر مصلی بچھائے نماز ادا کرتے دیکھا۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو سجدے میں سر رکھا اور مناجات شروع کی۔ اے اللہ! خضر علیہ السلام گناہ کبیرہ کا ارتکاب کر رہے ہیں انہیں توبہ کی توفیق عطا فرما۔ اسی دوران حضرت خواجہ خضر علیہ السلام نمودار ہوئے۔ اور پوچھا اے بزرگ میں نے کس گناہ کبیرہ کا ارتکاب کیا ہے۔ مجھے بتلا تا کہ میں اس سے توبہ کروں۔ بزرگ نے فرمایا۔ اے خضر! تو نے جنگل میں ایک درخت لگایا ہے اور اس کے سایہ میں آرام کرتا ہے اور دعویٰ یہ کرتا ہے کہ میں مخلوق خدا کی رہنمائی و دستگیری کرتا ہوں۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فوراً توبہ و استغفار کی۔ اس کے بعد ترک دنیا اور حق درویش کے بارے میں بیان کیا کہ تم بھی ایسے رہو جیسے میں زندگی بسر کرتا ہوں۔ خضر علیہ السلام نے پوچھا۔ آپ کیسے زندگی بسر کر رہے ہیں۔ فرمایا: میں اس طرح زندگی گزار رہا ہوں کہ اگر مجھے کہا جائے کہ یہ ساری دنیا اور اس کا مال لے لو۔ تمہارا کوئی حساب کتاب نہیں ہوگا اور اگر قبول نہ کرو گے تو تمہیں دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ میں دوزخ قبول کرلوں گا اور یہ دنیا لینے سے انکار کردوں گا۔ اس لئے کہ یہ دنیا میرے خدا کی مبغوضہ ہے اور جسے خدائے عزوجل نے نظر غضب و عداوت سے دیکھا ہو میں اسے قبول نہیں کروں گا۔ دوزخ کو ترجیح دوں گا۔

شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ میں ان کے قریب گیا۔ سلام عرض کیا۔ جواب دیا اور فرمایا آگے آجاؤ۔ میرے دل میں خیال گزرا کہ آگے تو پانی ہے۔ میں کیسے عبور کروں۔ معاراستہ بن گیا اور میں خشک ہی ان کے قدموں میں پہنچ گیا۔ تھوڑی دیر بعد انہوں نے میری طرف توجہ فرمائی اور کہا۔ اے فرید! چالیس سال ہونے کو آئے ہیں کہ میں نے اپنے پہلو کو زمین پر نہیں لگایا اور نیند نہیں کی۔ مگر اے درویش! میری جو روزی مقرر ہے اگر اسے اپنے سامنے کسی آنے والے پر صرف نہ کروں تو میرے دل کو آرام نہیں لگتا کیونکہ درویشی تو یہی ہے کہ جو تمہاری قسمت میں ہو اسے دوسروں کو دے ڈالو۔ اس وقت ان کا روزینہ دو پیالے شوربہ اور چار عدد پتلی روٹیاں عالم غیب سے ظاہر ہوئے۔ ایک پیالہ میرے سامنے رکھا اور دوسرا اپنے سامنے' ہم نے کھانا کھایا۔ جب رات ہوئی ہم نماز عشا سے فارغ ہوئے بزرگ موصوف نے نماز نفل شروع کر دی۔ میں نے بھی ان کی اقتدا کی۔ انہوں نے دو رکعتوں میں چار دفعہ قرآن پاک ختم کیا۔ ایک رکعت میں دو قرآن ختم کیے۔ اس کے بعد سلام پھیرا اور سر سجدے میں ڈالا اور رونا شروع کر دیا۔ اور کہنے لگے اے اللہ! میں نے تیرے شایان شان کوئی عبادت نہ کی تاکہ مجھے پتہ چلتا کہ میں نے کچھ کام سرانجام دیا۔ صبح کی نماز ادا کرنے کے بعد مجھے الوداع کیا۔ میں نے دیکھا کہ میں دریا کے کنارے کھڑا ہوں اور وہ بزرگ غائب ہو گئے اور مجھے پتہ نہ چل سکا کہ وہ کہاں گئے ہیں۔ (اسرار الاولیاء)

مزار کس کا بنتا ہے؟

قبریں بھی قسمت والوں کی آباد ہوتی ہیں ورنہ دکھاؤ ابوجہل' فرعون اور یزید کی قبر کہاں ہے؟ زیارت گاہیں ان کی بنتی ہیں جو قابل زیارت ہوتے ہیں۔ روضہ یزید کا نہیں بنتا' امام حسین کا بنتا ہے۔ حضرت داتا صاحب کے ہزاروں ہم عصر ہوئے ہیں مگر کیا وجہ ہے صرف داتا صاحب کا روضہ ہی آج تک مینارہ نور بنا ہوا ہے۔

؎ داتا تیرا دربار ہے رحمت کا خزانہ
قدموں کو تیرے چومنے آتا ہے زمانہ

کالجوں' یونیورسٹیوں میں پڑھنے والا اگر بابو اور مسٹر بنتا ہے تو داتا کی چوکھٹ پر

حاضری دینے والا معین الدین اجمیری کہلاتا ہے۔ وزیر' مشیر' سفیر بننا کمال نہیں اللہ والوں کے در کا فقیر بننا کمال ہے۔

دارا و سکندر سے وہ مرد فقیر اولیٰ
ہو جس کی فقیری میں بوئے اسد اللہی

گنج بخش فیض عالم مظہر نورِ خدا

علامہ اقبال کو داتا صاحب نے کیا دیا تھا کہ بڑے بڑے نواب منتیں کرتے رہے کہ ہماری شان میں کوئی ایک دو اشعار لکھ دیں لیکن ان کی خواہش پوری نہ ہو سکی اور داتا صاحب کی شان میں پوری نظم لکھ دی جس کا پہلا شعر یہ ہے۔

سید ھجویر مخدوم امم
مرقد او پیر سنجر را حرم

پاک و ہند میں اسلام پھیلانے کا سہرا کس کے سر ہے اسی کے سر ہے جس کا روضہ آج بھی زمانے کیلئے ہدایت کا سامان فراہم کر رہا ہے۔ ہٹ دھرمی کا کوئی علاج نہیں۔ اگر کوئی آج بھی حقیقت بیں نگاہوں سے دیکھے تو اس کو انوار و تجلیات الٰہی کی کرنیں اور نور نبوت کے جلوے کشف المحجوب میں ہی دکھائی دیں گے جس کی برکت سے آج تک اور قیامت تک

کیف و سرور مستی ہے داتا حضور میں
جاری خدا پرستی ہے داتا حضور میں

تم باہر کی بات کرتے ہوئے کہ فلاں فلاں گناہ ہو رہے ہیں اور ہم تمہیں اندر آنے کی دعوت دیتے ہیں اور تمہاری خیر خواہی کیلئے عرض کرتے ہیں کہ غلامت کی مکھی کی طرح تمہاری گندگی پر ہی کیوں نظر پڑتی ہے اندر آؤ اور بقول اپنے بزرگوں کے دیکھو کتنے فرشتے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہیں اور صاحب مزار کس طرح دلوں پر حکومت کر رہا ہے۔

فیض عالم تیرا فیض نرالا دیکھا
خواجہ اجمیری نے بھی آ کے پکارا داتا

عیسیٰ علیہ السلام کی امت کے ولی غار میں جائیں تو وہ غار اللہ کو پسند ہے اور حضور کی امت کا ولی مزار میں جائے تو وہ مزار اللہ کو پسند ہے۔

یہ دودھ کی نہریں، فیض کے چشمے اور خلق خدا کا انبوہ بتا رہا ہے کہ آخر کچھ تو یہاں ہے کہ بابا فرید بھی یہاں آرہے ہیں، ھندا لولی بھی یہاں آرہے ہیں، مہر علی بھی یہاں آرہے ہیں، شیر ربانی بھی یہاں حاضری دے رہے ہیں۔

سنگہائے کوہسار آساں گسیخت　　در زمین ہند تخم سجدہ ریخت
خاک پنجاب از دم او زندہ گشت　　صبح ما از مہرا وتابندہ گشت
عہد فاروق از جمالش تازہ شد　　حق زحرف او بلند آوازہ شد

(اقبال)

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری علیہ الرحمۃ کی داتا صاحب کے قدموں میں چلہ کشی اور جاتے ہوئے آپ کا مشہور زمانہ شعر ہے۔ گنج بخش فیض عالم اور پھر آپ کی تبلیغی خدمات اور ننانوے لاکھ کافروں کو کلمہ پڑھانا آپ کے اس قول کی صداقت کے لئے کافی ہے کہ جو منزلیں میری جنگلوں اور پہاڑوں میں طے نہ ہوئیں وہ حضرت داتا صاحب کے قدموں میں بیٹھ کر طے ہوگئیں۔

ے نہ پوچھ دربار داتا پر مجھے کیا کیا نظر آیا
پلک جھپکی تو کملی اوڑھنے والا نظر آیا
نظر ڈالی جو فہرست غلامان داتا پر
کوئی خواجہ نظر آیا تو بابا نظر آیا

گنج شکر بارگاہ گنج بخش میں

حضرت بابا فرید الدین گنج شکر علیہ الرحمۃ جب لاہور کی سرزمین پر قدم رکھتے تو لمبے لمبے سانس لینے شروع کر دیتے اور مریدین سے فرماتے۔ مجھے لاہور کی سرزمین سے جنت کی خوشبو آتی ہے۔ اس سے کیوں نہ نتیجہ نکالا جائے کہ دروازہ پاکپتن میں ہے اور جنت داتا کے قدموں میں ہے۔

؎ اے آبروئے ملت بیضاء کے پاسبان
لاہور تیرے دم سے عروس البلاد ہے

جاؤ کچہریوں میں جا کر دیکھو وکیلوں کا رش نظر آئے گا' کالجوں میں جاؤ طالبعلموں اور پروفیسروں کا اژدحام دیکھو گے' ہسپتالوں میں جا کر دیکھو مریضوں اور ڈاکٹروں کا انبوہ دکھائی دے گا' مگر داتا کے دربار میں آؤ تو ولیوں اور قطبوں کی فوج دکھائی دے گی۔
یہ کسی کی جا کر کنڈی نہیں کھٹکھٹاتے کہ آؤ کلمہ پڑھو یا نماز پڑھو۔ یہ دلوں پر حکومت کرتے ہیں اور ان کی محبت دل کے دروازے پر دستک دیتی ہے کہ لوگ شیخوپورہ' قصور اور دور دور سے روزانہ تہجد کی نماز یہاں آ کر ادا کر رہے ہیں اور بیس بیس سالوں سے ان کا یہ معمول ہے۔ جنگلوں میں جا کر دو دو گھنٹے دعائیں مانگنے والو اور دربار داتا سے منہ پھیر کر گزر جانے والو! یہاں آ کر بھی دعا کرو جہاں غریب نواز نے دعا کی ہے پھر دیکھنا تمہاری تبلیغ میں کتنا اثر ہوتا ہے۔

فیض مدینے سے آ رہا ہے

منہاس ایڈمنسٹریٹر کے دور میں ایک انگریز آیا اس کو داتا دربار کا بہترین لنگر کھلایا گیا تو وہ دیر تک بیٹھا رہا۔ اس سے پوچھا گیا۔ اب کیوں بیٹھے ہو؟ اس نے کہا میں نے دوپہر کو ہوٹل سے کھانا کھایا تو دس روپے بل دیا۔ اب اس سے اچھا کھانا کھایا ہے مگر انتظار کر رہا ہوں بل لینے کوئی نہیں آ رہا۔ جا اس لئے نہیں رہا کہ کہیں پکڑا نہ جاؤں تو اس کو بتایا گیا کہ یہاں بل نہیں ہوتا' یہاں ایک بزرگ کا دربار ہے جو لوگوں کو مفت میں کھانا کھلاتے ہیں' وہ سوچ میں پڑ گیا اور کہنے لگا اتنی مخلوق کو کہاں سے کھلاتے ہیں۔ اس کو بتایا گیا کہ مدینہ والے سے لے کر دنیا کو بانٹ رہے ہیں۔
دوسرے ولیوں کی اولاد' خلفاء اور مریدین ہوتے ہیں اس لئے ان کے دربار آباد ہیں مگر داتا صاحب کی نہ اولاد ہے اور نہ دوسروں کی طرح سلسلہ خلفاء مگر رونق سب سے زیادہ ہے۔ یہ وہ لجپال ہیں کہ چھوٹوں کو بھی گلے سے لگاتے ہیں اور کوئی معین الدین جیسا آئے تو اس کی بھی جھولی بھر دیتے ہیں۔

لاہور میں جتنے ولی اللہ تشریف فرما ہیں چاہے وہ میاں میر ہوں' شاہ محمد غوث ہوں یا موج دریا بخاری سب کے سب داتا صاحب کی خوشبو سونگھ کر آئے ہیں اور کسی کو عشق کا سمندر مل رہا ہے۔ کسی کو معرفت کی ندی مل رہی ہے کسی کو ولایت کی نہر مل رہی ہے کسی کو روحانیت کا خزانہ مل رہا ہے۔

درشہر لاہور امام عرفاء ست | خاکش کحل الجواہر دیدۂ ماست
ترویج شریعت ونگہداری فقر | حضرت سید علی ہجویری راست

(حافظ افضل فقیر)

ارے لوگوں کو تو چند سال بعد اپنے باپ دادا کی قبر بھول جاتی ہے اور یہاں ہزار سال بعد بھی پھول چڑھائے جا رہے ہیں نہ کوئی جسمانی رشتہ ہے نہ خونی حالانکہ روکنے والے بھی بہت ہیں مگر دن بدن رونق میں اضافہ کیوں ہو رہا ہے۔ بڑے بڑے وزیروں کو داتا صاحب کے زائرین کے جوتوں کے پیسوں سے تنخواہ ملتی ہے۔ سال بعد بجٹ آتا ہے تو ہر محکمے کو نقصان ہوتا ہے مگر یہاں پاپوش کے ٹھیکوں میں لاکھوں کا اضافہ۔

جو بادشاہ' وزیراعظم یا گورنر بنتا ہے سب سے پہلے داتا صاحب کی چوکھٹ پر کیوں آتا ہے اس لئے کہ داتا صاحب کے دور کا گورنر رائے راجو جب آپ کے مقابلہ میں آیا تو لوگوں نے دیکھا کہ داتا صاحب کی گھڑائیں اس کی خدمت کر رہی ہیں۔ اوپر جاتا ہے تو زیادہ زور سے لگتی ہیں' نیچے آتا ہے تو آہستہ لگتی ہیں اس دن سے صاحبان اقتدار کو معلوم ہو گیا کہ عہدہ ملنے کے بعد یہاں آنا ضروری ہے ورنہ ان کو سیدھا کرنا بھی آتا ہے۔

باز گیر ایں عاملے بد گوہرے | ورنہ بخشم ملک تو با دیگرے

دوسروں کو سزا خفیہ بھی مل سکتی ہے مگر حکمرانوں کو علی الاعلان سزا دی جاتی ہے۔

ایک غلط فہمی

بعض لوگ مخلوق میں سے کسی کو داتا یا مولا کہنے کو شرک کہتے ہیں حالانکہ داتا عربی زبان کا لفظ نہیں بلکہ فارسی کا لفظ ہے جس کا معنی سخی اور غنی ہے اور یہ دونوں الفاظ مخلوق پر بولے جاتے ہیں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بھی ہیں سخی بھی۔ اس طرح گنج بخش کے لفظ پر

بھی اعتراض ہے مگر یہ بھی تو عربی لفظ نہیں ہے اور کیا اللہ کا نام اگر مخلوق پر بولا جائے تو شرک ہے؟ پھر اللہ تعالیٰ تو مولا ہے اور آپ کے مولوی صاحب مولانا' ہیں یہ تو ڈبل شرک ہوگیا۔ اللہ اکبر ہے حضرت ابوبکر صدیق بھی اکبر ہیں۔ (اس مسئلہ کی پوری تحقیق میرے رسالے توحید و شرک کا صحیح معنی و مفہوم میں دیکھئے) چنانچہ یار لوگوں نے ایک شعر بھی حضرت خواجہ غریب نواز کے شعر کے مقابلے میں بنا ڈالا کہ

گنج بخش فیض عالم ہے فقط ذات خدا
ناقصاں را پیر کامل ہیں محمد مصطفیٰ

اس کا جواب حضرت مفتی محمد عبداللہ قصوری علیہ الرحمۃ نے اس طرح دیا ہے۔

گنج بخش بالذات ہے رب العلیٰ
اور داتا گنج بخش ہے بالعطاء
داتا بالا ستقلال ہے رب کبیر
گنج بخش داتا ہے بالفضل العزیز
ناقصوں کے پیر ہیں یہ اولیاء
انبیاء کے پیر کامل مصطفیٰ

اہل لاہور کی فضیلت

اہل لاہور خوش نصیب ہیں کہ داتا صاحب کے فیض سے تا قیامت مستفیض ہوتے رہیں گے اور داتا صاحب کے دربار پر جانے والوں کی عظمت کا اندازہ اس سے لگالو کہ تم پارلیمنٹ ہاؤس میں بھی چلے جاؤ تو تمہاری تو کچھ قدر ہوسکتی ہے مگر تمہارے جوتے کی کیا قدر ہوگی۔ دربار داتا پر آنے والوں کے جوتوں کا بھی مُل پڑ جاتا ہے اور جوتے سنبھالنے والے نمبر دینے والے آپ کے آگے پیچھے ہورہے ہیں۔

لوگ کہتے ہیں لاہور میں جگہ جگہ برائی کے اڈے ہیں' سینمے ہیں' جرائم ہیں' مگر میں کہتا ہوں اگر لاہور کی گلی گلی میں بھی سینما بن جائے' کلب کھل جائیں پھر بھی لاہور کی عظمت مستحکم ہے کہ اہل محبت کو داتا کا دربار ہی دکھائی دے گا۔ جب کعبہ میں تین سو ساٹھ

بت تھے تو وہ پھر بھی کعبہ معظمہ ہی تھا اہل نظر کو اس وقت بھی اس سے توحید کے انوار ہی نظر آتے تھے۔

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ نے لاہور کو قطب البلاد اسی لئے قرار دیا ہے کہ اس کی ہر گلی میں کوئی نہ کوئی ولی آرام کر رہا ہے۔

داتا صاحب لاہور آئے تو چوکیدار دروازہ بند کر رہا تھا' صبح دروازہ کھولا تو حیران رہ گیا کہ میں نے بڑے بڑے بادشاہوں کا جاہ وجلال دیکھا ہے مگر اس فقیر کی شان ہی انوکھی ہے۔ ایسے لگا کہ شہر لاہور کا نگہبان آ گیا ہے اور اب گورنر گورنری اور بادشاہ بادشاہت چھوڑ سکتا ہے مگر علی ہجویری لاہور کو نہیں چھوڑ سکتا۔

اورنگزیب عالمگیر نے بادشاہی مسجد کیلئے اسی لئے لاہور کا انتخاب کیا کہ یہاں ولیوں کے سردار کا دربار ہے لہٰذا سب سے بڑی مسجد بھی یہیں پر ہونی چاہئے۔

اجمیر کو معین الدین ملا' پاکپتن کو فرید الدین ملا' کلیر کو علاؤ الدین ملا' ملتان کو بہاء الدین ملا' علی پور کو جماعت علی ملا' گولڑے کو مہر علی ملا اور لاہور کو ان سب کا مخدوم داتا علی ملا۔

لاہور والو! خوش نصیب ہو کہ ہر جمعرات کو داتا کا صدقہ ہزاروں اولیاء کرام کی زیارت کر رہے ہو۔

حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ

ایک دفعہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ ایک مقام سے گزر رہے تھے۔ ایک کتا راستے میں بیٹھا ہوا تھا۔ خواجہ بایزید نے اپنی قمیض کا دامن اوپر کر لیا کہ کتے سے چھو نہ جائے۔ کتے نے زبان حال سے آواز دی کہ اے خواجہ آپ نے دامن کیوں سمیٹ لیا ہے۔ تین دفعہ پانی کے استعمال سے میرے اور آپ کے درمیان مصالحت ہو سکتی ہے۔ میری نجاست ظاہری ہے جو تین دفعہ کپڑے کو دھونے سے پاک کی جا سکتی ہے لیکن اے خواجہ وہ نجاست جو تیرے باطن میں ہے۔ وہ تو بدتر ہے۔ اگر اسے سات دریاؤں کے پانی سے دھونے کی کوشش کرے گا تو پھر بھی پاک نہ ہو گی۔ آئیں تمہیں بتاؤں کہ تو دعویٰ تو

سلطان العارفین' ہونے کا کرتا ہے' اپنے آپ کو درویش کہلواتا ہے اور حال یہ ہے کہ ایک پورا گھڑا گندم کے دانوں کا تیرے گھر بھرا ہوا پڑا ہے۔ درویشی تو یہ ہے کہ میں کتا ہو کر آج ایک ہڈی اگر مجھے ملتی ہے تو اسے صرف کر لیتا ہوں اور کل کے لئے ذخیرہ نہیں کر چھوڑتا اور تم درویشی کے اتنے بلند بانگ دعوؤں کے باوجود غلہ کا ذخیرہ کئے ہوئے ہوتا کہ کل مصرف میں لاسکو۔ کیا یہی درویشی ہے؟ جب کتے نے یہ بات کہی تو خواجہ بایزید کی چیخ نکل گئی اور فرمانے لگے کہ آج میں اس کتے کی رفاقت کا اہل بھی نہیں ہوں کہ اسے مجھ سے عار نظر آتی ہے۔ کل قیامت کو اہل سلوک کی رفاقت و دربار خداوندی کا اہل کیسے ہوں گا۔ (اسرار الاولیاء)

☆ ایک دفعہ حضرت بایزید عالم شوق واشتیاق میں مشغول تھے اور آنکھوں سے خون جاری تھا۔ جب عالم محو میں آئے تو فرمایا۔ اس لمحے میں نے ایک قدم اٹھایا تھا تو عرش عظیم پر پہنچ گیا۔ میں نے عرش کو آواز دی الرحمٰن علی العرش استوی (رحمٰن عرش پر جلوہ افروز ہے) اے عرش! پتہ چلا ہے کہ وہ محبوب تجھ پر جلوہ افروز ہے۔ عرش نے جواب دیا۔ اے بایزید! بات کہنے کی جا نہیں۔ اس بے نیاز حقیقت مآب جل جلالہ کا پتہ تو تیرے دل کے عرش میں بتایا جاتا ہے۔ حیران ہوں اکثر عالم ملکوت کے لوگ زمین والوں کے ہاں اس محبوب کا پتہ بتلاتے ہیں اور اکثر زمین والے آسمان والوں سے اس کا نشان پوچھتے ہیں۔ اس بات سے درویش کے مقام و مرتبہ کا اظہار مقصود ہے کہ مرد درویش ایک قدم میں عرش عظیم سے بلند تر مقام پر رسائی حاصل کر سکتا ہے۔

☆ ایک دفعہ حضرت خواجہ بایزید کو لوگوں نے پوچھا کہ حضرت! درویش کسے کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ اگر اٹھارہ ہزار دنیاؤں کا زر و سیم درویش کے ہاتھ میں تھما دیا جائے تو وہ سب کا سب اللہ عزوجل کی راہ میں خرچ کر دے۔ اسے درویش کہتے ہیں۔ (اسرار الاولیاء)

اولیاء چشت اہل بہشت

☆ سخت سردی پڑ رہی تھی اور حضرت سید حیدر شاہ صاحب جلال پوری علیہ الرحمۃ تشریف فرما تھے کہ ایک مرید نے عرض کیا حضور "سیال" آ گیا ہے آپ کی چیخ نکلی۔ باہر دوڑے، جب کچھ دکھائی نہ دیا تو بے ہوش ہو گئے۔ فرمایا تم نے کیا کہا تھا؟ عرض کیا میں نے عرض کیا تھا کہ سیال یعنی سردی آ گئی ہے فرمایا میں نے سمجھا میرا پیر سیال آ گیا ہے۔

حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ

☆ حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ سیال شریف عرس پر حاضر ہوئے تو وہاں مسئلہ پیدا ہوا کہ کتے نے لنگر کے آٹے میں منہ ڈال دیا ہے۔ صاحب سجادہ نے فرمایا کہ مہر علی سے مسئلہ پوچھو جس طرح بتائیں عمل کرو۔ جب آپ کے پاس مسئلہ آیا تو آپ نے فرمایا کتا دربار کا ہے یا باہر کا ہے؟ عرض کیا دربار کا۔ فرمایا مسئلہ شریعت کا تو یہ ہے کہ اتنا آٹا نکال کر پھینک دو لیکن عشق کا مسئلہ یہ ہے کہ اس آٹے کی روٹی پکا کر مجھے کھلا دو کیوں وہ بھی تو اس دربار کا کتا ہے اور میں بھی پیر سیال کا...... ہوں (واللہ تعالیٰ اعلم)

حضرت خواجہ شاہ سلیمان تونسوی علیہ الرحمۃ

حضرت خواجہ شاہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مرشد کے پاس ان کی مرض الموت میں حاضر تھے اور فریضۂ خدمت سرانجام دے رہے تھے۔ کچھ افاقہ ہوا تو عرض کیا۔ اگر اجازت ہو تو گھر سے ہو آؤں۔ اجازت ہو گئی۔ دو تین دن میں گھر پہنچے۔ ابھی چارپائی پر لیٹے ہی تھے کہ پیر صاحب کی زیارت ہوئی اور فرما رہے ہیں "رولے فقیر! ساڈے جان دا وقت آ گیا ای بھج کے آ" اٹھے جوتا چارپائی کی دوسری طرف تھا وہ بھی نہ پہنا کہ کہیں دیر نہ ہو جائے۔ جب پیر کی خدمت میں آئے تو چند سانس باقی تھے۔ حکم ہوا سب کو باہر نکال دو اور خواجہ تونسوی کو اندر بلایا۔ سینے سے لگایا اور مہر علی گولڑوی کا دادا پیر بنا دیا۔

☆ حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے پیر خواجہ شمس العارفین کی خدمت میں تھے۔

رات کو تہجد کے وقت کا انتظام آپ کے ذمہ تھا۔ فضائے حاجت کیلئے باہر جانا' پانی کا انتظام اور مصلیٰ بچھانا وغیرہ چنانچہ رات کو اٹھ کر پیر کے آگے آگے ننگے پاؤں چلتے کہ کہیں کوئی کانٹا وغیرہ ہو تو مجھے چبھے' پیر کو نہ چبھے۔ ایک رات ایسا ہوا کہ گاؤں کا گندا پانی جس نالی سے باہر جاتا تھا اس پر جو ''پلی'' گھاس پھوس کی بنی ہوئی تھی وہ کسی جانور کے گزرنے سے ٹوٹ گئی۔ آپ اٹھے پانی والا لوٹا پیر کے حجرے کے باہر رکھا تو اس نالی میں جا کر لیٹ گئے اور اوپر تنکے وغیرہ رکھ لیے تاکہ چھلانگ لگانے سے کہیں میرے پیر کے پاؤں میں موچ نہ آ جائے۔ پیر صاحب حجرے سے باہر آئے۔ آواز دی مہر علی' جواب ندارد' خود ہی لوٹا پکڑا اور چل پڑے۔ پلی پر پاؤں رکھا تو پہلے کی طرح فرمایا مہر علی ایں؟ جی حضور۔ اٹھایا سینے سے لگایا اور شہنشاہ گولڑہ بنا دیا۔

نگاہ ولی میں وہ تاثیر دیکھی   بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

☆ آپ رحمۃ اللہ علیہ بعد نماز عصر اپنے گاؤں سے باہر چہل قدمی فرما رہے تھے کہ دو آدمیوں کو دیکھا کہ وہ مشرق کی طرف جا رہے ہیں۔ آپ نے ان سے پوچھا کہاں جا رہے ہو تو انہوں نے کہا۔ ہم مدینے (گجرات کے قریب گاؤں) جا رہے ہیں۔ فرمایا مدینہ تو ادھر سے (مغرب کی طرف مدینہ شریف) انہوں نے عرض کیا۔ ہم گجرات کے قریب والے مدینے جا رہے ہیں۔ فرمایا: تم جنت کے قریب والے مدینے کیوں نہیں جاتے۔ عرض کیا وہاں جانے کا خرچہ کہاں سے لیں؟ فرمایا آنکھیں بند کرو' لو کھول لو وہ دیکھو سامنے مدینہ شریف نظر آ رہا ہے۔

ہو روضۂ رسول نگاہوں کے سامنے
نظروں کو ہو نصیب وہ ساعت گھڑی گھڑی
دیکھیں گے ہم تو یار کی صورت گھڑی گھڑی
ہم یوں کریں گے رخ کی زیارت گھڑی گھڑی
عاصی کے لب پہ جب بھی تیرا نام آ گیا
آئی ہے اس کو دیکھنے رحمت گھڑی گھڑی

ذکر رسول پاک عبادت سے کم نہیں
ہم تو کریں گے یار کی مدحت گھڑی گھڑی
روز حساب تم یہ منظر تو دیکھنا
یا امتی پکاریں۱گے آقا گھڑی گھڑی
جنت میں بھی کہیں گے نیازی سے اہل دل
ہم کو سناؤ نعت رسالت گھڑی گھڑی

مرزا قادیانی اور پیر مہر علی

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا جب مرزا قادیانی سے مناظرہ طے پایا تو کسی اہل حدیث عالم نے کہا۔علم کی بات کرنا کرامت کا سہارا نہ لینا۔فرمایا علم بھی بتاؤں گا کرامت بھی دکھاؤں گا۔ادھر مرزا لیت ولعل سے کام لے رہا تھا کبھی کہتا کاغذ قلم رکھ دیں گے جس کے حکم سے کاغذ پر قلم خود چلنے لگے وہ سچا دوسرا جھوٹا۔فرمایا آجا مجھے منظور ہے۔پھر اس نے کہا۔ایک اندھا آپ کے سامنے کھڑا کر دیا جائے۔دوسرا میرے سامنے جس کی دعا سے وہ اچھا ہو جائے وہ سچا دوسرا جھوٹا۔فرمایا جاؤ اس کو کہو کہ اگر مردہ زندہ کرنے کی شرط لگانی ہے تو مجھے یہ بھی منظور ہے۔مگر مرزا نے نہ آنا تھا نہ آیا۔

میں مقتول سے پوچھوں گا......

آپ رحمۃ اللہ علیہ پر ایک قتل کا الزام آ گیا۔مقتول کا نام اقبال خان تھا۔مریدین پریشان ہو گئے کہ کچھ کرنا چاہئے۔آپ نے فرمایا چپ ہو جاؤ وقت آنے دو میں خود مقتول سے پوچھوں گا کہ تمہیں کس نے قتل کیا ہے؟ فرمایا میری یاری کوئی نتھو خیرے سے نہیں اپنے رب سے ہے جس کی شان ہے **یحی العظام وھی رمیم**۔چنانچہ مقتول کے ورثاء کو معافی مانگنا پڑی۔

یہ میرے ہتھیار کا کمال ہے

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ میں تسبیح تھی اور گولڑہ شریف کے اسٹیشن پر چہل قدمی فرما رہے تھے۔ایک انگریز جس نے پستول لٹکایا ہوا تھا اور تمسخر سے آپ کی تسبیح کی طرف اشارہ

کر کے کہتا ہے۔ ''یہ کیا ہے'' آپ نے اس کے پستول کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا ''یہ کیا ہے'' اس نے کہا یہ میرا ہتھیار ہے۔ فرمایا: یہ میرا ہتھیار ہے۔ اس نے کہا آپ کے ہتھیار کا کمال کیا ہے؟ فرمایا تیرے ہتھیار کا کیا کمال ہے؟ انگریز نے پستول میں گولی ڈالی سامنے درخت پر چڑیا بیٹھی تھی اس کو ماری تو وہ مر کر زمین پر آ گری۔ بڑے تکبر سے کہنے لگا یہ ہے میرے ہتھیار کا کمال۔ آپ اس مردہ چڑیا کے پاس گئے اس کی گردن کے ساتھ تسبیح لگا کر اللہ ہو کی ضرب لگائی تو چڑیا زندہ ہو کر درخت پر جا بیٹھی۔ فرمایا: وہ تیرے ہتھیار کا کمال تھا اور یہ میرے ہتھیار کا کمال ہے اور سن زندوں کو مار دینا کمال نہیں مردوں کو زندہ کرنا کمال ہے۔

نشہ پلا کے گرانا تو سب کو آتا ہے
مزا تو تب ہے کہ گرتوں کو تھام لے ساقی

بس پھر کیا تھا!

گر کر قدموں پر قربان ہوگیا
پڑھ کر کلمہ مسلمان ہوگیا

حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی علیہ الرحمۃ

حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ داتا صاحب کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ جھولی میں کافی سارے سکے تھے۔ جو لوگوں کو بانٹتے جا رہے تھے اور ساتھ عرض کر رہے تھے۔

داتا! میں تیرے دربار کا ''چھوڑھا'' ہوں مجھے منظور کر لے

رموز سرّ دل بے دل چہ داند

☆ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا ہی واقعہ ہے کہ اپنے پیر خانے (تونسہ شریف) حاضر ہوئے جبکہ آپ کے ساتھ مریدین کا انبوہ کثیر تھا۔ بازار میں جا رہے تھے کہ پیر صاحب کا صاحبزادہ (چھوٹی عمر کا) آ رہا تھا۔ آپ نے اس کو کندھوں پر بٹھا لیا۔ وہ کہتا دوڑو تو آپ دوڑنا شروع کر دیتے۔ وہ کہتا اونٹ کی طرح چلو تو آپ تونسہ کے بھرے بازار میں سینکڑوں مریدین کی موجودگی میں اونٹ کی طرح اچھل اچھل کر چلنے لگے۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء علیہ الرحمۃ

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک سوالی آیا۔ آپ کے پاس ایک لاکھ روپیہ روزانہ آتا تھا جو آپ بانٹ چکے تھے۔ فرمایا یہ میرے جوتے لے جا اور بیچ کر حاجت پوری کر لینا۔ وہ جوتے لے کر جا رہا تھا کہ آپ کے مرید خاص امیر خسرو نے دیکھ لیا اور اس کو دس ہزار روپیہ دے کر واپس لے لئے۔ جب محبوب الٰہی نے دیکھا تو پوچھا ''بکم خریدہ ای'' کتنے کے خریدے ہیں؟ عرض کیا ''بدہ ہزار خریدہ ام'' دس ہزار کے فرمایا۔ ''ارزاں خریدہ ای'' سستے ہی خرید لئے ہیں۔

☆ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ روزے سے تھے اور بابا فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو بابا صاحب کے سامنے کھجوریں پڑی تھیں۔ آپ نے ایک کھجور دی جو محبوب الٰہی نے کھا لی۔ جاننے والے حیران ہوئے کہ ایک کھجور کی وجہ سے روزہ توڑ دیا۔ فرمایا مجھے روزے کے ٹوٹ جانے کا کفارہ تو نظر آ گیا مگر پیر کے دست عطا کو ٹھکرا دینے کا کفارہ نظر نہ آیا۔ روزے کی قضا کر لوں گا مگر شیخ کی عطا کو کیوں رد کروں۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت بابا فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے خواجہ قطب الدین بختیار قدس سرہ العزیز کی زبان مبارک سے سنا۔ فرماتے تھے کہ بیس سال تک میں شیخ المشائخ حضرت خواجہ معین الدین اجمیری کی خدمت اقدس میں رہا۔ جلوت وخلوت کی مجلسیں نصیب ہوئیں۔ میں نے ان کو کبھی غصے کے عالم میں نہیں دیکھا۔ سوائے ایک دن کے۔ جبکہ وہ ایک محلہ سے گزر رہے تھے۔ ان کے ایک مرید شیخ علی کو ایک شخص نے پکڑ رکھا تھا اور کہتا تھا کہ تم نے جو میرا ادھا دینا ہے۔ دو۔ حضرت شیخ المشائخ رحمۃ اللہ علیہ وہاں پہنچے۔ ہر چند اس شخص کو منع کیا لیکن اس نے شیخ کی ایک نہ سنی۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ غصے میں آ گئے۔ مبارک کندھوں پر پڑی ہوئی چادر کو زمین پر دے مارا۔ اٹھائی تو خالص سونے کے دیناروں سے بھری ہوئی تھی۔ فرمایا۔ اے شخص جتنا تیرا حق ہے اٹھا لے۔ اس شخص نے اپنے حق سے زیادہ اٹھانا چاہا۔ اس کے ہاتھ وہیں سوکھ گئے۔ چلانے لگا۔ میں نے توبہ کی۔ شیخ نے سر اٹھایا

اور دعا کی۔ اے اللہ! اس کے ہاتھ اسے واپس دے دے۔ فوراً اس کے ہاتھ درست ہو گئے۔

دلی کیفیات پہ آگاہی

ایک دفعہ شیخ معین الدین سنجری قدس اللہ سرہ العزیز اپنے ساتھیوں کی مجلس میں تشریف فرما تھے۔ ایک شخص خواجہ کی خدمت میں حاضر ہو کر مرید ہونے کی درخواست کرنے لگا۔ مگر وہ شخص حضرت خواجہ کو شہید کرنے کی نیت سے آیا تھا۔ حضرت کے سامنے زمین پر بیٹھ گیا۔ آپ اس کی طرف نظر فرماتے اور مسکراتے۔ پھر فرمایا۔ درویش درویشوں کے پاس دو ہی ارادوں سے آتے ہیں یا صفا کے لئے یا جفا کیلئے۔ تم بھی ان دونوں میں سے ایک اختیار کرو اور حسن عقیدہ اس پر استوار کرلو۔ جب خواجہ غریب نواز نے یہ فرمایا۔ وہ اٹھا۔ اقرار کیا۔ چھری جو قتل کرنے کی نیت سے لایا تھا نکال کر باہر پھینک دی اور حلقہ غلامی میں شامل ہو گیا۔ پھر اس قدر راسخ ہوا کہ مشکلات دین و مہمات امور پر شیخ کی جانب سے اسے ہی مقرر کیا جاتا اور وہ بطیب خاطر انہیں سرانجام دیتا۔ حتی کہ پینتالیس حج ادا کئے اور آخر کار وہیں حرم پاک میں وصال پایا اور مجاوران وخدام کعبہ کے ساتھ مدفن پایا۔

آپ کے ایک مرید نے عرض کیا حضور گورنر نے مجھے شہر چھوڑنے کا حکم دیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہاں ہے گورنر؟ عرض کیا جنگ میں گیا ہوا ہے۔ فرمایا اس کے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی ہے وہ اب زندہ نہیں رہے گا۔ تھوڑی دیر بعد اطلاع آئی کہ گورنر مر گیا ہے۔ (اسرار الاولیاء)

حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ

بس یا فرید کہتے ہی جنت ملی مجھے اللہ بھی دیکھتا ہے بہانہ فرید کا

حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے خلیفہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کو فرمایا تو نے (فرید الدین کی شکل میں) ایسا شہباز پکڑا ہے کہ جس کا مقام سدرۃ المنتہیٰ سے بھی آگے ہے۔

دوسروں کے دریا پاک ہوتے ہیں فرید کا پتن بھی پاک (پاکپتن شریف) جس میں نظام الدین نے ایک غوطہ لگایا اور محبوب الٰہی بن گئے۔

جس کا پتن اتنا پاک ہے اس کا دریا کتنا پاک ہوگا۔

بہشتی دروازہ

ایک سادہ آدمی بہشتی دروازہ گزر کر آیا تو ایک شاطر مولوی کے قابو چڑھ گیا تو ایک مولوی صاحب نے اس کو سونگھنا شروع کر دیا۔ اس نے پوچھا۔ کیا سونگھتا ہے؟ مولوی صاحب کہنے لگے تو جنت سے ہو کر آیا ہے اور جنت کی تو خوشبو پانچ سو سال کے فاصلے سے بھی آ جاتی ہے مگر مجھے تو نہیں آ رہی اس سادھے آدمی نے نہایت سادگی سے جواب دیا۔ جنت کی خوشبو جنتیوں کو آتی ہے جہنمیوں کو نہیں آتی۔ تمہیں ولیوں کی گستاخی کا نزلہ ہے اور نزلے والے کو خوشبو کیسے آئے۔

؎ یوں نہ نکلیں آپ پر چھا تان کے
اپنا بے گانہ ذرا پہچان کے

مردہ بچی زندہ ہوگئی

روزنامہ مشرق، نوائے وقت اور جنگ میں آج سے پچیس سال پہلے ایک عجیب خبر چھپی کہ پاکپتن سے ایک قافلہ کلیر شریف عرس پر گیا جس میں ایک عورت کی چھوٹی سی بچی جو نمونیا میں مبتلا تھی۔ راستے میں ہی مر گئی۔ ڈاکٹروں نے مردہ قرار دے کر دفن کرنے کا کہہ دیا۔ مگر عورت بضد تھی کہ میں اس کو دربار پر لے کر جاؤں گی۔ چنانچہ دربار حاضر ہوئی تو باقی باتوں کے ساتھ جب یہ جملہ اس نے بولا کہ لوگ تیرے دربار پر خالی دامن لے کر آتے ہیں تو ان کے دامن بھر دیئے جاتے ہیں اور میں بھرا دامن لے کر چلی تھی تو اب خالی نہ جاؤں گی۔ شاید تو جانتا نہیں کہ میں تیرے پیر فرید کے شہر سے آئی ہوں۔ بس یہ جملہ بولنا تھا کہ مردہ بچی زندہ ہوگئی۔ بابا کا اپنا ہی شعر ہے

کوک فریدا کوک توں راکھا جویں جوار
جب لگ ٹانڈا نہ پکے تب لک کوک پکار

مٹی سونا ہوگئی

ایک عورت آپ کے پاس آئی اور عرض کیا میری بیٹی کی شادی ہے اور پلے کچھ نہیں۔ آپ نے مٹی کا ڈھیلا لیا اور کلمہ پڑھ کر پھونک ماری تو وہ ڈھیلا سونے میں تبدیل ہوگیا۔ اس کو دے دیا۔ اس عورت نے گھر جا کر بہت سے ڈھیلے جمع کر لئے اور ساری رات کلمہ پڑھ پڑھ کر دم کرتی رہی۔ مگر مٹی کی مٹی ہی رہی۔ صبح آپ کے پاس حاضر ہوئی اور عرض کیا آپ نے یہی الفاظ پڑھے تھے تو مٹی سونا ہوگئی میں تو ساری رات پڑھتی رہی ہوں مگر کچھ نہیں ہوا۔ فرمایا

بے شک کلمہ کامل اکمل مخزن نور الٰہی
جے زبان فرید دی ہوندی دیر نہ لگدی کائی

☆ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا کہ ایک عورت چکی چلا رہی ہے تو آپ نے دیکھ کر رونا شروع کر دیا۔ کیوں؟

چکی پھر دی ویکھ کے فرید نے دتا رو
دوہاں پڑاں وچہ آن کے ثابت رہیا نہ کو

عورت بھی عارفہ کاملہ تھی اس نے ایک پتھر اٹھایا اور کہنے لگی۔

وے فقیرا اللہ دیا ذرا کن لے دے کھول
ایہہ تک لے بچ گئے نی جھڑے بیٹھے کلی دے کول

سوئی کا تحفہ

ایک بی بی آپ کے پاس قینچی کا نذرانہ لے کر آئی جو آپ نے قبول نہ کی۔ وہ پریشان ہوگئی کہ شاید چھوٹا تحفہ ہے فرمایا۔ یہ بات نہیں تو سوئی لے آ۔ سوئی لے کر آئی تو آپ نے خوشدلی سے قبول فرمالی۔ وہ حیران ہوئی کہ معمولی سوئی قبول کر لی ہے اور قینچی قبول نہیں کی۔ فرمایا اس لئے کہ قینچی کا کام کاٹنا ہے اور سوئی کا کام جوڑنا ہے۔ ہم جدائی کیلئے نہیں بلکہ جوڑنے کیلئے بیٹھے ہیں۔

تو برائے وصل کردن آمدی
نے برائے فصل کردن آمدی

بابر کے مرید کے لیے خوشخبری

ایک موقع پر حضرت باوا صاحب نے خود اپنی زبان سے یہ ارشاد فرمایا کہ ایک دفعہ ملتان سے آنے والے ایک شخص نے بتایا کہ ایک دفعہ حضرت شیخ بہاء الدین زکریا پر کیفیت خاص (حالت) طاری ہوئی۔ اپنی خانقاہ سے باہر تشریف لائے۔ سوار ہوئے اور فرمایا۔ منادی کرادو کہ جو شخص آج بہاء الدین زکریا کے چہرہ انور کو دیکھ لے گا۔ قیامت کے دن میں اس کی نجات کا ذمہ دار ہوں گا۔ تمام مسلمان آئے اور حضرت کے روئے انور کی زیارت کی۔ حضرت موصوف قسم اٹھارہے تھے کہ تم قیامت کو دوزخ میں ہرگز نہ جاؤ گے کہ مجھے القا کیا گیا ہے کہ اے بہاء الدین! جس نے آج دنیا میں تجھے دیکھ لیا قیامت کے دن آتش دوزخ میں نے اس پر حرام کردی۔ جونہی اس آدمی نے یہ حکایت ختم کی مجھ پر کیفیت خاص طاری ہوگئی۔ اور یہ حکایت بیان کی۔ اے درویش! اگر میرے بھائی بہاء الدین نے یہ بات فرمائی ہے کہ جو کوئی آج مجھے دیکھ لے گا وہ دوزخ میں نہ جائے گا۔ تو میں قسم کھا کر کہتا ہوں جو کوئی مسلمانوں میں سے زندگی میں مجھ سے بیعت ہوگا یا میرے ساتھ مصافحہ کرے گا۔ میرے بیٹوں' مریدوں یا میرے خاندان میں سے کسی کا بیعت ہوگا دوزخ کی آگ اس پر حرام ہے۔ اسے دوزخ میں نہیں لے جائیں گے کیونکہ میرے پیر حضرت شیخ قطب الدین قدس سرہ العزیز نے ایک دفعہ فرمایا تھا کہ اے فرید! حق تعالیٰ نے تجھے وہ مقام عطا فرمایا ہے کہ جو شخص تیرا یا تیرے مریدوں یا بیٹوں کا ہاتھ پکڑے گا وہ دوزخ میں نہیں جائے گا۔ اس کا مقام بہشت میں ہوگا۔ کیونکہ ہر روز ہزار بار مجھے القا ہوتا ہے اور آواز آتی ہے کہ فریدا جو دھنی بڑا خوش بخت انسان ہے۔ جب حضرت نے یہ حکایت ختم کی تو عالم حیرت میں کھڑے ہوگئے کم وبیش سات روز اسی عالم میں رہے۔ کھانے پینے کی ضرورت نہ رہی۔ جب عالم صحو میں آئے تو عبادت وریاضت میں مصروف ہوگئے۔ **الحمد للہ علیٰ ذٰلک**۔ (اسرار الاولیاء)

حضرت علی احمد صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی مشہور کرامت ہے کہ جب آپ مسجد میں نماز جمعہ کی ادائیگی کے لئے

تشریف لے گئے تو لوگوں نے آپ کو دھکیلتے دھکیلتے پیچھے جوتوں والی جگہ پر کر دیا تو جب سجدے کا وقت آیا تو آپ نے فرمایا اے مسجد! سارے لوگ سجدہ کر رہے ہیں تو کیوں نہیں سجدہ کرتی۔ چنانچہ مسجد کی چھت زمین پر آ گئی اور پھر آپ کی اپنی میزبان مائی کے جوان بیٹے کو آپ کی دعا سے دوبارہ زندگی ملی۔

آپ کی والدہ ماجدہ حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی سگی بہن تھیں۔ انہوں نے باوا صاحب سے اپنے صابر کیلئے ان کی بیٹی کا رشتہ مانگا۔ بابا صاحب نے بہت سمجھایا کہ یہ شادی کے قابل نہیں۔ مگر نہ مانیں۔ چنانچہ آپ نے بہن کی دلجوئی کیلئے اپنی بیٹی کا نکاح حضرت صابر سے کر دیا۔ رات کو گھر آئے دیکھا کہ دلہن کمرے میں بیٹھی ہے۔ پوچھا کون؟ عرض کی آپ کی بیوی۔ فرمایا! اللہ بھی بیوی سے پاک میں بھی اسی وقت ہی فوت ہو گئی۔ (واللہ اعلم)

آپ کی والدہ آپ کو لے کر اپنے بھائی حضرت بابا فرید الدین کے پاس آئیں کہ اس کو بھی کسی کام پر لگا دو۔ آپ نے فرمایا صابر تو لنگر تقسیم کیا کر۔ بارہ سال کے بعد ماں بیٹے کو ملنے آئی تو دیکھا کہ بیٹا تنکا ہو چکا ہے۔ پوچھا فرید! میرے بیٹے کا کیا حال کر رکھا ہے؟ فرمایا ہم نے تو پورا لنگر خانہ اس کے سپرد کر رکھا ہے۔ جب بلا کر پوچھا تو عرض کیا آپ نے تقسیم کرنے کو کہا تھا نہ کہ کھانے کو۔ اچھا! اپنا حصہ رکھ لیا کر۔ پھر بارہ سال گزر گئے اور اپنا حصہ نکال کر رکھتے رہے کھایا پھر کچھ نہ۔ اس طرح چھتیس سال گزر گئے۔

اولیائے نقشبند علیہم الرحمۃ

حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند علیہ الرحمۃ ایک کمہار کے آوے "جہاں وہ مٹی کے برتن بناتے ہیں" کے پاس سے گزرے تو زبان سے لفظ اللہ "اسم جلالت" ادا فرمایا۔ کمہار جو برتن آوے سے نکالتا اس پر اللہ لکھا ہوتا۔ قدموں میں گر گیا اور عرض گزار ہوا۔

اے شاہ نقشبند نقش مراد بہ بند
نقش چناں بہ بند کہ گویند نقشبند

اے برتنوں میں اللہ کا نام لکھنے والے ایک نگاہ میرے دل پر بھی کر دے اور

میرے دل میں اللہ کا نام نقش کر دے۔

☆ آپ رحمۃ اللہ علیہ ہی کا واقعہ ہے کہ ایک نوجوان لڑکی جس کے والدین مسلمان نہیں تھے۔ آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گئی چونکہ والدین کی طرف سے ظلم وزیادتی کا خطرہ تھا۔ اس لئے آپ نے اس سے وعدہ فرمایا کہ مشکل وقت میں میں تیرے پاس ہوں گا۔ لڑکی گھر گئی۔ والدین نے اس کو اسلام چھوڑنے پر مجبور کیا وہ نہ مانی آخر ایک مینار پر لے جا کر دھکا دینے کا پروگرام بنایا گیا۔ اپنا ایمان بچانے کیلئے مینار پر چڑھ رہی تھے اور چاروں طرف دیکھ رہی تھی۔

؎ چواں پاسے نظر دوڑائی تے نظری کوئی نہ آیا
وعدہ مرشد کامل والا یاد دلے وچ آیا

چنانچہ والدین نے اپنی بیٹی کو مینارے سے گرایا اور مرشد کامل سینکڑوں میل دور بخارا سے چل کر آیا۔ مینارے کے نیچے آ کر دامن پھیلایا اور بچی کو بچایا اور جب بچی نے حیران ہو کر پوچھا کہ آپ کب آئے تو آپ نے فرمایا ”تو از منارہ آمدی من از بخارا آمدم“

؎ مرشد نے فرمایا بیٹی اللہ کرم کمایا
تو میناریوں تھلے آئی میں چل بخاریوں آیا

حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی فاروقی نور اللہ مرقدہ

؎ گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے
جس کے نفس گرم سے ہے گرمئ احرار
وہ ہند میں سرمایہ ملت کا نگہبان
اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار
اس خاک کے ذروں سے ہیں شرمندہ ستارے
اس خاک میں پوشیدہ ہے وہ صاحب اسرار

آپ فرماتے ہیں میری ایک روحانی منزل رک گئی۔ بڑی کوشش کے باوجود جب

مسئلہ حل نہ ہوا تو میں نے حضرت غوث اعظم اور حضرت بہاء الحق رحمۃ اللہ علیہما کی ارواح سے مدد حاصل کی تو میری مشکل آسان ہوگئی۔

مولانا جامی بارگاہ شاہِ نقشبند میں

مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ حضرت شاہ نقشبند علیہ الرحمۃ کی بارگاہ میں برائے زیارت حاضر ہوئے تو دیکھ کر دنگ رہ گئے کہ آپ کے اصطبل کے گھوڑوں کے سم بھی سونے چاندی سے مرصع ہیں۔ دل میں خیال پیدا ہوا جو کاغذ پر لکھ کر ایک مرید کو تھما دیا۔

؎ نہ مرد است آنکہ دنیا دوست دارد

وہ کیسا مرد ہے جو دنیا کو محبوب رکھتا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کاغذ کی دوسری طرف یہ جواب لکھا۔

؎ اگر دارد برائے دوست دارد

اگر دنیا رکھتا بھی ہے تو محبوب کے لئے رکھتا ہے اور پھر سارا مال راہ خدا میں لٹا دیا۔

؎ سگ را ولی کنند مگس راہما کنند
آنانکہ خاک را بنظر کیمیا کنند

نکتہ

صحیح بخاری کی حدیث ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں بیٹھے بیٹھے دو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بہت دیر ہوگئی۔ رات کا اندھیرا ہر طرف چھا گیا' روشنی کا انتظام نہ تھا۔ اب انہوں نے گھر جانا تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چھڑی کو ہاتھ لگایا تو وہ روشن ہوگئی۔ جس کی روشنی میں چلنے لگے۔ آگے جا کر دونوں کے گھر مختلف سمتوں میں تھے۔ چنانچہ اس چھڑی کے ساتھ دوسرے نے چھڑی لگائی تو وہ بھی چمکنے لگی۔ اس سے علماء کرام نے ایک روحانی فیض رسانی کے مسئلہ کا یوں استنباط فرمایا ہے کہ صحابی نے یہ عمل کر کے بتا دیا کہ فیض سارا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی ہے لیکن وہاں یہ بند نہیں ہوگیا بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اور صحابہ سے آگے اسی طرح تا قیامت چلتا رہے گا۔ بشرطیکہ تعلق ہونا چاہئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ خدا کے خزانوں میں ہے نہ خدا کے خزانے ختم ہوں نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تقسیم ختم ہو۔

دوسری بات یہ کہ اللہ تعالیٰ نے جب بھی اپنی طاقت کا مظاہرہ فرمایا کبھی ابابیل پرندوں کے ذریعے، کبھی نمرود کے خلاف مچھر کے ذریعے جس نے اس کے دماغ میں گھس کر اس کا دماغ درست کر دیا۔ معلوم ہوا کہ پرندوں کی نسبت اگر خدا کی طرف ہو تو ہاتھیوں پر غالب آ جائیں۔ مچھر کو خدائی طاقت مل جائے تو نمرود کا دماغ درست ہو جائے اور ولی اللہ کو اللہ اگر اپنی طاقت عطا کر دے تو وہ خلق خدا کے دل کیوں نہ بدل دیں۔

؎ ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن
گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان
یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن
قاری نظر آتا ہے حقیقت میں قرآن

(اقبال)

؎ ہاتھ ہے اللہ کا بندۂ مومن کا ہاتھ
غالب و کار آفریں کار کشا و کار ساز

(اقبال)

حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ نے ایک مرتبہ اپنے مریدین کو فرمایا کہ چلو داتا صاحب حاضری دے آئیں۔ شرقپور شریف سے چل پڑے۔ جب بیگم کوٹ پہنچے تو وہاں ایک بزرگ ملے جن کے پاس بیٹھ کر کافی دیر باتیں کرتے رہے اور پھر وہ بزرگ لاہور کی طرف آ گئے اور میاں صاحب مریدین کو لے کر واپس شرقپور کی طرف چل پڑے۔ مریدین نے عرض کیا۔ حضور اتنا سفر کر کے داتا صاحب حاضری کے لئے یہاں تک آئے ہیں۔ آگے دربار شریف زیادہ دور تو نہیں تھا پھر واپس ہونے کی وجہ سمجھ نہیں آئی۔ فرمایا بیلیو! (یہ آپ کا تکیہ کلام تھا یعنی دوستو) یہی بزرگ تو داتا صاحب تھے۔

حاضر و ناظر کا مسئلہ حل کر دیا

حضرت شیخ الحدیث مولانا غلام رسول صاحب شارح بخاری فیصل آباد والے

فرماتے ہیں کہ میں شرقپور شریف میں پڑھتا تھا تو مجھے میاں صاحب کے ایک مرید نے بتایا کہ ایک وہابی عالم مسئلہ حاضر وناظر کے بارے میں آپ کے پاس حاضر ہوا۔ گرمی کا موسم تھا۔ آپ نے فرمایا اس کو ٹھنڈا اور میٹھا پانی پلاؤ۔ جب پانی پیش کیا گیا تو منہ کو لگانے کی بجائے پیالے کی طرف دیکھتا ہی رہ گیا۔ آپ نے فرمایا: پیتے کیوں نہیں ہو؟ عرض کیا! پیوں کیسے مجھے تو اس میں مدینہ نظر آ رہا ہے۔ فرمایا تو یہاں بیٹھ کر پیالے میں مدینہ دیکھ رہا ہے تو مدینہ والا وہاں رہ کر تمہیں نہیں دیکھ سکتا؟

لنگر کا انتظام ہو گیا

حضرت صوفی میاں محمد حیات ننکانہ والے بیان فرماتے تھے کہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا اور ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین بنے تو چند ہی دنوں میں زائرین کی کثرت کی وجہ سے لنگر کا آٹا ختم ہو گیا اور آپ پریشان ہو کر قبر مبارک پر حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ اپنے مریدین سنبھالئے مجھ سے یہ کام نہیں چلتا یہ کہہ کر باہر آئے تو پورا ایک ٹرک آٹے کا بھرا ہوا کھڑا تھا کہ فلاں مرید نے بھیجا ہے۔

ایسے ہی کہہ دے

آپ ایک مرتبہ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے اور تین بار فرمایا بیلیا! ایویں ای آکھ دے بعد میں آپ سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا۔ شرقپور میں ایک چوڑھا مر گیا ہے۔ قبر میں اس سے فرشتے پوچھ رہے تھے۔ من ربک تیرا رب کون ہے تو وہ جواب میں کہہ رہا تھا میں تو میاں شیر محمد کے شہر کا ہوں تو میں نے کہا۔ بیلیا! ایویں ای کہہ دے۔

تجھے حسن کا نور بنا دوں؟

حضرت سید نور الحسن گیلانی رحمۃ اللہ علیہ بڑے خوبصورت' بڑی بڑی مونچھیں اور شیعوں کے بہت بڑے ذاکر تھے۔ شرقپور میں مجلس پڑھنے آئے تو میاں صاحب بازار میں ملے۔ آپ نے مونچھ کو پکڑ کر فرمایا کیا نام ہے تیرا۔ عرض کیا نور الحسن۔ فرمایا تینوں حسن دا نور بنا دیواں۔ بس ایک ہی جملے نے انقلاب پیدا کر دیا اور سب کچھ بھول کر میاں صاحب ہی

کے ہو کر رہ گئے۔

اولیاء کا یہ تصرف ہے تو نجدی دیکھ لے
ان کے در پر بے ادب گستاخ رہ سکتا نہیں

میں محمد کا بابو ہوں

ریل گاڑی میں سکھ گارڈ تھا۔ آپ اس کے ڈبے میں چڑھ گئے۔ اس نے کہا۔ بابا اتر جا یہ بابو کا ڈبہ ہے۔ فرمایا میں بھی بابو ہوں۔ اس نے کہا۔ مذاق نہ کر۔ فرمایا تو حکومت کا بابو ہے میں مدینے والے کا بابو ہوں۔ اس نے آپ کے چہرے کی طرف دیکھا اور دیکھتا ہی رہ گیا۔ عرض کیا مجھے بھی کلمہ پڑھا دیں۔ کلمہ پڑھایا تو اس نے کہا میں اب آپ کے ساتھ ہی رہنا چاہتا ہوں۔ آپ نے جیب سے قینچی نکال کر اس کا جوڑا کاٹا' داڑھی سیٹ کر کے فرمایا۔ نوکری کرتا رہ اب تو ہمارا ہی ہے۔

عطا اسلاف کا جذب دروں کر　　شریک زمرۂ لا یحزنوں کر
خرد کی گتھیاں سلجھا چکا میں　　میرے مولا مجھے صاحب جنوں کر

والحمد للّٰہ الذی حمد نفسہ بما انزل من القران علی عبدہ لیکون للعالمین نذیرا وجعلہ حجۃ لرسولہ الذی ارسلہ بہ وعلما علی صدقہ وصلی اللّٰہ وسلم علی سیدنا محمد الرسول الاکرم الذی بعثہ فی الامیین رسولا منھم یتلوا علیھم ایتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتب والحکمۃ وبارک علیہ وعلیٰ الہٖ وصحبہٖ اجمعین ۔

والحمد للّٰہ ربّ العالمین ۔

(۱۸)

شب برأت

الـحـمـد لـلـه الـذی هو اول قدیم بلا ابتداء واخر کل اخربلا انتهـاء مـصـور صـورا جنة فی بطون الامهات فی ظلمات ثلث مـدلهـمـات من ارادهدایته فیخرجه من اللحات ویهدیه برأفته الـجـمة الـی الـمـجحات اولئك هم الجنات ومن یغویه فیطبع علـے قـلـوبهم وسمعهم والا عینات فیخبطون حبط العمیا فی الـلیـلات اولـئك اصـحب الخیبات اقرب من حبل الورید الی الانسـان ثـم لاتـدركـه الانسـان والصلوٰة والسـلام الاتـمان الـزاکیـان الاکملان علی فخر الرسالة تاج السیادة فص خاتم الـنبوة عین الخلق والمروة حبیبه وصفیه ‘خلیله ونجیه ’ سیدنا وسـنـدنـا ووسیـلة یـومنا وغدنا شفیع المذنبین رحمة للعلمین محمد ن الـمصطفی واحمد ن الـمـجتبیٰ صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسـلم مادام النهار تجلی واللیل یغشی المبعوث بالدین القویم الـمـخـاطـب بقوله تعالیٰ انك لعلیٰ خلق عظیم الموصوف بما ینطق عن الهوی ان هو وحی یوحیٰ المنعوث بدنا فتدلی وكان قـاب قـوسیـن او ادنـی وعـلـی اله واصحابه الذین هم خلاصة

العرب العرباء واخاير المطهرات المفحمات امهات المومنين والمومنات وعلى من تبعهم من التابعين والائمة المجتهدين لاسيما الامام الاعظم والهمام الاقدم سراج الملة المنيفة النعمان بن ثابت ابی حنیفة وعلى من تمذهب وتمسلك بمسلكهم من الفقهاء والمحدثين والمفسرين والمجتهدين وسائر المقلدين وعنا معهم اجمعين ۔

اما بعد!

فاعوذ بالله من الشيطن الرجيم بسم الله الرخمن الرحيم
فيها يفرق كل امر حكيم ۔ صدق الله العظيم (الجاثیة:۴)

ترجمۂ آیت

اس (رات) میں بانٹ دیا جاتا ہے ہر حکمت والا کام۔

شب برات میں ملتی ہے مومنوں کو نجات
عجیب نور میں ڈھلتے ہوئے ملے لمحات
ہزار رات سے افضل ہے اس میں بیداری
ہر اک گھڑی میں ہیں پوشیدہ سینکڑوں برکات
اسی میں ہوتا ہے تیار نامۂ اعمال
یہی دکھاتی ہے آئینۂ حیات و ممات
یہی وہ شب ہے کہ ہوتی ہے رزق کی تقسیم
فضیلتوں کی بتائی حضور ﷺ نے یہ رات
حضور حق میں دعائیں قبول ہوتی ہیں
جو سیئات تھیں، دیکھی گئی ہیں وہ حسنات
نوید جنت فردوس سب کو ملتی ہے
خدا کے فضل سے ٹلتی ہیں دنیوی آفات

سعادتوں کی ہے خوشبو لئے ہوئے دامن
نبی ﷺ نے ہم کو بتائے ہیں بے بہا ثمرات
مقدرات کی تقسیم اس میں ہوتی ہے
نصیب ہوتی ہے اس شب بلندیٔ درجات
سکوں کی دولت جاوید ہو عطا حافظ
کرم خدا کا ہو ہر لمحہ شامل حالات

(حافظ لدھیانوی)

خصوصی مقالہ

دین اسلام میں بعض مہینوں کو دوسرے مہینوں پر، بعض ایام کو دوسرے ایام پر اور بعض راتوں کو دوسری راتوں اور بعض ساعتوں کو دوسری ساعتوں پر فضیلت حاصل ہے۔ راتوں میں سب سے افضل لیلۃ القدر ہے اور پھر شب برات ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ لیلۃ القدر کے بعد کوئی رات بھی شعبان کی پندرہویں رات سے زیادہ فضیلت والی نہیں ہے۔ شعبان کی پندرہویں رات کو جو فضیلت حاصل ہے وہ اس کے مختلف ناموں سے ظاہر ہو رہی ہے۔ چنانچہ تفسیر روح المعانی میں اس کے چار نام آتے ہیں۔

۱-لیلۃ القدر

۲-لیلۃ المبارکہ

۳-لیلۃ الصک

۴-لیلۃ البراۃ

اول دو ناموں کی وجہ تسمیہ تو ظاہر ہے کہ اس رات خصوصی رحمت و برکت کا نزول ہوتا ہے اور آخری دو نام اس لئے ہیں کہ اس رات میں جہنم سے چھٹکارا حاصل ہو کر خوشنودیٔ حق کا پروانہ ملتا ہے۔ سورۃ الدخان کی ابتدائی آیت انا انزلناہ فی لیلۃ مبارکۃ کے بارے میں حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ اور مفسرین کی ایک جماعت فرماتی ہے کہ لیلۃ مبارکۃ سے مراد شعبان کی پندرہویں شب ہے۔ چند احادیث پیش خدمت ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ چار راتوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے خیر کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ عید الفطر، عید الاضحیٰ، شعبان کی پندرہویں شب اس میں لوگوں کی عمریں اور ان کی روزیاں لکھی جاتی ہیں اور حج کرنے والوں کی مقدار معین کی جاتی ہے اور چوتھی شب عرفہ کی شب ہے اور راتوں کی یہ فضیلت صبح اذان تک رہتی ہے۔ (درمنثور)

آنحضرت نے فرمایا کہ جب شعبان کی پندرہویں شب ہوتی ہے تو خداوند کریم کا نزول اجلال آسمان دنیا پر ہوتا ہے اور سرکاری منادی ہوتی ہے کہ کوئی مغفرت کا طالب ہے کہ میں اس کی مغفرت کروں۔ کوئی مانگنے والا ہے کہ میں اسے عطا کروں اس وقت خدا سے جو مانگا جاتا ہے اسے ملتا ہے سوائے بدکار عورت اور مشرک کے۔ (درمنثور)

فرشتوں کے لئے عید کی دو راتیں

روایت ہے کہ فرشتوں کیلئے آسمان میں دو راتیں عید کی ہیں جس طرح ہم مسلمانوں کیلئے زمین میں دو دن عید کے ہیں۔ (عید الفطر اور عید الاضحیٰ) ایک رات شب برات اور ایک شب قدر جس طرح ہم عید کے دونوں میں خوشیاں مناتے ہیں اسی طرح فرشتے اپنی عیدوں پر راتوں کو خوشیاں مناتے ہیں۔ ہماری عیدیں دن میں اس لئے رکھی گئی ہیں کہ ہم سو جاتے ہیں اور غافل رہتے ہیں مگر فرشتے نہ سوتے ہیں اور نہ غافل ہوتے ہیں بلکہ وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف رہتے ہیں۔ اس میں حکمت الٰہی یہ ہے کہ شب برات کو تو ظاہر کر دیا گیا مگر شب قدر کو چھپا دیا گیا۔ شب قدر رحمت و بخشش اور جہنم سے آزادی کی رات ہے۔ اسے اللہ رب العزت نے پوشیدہ اس لئے رکھا کہ لوگ اس پر تکیہ نہ کر لیں اور اعمال صالحہ سے غافل نہ ہو جائیں۔ شب برات کو اس لئے ظاہر کر دیا کہ یہ رات حکم و فیصلہ کی رات ہے اور خوشی والم کی رات ہے۔ رد و قبول کی رات ہے، رسائی اور نارسائی کی رات ہے، خوش نصیبی اور بدبختی کی رات ہے۔ حصول شرف اور اندیشہ عذاب کی رات ہے، کسی کو اس میں سعادت نصیب ہوتی ہے اور کسی کو شقاوت کسی کو جزا دی جاتی ہے اور کسی کو سزا دی جاتی ہے، کسی کو سرفراز کیا جاتا ہے اور کسی کو سرنگوں کیا

جاتا ہے، کسی کو اجر دیا جاتا ہے اور کسی کو رسوا کیا جاتا ہے۔ بہت سے کفن دھوئے ہوئے تیار رکھے ہوتے ہیں لیکن کفن پہننے والے بازاروں میں گھوم پھر کر عیاشی میں مصروف ہوتے ہیں۔ بہت سے لوگ ایسے ہی جن کی قبریں بالکل تیار ہیں مگر وہ دنیا کی رنگینیوں میں مگن ہیں۔ بہت سے چہرے ہنس رہے ہوتے ہیں مگر ان کی ہلاکت کا وقت بالکل قریب ہوتا ہے۔ بہت سے مکانوں کی تعمیر قریب تکمیل ہوتی ہے لیکن صاحب مکان کی موت قریب لگی ہوئی ہے۔ بہت سے بندے ثواب کے امیدوار ہوتے ہیں لیکن انہیں ناکامی اٹھانی پڑتی ہے۔ بہت سے لوگ جنت کا یقین رکھے ہوئے ہوتے ہیں لیکن انہیں دوزخ کا سامنا کرنا پڑے گا۔ بہت سے بندوں کو وصل کا یقین ہوتا ہے لیکن انہیں فراق کا منہ دیکھنا پڑتا ہے۔ بہت سے لوگ عطا کے امیدوار ہوتے ہیں اور انہیں مصیبت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ بہت سے لوگ حکومت کی آس لگائے ہوئے ہوتے ہیں اور انہیں ہلاکت سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔

جبریل امین بارگاہِ رسول کریم میں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آقائے دوعالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس شب برات کو جبرائیل آئے اور کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آسمان کی طرف اپنا سر انور اٹھایئے میں نے ان سے پوچھا کہ جبرائیل یہ کون سی رات ہے۔ انہوں نے عرض کی آقا یہ وہ رات ہے جس رات اللہ تعالیٰ کی رحمت کے تین سو دروازے کھولے جاتے ہیں اور ہر اس شخص کو معاف کیا جاتا ہے جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا ہو بشرطیکہ وہ جادوگر نہ ہو، کاہن نہ ہو، سود خور نہ ہو، زانی نہ ہو، شرابی نہ ہو اور والدین کا نافرمان نہ ہو۔ ان لوگوں کی اللہ تعالیٰ اس وقت تک بخشش نہیں کرتا جب تک کہ یہ تمام لوگ سچے دل سے توبہ نہ کرلیں۔ پھر جب رات کا چوتھائی حصہ گزر گیا تو جبرائیل پھر آئے اور کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر مبارک آسمان کی طرف اٹھایئے۔ میں نے ایسا ہی کیا اور دیکھا کہ جنت کے تمام دروازے کھلے ہوئے ہیں اور پہلے دروازے پر ایک فرشتہ ندا دے رہا ہے! خوشی ہو اس کیلئے جس نے اس رات میں رکوع کیا' دوسرے دروازے پر ایک فرشتہ پکار رہا تھا

خوش ہواس کیلئے جس نے اس رات میں سجدہ کیا' تیسرے دروازے پر ایک فرشتہ کہہ رہا تھا خوشی ہواس کیلئے جس نے اس رات میں دعا کی' چوتھے دروازے پر ایک فرشتہ پکار رہا تھا خوشی ہواس کیلئے جو رات میں ذکر کرنے والے ہیں۔ میں نے پانچویں دروازے پر دیکھا ایک فرشتہ ندا دے رہا تھا خوشی ہوان کیلئے جو اس رات میں اللہ تعالیٰ کے ڈر سے روتے ہیں' چھٹے دروازے پر ایک فرشتہ پکار رہا تھا خوشی ہو اس رات میں تمام مسلمانوں کیلئے' ساتویں دروازے پر ایک فرشتہ کہہ رہا تھا کیا ہے کوئی مانگنے والا کہ اس کی حاجت کو آج کی مبارک رات میں پورا کیا جائے اور جنت کے آٹھویں دروازے پر ایک فرشتہ ندا دے رہا تھا' کیا ہے کوئی معافی کا طلب گار کہ اس کے گناہوں کو معاف کیا جائے اور اس کی آرزو پوری کی جائے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے پوچھا جبرائیل یہ دروازے کب تک کھلے رہیں گے؟ جبرائیل نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ طلوع فجر تک۔

شب برأت کی پانچ خصوصیات:

۱- ہر حکمت بھرے کام کا فیصلہ

۲- فضیلت عبادت: جیسا کہ حضور ﷺ نے فرمایا جس نے اس رات میں ایک سو رکعت نوافل ادا کئے اللہ تعالیٰ اس کی طرف ایک سو فرشتے بھیجتا ہے۔ تیس فرشتے اسے جنت کی خوشخبری دیتے ہیں۔ تیس فرشتے اسے جہنم کے عذاب سے بچاتے ہیں۔ تیس فرشتے اس سے دنیوی مصائب کو دور رکھتے ہیں اور دس فرشتے اسے شیطان کے مکروفریب سے بچاتے ہیں۔

۳- نزول رحمت: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس رات بنو کلب قبیلے کی بکریوں کے جسموں کے بالوں سے بھی زیادہ افراد امت پر رحمت فرماتے ہوئے ان کو بخش دیتا ہے۔

۴- حصول مغفرت: اس رات میں اللہ تعالیٰ تمام امت مسلمہ کی مغفرت فرماتا ہے البتہ کاہن' کینہ پرور' شرابی' ماں باپ کا نافرمان اور عادی زناکار اس رات بھی مغفرت حاصل نہیں کرسکتا۔

۵- اتمام شفاعت: اللہ تعالیٰ نے اس رات رسول اللہ ﷺ کو مکمل شفاعت کا اعزاز بخشا اور وہ یوں کہ آپ نے تیرہویں شب کو شفاعت کا سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے تیسرا حصہ عطا فرمایا۔ پھر سوال کیا تو چودھویں رات کو دو تہائی شفاعت مکمل کر دی اور پندرہویں رات کو پھر مزید سوال کیا تو مکمل شفاعت عطا فرما دی۔

(تفسیر کبیر جلد ۲۷ ص ۲۳۸)

شب برات کی عبادت

شب برات کی تمام رات عبادت میں یعنی نوافل، ذکر، تسبیح، درود و سلام، توبہ، استغفار، تلاوت قرآن پاک اور آخر میں تمام مسلمانوں کیلئے دعا کریں۔ نوافل اس طریقہ سے ادا کریں۔ سو رکعتیں جس میں ایک ہزار مرتبہ سورۃ اخلاص یعنی قل ھو اللہ مکمل سورۃ پڑھی جائے، یعنی ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد ۱۰ مرتبہ قل ھو اللہ ان نوافل کی بڑی فضیلت ہے۔ حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضور ﷺ کے ۳۰ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بیان کیا ہے کہ جو شخص یہ نماز شب برات کو ادا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف ۷۰ مرتبہ دیکھتا ہے اور ہر بار دیکھنے میں پڑھنے والے کی ۷۰ حاجتیں پوری فرماتا ہے۔ ان حاجتوں میں ادنیٰ حاجت اس کی مغفرت ہوتی ہے۔ اس نماز کا نام صلوٰۃ الخیر ہے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جو شب برات کو آٹھ رکعت نفل ایک نیت اور ایک سلام یعنی ۸ رکعتیں اکٹھی ادا کرے۔ ۲ رکعت پڑھنے کے بعد پھر کھڑے ہو جاتا ہے یہاں تک کہ آٹھ رکعت مکمل ہو جائیں۔ آٹھ رکعتیں پڑھنے کے بعد اس کا ثواب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی روح کو پہنچائے تو آپ فرماتی ہیں کہ میں اس وقت تک جنت میں قدم نہ رکھوں گی جب تک اس نماز کے پڑھنے والوں کو جنت میں بھجوا نہ دوں۔ ابن ماجہ کی حدیث میں حضور ﷺ نے فرمایا شب برات کو عبادت کرو اور دن کو روزہ رکھو۔ اسی رات قبرستان جا کر دعا کرنا بھی سنت ہے۔

تابعین کے سرخیل حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ جن کا شمار ان عظیم البرکات شخصیات میں ہوتا ہے جو مذکورہ بالا ارشادات کے مطابق زندگی گزارا کرتے تھے۔ جو پندرہویں

شعبان کو اپنے گھر سے نکلتے تو خوف خدا سے لرزہ براندام ہوتے' جب حال پوچھا جاتا تو انتہائی انکساری کے عالم میں کہتے کہ گناہوں پر نادم ہوں۔ شانِ خداوندی کے مطابق عمل نہیں کر پایا۔

کشت امید پہ ہے فضل خدا آج کی رات
ہر طرف چھائی ہے رحمت کی گھٹا آج کی رات
کس قدر جوش پہ ہے حق کی عطا آج کی رات
پائیں گے سارے طلب سے بھی سوا آج کی رات
مغفرت ڈھونڈتی پھرتی ہے گنہ گاروں کو
مہرباں کتنا ہے بندوں پہ خدا آج کی رات
کوئی محروم نہ رہ جائے زمین پر سائل
آسمانوں سے یہ آتی ہے صدا آج کی رات
کرم خاص سے مٹ جاتا ہے کلفت کا نشان
رحمت عام سے ملتی ہے جزا آج کی رات
ہم خطا کاروں پہ لطف اور فراواں کرنے
چرخ اول پہ اتر آیا خدا آج کی رات
آج کی رات نہ غفلت میں گزاری جائے
ربّ اکبر کی کرو حمد و ثنا آج کی رات

(ڈاکٹر خواجہ عابد نظامی)

ماہِ شعبان اور شاہِ جیلان

حضرت سیدنا غوث پاک رضی اللہ عنہ نے لفظ شعبان کے حروف کی بڑی خوبصورت توجیہ فرمائی ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ شین سے مراد شرف ہے۔ عین سے علو (بلندی) ہے۔ با سے بِرّ (نیکی) الف سے الفت اور نون سے نور (جس کا مطلب ہے اس مہینے میں اللہ کی عبادت کرنے والے کو یہ تمام نعمتیں نصیب ہوتی ہیں) (غنیۃ الطالبین ص ۳۴۳)

درۃ الناصحین میں ہے:

عن یحی بن معاذانه قال ان فی شعبان خمسه احرف یعطی بکل حرف عطیة للمومنین ''شعبان میں پانچ حروف ہیں اور ہر حرف کے بدلے مومنوں کے لئے خاص تحفہ ہے۔ بالشین الشرف والشفاعة وبالعین العزة وبالباء البر وبالالف الالفة وبالنون النور شین سے شرف وشفاعت۔ عین سے عزت۔ ب سے بھلائی۔ الف سے الفت اور نون سے نور اور روشنی۔

رجب لتطهیر البدن وشعبان لتطهیر القلب ورمضان لتطهیر الروح۔ رجب سے بدن پاک ہوتا ہے۔ شعبان دل کو صاف کرتا ہے اور رمضان سے روح کی صفائی ہوتی ہے۔ جس کا بدن صاف ہوا رجب میں اور دل شعبان میں تو روح صاف ہوئی رمضان میں۔ اگر بدن رجب میں اور قلب شعبان میں صاف نہ ہوا تو روح رمضان میں صاف نہیں ہو سکتی۔

زبدۃ الواعظین میں بعض حکماء کا قول نقل کیا گیا ہے۔ ان رجب الاستغفار من الذنوب وشعبان الاصلاح القلب من العیوب ورمضان لتنویر القلوب ولیلة القدر للتقریب الی اللّٰہ تعالٰی۔

رجب کا مہینہ گناہوں کی بخشش کا ہے۔ شعبان دل کے عیبوں کی اصلاح کا' رمضان دلوں میں روشنی اور نور پیدا کرنے کا مہینہ ہے اور لیلۃ القدر اللہ کے قرب خاص میں آنے کیلئے عطا ہوئی۔

روضۃ العلماء میں ہے کہ حضور ﷺ نے لوگوں سے سوال کیا۔ اتدرون لم سمی شعبان کیا تم جانتے ہو شعبان کو کس لئے شعبان کہا گیا ہے۔ عرض کیا اللہ ورسول اعلم فرمایا لانه یشعب وفیه خیر کثیر۔ اس لئے کہ یہ مہینہ بھلائیوں سے بھرپور ہے۔

شعبان کے مقدس مہینے میں ایک ایسی رات ہے کہ اس ایک رات میں اللہ تعالٰی آسمان کے ستاروں' دنیا کے شب روز' درختوں کے پتوں کی گنتی کے برابر اور پہاڑوں کے وزن کے برابر اور ریت کے ذروں کی تعداد کے برابر لوگوں کو جہنم سے آزاد فرماتا ہے۔

(ماثبت بالسنۃ)

ہم تو مائل بہ کرم ہیں......

عن علی رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اذا کانت لیلۃ النصف من شعبان فقو موا لیلھا وصو موا یومھا فان اللّٰہ تعالیٰ ینزل فیھا لغروب الشمس الی السماء الدنیا فیقول الامن مستغفر فاغفرلہ الامن مسترزق فارزقہ الامن مبتلی فاعافیہ الا کذا الا کذا حتی یطلع الفجر ۔

(ابن ماجہ۔مشکوۃ ص ۱۱۵)

حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ شعبان کی پندرہویں رات کو قیام (عبادت) کرو اور دن کو روزہ رکھو۔ بے شک اللہ تعالیٰ اس رات سورج کے غروب ہوتے ہی آسمان دنیا کی طرف اترتا (نزول اجلال فرماتا ہے۔ جیسا کہ اس کے شایان شان) ہے اور فرماتا ہے کون ہے بخشش کا طالب کہ میں اس کو بخشش دوں، کون ہے رزق (حلال) کا طلبگار کہ میں اس کو رزق دوں۔ کون ہے بیمار و مصیبت زدہ کہ میں اس کی مصیبت دور کروں۔ (اسی طرح) سے کون ہے ایسا ایسا (یعنی ایک ایک کر کے انسان کی حاجات و ضروریات کا نام لے لے کر بلایا جاتا ہے) یہاں تک کہ فجر ہو جاتی ہے۔

بخشش کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہے

عن عائشۃ رضی اللّٰہ عنھا قالت فقدت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ لیلۃ فاذا ھو بالبقیع فقال اکنت تخافین ان یحیف اللّٰہ علیک ورسولہ قلت یارسول اللّٰہ انی ظننت انک اتیت بعض نساءک فقال ان اللّٰہ تبارک وتعالیٰ ینزل لیلۃ النصف من شعبان الی السماء الدنیا فیغفر لاکثر من عدد شعر غنم کلب (ترمذی – ابن ماجہ) وفی روایۃ زین ممن استحق النار

(مشکوۃ ص ۱۱۴ و ص ۱۱۵)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک رات (پندرہ شعبان کی رات) میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پاس نہ پا کر جنت البقیع گئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہاں پر موجود تھے۔ آپ نے مجھے فرمایا کہ کیا تجھے خطرہ لاحق ہوا کہ اللہ اور اس کا رسول تیرے ساتھ انصاف نہ کرے گا (یعنی تیری باری میں کسی اور بیوی کے پاس چلا جاؤں) میں نے عرض کیا حضور! میرا گمان تھا کہ آپ شاید اپنی کسی بیوی کے ہاں ہوں گے۔ فرمایا! بے شک اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرھویں رات آسمان دنیا کی طرف (اپنی شان کے مطابق) نزول فرماتا ہے اور کلب قبیلہ کی بکریوں کے جسموں کے بالوں سے بھی زیادہ ان لوگوں کو جو دوزخ کے حقدار ہو چکے ہیں بخشش دیتا ہے۔

کلب قبیلے کا نام کیوں لیا؟

مرقاۃ میں ہے کہ کلب قبیلہ کا نام اس لئے لیا کہ ان کے پاس تمام عرب سے زیادہ بکریاں تھیں۔

سبحان اللہ ایک بکری کے جسم کے بال نہیں گنے جا سکتے تو جس قبیلے کی بکریاں ہی نہ گنی جا سکتی ہوں ان کے جسموں کے بالوں کی گنتی کا اندازہ خدا ہی کر سکتا ہے۔

آئی شب برات یہ ہے برکتوں کی رات
لطف و کرم کی رات ہے یہ رحمتوں کی رات
رب کی تجلیوں کا اجالا ہے چار سو
یہ قادر کریم کی ہے جلوتوں کی رات
ہر سو حسین اور معطر سماں ہے آج
کس درجہ مشک بیز ہے یہ نکہتوں رات
باران فضل ہوتا ہے اس شب کو ہر گھڑی
خوش بخت ہے جسے ملی یہ عظمتوں کی رات
جو چاہتے ہو تم کو کرے گا خدا عطا
اس کی عنایتوں کی ہے یہ نعمتوں کی رات

غم کا علاج آج کی شب دستیاب ہے
یہ جاں فزا ہیں ساعتیں، یہ فرحتوں کی رات
کر لو مرض کے واسطے رب سے دعا ابھی
یہ ہے شفا کی رات، یہ ہے راحتوں کی رات
دامن بڑھاؤ، مانگ لو خیرات مغفرت
اے عاصیو! ہے جلوہ نما رافتوں کی رات
آئے کمی نہ کوئی بھی صوم وصلوٰۃ میں
کرلو ریاضتیں کہ یہ ہے محنتوں کی رات
راضی کرو تمام جو ناراض تم سے ہیں
صلح وصفا کی رات ہے یہ قربتوں کی رات
اہل طلب کو خوش کرو داد ودہش سے تم
جود وسخا کی رات ہے، یہ خدمتوں کی رات
الیاس بخت خفتہ کو تو بھی جگا لے آج
یہ فیصلوں کی رات ہے، یہ قسمتوں کی رات

(قائمقام چیف جسٹس) محمد الیاس

شب برأت اور رحمتِ خداوندی

عن عائشة عن النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وسلم قال هل تدرین مافی هذه اللیلة یعنی لیلة النصف من شعبان قالت ما فیها یارسول اللّٰہ قال ففیها ان یکتب کل مولود بنی ادم فی هذه السنة وفیها ان یکتب کل هالك من بنی ادم فی هذه السنة وفیها ترفع اعمالهم وفیها ترزق ارزاقهم فقالت یارسول اللّٰہ مامن احدید خل الجنة الابرحمة اللّٰہ تعالٰی فقال مامن احد یدخل الجنة الابرحمة اللّٰہ تعالٰی ثلثا قلت ولا انت یارسول

اللّٰہ فوضع یدہ علی ہامتہ فقال ولا انا الا ان یتغمدنی اللّٰہ منہ برحمۃ یقولھا ثلث مرات (رواہ البیہقی فی الدعوات الکبیر۔ مشکوٰۃ ص ۱۱۵)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے مجھے فرمایا کیا تو جانتی ہے اس شعبان کی پندرہویں رات میں کیا ہے؟ میں نے عرض کیا! آپ ہی فرمائیں۔ فرمایا: جس جس بچے نے پورے سال میں پیدا ہونا ہوتا ہے۔ اس کا پیدا ہونا اس رات لکھ دیا جاتا ہے۔ جس نے پورے سال میں فوت ہونا ہو اس کی وفات اس رات لکھ دی جاتی ہے۔ لوگوں کے اعمال اس رات پیش کیے جاتے ہیں۔ اس رات میں ان کے رزق کے فیصلے ہوتے ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ کیا اللہ کی رحمت کے بغیر کوئی جنت میں نہ جاسکے گا۔ فرمایا ہاں۔ (تین مرتبہ اسی طرح فرمایا) میں نے عرض کیا۔ حضور! آپ بھی۔ پس آپ نے اپنا ہاتھ اپنے سر انور پر رکھا اور فرمایا۔ میں بھی ہاں مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت مجھے ڈھانپ لے گی۔ آپ نے تین بار یہی فرمایا۔

جناب رسالت مآب ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اس برگزیدہ رات میں یفتح فیھا ثلث مائۃ ابواب من الرحمۃ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر رحمت کے تین سو دروازے کھول دیتا ہے۔ (درۃ الناصحین)

شب بیداری کی فضیلت

(۱) حضور اکرم رسول اعظم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو اس شب کو بیدار رہے اس کا دل زندہ رہتا ہے۔

(۲) محمد بن عبداللہ زاہدی سے منقول ہے کہ میرا دوست ابوحفص الکبیر مرگیا۔ میں نے نماز جنازہ پڑھی لیکن اس کی قبر کو آٹھ ماہ تک نہ دیکھ سکا۔ پھر میں نے ارادہ کیا اس کی قبر دیکھنے کا۔ رات کو سویا۔ خواب میں اس کو مین نے دیکھا کہ اس کے چہرے کا رنگ بالکل زرد ہوگیا ہے۔ میں نے اسے سلام کیا لیکن اس نے میرے سلام کا جواب نہ دیا۔ میں نے کہا۔ سبحان اللہ تو نے میرے سلام کا جواب کیوں نہیں دیا تو اس نے کہا سلام کا جواب دینا عبادت ہے اور ہم عبادت نہیں کرسکتے۔ میں نے پوچھا تیرا رنگ کیوں بدل گیا

ہے حالانکہ تو تو حسین تھا۔ پس اس نے کہا کہ جب تم نے مجھے قبر میں رکھا ایک فرشتہ میرے سرہانے آ کر کھڑا ہو گیا اور آ کر کہا اے بوڑھے خبیث! اس نے میرے گناہوں اور بداعمالیوں کو گننا شروع کیا اور آتشیں گرز سے مجھے مارنا پیٹنا شروع کیا۔ پھر میری قبر نے مجھ سے کلام کیا اور کہا کیا تجھے میرے رب سے حیا نہیں آئی۔ اس کے بعد قبر نے مجھے بہت دبایا۔ یہاں تک کہ میری ہڈیاں ٹوٹ گئیں اور میرے جوڑ جدا جدا ہو گئے۔ اب تک میں اسی عذاب میں مبتلا رہا لیکن آج جب شعبان معظم کی پندرہ تاریخ ہوئی۔ ایک ندا کرنے والے نے کہا: اے فرشتے! اب عذاب و سزا دینی بند کر دے کیونکہ اس نے شعبان میں اس دن روزہ رکھا اور رات کو قیام کیا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے مجھ سے عذاب اٹھالیا۔ اس رات کی بیداری اور دن کے روزہ کی بدولت پھر مجھے جنت اور رحمت کی بشارت دی گئی۔ اسی لئے حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جن لوگوں نے دونوں عید کی راتوں اور شب برات میں بیداری کی تو ان کے دل مردہ نہیں ہوں گے۔

(زہرۃ الریاض)

شب برات، رحمت یزداں، غفلت کی نیند سونے والوں سے خطاب کرتی ہے

کس قدر تم پہ گراں صبح کی بیداری ہے
ہم سے کب پیار ہے ہاں نیند تمہیں پیاری ہے

حضرت عطا بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ شعبان معظم کی پندرہویں رات کو ملک الموت کے سپرد ایک دفتر کیا جاتا ہے کہ جن کے نام اس میں لکھے ہیں۔ ان کی ارواح کو قبض کرلو۔ انسان یہاں شادی نکاح کرنے اور مکان تعمیر کرنے میں مشغول ہوتا ہے۔ وان اسمه قد نسخ فی الموتی حالانکہ ان کا نام مردوں کی فہرست میں ہوتا ہے۔

سونے والے رب کو سجدہ کر کے سو
کیا خبر اٹھے نہ اٹھے صبح کو

اس رات کون کون نہیں بخشا جاتا

عن ابی موسیٰ الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن رسول اللہ

صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم قال ان اللّٰہ تعالیٰ لیطلع فی لیلۃ النصف من شعبان فیغفر لجمیع خلقہ الالمشرك او مشاحن (ابن ماجہ۔ احمد) وفی روایۃ الاثنین مشاحن وقاتل نفس

(مشکوٰۃ ص ۱۱۵)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرہویں رات نظر فرماتا ہے۔ (لیطلع ای یتجلی علی خلقہ بنظر الرحمۃ العامۃ) اور اپنی تمام مخلوق کو بخش دیتا ہے سوائے مشرک اور کینہ پرور کے ایک روایت میں ہے۔ سوائے دو کے ایک کینہ ور اور دوسرا کسی کو ناحق قتل کرنے والا۔

بعض روایات میں جادوگر' کاہن' زنا کا عادی' شرابی کا بھی ذکر ہے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ شعبان کی پندرہویں رات کو مکان سے نکل کر کثرت سے آسمان کی طرف دیکھتے اور فرماتے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے ایسی گھڑی میں گھر سے نکل کر آسمان کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ جو کوئی اس وقت مانگے اللہ تعالیٰ اسے عطا فرما دیتا ہے جو بخشش مانگے اسے بخش دیتا ہے۔ سوائے ان لوگوں کے ظالم چنگی والا' جادوگر' منجم' جابر حاکم' خفیہ پولیس کا آدمی (جو لوگوں کو ناحق ستاتا ہو) اوقاف کا کرایہ ظلماً وصول کرنے والا' جواری' ڈھولک' ستار' طنبور بجانے والا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی جب رجب کا مہینہ آتا تو یوں دعا کرتے اللھم بارك لنا فی رجب وشعبان وبلغنا رمضان۔

(مشکوٰۃ ص ۱۲۱)

اے اللہ ہمارے رجب اور شعبان میں برکت ڈال اور ہمیں رمضان تک پہنچا۔

ایک روایت میں ہے شعبان شھری ورمضان شھر اللّٰہ۔ شعبان میرا مہینہ ہے اور رمضان اللہ تعالیٰ کا مہینہ ہے۔

عقیدے کی بات

(اگرچہ ہر شے اللہ ہی کی ہے مگر حضور ﷺ کا شعبان کو اپنا مہینہ اور بالخصوص رمضان کو اللہ کا مہینہ قرار دینا اس میں بہت سارے مسائل کا حل ہے۔ مثلاً یہ کہ یہ بات اللہ تعالیٰ کی ملکیت کے خلاف نہیں کہ اللہ کی مملوکہ چیز کو عارضی طور پر اپنی ملکیت قرار دے دیا جائے اور نہ ہی اس سے اللہ تعالیٰ کی ملکیت کی نفی لازم آتی ہے۔ لہٰذا اگر یہ کہا جائے سارا جہاں حضور کا ہے تو کوئی حرج نہیں۔ جب ایک شئی ہو سکتی ہے تو ہر شئی بھی ہو سکتی ہے۔ اس سے شعبان المعظم کے مہینے کی خصوصی فضیلت کا بھی پتہ چلتا ہے۔ اس سے حضور ﷺ کا بارگاہ رب العزت میں مقام محبوبیت متعین ہوتا ہے۔ اسی موقع کے لئے اعلیٰ حضرت نے فرمایا۔

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
گویا محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا

حضور ﷺ کو اپنی امت کے ساتھ کس قدر محبت ہے کہ جس مہینے میں حضور ﷺ کی امت پر اللہ تعالیٰ خصوصی رحمت فرماتا ہے اس مہینے کو آپ اپنا مہینہ قرار دے رہے ہیں۔

دو نفل کا ثواب چار سو سال کی عبادت سے زیادہ

حضرت سیدنا عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک دن ایک پہاڑ پر سے گزر ہوا جس پر آپ نے ایک سنہری خوشنما پتھر دیکھا۔ جس کی کرنیں آفتاب کی طرح تھیں۔ کثرت آب وتاب سے اس پر نگاہ نہیں ٹھہرتی تھی۔ قدرت خدا کا مشاہدہ کر کے متعجب ہوئے۔ ارشاد ہوا اے عیسیٰ علیہ السلام کیا اس سے بھی بڑھ کر ہماری قدرت کے عجائبات دیکھنا چاہتے ہو۔ عرض کی ہاں۔ معاً وہ پتھر پھٹا اور دیکھا کہ اس کے اندر خوبصورت محرابی خلا ہے۔ جس میں ایک برگزیدہ شخصیت سبز عصا لئے عبادت الٰہی میں مشغول ہے۔ قریب ہی انگور کی بیل ہے۔ بزرگ نے عرض کیا: یہ میری روزانہ کی غذا ہے۔ آپ نے فرمایا اے بزرگ اس گوشہ تنہائی میں بغیر ریا وسمع کے کب سے عبادت کر رہے ہو۔ بزرگ نے کہا چار سو سال ہو گئے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ صمدیت میں عرض کی اے رب

العزت اس سے بھی افضل کوئی مخلوق ہے۔ ندائے باری تعالیٰ آئی۔ ہاں میرے محبوب ومطلوب سید المرسلین خاتم النبیین سیدنا احمد مجتبیٰ جناب محمد مصطفےٰ ﷺ کا جو امتی شب برات میں دو رکعت پڑھ لے گا وہ اس کی چار سو سال کی عبادت سے افضل ہوگا۔

(نزہتہ المجالس۔ روضتہ الاذکار)

؎ رحمت کی گھٹا آج جو گھنگھور اٹھی ہے
یارب یہ میری کشت تمنا پر بھی برسے

مذکورہ تمام احادیث کا مفاد کم از کم یہ ہے کہ حضور ﷺ چاہتے ہیں کہ میری امت یہ رات اللہ کی عبادت میں گزارے۔ سال کی دیگر راتوں کی طرح اس رات کو بھی غفلت میں ضائع نہ کرے۔

راتوں کو جاگ کر رب کی عبادت کرنا اللہ تعالیٰ کو کس قدر پسند ہے اس بارے میں چند اشارات ملاحظہ ہوں۔

رات کا جاگنا

؎ خفتن زیر زمیں بر تو قیامت آرد
پس ببالائے زمیں اے دل ہوشیار مخفت

جب زمین کے نیچے تیرا سو جانا تم پر قیامت لاتا ہے تو زمین کے اوپر غفلت کی نیند سو جانا کس قدر نقصان دہ ہوگا۔

؎ سونا ہی بن گئے ہیں نہ سونے سے اہل دل
سوتا ہوں اس لیے میں اک نوحہ گر کے پاس

اے غافل مسلمان! یہ بابرکت راتیں اور مبارک گھڑیاں روز روز نہیں آتیں۔ یہ تیری بخشش کا پیغام لے کر آتی ہیں ان کو غفلت میں نہ گزار رات کی تنہائیاں کو آباد کر' لوگ سو جائیں تو تو خدا کو یاد کر' مسلمان دن کا غازی رات کا نمازی' دن کا مجاہد رات کا متہجد ہوتا ہے۔ اس کی تو شان ہی یہ ہے الناس نیام وھم قیام۔ جب لوگ سوئے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے بندے جاگتے ہیں۔

غافلو! گر نیند میں یوں سوتے ہی رہو گے
جب نیند سے جاگو گے تو پھر روتے ہی رہو گے

ارشاد باری تعالیٰ ہے **والذین یبیتون لربھم سجدا و قیاما**۔ اللہ کے بندے تو وہ ہیں کہ جن کی راتیں سجدوں اور قیام میں بسر ہوتی ہیں۔

حضرت فاطمہ الزہرہ رضی اللہ عنہا کبھی ایک سجدے اور کبھی ایک رکوع میں پوری رات گزار دیتیں اور پھر بارگاہ خداوندی میں عرض کرتیں، یا اللہ ایک رات تو اتنی لمبی بنادے کہ میں دل کھول کر تیری عبادت کرسکوں۔

؎ شب غم کی وسعتوں کو کوئی اس کے دل سے پوچھے
تیرا نام لیتے لیتے جسے صبح ہوگئی ہو

جو اللہ تعالیٰ کے لئے رات کے اندھیروں میں اٹھ کر عاجزی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو دن کے اجالوں میں سربلند فرما دیتا ہے۔ **من تواضع للّٰہ فقد رفعہ اللّٰہ**۔

عجز کار انبیاء واولیاء است
عاجزی محبوب درگاہ خدا است

(رومی)

عاجزی تو نبیوں اور ولیوں کا شیوہ ہے اور اللہ کی بارگاہ میں مقبول ومحبوب ہے۔

حضرت سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

؎ دعا کن بشب چوں گدایاں بسوز
اگر میکنی بادشاہی بروز
کمر بستہ گردن کشاں بردرت
توبہ آستان عبادت سرت

(بوستان ص ۱۶)

رات کو رب کی بارگاہ میں گداؤں کی طرح گڑگڑا کر رو اگر دن کو بادشاہی کرنا چاہتا ہے۔ دنیا کے بڑے بڑے لوگ تیری چوکھٹ پہ جھکیں گے۔ اگر تو رب کی چوکھٹ پر جھکا

رہا۔

؎ جاگنا ہے جاگ لے افلاک کے سائے تلے
حشر تک سوتا رہے گا خاک کے سائے تلے

خوف خدا سے بھرپور ایک مجلس

اسرار الاولیاء میں حضرت شیخ بدر الدین اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی ایک مجلس جس میں آپ نے خوف خدا پر درس دیا کا ذکر اس طرح فرمایا ہے۔

فرمایا درویشو! خوف حق بے ادب بندوں کیلئے تازیانہ عبرت ہے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے ڈر سے نافرمانیوں سے باز آ جائیں اور راہ راست پر پختہ گام ہو جائیں۔ کلام پاک میں ارشاد ہوتا ہے۔ **الم یان للذین آمنو ان تخشع قلوبھم**۔ فرمایا۔ اے بندو! وقت آ گیا ہے کہ تمہارے دل ہمارے خوف سے نرم ہو جائیں۔ تم میں سے کوئی ہے جو ہمارے ساتھ صلح کر کے توبہ کرے اور ہم اس کی توبہ منظور فرمائیں۔

ایک بزرگ کا واقعہ

حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا۔ خوف عدل خداوندی سے ہے اور رجا (امید کرم) اس کے فضل سے ہے۔ خداوند کریم کے ہاں عزیز ترین انسان وہ ہیں جن کا مقام خوف و رجا کے درمیان ہے (بجوائے حدیث شریف **الایمان بین الخوف والرجا**) ایک بزرگ تھے جو چالیس سال خوف خداوندی سے روتے رہے اور جب موت کے ہولناک منظر کو یاد کرتے برگ بید کی طرح لرزہ براندام ہو جاتے۔ حتیٰ کہ بے ہوش ہو جاتے جب ہوش میں آتے یہ آیہ کریمہ پڑھتے:

ان الابرار لفی نعیم و ان الفجار لفی حجیم

(نیک لوگ بہشت نعیم میں ہوں گے اور بدکار لوگ دوزخ جحیم میں)۔

پھر نعرہ مارتے اور گر پڑتے۔ فرماتے مجھے خبر نہیں ان دو گروہوں میں میرا تعلق کس سے ہوگا اور مجھے کون سی صف میں کھڑا کریں گے۔ بعد ازاں جب اس بزرگ نے وصال

فرمایا۔ ارادت مندوں میں سے بعض نے ان کو خواب میں دیکھا تو پوچھا۔ حضرت! بارگاہ خداوندی میں آپ سے کیا سلوک کیا گیا؟ فرمایا۔ وہی سلوک جو دوستوں سے کیا جاتا ہے مگر جب مجھے عرش کے نیچے لے جایا گیا۔ حضرت باری عزاسمہ سے فرمان ہوا۔ اے درویش! تم اتنا گریہ کیوں کیا کرتے تھے۔ کیا تم نہ جانتے تھے کہ ہم غفار ہیں۔ میں نے عرض کی۔ مولا! تیری شان قہاری کے خوف سے روتا تھا۔ جب میں نے یہ عرض کیا' خطاب ہوا فرشتو! اس کے نامۂ اعمال میں جتنی عبادتیں ہیں قلم زن کردو اور فرمایا جاؤ۔ ہم نے تمہیں اس خوف کے صدقے بخش دیا۔

یحییٰ علیہ السلام اور خوفِ خدا

حضرت اقدس نے ایک اور واقعہ بیان فرمایا کہ سیدنا یحییٰ علیہ السلام بچپن ہی میں بہت زیادہ رویا کرتے تھے۔ ایک دن ایک پہاڑ کی چوٹی پر سر سجدہ میں رکھے ہوئے گریہ وزاری فرما رہے تھے۔ ان کی والدہ ماجدہ تلاش کرتی ہوئی وہاں پہنچ گئیں۔ دیکھا کہ رو رہے ہیں' شفقت سے ان کا سر اپنی گود میں رکھا۔ سیدنا یحییٰ علیہ السلام نے سمجھا کہ موت کا فرشتہ آ گیا ہے فرمایا تھوڑی دیر توقف کرو میں اپنی والدہ کی زیارت کر آؤں۔ جونہی سیدنا یحییٰ علیہ السلام نے یہ کہا۔ ان کی والدہ زور سے بول اٹھیں۔ اے ماں کی جان! میں موت کا فرشتہ نہیں ہوں' تیری ماں ہوں۔ آؤ میری آغوش میں آ جاؤ۔ یہ تھوڑا سا کھانا تمہارے لئے لائی ہوں۔ اٹھو اسے کھالو۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام والدہ ماجدہ کے حکم سے سرتابی نہ کر سکے۔ والدہ کے ساتھ گھر آ گئے۔ گھر آ کر انہوں نے پوچھا۔ یحییٰ بیٹے! تو ابھی بچہ ہے۔ گناہوں کی آلودگیوں سے تیرا وجود پاک وصاف ہے۔ پھر تو کس لئے اتنا گریہ کرتا رہتا ہے؟ اتنا رویا نہ کر۔ جب والدہ نے یہ بات کہی سیدنا یحییٰ علیہ السلام نے جواب دیا۔ امی جان! یہ صحیح ہے جو آپ فرما رہی ہیں۔ مگر قیامت کے دن اگر مجھے دوزخ کے شعلوں میں ڈالنے لگیں اور آپ دیکھ رہی ہوں۔ تو کیا آپ مجھے اس عذاب سے نجات دلا ئیں گی؟ والدہ نے جواب دیا۔ نہیں۔ فرمایا تو پھر امی جان آپ مجھے رونے اور خوف الٰہی سے نہ روکیں کہ آج مجھے اس کا چارہ کرنا چاہئے۔ تاکہ کل قیامت کو اس رسوائی سے بچا جا

سکے۔

انبیاء واولیاء خوف الٰہی سے لرزاں تھے

فرمایا۔ اے درویش! انبیائے علیہم السلام واولیائے کرام خدا کے خوف سے یوں نرم ہو جاتے جیسے سونا کٹھالی میں پگھلتا ہے کیونکہ عاقبت کار کی فکر ہر ایک کو رہتی ہے۔ بزرگان دین میں سے ایک بزرگ بنام عبداللہ خفیف چالیس سال تک رات کو نہ سوئے اور پہلوئے مبارک تک زمین پر نہ لگایا۔ خدا کے خوف سے اتنا روتے کہ آنسوؤں کے بکثرت بہنے کی وجہ سے رخساروں پر گوشت پوست نام کو باقی رہ گیا تھا۔ محویت اس قدر ہوتی کہ لوگ کہتے کہ ان کے رخساروں کے درمیان چڑیوں نے اپنا بسیرا کر لیا ہے۔ خدا کے خوف میں اس طرح حیران رہتے کہ ان کے آنے جانے کی خبر تک نہ ہوتی۔ وہ بزرگ جب قیامت اور قبر کے بارے میں گفتگو فرماتے تو بید کے پتے کی مانند لرزتے اور بے ہوش ہو کر ماہی بے آب کی مانند تڑپا کرتے۔ جب اپنے آپ کو سنبھال لیتے تو یہ آیہ کریمہ پڑھتے:

فریق فی الجنة و فریق فی السعیر

ایک گروہ جنت میں جائے گا اور ایک گروہ کا مقام دوزخ ہوگا۔

پھر روتے اور کہتے معلوم نہیں میرا مقام کون سے گروہ کے ساتھ ہوگا۔ آخری وقت تک اسی طرح زندگی گزاری۔ یہاں تک کہ انہوں نے وصال فرمایا۔

امام اعظم علیہ الرحمۃ اور خوفِ خدا

اسی طرح حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ تیس سال تک خواب استراحت سے کنارہ کش رہے۔ جب کبھی نیند کا غلبہ ہوتا تو حضرت بے ہوش ہو جاتے۔ جب سنبھلتے تو اپنے نفس سے فرماتے۔ اے نفس! تو نے حضرت باری جل وعلا کے شایان شان کوئی اطاعت نہ کی کہ قیامت کے دن نجات پا جاتا اور خدا کے پہچاننے کا حق ادا کرتا جیسا کہ چاہئے تھا۔ اے نفس! تو تو دنیا و آخرت میں ناکارہ رہا۔ اس طرح موصوف زندگی گزارنے پر افسوس کرتے اور روتے رہتے۔ قرآن کریم پڑھتے ہوئے جب آیات عذاب پر پہنچتے تو مدتوں

عالم تحیر میں یوں رہتے کہ مخلوق سے بے خبر۔ جب ہوش میں آتے تو فرماتے! قیامت کو اگر ابو حنیفہ رہا ہو گیا تو حیرانی والی بات ہو گی۔

خدا کا عاشق

فرمایا! ایک نیک و پارسا نوجوان خوف الٰہی سے اتنا ضعیف و نزار ہو گیا تھا کہ ہڈیوں کا ڈھانچہ نظر آتا تھا۔ جب رات پڑتی اپنے گلے میں رسی ڈال لیتا اور گھر کی چھت سے اپنے آپ کو باندھ لیتا۔ تمام شب گریہ وزاری میں گزار دیتا۔ جب سجدے میں سر رکھتا تو کہتا کہ میں نے بے اندازہ و بے حد گناہ کئے ہیں۔ اے اللہ! قیامت کے دن میرے گناہوں کو اگر خلق خدا کے سامنے پیش کرے گا۔ میں اپنا سیاہ منہ کس طرح ظاہر کرسکوں گا۔ ساری عمر اسی حال میں رہا، کبھی راتوں کو گریہ وزاری کرتے کرتے بے ہوش ہو جاتا اور جب ہوش میں آتا تو پھر ذکر شروع کر دیتا۔ اسے اپنے جسم و جان کی خبر تک نہ رہتی۔ اس بزرگ نوجوان نے اپنے آپ کو اس شدید محنت میں ڈال رکھا تھا۔ اینٹ کا تکیہ بنائے ہوئے تھا۔ جب اس کی رحلت کا وقت قریب آیا۔ اپنی بوڑھی والدہ کو پاس بلایا اور کہا امی جان! جس وقت میری روح و جسم کا تعلق ختم ہو۔ ایک رسی لے کر میری گردن میں ڈالنا اور گھر کے چاروں طرف گھسیٹنا اور کہنا کہ یہ وہ شخص ہے جو اپنے خدا کے حضور سے بھاگتا تھا۔ ایسے شخص کی یہی سزا ہوتی ہے۔ دوسرا میرا جنازہ رات کے وقت باہر نکالنے دینا کیونکہ جو شخص دیکھے گا میرے گناہوں پر افسوس کرے گا۔ تیسرا یہ کہ جب قبر میں رکھا جاؤں تو میرے پاس ٹھہرنا اور میری قبر کو تنہا نہ چھوڑنا کہ مبادا مجھے عذاب دینا شروع کر دیں۔ ممکن ہے آپ کے قدموں کی برکت اور سینے کی دردمند آہوں سے میری بخشش کا سامان ہو جائے۔ یہ وصیت کی اور وصال پا گیا۔ اس کی ماں حسب وصیت گردن میں رسی ڈالنے لگی۔ گھر کے کونے سے آواز آئی۔ اے خاتون! عاشق اپنے محبوب کی بارگاہ میں پہنچ گیا۔ اس جوان سے ہاتھ روک لے۔ اس کی گردن میں رسی ڈالنے کی بے ادبی نہ کرنا کہ وہ تو ہمارے عاشقوں میں سے تھا اور خدا کے اولیاء کے ساتھ وصال کے بعد ایسا سلوک کون کرسکتا ہے؟ اس کو چھوڑ دے کہ یہ ہمارا ولی ہے ہم نے اس کی مغفرت فرما دی۔

حضرت حسن بصری علیہ الرحمۃ اور خوفِ خدا

خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ بھی خوف خدا سے بہت گریہ کیا کرتے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا کہ پانی کی ندیاں آنکھوں سے بہہ رہی ہیں۔ ایک دفعہ حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا کا گزران کے بالاخانہ کے نیچے سے ہوا۔ رونے کی آواز سنی تو اوپر گئیں اور پوچھا حسن! کیا بات ہے آپ اس قدر کیوں رو رہے ہیں؟ فرمایا: خداوند تعالیٰ کے خوف سے رو رہا ہوں۔ معلوم نہیں قیامت کو کس گروہ میں حشر فرمائے گا۔

خوف خدا اور ایک سیّد زادہ

اے درویش! رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے حدیث شریف میں ارشاد فرمایا ہے جس میں خوف خدا نہیں۔ وہ مسلمان نہیں۔ کیونکہ مسلمان وہ ہے جس کے دل میں خدا کا خوف غالب ہو۔ فرمایا: ایک دفعہ خواجہ منصور عماد ایک محلّہ میں سے گزر رہے تھے۔ ایک گھر سے گریہ کی آواز آ رہی تھی۔ کوئی شخص کہہ رہا تھا۔ اے اللہ! میں نے بہت گناہ کیے نہ جانے کل قیامت کے دن میرا کیا حال ہوگا۔ منصور عماد نے جب یہ سنا دروازے کے قریب ہو گئے۔ اپنا منہ دروازے کے شگاف کے قریب کرتے ہوئے رو کر یہ آیۂ مبارکہ پڑھی:

یاایھا الذین امنوا قوا انفسکم واھلیکم نارًا وقودھا الناس والحجارۃ ۔ علیھا ملائکۃٌ غلاظ شدادٌ لایعصون اللّٰہ ما امرھم ویفعلون ما یؤمرون ٥

یعنی اے ایمان والو! بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس دوزخ سے جس دوزخ کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے۔ اس پر سخت دل شدید قسم کے فرشتے نگران ہوں گے جو اللہ کے امر کی نافرمانی نہیں کریں گے۔ جو انہیں حکم دیا جائے گا اس کی تعمیل کریں گے۔

خواجہ منصور فرماتے ہیں جونہی میں نے یہ آیت پڑھی میں نے شگاف در پر کان لگا دیئے۔ تھوڑی دیر تک کوئی آواز نہ آئی۔ پھر ایک چیخ کی آواز آئی اور اندر کسی نے تڑپنا شروع کر دیا۔ کچھ دیر کے بعد خاموشی طاری ہو گئی اور میں وہاں سے آگے گزر گیا۔ جب

دن ہوا۔ پھر میں اس گھر پہنچا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک جنازہ پڑا ہوا ہے۔ آگے بڑھا تا کہ معلوم کروں یہ گھر کس کا ہے۔ ایک بوڑھی عورت روتی ہوئی باہر نکلی۔ میں نے لوگوں سے پوچھا کہ متوفی اس خاتون کا کیا لگتا تھا۔ انہوں نے کہا۔ اس کا بیٹا تھا۔ بڑا پرہیزگار تھا۔ رات کو نماز پڑھتا تھا اور دن کو روزے رکھتا تھا۔ سیدزادہ تھا۔ وقت سحر اپنے رب کے حضور مناجات کر رہا تھا اور رو رہا تھا۔ ایک آدمی دروازے کے سامنے سے گزرا۔ اس نے قرآن کی ایک آیت اس کے دروازے کے سامنے پڑھی۔ جونہی قرآن کی آواز اس کے کان میں پڑی زمین پر اس طرح گرا کہ جان دیدی۔ خواجہ منصور عماد نے افسوس کیا اور کہا کہ اسے میں نے مار ڈالا اور اس کی نماز جنازہ میں شرکت کی۔

یہ واقعہ بیان کر کے حضرت پر حالت گریہ طاری ہوگئی اور بے خبری کے عالم میں ایک شبانہ روز یونہی گزر گئے۔ پھر حالت سنبھالی۔ حضرت اقدس ہوش میں آئے تو فرمایا! اے درویش! خواجہ عبداللہ تستری اللہ تعالیٰ کے خوف سے چالیس سال تک گریہ کناں رہے۔ اس عرصے میں لوگوں نے کبھی انہیں حالت گریہ کے بغیر نہ دیکھا۔ ایک دفعہ لوگوں نے آپ سے سوال کیا۔ کہ خواجہ! آپ کسی وقت بھی حالت گریہ سے خالی نہیں ہوتے۔ اس کا کیا سبب ہے؟ فرمایا عزیزو! جب قیامت کا ہولناک اور پریشان کن سماں نظروں کے سامنے آتا ہے کہ اس دن ماں باپ بیٹوں کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھیں گے اور فرزند ماں باپ کی پرواہ نہ کریں گے۔ باپ بیٹے سے گریزاں ہوگا اور بیٹا باپ سے۔ بھائی بھائی سے نفور اور مسلمان ایک دوسرے سے بے نیاز ہوں گے۔ جس شخص کو ایسے دن کا سامنا ہو اور اسے یہ علم نہ ہو کہ اس کا انجام کیا ہوگا۔ اسے نیند اور چین آ سکتا ہے؟ بڑا سنگدل ہے وہ انسان جو اس دن کے خوف سے لرزتا نہیں۔ اس بات کی فکر نہیں کرتا کہ اس کے ساتھ کیا بیتے گی۔

قیامت کے دن اولیاء اللہ بے خوف و بے غم ہوں گے

رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن تمام لوگ ڈرتے روتے ہوئے اٹھیں گے۔ سوائے اولیاء اللہ کے کیونکہ وہ دنیا میں خوف خداوندی سے گریہ وزاری کرتے رہے

ہیں۔ عقبیٰ میں ہنستے مسکراتے ہوئے قبروں سے تشریف لائیں گے۔

حضرت کی زبان حق نشان سے پھر ارشاد ہوا۔ خواجہ کائنات ﷺ کو حق تعالیٰ نے اپنا حبیب کہا۔ اس عظمت شان کے باوجود جب خوف حق کا جذبہ غالب آتا اتنے محو ہو جاتے کہ نہ دن کو دن سمجھتے اور نہ رات کو رات۔ راتوں کو نمازوں میں اتنا قیام فرمایا کرتے کہ قدم مبارک پھٹ جاتے اور خون جاری ہو جاتا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس بارے میں سوال کیا تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اے صحابہ! اگر قیامت کے دن (حق تعالیٰ جل شانہ نے) مجھے اور میرے بھائی حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام کو دوزخ میں ڈال دیا تو یہ عدل ہوگا۔ ظلم نہ ہوگا۔ کیونکہ تمام کائنات کا مالک وہی مالک الملک ہے پس جو ہستی اپنے ملک میں تصرف کرتی ہے اسے ظالم نہیں کہا جاتا۔ ظلم تو یہ ہوتا ہے کہ کسی غیر کی ملک میں تصرف کیا جائے۔

فرمایا میرے بھائی شیخ نجیب الدین متوکل بڑے شاغل وذاکر بزرگ ہیں۔ میں نے اپنے سیر وسفر میں اتنا عابد وشاغل انسان نہیں دیکھا۔ ان پر جب غلبۂ خوف الٰہی ہوتا ہے تو انہیں یہ بھول جاتا ہے کہ آج کون سا دن، مہینہ اور سال ہے۔ ایک عجیب عالم حیرت طاری ہو جاتا ہے۔

خوف کے درجے

اے درویش! جذبۂ خوف خدا کے تین درجے ہیں۔ اول: کم کھانا یعنی روزہ رکھنا۔ دوم: کم بولنا یعنی زیادہ تر نماز پڑھنا۔ سوم: کم سونا یعنی زیادہ وقت ذکر الٰہی میں گزارنا۔ پس جس شخص کو یہ صفات میسر نہیں اسے خائف نہیں کہا جا سکتا۔ اسی طرح ایمان کے لئے بھی تین چیزوں کی ضرورت ہے۔ اول: خوف، دوم: رجاء، سوم: محبت، دل میں خوف خدا کا ہونا انسان کو گناہ کے ترک کر دینے پر مجبور کر دیتا ہے تاکہ دوزخ کے عذاب سے نجات پا جائے۔ انسان کے دل میں رجاء (امید رحمت) کا موجود ہونا اسے اطاعت خداوندی کی راہ دکھاتا ہے تاکہ وہ بہشت میں مقام حاصل کرے۔ خدائے کریم کے ہاں قدر ومنزلت پائے اور درجات علیا پر سرفراز ہو اور محبت انسان کو منہیات اور مکروہات سے پرہیز دلاتی

ہے تاکہ اس محبوب کی رضا و خوشنودی کی دولت بے پایاں سے بہرہ ور ہو۔

ماہ شعبان اور شب برات کے روزوں کی اہمیت

(۱) حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سوائے رمضان کے کسی مہینہ میں شعبان سے زیادہ روزے نہ رکھتے تھے۔

(۲) من صام ثلاثة ایام من اول شعبان وثلاثة من اوسطه وثلاثة من اجره کان کمن عبدالله تعالیٰ سبعین عاما وان مات تلك السنة مات شهیدا (درۃ الناصحین)

جس نے تین روزے شعبان کے شروع میں، تین روزے شعبان کے درمیان اور تین شعبان کے آخری حصے میں رکھے وہ اس طرح ہے گویا اس نے ستر برس عبادت کی اور اگر اس سال مر گیا تو شہید ہوگا۔

(۳) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ شعبان میں کسی دن روزہ رکھنے کا ثواب یہ ہے کہ آتش دوزخ اس پر حرام ہوتی ہے اور جنت میں جناب یوسف اور حضرت ایوب علیہما السلام کی زیارت و رفاقت نصیب ہوئی۔

(۴) حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے عرض کیا گیا کہ شعبان سے زیادہ کسی مہینے میں ہم نے (بجز رمضان) آپ کو روزہ رکھتے نہیں دیکھا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ مہینہ رجب اور رمضان کے درمیان ہے۔ لوگ اس سے غافل ہیں اس میں اعمال اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہوتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ میرے عمل روزے کی حالت میں پیش ہوں۔

(۵) ایک عورت رجب میں بہت روزے رکھتی تھی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اگر تجھ کو مہینے کے (نفلی) روزے رکھنے ہی ہیں تو شعبان کے روزے رکھا کر اس میں فضیلت زیادہ ہے۔

(۶) حضور اکرم سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ماہ شعبان کے روزے رکھ کر اپنے بدن کو رمضان کے واسطے پاک کرلو۔ جو کوئی مومن شعبان کی کسی تاریخ کو تین روزے

رکھے تو اللہ تعالیٰ اس کے پہلے گناہ بخش دیتا ہے اور اس کے رزق میں برکت ہوتی ہے۔(نزہتہ المجالس)

(۷) حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا فقوموا لیلہا ۔ وصوموا نہارھا۔ شب برات کو قیام کرو اور پندرھویں کو روزہ رکھو۔

چھیڑ کے ساز لاالہ دھر پہ چھا گیا کوئی
سارا جہاں تھا محو خواب آ کر جگا گیا کوئی

شب برأت کے تقریری نکات

☆ ارشاد باری تعالیٰ ہے فیھا یفرق کل امر حکیم اس رات میں ہر حکمت والا کام جدا کیا جاتا ہے۔ بتایا نہیں جاتا کہ بیماری آئے گی یا تندرستی، رزق میں وسعت آئے گی یا تنگی تا کہ انسان اس رات خوب رو رو کر دعا کرے کہ مولیٰ! کہیں میرے خلاف کوئی فیصلہ اس رات میں نہ ہو جائے۔ اور جب رو رو کر دعا کرے گا تو اگر فیصلہ خلاف بھی ہونا تھا تو حق میں ہو جائے گا کیونکہ جو لکھ سکتا ہے وہ مٹا بھی سکتا ہے۔

یمحو الله مایشاء ویثبت۔ وہ مٹاتا بھی ہے اور قائم بھی رکھتا ہے۔

اور جدا کرنے کی بات کر کے بتا دیا کہ میں تو دیتا ہی رہوں گا کچھ تو بھی مانگ کیونکہ جو نعمت مانگے بغیر مل جائے اس کی قدر تھوڑی ہوتی ہے۔ فرمایا:

وعنده علم الكتب ۔ وعنده ام الكتب

کتاب بھی میرے پاس ہے (قلم بھی میرے پاس ہے) علم بھی میرے پاس ہے تو مجھے راضی کر لے تو تیرے ساتھ معاملہ تیری مرضی کے مطابق بھی ہو سکتا ہے۔

خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

☆ علامہ اقبال کہتے ہیں

لوح بھی تو قلم بھی تو تیرا وجود الکتاب

یعنی حضور ہی سب کچھ ہیں۔ ان کو راضی کر لو تو خدا بھی راضی اور وہ محبوب خدا آج راضی تب ہوں گے جب آج کی رات وہی کام کرو گے جو آپ نے کیے۔ حضور علیہ

السلام اس رات قبرستان تشریف لے گئے۔ اس میں زیادہ قبور کی سنت کے ساتھ ساتھ موت کو خوب یاد کرنے کا بھی اشارہ ہے کیونکہ اس رات موت وحیات کے فیصلے بھی ہوتے ہیں۔ کیا معلوم کس کی زندگی کا پتا اس رات کٹ جائے۔

لہٰذا اے بندے اس رات مجھ سے خوب مانگ اور صرف اس رات میں نہیں بلکہ اس رات کی دعاؤں کا صدقہ سال کی ہر رات مانگنے والا ہو جا اور جو اس رات ملے سال کی ہر رات اس ملنے پر اپنے رب کا شکر ادا کرتا رہ۔ کیونکہ سوالی پہلے مانگتا ہے اور مل جانے پر بھی دعائیں دیکر شکر ادا کرتا ہے۔ اللہ ہر وقت دیتا ہے مگر ہر رات مانگنے پر دیتا ہے اور اس رات بلا بلا کر دیتا ہے۔ اگر کوئی سویا رہے اور کہے ہمیں تو کچھ نہیں ملا تو اس کو یہی کہا جائے گا کچھ لینا ہے تو بستر پہ نہیں بلکہ مصلے پر ملے گا کیونکہ پیاسا ہی کنویں کے پاس چل کر جائے گا نہ کہ کنویں پیاسے کے پاس۔ اللہ تو اس ایک رات میں پورے سال کا رزق بانٹ رہا ہے۔ اگر تو دامن ہی نہ پھیلائے تو تیرا اپنا ہی قصور ہے۔

ے ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں
راہ دکھلائیں کسے راہ روِ منزل ملی نہیں

☆ حضور علیہ السلام کی امت کتنی خوش نصیب ہے کہ دوسری امتوں کے لئے جبرائیل عذاب لے کر اترتے تھے مگر حضور کی امت کیلئے حضور کی وجہ سے خوشخبریاں لے کر اترتے ہیں۔ کبھی رمضان دیا جا رہا ہے کبھی لیلۃ القدر اور کبھی شب برات' خدا کو معلوم تھا کہ اس امت میں بڑے بڑے پاپی بھی ہوں گے جو برکت والی گھڑیوں میں زیادہ گناہ کریں گے۔ آگے پیچھے تین شو اور عید' جمعہ اور شب برأت کو پانچ پانچ شو دیکھیں گے لیکن اس کے باوجود بھی اگر آج کی رات مجھ سے صلح کرلیں گے تو ان کی بات بن جائے گی۔ جو رات آگ بجھانے کی رات ہے ہم اس مبارک رات میں آتش پرستوں کی موافقت میں آگ جلانے کا کام کرتے ہیں۔

ے خدائی رات ہو اور انجمن میں آگ لگے
الٰہی رسم ورواج وطن کو آگ لگے

آتش بازی کی رسمِ بد

آتش بازی، پٹاخے، ہوائی فائرنگ وغیرہ لہو ولعب میں مشغول ہونا اور بچوں کو اس قسم کی واہیات اشیاء خرید کر دینا شرعاً قطعاً ناروا ہے۔ آتش بازی میں پیسہ ضائع ہوتا ہے۔ وقت خراب ہوتا ہے۔ قوم کے بچے کھیل کود کے عادی ہو جاتے ہیں۔ خصوصاً اس خدائی رات میں آتش بازی کرنا نہایت بدنصیبی ہے۔ سوائے ہندوستان کے یہ رسم بد کہیں نہیں پائی جاتی۔ غالباً یہ رسم آتش پرستوں کی ایجاد کردہ ہے۔ ان کے دیکھا دیکھی تمام مسلمان اس میں مبتلا ہو گئے۔ لہٰذا تمام مسلمانوں پر لازم ہے کہ آتش بازی جیسی لعنت اور بدعت شنیعہ بالکل مٹا دیں۔ مسلمان آگ جلانے کیلئے نہیں بلکہ آگ بجھانے کیلئے آئے ہیں۔ مگر ہائے افسوس کہ

بگڑا ہی جارہا ہے ہمارا معاشرہ
کس سمت جارہا ہے ہمارا معاشرہ
سود و شراب وجوا وقتل و زنا فساد
کیا رنگ لارہا ہے ہمارا معاشرہ

شبِ برأت کا پروگرام

مسلمانوں کیلئے تو اس رات کا پروگرام کچھ اس طرح ہونا چاہئے کہ ساری رات نوافل، قرآن شریف، ذکر خدا، درود شریف اور دعائیں پڑھتے رہیں۔ صبح کو روزہ رکھیں۔ ہمیں چاہئے کہ اس رات خدا کی رحمتوں اور برکتوں کا استقبال اطاعت وعبادت، استغفار واذکار کے ساتھ کریں۔ ساری رات نوافل، قرآن شریف اور درود شریف میں مشغول رہیں۔ مجالس ذکر وفکر منعقد کریں۔ مسلمانوں کی بہتری کیلئے دعائیں کریں، تمام اہل اسلام کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں، پندرہویں دن کا روزہ رکھیں، صدقات وخیرات کریں اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کریں۔

؎ رحم کر اپنے نہ آئین کرم کو بھول جا
ہم تجھے بھولے ہیں لیکن تو نہ ہم کو بھول جا

شب قدر کو چھپا دینا اور شب برأت کو ظاہر فرما دینا

اللہ تعالیٰ نے شب قدر کو مخفی رکھا تو یہ بھی اس کا کرم ہے تا کہ رمضان کی تمام راتوں کو عبادت کر کے اس مہینے کی ساری برکات حاصل کر سکیں اور شب برات کو ظاہر کر دیا تا کہ مسلسل دو ماہ عبادات کر کے اکتا نہ جائیں۔ سارے سال کی راتیں اپنی مرضی سے گزارتے ہو ایک رات رب کی مرضی سے گزار لو کیونکہ یہ رات چھٹکارے کی رات ہے۔ خلاصی اور نجات کی رات ہے' آزادی اور توبہ کی رات ہے' کس سے آزادی؟ دوزخ سے' کس سے چھٹکارا؟ پریشانیوں سے' کس سے نجات؟ اللہ کے عذاب سے۔

کھلی آفر

کھلی آفر ہے **ھل من مستغفر فاغفر لہ**۔ اگر کوئی حاکم اعلان کر دے کہ جو مجرم فلاں رات فلاں جگہ یہ فلاں کام کرتے ہوئے گزارے گا اس کے تمام مقدمات واپس' حالانکہ حاکم جھوٹ بھی بول سکتا ہے وعدہ پورا کرنے میں اس کو کوئی مجبوری بھی ہو سکتی ہے مگر پھر بھی ہر مجرم ایسا کرنے پر تیار ہو جائے گا ور وہ اللہ' جس کی بات جھوٹی نہیں ہو سکتی۔ **ومن اصدق من اللہ حدیثا**۔ جس کا قول کچا نہیں ہو سکتا **ومن اصدق من اللہ قیلا**۔ جو وعدہ خلافی نہیں کر سکتا۔ **ان اللہ لا یخلف المیعاد**۔ جس کو کوئی مجبوری نہیں۔ **ان اللہ علی کل شیء قدیر**۔ وہ اعلان عام کرے کہ مانگ لو مجھ سے جو مانگنا ہے اور ہم نیچے سے گولے چلائیں جو کہ دشمن خدا فرعون کا کام تھا تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ ہمیں تیری رحمت کی کوئی ضرورت نہیں۔ **استغفر اللہ العظیم**۔

چاہیے تو یہ کہ اگر اس بابرکت رات کو اللہ کی طرف سے یہ اعلان ہو کہ

ساری راتیں رحمت رب دی کرے بلند آواز
بخشش منگن والیاں کارن کھلا اے دروازہ

تو ہماری طرف سے بھی اس طرح کا رویہ ہونا چاہیے کہ

فضل تیرے دی آس کریماں ہور امید نہ کوئی
صدقہ اپنے پاک نبی دا بخش خطا جو ہوئی

یہی اس کی رحمت کا تقاضا ہے۔ یہی اس کے محبوب کا آوازہ ہے اور یہی ہمارے باپ آدم علیہ السلام کی توبہ کی قبولیت کا دروازہ ہے۔

اللهم انی اسئلك بحق محمد ان تغفرلی

؎ چہ می بینی تماشاہائے بازاز
دل خود سوئے حق باز آر و باز آر

کس قدر خوش نصیب ہیں یہ مبارک راتیں کہ جن کو ہمارے آقا ﷺ تلاش کر کر کے ان میں عبادت کرتے رہے اور ہمیں نجات کی راہیں بتاتے رہے اور کتنا بدنصیب ہے وہ امتی کہ جس کو ان راتوں کی قدر نہیں ہے۔ ایسے امتی کو اپنا کردار بھی دیکھنا چاہئے اور اپنے نبی کے طریقے پر بھی غور کرنا چاہئے کہ وہ کس طرح ہماری بخشش کے لئے بے چین ہو رہے ہیں۔

؎ وہ حسین کیا جو فتنہ اٹھا کے چلے
حسین تم ہو جو فتنے مٹا کے چلے

(مفتی اعظم ہند مصطفیٰ رضا خان رحمۃ اللہ علیہ)

اپنے اندر احساس گناہ پیدا کرو

ہم لوگ کیا کیا کر گزرتے ہیں مگر احساس ندامت تک نہیں ہوتا لیکن اسی زمین پر ایسے لوگ بھی ہو گزرے ہیں کہ حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ میں بغداد میں ایک درویش کے پاس تھا۔ وہ درویش یاد خدا میں بیش از حد مشغول تھے اور صاحب نعمت تھے۔ ایک دفعہ نماز جمعہ کے لئے باہر تشریف لائے۔ ان کی نظر ایک عورت پر پڑ گئی۔ فوراً دونوں ہاتھ اپنی آنکھوں پر رکھ لئے اور کہا "یا غفور یا غفور"۔ جب نماز جمعہ سے واپس گھر آئے تو دونوں ہاتھ دعا کیلئے اٹھا لئے اور کہا میرے اللہ! جن آنکھوں نے تیرے دیدار کا شرف حاصل کیا ہے۔ مولا انہیں غیر کے دیکھنے کی توفیق نہ دے۔ ابھی یہی عرض کیا تھا کہ دونوں آنکھوں سے نابینا ہو گئے۔ دو رکعت نماز شکرانہ ادا کی اور بیٹھ گئے۔ اس وقت حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ کی مبارک آنکھیں نمناک ہو گئیں اور فرمایا وہ انسان کتنا کوتاہ نظر ہے جو

محبوب کے علاوہ کسی اور کو دیکھتا ہے۔ پھر یہ بیت زبان مبارک پر جاری ہوا۔

چشمے کہ دررخ تو بیند روا مدار
جز درجمال تو کہ دگر سو نظر کند

وہ آنکھ جس نے تیرے رخ انور کا دیدار کیا ہے پھر اسے دوسری طرف نظر کرنے کی توفیق نہ دے۔ اس کے بعد چند دن نہ گزرے تھے کہ اچانک کوئی ایسی بات ان کے کانوں میں آئی جو سننے کے لائق نہ تھی۔ کانوں میں انگلیاں کر لیں اور عرض کی۔ میرے اللہ! تیرے نام کے سوا کچھ اور سننے والے کان بہرے ہو جائیں۔ فوراً قوت سماعت جاتی رہی۔ اٹھے وضو کیا' دوگانہ پڑھا اور کہا۔ اب میں اس دنیا سے ایمان کی سلامتی کے ساتھ جا سکوں گا جبکہ ان دونوں چیزوں سے محروم ہو گیا ہوں۔ حضرت کی زبان مبارک پر یہ بیت جاری ہوا۔

گوشے کہ جز بنام تو اے دوست بشنود
کہ باد چوں بہر سخنے گوش بر کند

یہ کان اگر تیرے نام کے سوا کسی اور بات کو سننے کیلئے کھڑے ہوں تو بہرے ہو جائیں۔ جب حضرت اقدس نے یہ حکایت پوری کی تو رو پڑے اور فرمایا

چہ نیکو بود وقت مردن اگر سلامت برم رخت ایماں بگور

کتنا اچھا ہو اگر موت کے وقت میں متاع ایمان قبر تک سلامتی کے ساتھ لے جاؤں۔ یہ شعر پڑھتے جاتے تھے اور آسمان کی طرف رخ کر کے کہتے اے اللہ! اس فقیر کی آرزو یہی ہے کہ اس دنیا سے سلامتی ایمان کے ساتھ جانا ہو۔ (اسرار الاولیاء)

☆ اس بابرکت رات خدا کی رحمت جوش میں ہوتی ہے ہو سکتا ہے کوئی گناہ کر کے آ رہا ہو اور ذکر خدا کی محفل کے پاس سے گزر جائے تو اس کی نجات ہو جائے۔ اور ایسا اس لئے ہے کہ اللہ کی رحمت اس رات خود گناہ گاروں کو تلاش کرتی پھر رہی ہوتی ہے۔

اوروں کا ہے پیام اور میرا پیام اور ہے
عشق کے درد مند کا طرز کلام اور ہے

طائر زید بام کے نالے تو سن چکے ہو تم
یہ بھی سنو کہ نالہ طائر بام اور ہے

اس موضوع کو حضرت سیدنا غوث اعظم ﷜ کی چند دعاؤں پر ختم کیا جاتا ہے جنہوں نے غنیۃ الطالبین میں شب برات کی عظمتوں اور فضیلتوں کو نہایت ہی عالمانہ' صوفیانہ اور بزرگانہ انداز میں بیان فرمایا۔

اللهم يا اول الاولين و آخر الاخرين وياذا القوة المتين وياراحم المساكين وياارحم الراحمين انت رب العالمين بحاء الرحمة وميم الملك ودال الدوام يا من احون قاف آدم حم هاء آمين .
اللهم انى اسالك بمقاعد العز من عرشك وبمنتهى الرحمة من كتابك وباسمك الاعلى ومجدك الاثنى واشراق نور وجهك الاجل الاجلى وبفضلك الكريم وجودك العميم وبكلماتك التامات التى لا يجاوز هن بار ولا فاحر يا اكرم الاكرمين يا بارئ يا جواد يا رحمٰن يا رحيم يا مغيث يا كفيل يا رقيب يا حسيب يا جليل اسالك ان تصلى وتسلم على سيدنا محمد و على آله وصحبه وسلم وان تغفر لى وترحمنى وترزقنى فانك خير الرازقين اللهم ارزقنى خير الصباح وخير المساء وخير القدر وخير ماجرى به القلم اللهم انى اصبحت لا استطيع دفع ما اجتنى ولا املك نفع ما ارجو واصبح الامر بيدك واصبحت مرتهنا بعملى فلا فقير افقر منى ولا غنى اغنى منك يا حى يا قيوم برحمتك استغيث الهى لا تشمت بى عدوى ولا تسئ بى صديقى ولا تجعل الدنيا اكبر همى ولا مبلغ علمى ولا تسلط على من لا يرحمنى اللهم ارزقنى رزقا طالبا غير مطلوب غالبا غير مغلوب .

اللهم ربنا انزل علينا مائدة من السماء تكون عيدًا لاولنا وآخرنا وآية منك ورزقنا وانت خير الرازقين

اللهم ان كان رزقي في السماء فانزله وان كان في الارض فاخرجه وان كان معدوما فاوجده وان كان موجودا فاثبته وان كان بعيدا فقربه وان كان قريبا فسهله وان كان كثيرا فثبته وان لم يكن شيئا فكونه وانقله الى حيث كنت ولا تنقلنى اليه حيث كان وبارك لى فيه وتول امرى بيدك وحل بينى وبين غيرك واجعل يدى عليا بالعطا ولا تجعل يدى سفلى بالاستعطاء '

اللهم انا وعيلتى عليك وانت اقمتنى وكيلا فلا تسلبنى واياهم ما اودعتنى ياارحم الراحمين يا اكرم الاكرمين تكرم علينا يا رقيب يا مجيب قرعت ابواب خزائن رحمتك انك انت الفتاح العليم اللهم يا غنى يا حميد يا مبدئ يا معيد يا رحيم يا ودود اغننى بحلالك عن حرامك وبفضلك عمن سواك يا ذا المن ولا يمن عليه يا من يجير ولا يجار عليه ياذا الجلال والاكرام يا ذاالطول والانعام لا اله الا انت يا ظهير' سبحانك لا اله الا انت يا امان الخائفين اللهم ان كنت كتبتنى عندك فى ام الكتاب شقيا او محروما او مطرودا فاثبتنى عندك فى ام الكتاب سعيدا مرزوقا موفقا للخير فانك قلت وقولك الحق فى كتابك المنزل على لسان نبيك المرسل: يمحو الله مايشاء ويثبت وعنده ام الكتاب اللهم مامننت به على فاتممه وما انعمت به على فلا تسلبه وما سترته فلا تهتكه وما علمته فاغفره

اللهم يسر لى امرى ورزقى واعصمنى من النصب فى طلبه ومن الهم والبخل للخلق بسببه ومن التفكر والتدبر فى

تحصيله ومن الشح والبخل بعد حصوله واجعل له سببا لاقامة العبودية ومشاهدة احكام الربوبية الهى تول امرى بذاتك ولا تكلنى الى نفسى طرقة عين ولا اقل من ذلك اللهم انى اسألك يا الله يا الله يا الله يا واحد يا احد يا فرد يا صمد يا باسط يا غنى يا مغنى بمهمهوب ذى لطف خفى بصعصع بسهسهوب ذى العز الشامخ الذى له العظمة والكبريا بطهطهوب لهوب ذى القدرة والبرهان والعظمة والسلطان واسألك باسمك المرتفع الذى اعطيته من شئت من اوليائك والهمته لا حبابك من اصفيائك ' اللهم انى اسالك باسمك المخزون المكنون المبارك الطاهر المطهر المقدس ان تعطينى رزقا من عندك تهدى به قلبى وتغن به فقرى وتقطع به علائق الشيطان من قلبى انك انت الحنان الوهاب الرزاق الفتاح العليم الباسط الجواد الكافى الغنى المغنى الكريم المعطى الواسع الشكور ذو الفضل والنعيم والجود والكرم اللهم اسالك بحقك وحق حقك وبجودك وكرمك واحسانك وبحق اسمك العظيم الاعظم وبحق نبيك محمد صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ان تجيب دعوتى بحق سورة الواقعة وبحق اسمائك فتاح قادر جبار فرد معط خير الرازقين مغنى البائس الفقير تواب لا يؤاخذ بالجرائم ' يسر امرى وارزقنى رزقا حلالا طيبا مباركا واجمع بينى وبينه واجعله من نصيبى ياذا الجلال والاكرام انك على كل شىء قدير وبالاجابة جدير وصل بجمالك وكمالك على اشرف مخلوقاتك سيدنا محمد وعلى اله وصحبه اجمعين اللهم انى اصبحت وامسيت وانا احب الخير

واكره الشر وسبحان الله والحمد لله والله اكبر ولا حول ولا قوة الا بالله العلى العظيم اللهم اهدنى بنورك لنورك فيما يرد على منك وفيما يصدر منى اليك وفيما يجرى بينى وبين خلقك اللهم سخر لى رزقى واعصمنى من الحرص والتعب فى طلبه ومن شغل القلب وتعلق الفكر بسببه ومن الذل للخلق فيه ومن الشح والبخل بعد حصوله اللهم يسر لى رزقا حلالا طيبا وعجل لى به يانعم المجيب يا نعم المجيب يا نعم المجيب ' اللهم انه ليس فى السماوات دورات ولا فى الارض غمرات ولا فى البحار قطرات ولا فى الجبال مدرات ولا فى الشجر ورقات ولا فى الاجسام حركات ولا فى العيون لحظات ولا فى النفوس خطرات الا وهى بك عارفات ولك مشاهدات وعليك دالات وفى ملكك متحيرات فبالقدرة التى سخرت بها اهل الارض والسماوات سخر لى قلوب المخلوقات انك على كل شىء قدير اللهم ارحم فقرى واجبر كسرى واجعل لطفك فى امرى واجعل لى لسان صدق واجعله محلا للخطاب والنطق بالصواب والعمل بالسنة والكتاب اللهم ذكرنى اذا نسيت ويقظنى اذا غفلت واغفرلى اذا عصيت واقبلنى اذا اطعت وارحمنى انك على كل شىء قدير اللهم نور بكتابك بصرى واشرح به صدرى ويسر به امرى وانطلق به لسانى وفرج به كربتى ونور به قلبى واكرم قلبى بالحب والفهم وارزقنى تلاوة القران العظيم والعلم والفهم يا قاضى الحاجات اكرمنى بانواع الخيرات ولا حول ولا قوة الا بالله العلى العظيم وصل بجمالك وكمالك على اسعد مخلوقاتك سيدنا محمد

صلی اللہ علیہ وسلم و علیٰ الہ وصحبہ وال بیتہ وازواجہ وانصارہ واشیاعہ واھل عترتہٖ وجمیع الانبیاء والمرسلین ومن تبعھم باحسان الی یوم الدین

(وتقرء الفاتحۃ وتھب ثوابھا للنبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم والمرسلین علیھم السلام والصحابۃ رضی اللّٰہ عنھم وجمیع عباداللہ الصالحین ومن تبعھم باحسان الی یوم الدین والحمد للہ رب العالمین وصلی اللّٰہ علیٰ سیدنا محمد و علیٰ آلہٖ وصحبہ وسلم تسلیما کثیرا الی یوم الدین' آمین)

حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی دعاؤں کا یہ نادر ذخیرہ آپ کی اولاد میں سے حضرت سید جلال الدین القادری حال مقیم مدینہ منورہ' نے حضرت سیدی ابوالبرکات مفتی اعظم پاکستان کے مرید خاص جناب پروفیسر محمد اکرام صاحب کو بذریعہ انٹرنیٹ بھیجا۔ پروفیسر صاحب کی اجازت سے میں نے غوث اعظم کے نام لیواؤں کی خدمت میں پیش کر دیا ہے۔

یاد رہے کہ ابھی تک پاکستان میں مندرجہ بالا دعائیں نہیں چھپ سکیں۔ اللہ تعالیٰ ان مبارک دعاؤں کا صدقہ میری اس کتاب کو قبولیت عامہ سے نوازے اور میرے لئے' میرے والدین مرحومین کیلئے اور جملہ اہل اسلام کیلئے بخشش ونجات کا سبب بنائے۔

نوٹ: مندرجہ بالا دعائیں سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے سورہ واقعہ میں ملا کر لکھی ہیں اور اس وظیفہ خاص کا نام "سورۃ الواقعہ ودعاء ھا او حزب الوسائل لکل قاصد وسائل" رکھا ہے (وسعت رزق کیلئے بہت مجرب ہے)

پروفیسر صاحب کی طرف سے عنقریب یہ وظیفہ عالیہ بمعہ فضائل وفوائد واعراب نیز پڑھنے کے مفصل طریقے سے ساتھ شائع ہوگا۔ ان شاء اللہ

ھذا آخر ماتیسر لھذا الاحقر المدعو بغلام حسن القادری غفرلہ ولوالدیہ ولمشائخہ ولاساتذتہ اجمعین۔

مـن الالتـقـاط مـن كـلام الائـمة والا كـابر والمرجو من اولى الـفـضـل والا حتـرام ذوى الـمـجد والافتخام ان لا ينسوا هذا الاحـقـر واسـاتـذه واقـاربـه واحباء ه فى دعواتهم الصالحات ويـغـمضوا عن العثرات والزلات وهذا هوالما مول والما مول عـنـد كـرام الـنـاس مـفـحول رب هـب لـى حكمـاو الحقى بـالـصـالحين واجعل لى لسان صدق فى الاخرين واجعلنى من ورثة جنة الـنـعيم ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم . امين بـجـاه حبيبك الـكـريـم وبرحمتك يا ارحم الراحمين . يا رب العالمين .

واخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين .

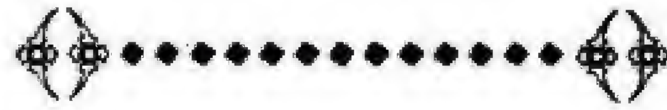
سبحن ربك رب العزة عما يصفون

وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين .

وما علينا الا البلاغ المبين .

الـلهم احيناذاكرين وامتنا ذاكرين واحشرنا فى زمرة الذاكرين اللهم احينا عاشقين وامتنا عاشقين واحشرنا فى زمرة العاشقين الـلهـم احيـنا عارفين وامتنا عارفين واحشرنا فى زمرة العارفين الـلهـم احيـنـا مسـكيـنـا وامتـنـا مسـكيـنـا واحشرنا فى زمرة الـمسـاكيـن الـلهـم احينا بحياة العلماء وامتنا بموت الشهداء واحشـرنـا بزمرة الاولياء وادخلنا الجنة مع الانبياء اللهم احينا عـلـى الاسـلام والايـمان ولقنا كلمة الايمان واحشر نامع اهل الايـمـان الـلهـم احيـنـا سعيدا وامتنا سعيدا واحشرنا فى زمرة السـعـدآء ربـنـا اغـفـرلنا ولا خواننا الذين سبقونا بالايمان ولا تـجـعـل فـى قلوبنا غلا للذين امنوا ربنا انك رء وف رحيم ربنا

اغـفـرلـنا ولوالدينا ولاستاذنا ولمشائخنا ولا خواننا ولا حبا بنا ولا ربـابـنـا ولـجـميـع الـمـومـنيـن والـمومنات الاحياء منهم والامـوات الـلهـم ارزقـنا فى الدنيا زيارة قبر النبى الكريم عليه الصلوٰة والتسـليم وفى الاخرة لـقـائـه يا رب العالمين واكرم الاكرمين وارحم الراحمين



ماخذ و مراجع

اس مجموعہ کی تیاری میں جن کتب سے مدد لی گئی ہے ان کے نام (بمطابق حروف تہجی) مندرجہ ذیل ہیں:

۱- آبِ حیات از مولوی محمد قاسم نانوتوی

۲- احکام القرآن از امام ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی

۳- الاشباہ والنظائر از امام جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابوبکر سیوطی شافعی

۴- الابریز از شیخ عبدالعزیز دباغ

۵- انوار الباری

۶- انوار الحدیث از مفتی جلال الدین احمد امجدی

۷- اسرار الاولیاء از شیخ بدر الدین اسحٰق

۸- اسلام میں عظمت انسانی کا تصور از علامہ بدر القادری

۹- امداد المشتاق از مولوی اشرف علی تھانوی

۱۰- الاذکار المنتخبۃ من کلام سیّد الابرار از امام محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف نودی

۱۱- فی ترتیب الشرائع بدائع الصنائع از علامہ علاء الدین ابوبکر بن مسعود کاسانی

۱۲- بوستان از شیخ شرف الدین سعدی شیرازی

۱۳- بلوغ المرام من ادلۃ الاحکام از امام ابن حجر عسقلانی

۱۴- بارہ تقریریں از علامہ محمد شریف نوری قصوری

۱۵- تفسیر روح البیان از علامہ اسمٰعیل حقی حنفی

۱۶- تفسیر روح المعانی از علامہ سیّد محمود آلوسی

۱۷- تفسیر خازن از علامہ علی بن محمد خازن

۱۸- تفسیر القرآن العظیم المعروف تفسیر ابن کثیر از علامہ حافظ عماد الدین بن عمر بن کثیر شافعی
۱۹- تفسیر الکشاف از علامہ محمد بن جار اللہ محمود زمخشری
۲۰- تفسیراتِ احمدیہ فی بیان الآیات الشرعیہ از ملا احمد جیون جونپوری
۲۱- تفسیر صاوی از علامہ احمد بن محمد صاوی مالکی
۲۲- تفسیر مظہری از قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی
۲۳- تفسیر نعیمی از مفتی احمد یار خان نعیمی گجراتی و مفتی اقتدار احمد خان نعیمی
۲۴- تفسیر ضیاء القرآن از پیر محمد کرم شاہ الازہری
۲۵- تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس از حضرت عبد اللہ ابن عباس
۲۶- تفسیر مواہب الرحمٰن
۲۷- تفہیم البخاری از علامہ غلام رسول رضوی
۲۸- تہذیب ابن عساکر از حافظ ابو القاسم علی بن حسن شافعی ابن عساکر
۲۹- التحریر المختار لردّ المختار از رافعی
۳۰- تنبیہ الغافلین از فقیہ ابو اللیث سمرقندی
۳۱- تذکرۃ الاولیاء از شیخ فرید الدین عطار
۳۲- تبلیغی نصاب از مولوی محمد زکریا سہارنپوری
۳۳- تاریخ اخلاق یورپ
۳۴- توحید و شرک کا صحیح معنی و مفہوم از مفتی غلام حسن قادری
۳۵- تبیان القرآن از علامہ غلام رسول سعیدی
۳۶- الجامع الصغیر از امام جلال الدین عبد الرحمٰن بن ابو بکر سیوطی شافعی
۳۷- جامع ترمذی از امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی
۳۸- جامع الاحادیث از مولانا محمد حنیف خان بریلوی
۳۹- جواہر البحار فی فضائل النبی المختار از امام محمد یوسف بن اسمٰعیل نبہانی
۴۰- الجامع لاحکام القرآن از علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی

۴۱- جلاء الافہام فی الصلوٰۃ والسلام علی خیر الانام از امام شمس الدین محمد بن ابی بکر بن قیم جوزی
۴۲- الخصائص الکبریٰ فی معجزات خیر الوریٰ از امام جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابوبکر سیوطی شافعی
۴۳- خزائن العرفان فی تفسیر القرآن از علامہ سیّد محمد نعیم الدین مراد آبادی
۴۴- خطباتِ شیر ربانی از میاں محمد سعید شاد
۴۵- دلائل النبوۃ از امام ابوبکر احمد بن الحسین بیہقی
۴۶- دلائل النبوۃ از امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی
۴۷- درۃ الناصحین از علامہ عثمان بن حسن بن احمد
۴۸- الدر المنثور از امام جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابوبکر سیوطی شافعی
۴۹- الدعوات الکبیر از امام ابوبکر احمد بن الحسین بیہقی
۵۰- ردالمحتار المعروف فتاویٰ شامی از علامہ محمد امین ابن عابدین شامی
۵۱- روضۃ العلماء
۵۲- روضۃ الاذکار
۵۳- زبدۃ الواعظین
۵۴- زہرۃ الریاض
۵۵- زاد المعاد فی ھدی خیر العباد از امام شمس الدین محمد بن ابی بکر بن قیم جوزی
۵۶- سیرت محمد رسول اللہ از
۵۷- سیرت محمد حبیب اللہ از ڈاکٹر سلیم ابن محمد رفیع
۵۸- سر الاسرار فیما یحتاج الیہ الابرار از شیخ سیّد عبدالقادر جیلانی
۵۹- سنن ابوداؤد از امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی
۶۰- سنن ابن ماجہ از امام عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ
۶۱- سنن الدارمی از امام ابوعبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی
۶۲- سنن نسائی اور امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی
۶۳- شعب الایمان از امام ابوبکر احمد بن الحسین بیہقی

۶۴- شرح السنۃ از امام حسین بن مسعود بغوی

۶۵- شرح صحیح مسلم از امام محی الدین ابوزکریا یحیٰی بن شرف نووی

۶۶- شرح سفر السعادۃ از شیخ عبدالحق محدث دہلوی

۶۷- شمس العارفین از حضرت سلطان باہو

۶۸- شرح ابیات باہو از سلطان الطاف علی

۶۹- شرح معانی الآثار امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی

۷۰- الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ از امام ابوالفضل قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی

۷۱- شان مصطفیٰ بزبان مصطفیٰ از مفتی غلام حسن قادری

۷۲- شرح کلام رضا فی نعت المصطفیٰ از مفتی غلام حسن قادری

۷۳- صحیح بخاری از امام ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل بخاری

۷۴- صحیح مسلم از امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری

۷۵- صحیح ابن حبان از امام ابوحاتم محمد حبان البستی

۷۶- طریقۂ محمدیہ

۷۷- عین الفقر از حضرت سلطان باہو

۷۸- عین العلم شرح زین الحلم

۷۹- عرفان از فقیر محمد کلاچوی

۸۰- العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ از اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی

۸۱- غنیۃ الطالبین از شیخ سیّد عبدالقادر جیلانی

۸۲- فتاویٰ عالمگیری از علامہ نظام الدّین بمعہ پنج صد علمائے ہند

۸۳- فتح الباری شرح صحیح البخاری از امام ابن حجر عسقلانی

۸۴- فیض الباری شرح صحیح البخاری از مولوی انور شاہ کشمیری

۸۵- فتح الملہم شرح صحیح مسلم از مولوی شبیر احمد عثمانی،

۸۶- القرآن اھو کتاب اللہ

۸۷- کتاب المنتظم فی تواریخ الامم از امام جمال الدین ابوالفرج عبدالرحمٰن ابن جوزی

۸۸- الکامل للمبرد

۸۹- کشف المحجوب از امام ابوالحسن علی بن عثمان ہجویری داتا گنج بخش

۹۰- کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال از علامہ علی متقی بن حسام الدین برہانپوری

۹۱- کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ از شیخ عبدالرحمٰن الجزیری

۹۲- کلام باہو از حضرت سلطان باہو

۹۳- کلیات اقبال (فارسی، اُردو) از علامہ محمد اقبال

۹۴- کوثر الخیرات لسید السادات (تفسیر سورۂ کوثر) از علامہ ابوالحسنات محمد اشرف سیالوی

۹۵- گلستان سعدی از شیخ شرف الدین سعدی شیرازی

۹۶- لواقح الانوار القدسیہ از امام عبدالوہاب شعرانی

۹۷- مشکوٰۃ المصابیح از امام ولی الدین تبریزی

۹۸- المستدرک از امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری

۹۹- المعجم الکبیر از امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی

۱۰۰- الموضوعات از امام جمال الدین ابوالفرج عبدالرحمٰن ابن جوزی

۱۰۱- المغنی از امام عراقی

۱۰۲- المدخل از امام ابن الحاج

۱۰۳- مسند احمد بن حنبل از امام احمد بن حنبل

۱۰۴- منتخب کنز العمال

۱۰۵- مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح از علامہ علی بن سلطان محمد القاری

۱۰۶- مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح از مفتی احمد یار خان نعیمی

۱۰۷- مسالک الحنفاء لابویہ المصطفیٰ از امام جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابوبکر سیوطی شافعی

۱۰۸- مجمع الزوائد از حافظ نورالدین علی بن ابی بکر ہیثمی

۱۰۹- معارف الحدیث از مولوی منظور نعمانی

۱۱۰- مقاماتِ حریری

۱۱۱- مثنوی از مولانا جلال الدین رومی

۱۱۲- مفتاح العلوم شرح مثنوی مولانا روم از مولوی محمد نذیر عرشی نقشبندی

۱۱۳- مناقبِ سلطانی از سلطان غلام باہو

۱۱۴- مجالس السنیہ شرح اربعین نوویہ از شیخ احمد فتنی

۱۱۵- مجالس الابرار

۱۱۶- مسند بزاز از شیخ احمد بزاز

۱۱۷- مکتوبات از شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی

۱۱۸- ماثبت من السنۃ فی ایام السنۃ از شیخ عبدالحق محدث دہلوی

۱۱۹- مومن کا زیور داڑھی از محمد رضاء الحسن قادری

۱۲۰- نزہۃ المجالس از امام عبدالرحمٰن صفوری

۱۲۱- نزہۃ الناظرین

۱۲۲- وفاء الوفا از امام نورالدین سمہودی

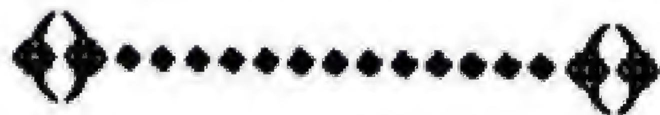
۱۲۳- روزنامہ جنگ' لاہور

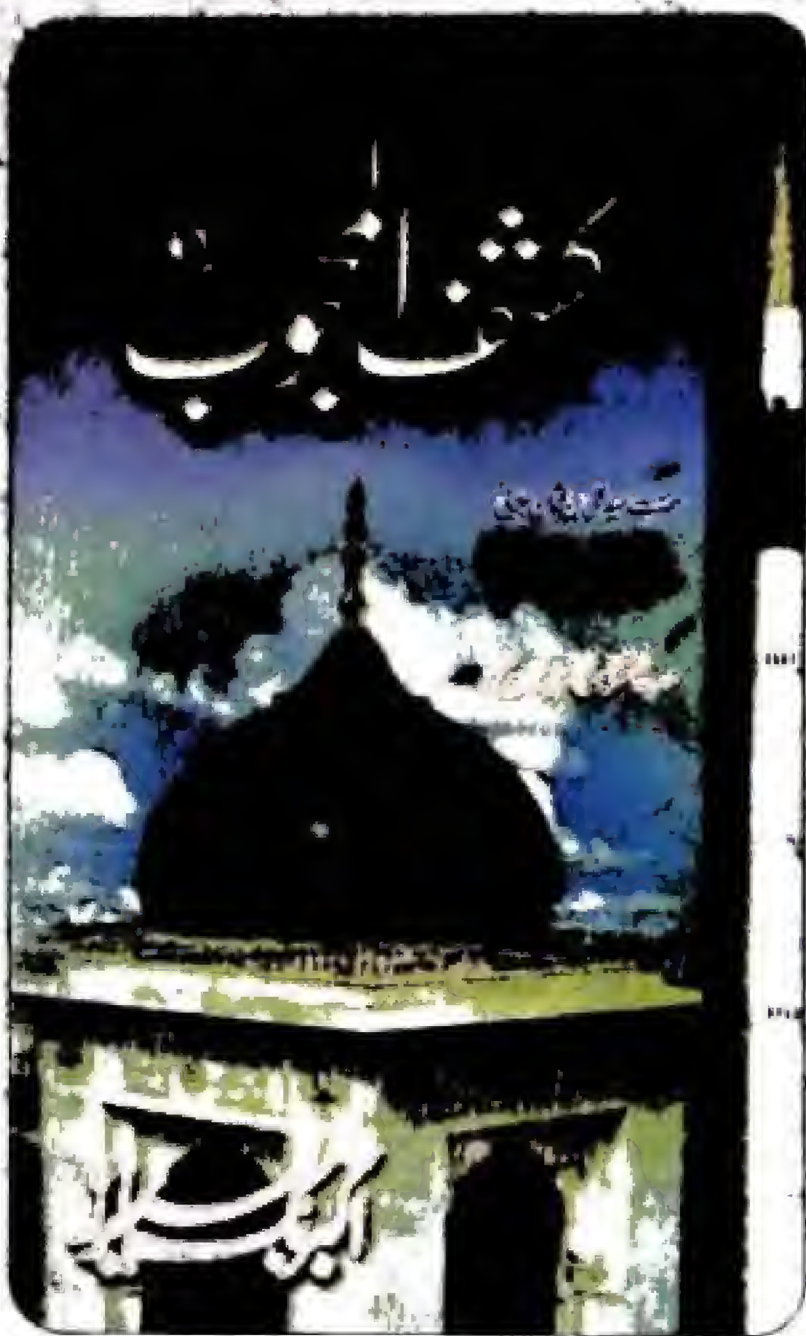
۱۲۴- روزنامہ نوائے وقت' لاہور

۱۲۵- روزنامہ مشرق' لاہور

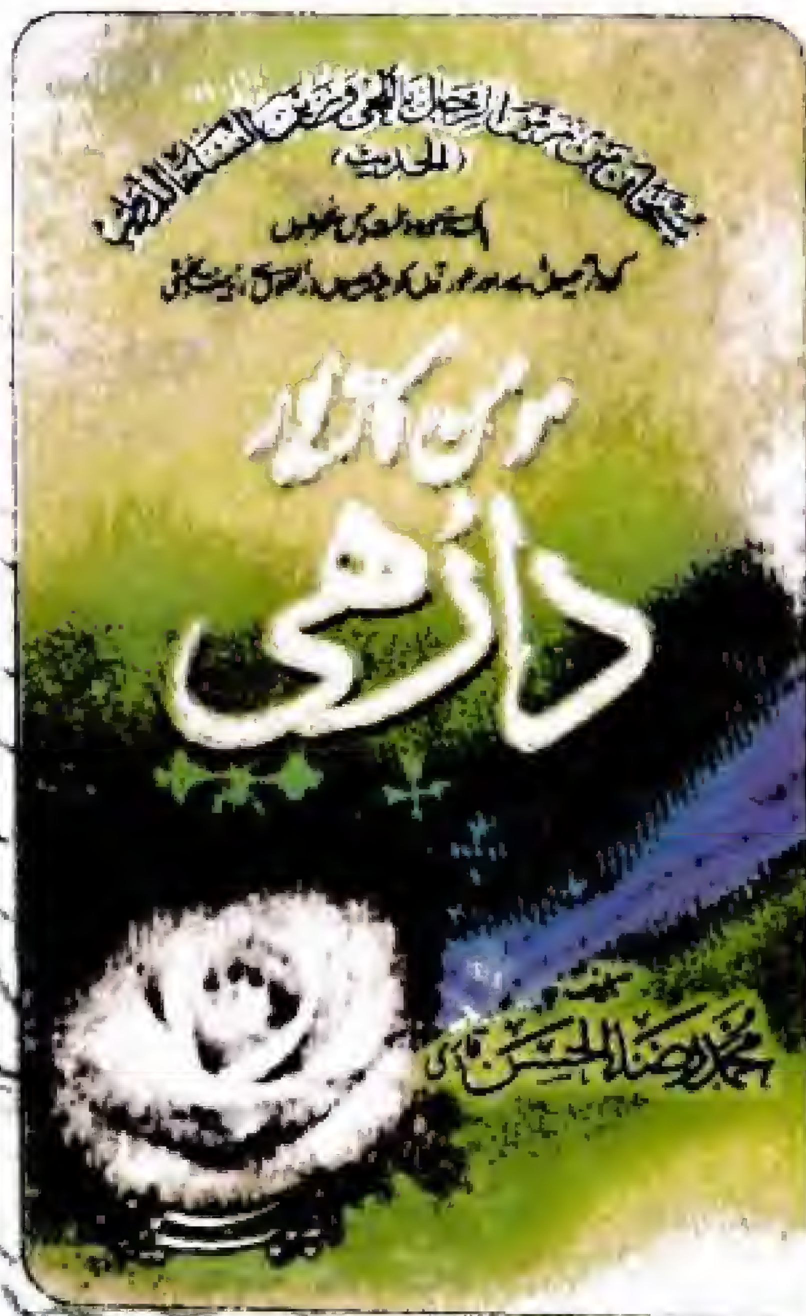
۱۲۶- ماہنامہ ضیائے حرم' لاہور۔ اپریل ۱۹۷۱ء

۱۲۷- ماہنامہ ہمایوں' لاہور











ناشر

اکبر بک سیلرز

زبیدہ سنٹر ۴۰ اردو بازار لاہور۔ فون: 042-7352022